

طریقت

بروزیں حوال پیراہ دان	پیرا بگرنی صین راہ دان	پیرا بگرنی کی بڑی پیرا بن	ہست سچ انت خوف و خطر
ہر کہ نہا بادیاں ہرید	ہم بھون ہست پیراں رسید	بس رہ کہ نہ دیدتی تویج	ہین ہر تو نہا زہر ہر سرتیج
گر نہا سد سایہ اور بڑو گول	بس تر گشتہ دارد با ناک غول	اندر آدر سایہ آن عاقلہ	کش ستانہ بردارہ قافلہ
نعل اور اندرین چون کہ قاتا	روح او سیرغ بس عالی طوف	در بشرو پوش کر دست آفتاب	فہم کرع اللہ اعلم بالصواب

اللہم انت المعبود۔ انت المسجود۔ صاحب الفضل والجود۔ لا اله الا انت لا شریک لك لا احد
 ثناء علیک انت کما اثنت علی نفسک اللہم انت نور السموات والارض ومن فیہن ایاک نعبد
 وایاک نستعین ان لقاءک حق ونبیک سیدنا و مولانا فاعلم اصلنا علیہ وسلم حق وکل ملجاء بہ
 من عندہ حق لا ریفیہ ولا مرأرینا تقبل منا انک انت السميع العليم اللہم نور قلوبنا واستر
 عیوبنا و ارح ذنوبنا ولا تکشف عورتنا واشف عاہاتنا و اغفر خطایا و سیئاتنا انک
 انت الغفور الرحیم اما بعد بندہ معبود المومنین عاشق الہی عفی عنہ اہل حق کیندرت میں بصدر
 دل عرض کرتا ہوں کہ بندہ ناگاہ اس باب میں محض نابلدہ ہوا سو مجھ سے مصداق تکرار الرشید کے ختم
 ہونے پر کئی ہفتے متواتر باوجود وعدہ پریشان خاطر اور تفکر و حیران رہا کہ اس نصہ میں قلم اٹھایا نہ اٹھا
 اپنی نادانیت و بے ماگی کا غلبہ سکوت کی جانب تھا مگر ان روحانی سرپرستوں کے ارشاد و امر نے مجبور
 فرمایا جنکی باطنی قوت قدسیہ اور اندرونی توجہ و فیضان نے پہلے جزو کی تکمیل کرائی تھی اسلئے جو کچھ
 ثقات سے سنا ہوتا ہے ناظرین کرتا ہوں حق تعالیٰ اس تحریر کو ذریعہ ہدایت خلق و اصلاح حال بنائے اور
 میرے لئے ذبیحہ آخرت و حصول رضا کا سبب گردائے بحرحمدہ سید الانبیاء والمرسلین املین۔
 سلوک نام ہر تعمیر الظاہر والباطن کا یعنی اعضا و ظاہر اور قلب کا اپنے مولیٰ تعالیٰ شانہ کی طاعت
 نہ ست میں مشغول کہنا باین طور کہ ہادی عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریق اور ہم
 فرمائی ہوئی شریعت اتباع کی اس درجہ خواہ اور عادت پڑ جائے کہ سنت نبویہ پر عمل کرنا طبیعتی شیبہ اور
 خلقی شعار بن جائے تکلف کی حاجت نہ رہے۔ یہ ظاہر جو کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خلاصہ موجودات

اور ظاہر و باطن دونوں اعتبار سے اعدل الخلق ہیں پس آپ کے جملہ حرکات و سکنات بنسکو آپ کی عادات کہا جاتا ہے اُس کا اعدل پر تھے جنکی تشلید ہر متنفس کے قلب کو معتدل بنا سکتی ہو اور چونکہ اعضا کیساتھ قلب کو خاص تعلق عطا کیا گیا ہے اسلئے مسلمان جب کوشش کرتا ہو کہ عبادت کے علاوہ عادات میں بھی سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع دائماً لازماً رکھے تو اس کے اعضا میں اعتدال پیدا ہو جاتا ہے اور کچی دور ہو جاتی ہے جسکا اثر قلب پر یہ تارہتا ہے یہاں تک کہ قلب جو انسان کے جسم کا خلاصہ ہو اخلاق و ذیلہ سے متنفر اور فضائل و منہ سے متصف ہو کر معتدل بن جاتا ہے قلب کے اس اعتدال کا نام نسبت ہے اور اسی کے جمہول کی ہر پتہ مسلمان کو طلب ہے۔

جسوقت قلب میں اعتدال و راستی پیدا ہو جاتی ہے اسوقت اسکو طاعات میں لذت آنے لگتی اور معصیتوں سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے عبادات بالطبع محبوب و محبوب بن جاتی ہیں اور حق تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کسی امر کا ارتکاب گران اور ناگوار گذرنے لگتا ہے عدل میں ایک روشنی ایسی پیدا ہو جاتی ہے جو طاعت اور معصیت کے فرق و امتیاز کو کسی وقت بھی مشتبہ نہیں ہونے دیتی نفس جس نے دنیاوی لذتوں میں شغولیت کا خوگر بنا رکھا اور فنا ہونے والی خواہشات کا شید اور دلدادہ کر رکھا تھا دن بدن اور لحظہ بلحظہ کمزور پڑتا جاتا ہے عادات پلٹتی اور بدلتی جاتی ہے یہاں تک کہ قلب کو مغیبات کے اعتقاد میں وہ شہاس معلوم ہوتی ہے جسکو دنیا کی لذت سے لذیذ نعمت بھی تشبیہ نہیں دیجا سکتی۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور فکر سے اسدرجہ انس حاصل ہو جاتا ہو کہ ایک لمحہ اسکا چھوٹنا جسکو غفلت کہتے ہیں ہفت اقلیم کی سلطنت کے لگنے اور جان و مال اہل عیال عزت و آبرو و غرض ہر مرغوب سے مرغوب اور پسندیدہ سے پسندیدہ ہونے کے گم ہونے سے زیادہ ناگوار گذرتا اور کوفت کا سبب بن جاتا ہے۔

تصوف اہل ایمان ہے کوئی زاید شے نہیں ہے بل ایمان بجا ہر مسلمان مدعی ہر اہل سلوک ہے بشرطیکہ اسکی اصلیت اور علاوۃ قلب کو عطا ہو جائے یہی شریعت جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عالم کو سکھائی ہو اصل درویشی اور طریقت ہے مگر اسوقت جبکہ اعضا سے تعدی ہو کر قلب تک پہنچ جائے اور عمل و کتساب قلبی انس و تعلق کا ثمرہ بنائے ایک بیمار نفس جسکو مطلق ٹھوک معلوم نہ ہو طبیع کے حکم سے غذا کھاتا ہے مگر جبراً قہراً تاکہ طاقت بنی رہے اور مرض کے

دور کرنے میں یا تکلیف کے جھیلنے میں معین و مددگار ہو اور دوسرا شخص وہ ہے جو بحالت تندرستی
 و صحت تامہ صادق اشتہار پر غذا کھا رہا ہے آئین شک نہیں کہ دونوں کی بقاء حیات غذا پر ہے
 اور اس غذا نے دونوں کو نفع پہونچایا صورت کے اعتبار سے ان دونوں میں کچھ فرق نہیں معلوم
 ہوتا کیونکہ غذا جس پر دنیاوی زندگی کا مدار ہے دونوں کی خوراک بنی ہوئی اور استعمال میں آئی ہوئی
 ہے مگر حقیقت میں اندرونی فرق بے حد ہے کہ بیمار اپنی طبیعت کو غذا کا تابع بنائے ہوئے ہے اور
 تندرست نے غذا کو تابع بنایا ہے اسی طرح عامی آدمی عبادت کرتا ہے مگر نفس کو مجبور بنا کر
 اور صاحبِ بت دلی اسی عبادت میں مشغول ہوتا ہے مگر بایں وجہ کہ دل کا تقاضہ اس طاعت میں
 مشغول ہونے پر اسکو مجبور کر رہا ہے۔ اگر بیمار شخص پر طبیب کا جبر نہ ہو یا طبیع کے حکم کی پروا نہ کرے
 تو غذا کے نہ کھانے سے اسکے دل کو کوفت نہوگی اگرچہ اس نافرمانی کا خمیازہ ضعف کیوقت دوسری
 صورت میں بہگنا پڑیگا مگر موجودہ حالت میں غذا کا نہ کھانا اسکی فرحت و مسرت کا سامان ہے
 برخلاف تندرست شخص کے کہ غذا کا نہ ملنا لحظہ بل لحظہ اسکے اعضاء میں انحسار و شکستگی بڑھائے گا پیٹ
 کے اندر کھڑن لگ جائیگی جب تک کھا نہ لیگا اسوقت تک کسی کام میں اسکا جی نہ لگیگا۔ اس صحت کاملہ
 ہی کا نام طریقت ہے جو قلب کو حاصل ہوتی اور اس روحانی غذا کا جسکو شریعت کہا جاتا ہے سچا
 خواہشمند اور شیدا بنادیتی ہے۔

انسان کا قلب ایک آئینہ ہے جس میں تجلیات باری تعالیٰ کے منعکس ہونے کی استعداد اور قابلیت
 موجود ہے۔ اس استعداد کے ظاہر ہونے اور عملی حالت میں لانیکہ لئے ضرورت ہے کہ اسکو صیقل کیا جا
 اور شفاف رکھا جاوے پھر اسکو آفتاب کی مواجہت میں اس طرح رکھ دیا جاوے کہ رخ نہ پھرنے پائے
 اس قلب کی صیقل اس ہمت و مجاہدہ سے ہوتی ہے جو بصیرت کی غائبات اور بدخلقی و زہل عباد کے
 مکرر زاد گرد و غبار کو ہر وقت کوشش اور سعی کیساتھ مٹاتی اور دور کرتی رہتی ہے پھر جب غبار اڑ جاتا
 ہے تو دوام ذکر و فکر میں اسکو مشغول کر دیا جاتا اور خالق جل و علائی شانہ کیہ نور میں علی الدوام قائم
 رہنے کی کوشش کی جاتی ہے اس مواجہت کی بدولت آئینہ اللہ کیس پیدا ہوتا ہے جسکی نظیر بیان
 کرنے کو دنیا میں کوئی شے نظر نہیں آتی۔ یہ ایک آئینہ جسوقت اس حد نور سے نور ہو جاتا ہے کہ تو
 اندھیرے عالم کو نور کر دیکے لئے کافی ہے یہی وہ نور تھا جسکو لیکر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آیا تھا کہ

دنیا میں آیا اور آفاق عالم کو منور بنا گیا اسی کی نورانیت دوسروں تک متعدی ہوئی اور عقل شدہ
متوجہ قلوب میں منکس ہو کر ہر زمانہ میں ہدایت کی روشنی پھیلانی رہی تا قیامت نبوت سے روشن
ہوئیو اسے چرخ چورہ سے سرج کے بعد آج بھی دنیا میں موجود ہیں اور قیامت تک باقی رہینگے۔
اس مقدس نور کے حامل اولیاء اللہ کہلاتے ہیں جن کی اُمت محمدیہ میں لاکھوں سید بزرگ ہیں
اور اسی مقدس گروہ کے ایک رکن اور فرد اعظم شیخ کا یہ تذکرہ ہے۔ **بسم اللہ الرحمن الرحیم**
مخدوم العالم حضرت مولانا رشید احمد قدس سرہ۔ **بسم اللہ الرحمن الرحیم** قطب الارشاد تھے
اللہم ارفع درجۃ واحشونا فی زمرۃ۔

نامراد نولف نے اپنے حوصلہ کے موافق سلوک کی جو ماہیت بیان کی اسکا منشا یہ ہے کہ شریعت غبار
دہی تصوف کا مقدمہ مبتدا ہے اور یہی طریقہ ہیضاً و سلوک کا منتہی ہے۔ **وہو الاول والاخر ہو اول**
الی اللہ کا سچا طلبگار اول اپنے اعضاء و جوارح کو یہ تکلف مجبور بنا کر نفس کے خلاف شریعت کا پابند بنایا
یعنی خواہشات کو ترک کر لیا اگرچہ نفس کو ناگوار گذرے طاعات کو بجا لایا اگرچہ پہاڑ کا بوجھ اٹھانے سے
زیادہ گران معلوم ہو یہاں تک کہ اتباع شرع کی خواہ عادات پڑ جائیں قلب کی کبھی رفع ہو جائیں خطرات
اور مصیبت کے ارادوں اور خیالات کو بہ جبر دفع کر کر کے آئینہ دل پر رنگ نہ آنے دیا اور پھر اسی
صیقل شدہ قلب کو دوام ذکر و فکر اور حکم حق تعالیٰ شانہ کے امتثال و تعمیل کی یاد دہشت میں مشغول
و متوجہ رکھیا اسوقت جو انکس تجلیات کا ہوگا اسکی روشنی و چمک اور خلاوت لذت میں انہیں راحت
سرور اور تعلق و انس کے ساتھ شریعت کا اتباع ہوگا اسکا نام طریقت و ولایت ہو جائیگا جسکا حاصل ہونے
پچھے زایل ہونا عادت مستبعد اور محال ہے اس وقت میں اتباع شرع پر جو سختی و استقامت پیدا ہوگی
وہ اُس لازوال دولت کے نام سے موسوم ہے جسکے لئے عالم کی خلقت ہوئی اور جسکو حق تعالیٰ شایان
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادَتِي میں ظاہر کیا اور جسکے حاصل کر لیا **وَأَعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ**
يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ سے امر فرمایا ہے۔ یہی استقامت ہے جسکے سامنے خوارق عادات کشف و کرامات
بہج درج ہیں اسی کو مردانِ خدا فوق الکرامۃ فرماتے اور اسی کی طلب جستجو میں جانیں لڑا دیتے
بلکہ کہہ دیتے ہیں۔ اسی ایک بات کے پیچھے پڑ جانا اور دیوانہ و مستانہ ہو کر اسکی چاہ میں فنا ہو جانا
وہ جنون محمود ہے جسپر لاکھوں زندگیاں قربان ہیں اور جو ساری حیات و نقل کا مقصد و غم ہے۔

اسے دل آن بہ کہ خرابائے گلگون باشی	سبے ز رو گنج بصد حشمت قارون باشی
در رہ منزل لیلی کہ خطر ہاست بجان	شرط اول قدم آنت کہ مجنون باشی

قلب کی یہ حالت کہ شریعت کا اتباع یا طبع مرغوب بن جائے جسکو استقامت کہہ سکیں اور دل کے مشاہدہ جمال و مواہجہ شریفہ کی وہ کیفیت کہ ماسوے اللہ کے وسوسہ و خطرہ کا بھی گزرنہو جسکا نام اطمینان رکھ سکیں محض وہی امر ہے بخش ہارا آقا جسکو چاہے عطا فرمائے وَمَنْ شِئْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اَوْتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ہاں جس طرح کریم شاہنشاہ کا ہر عطیہ عالم اسباب میں کسب اور طلب پر مشفع کیا گیا ہے اسی طرح اس مقصود مرادات کے قلاصہ کا حصول بھی بظاہر حال اُس طریق میں منحصر ہے جسکو بیعت کہا جاتا ہے طرق مشایخ اور تعلیم صاحب دلائل اسی باطنی تربیت اور اصلاح حال و تہذیب نفس کا سبب گردانا گیا ہے جس میں مشغول ہونا اس حالت کے حصول کا اُمیدوار بنانا ہے اب آقا کو اختیار ہے کہ جس اُمیدوار پر چاہے احسان فرمائے اور جو جگہ اُسکے مناسب ہے اُس پر تقرری کا حکم دے۔

عالم کے رہبر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ سنور جاتا ہے تو تمام جسم سنور جاتا ہے اور جب وہ بگاڑ جاتا ہے تو تمام بدن بگاڑ جاتا ہے اور وہ قلب ہے“ حقیقت میں قلب کی اصلاح بدن کے اعضاء و جوارح کو مہذب بنا دیتی ہے اور چونکہ قلب میں طلب رضا حق کے سوا کسی شے کی طلب باقی نہیں رہتی اسلئے اعضاء جسم حق تعالیٰ کی مرضیات سے جو بطوری پیغمبر کی لائی ہوئی شرع میں منحصر ہیں ہر موافق و از نہیں کر سکتے عبادات ضروریہ سے آگے بڑھ کر غیر ضروری طاعات اور نوافل و تطوعات میں مشغول ہوتے اور عادات نبویہ میں اتباع کو ضروری سمجھا کر کثرت سکناات تک میں تقلید و اقتدار کے خوگر بنتے ہیں کیونکہ سمجھتے ہیں کہ معتدل القلب و مستقیم الحال پیغمبر کا کوئی کام کیسا ہی عادت اور ضرورت بشریہ کے متعلق کیوں نہ ہو منفعت دینیہ سے خالی نہیں ہے رضائے حق اور اعتدال قلب کا حصول اسی میں منحصر ہے ممکن نہیں کہ اُسکے خلاف امر میں قتال ہو خلاف پیغمبر کے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید۔ ان طالبانِ رضا کی یہ شان ہوتی ہے

فراق و وصل چہ باشد رضا د دوست طلب	کہ حیث باشد از خمیر او متناسے *
-----------------------------------	---------------------------------

ایہ انکو مخلوق کی رضا و ناراغی کی پروا نہیں رہتی اتباع شرع اور حصول مقصود میں کوتاہ دین اور نابینا

بہمال کے طعن و اعتراضات سے بے نیازی محال ہو جاتی ہے اپنی دھن میں اس درجہ پہنچے اور مضبوط ثابت ہوئے ہیں کہ وہ شکن مخالفین کو ان کے پاک مقاصد سے باز نہیں رکھ سکتیں دنیاوی حوادث و صدمات اور مخلوق کی ہوس و حیات یا شادی و غمی کے واقعات ان کے شعیط اوقات میں فرق نہیں ڈال سکتے اور گذر نیوالا زمانہ اپنے تمام انقلابات و تغیرات کے ساتھ برابر گذرتا رہتا ہے اور ادھر انکی اہل استقامت کے بار آور شاداب درخت میں الطینان کیساتھ دن و رات جو گئے پھل آتے اور ثمرات بڑھتے رہتے ہیں انکی زبان حال کہتی ہے کہ ۵

روز ہا گرفت گوزد باک نیست	تو بمان اسے آنکہ چون تو پاک نیست
---------------------------	----------------------------------

بالطبع نفس کی خواہشات کے غلبہ اور منفعت عاجلہ کی طلب اور لذت نے قلب کو اسد تہ تاریک اور فاسد بنا رکھا ہے کہ اسکی اصلاح میں سچے طلبگاروں کو راہبر کا دامن پکڑ کر طرح طرح کے خواہے کر پڑے اور زندہ نفس کے مارنے میں بڑی بڑی شاقہ محنتیں اٹھانی اور جھیلنی پڑیں پھر مذہب مستقیم القلب مشائخ کو ضرورت پڑی کہ ان طالب وصل عشاق کی اصلاح و تہذیب میں زبان کی نصیحت اور قلب کی توجہ و ہمت سے پورا کام لیں ہر ہر قدم پر ٹو کین انکی ہر ایک حرکت اور ہر کون پر نظر رکھیں انکی زبان کو ذکر کی حلاوت سے آشنا بنائیں اور ہاتھ پاؤں کو حق تعالیٰ کی خدمت کا ذائقہ لگائیں انکے رنگ آلود دلوں کو فکر و مراقبہ اور دہیان گیان کی مٹھاس چکھائیں کیسوی و اطینان کی عادت ڈالیں اپنے نورانی قلب کی چمک اور جہلک انکے کثیف تاریک قلوب پر ڈالکر ظلمت گہنائیں اور آہستہ آہستہ روشنی کا عادی بنا کر اسکو چمکاتا ہوا تارا اور جگمگاتا ہوا پاند بنائیں۔ اسی تدریجی صلاح میں ان روحانی سرپرستوں کو باطنی تعلیم و تربیت کے علاوہ ظاہری موقع موقع پر امتحان لینے کی بھی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس فن کے ماہر اور باطنی علم کے معلم خود ہی خوب سمجھتے ہیں کہ طالب کیساتھ تعلیم کا کیا طریق برتنا چاہئے انکی تعلیم کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ قلب جلا اخلاق رفیعہ سے جنم لے کر و نخوت سبکی ۲۱ ہر پاک ہو جاوے اور تمام اخلاق حمیدہ سے جنم صدق و اخلاص سبکی جڑ پے مزین و آراستہ ہو جاوے۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی مخلوق کی طبائع چونکہ مختلف رکھی ہیں اور ہر ایک کی استعداد و قابلیت بدست پھر اپنا افضل کسی خاص شخص کیلئے مخصوص نہیں کیا اسلئے بہترین صاحب نصیب اہل دل ہے

بھی ہوئے ہیں جنکو اس شکل تعلیم کے حاصل کر لینے اور کڑی امتحان میں کامیاب ہو جانیکو زیادہ زمانہ
 کی ضرورت نہیں پڑی امام ربانی حضرت مرشدنا و مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ انہیں فرشتہ
 خلعت خوش نصیب جماعت میں ہیں جنکی باطنی تعلیم کا زمانہ بہت ہی قلیل تھا چنانچہ حصہ
 اول میں یہاں ہو چکا ہے کہ آپ اپنے مرشد اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں
 صرف چالیس روز رہے اور اکتالیسویں دن جبکہ آپ وطن کو روانہ ہوئے تو مرشد العزیز العجم نے
 کامیابی کا پروردہ آپکو عطا فرمادیا اور بیعت لینے کی اجازت دیدی تھی اس جگہ میں آپکا امتحان ہا گیا
 اور کسویں پر کسکو آپ کے قلب کو پرکھ لیا گیا تھا کہ اس میں کبر و نخوت کا کوئی شائبہ تو باقی نہیں رہا۔
 ایک بار آپ خود فرماتے تھے کہ تھکانہ بہون میں مجکو رہتے ہوئے چند روز گزرے تو میری غیرت نے
 اعلیٰ حضرت پر کھا، کابار ڈالنا گوارا نہیں کیا آخر میں نے یہ بہ چکر کہ دوسری جگہ انتظام کرنا دشوار بھی
 ہے اور ناگوار بھی، قسمت چاہی حضرت نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ ابھی چند روز ٹھہرو۔
 میں خاموش ہو گیا اتنا کام کا قصد تو کر لیا مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی فکا ہو کہ کھانے کا انتظام کسی
 دوسری جگہ کرنا چاہئے تھوڑی دیر کے بعد جب اعلیٰ حضرت مکان تشریف لیجانے لگے تو میرے دوست
 پر مطلع ہو کر فرمائے لگے ”میاں رشید احمد کھانے کی فکر مت کرنا ہمارے ساتھ کھائو“ دوپہر کو کھانا
 مکان سے آیا تو ایک پیالہ میں کوفتہ تھانہ نہایت لذیذ اور دوست کے پیالہ میں جمولی سالن تھا۔ اعلیٰ حضرت
 نے مجھے دسترخوان پر بٹھا لیا مگر کوفتون کا پیالہ مجھے علیحدہ اپنی طرف رکھا اور جمولی سالن کا پیالہ
 میرے قریب سرکادیا۔ میں اپنے حضرت کیساتھ کھانا کھانے لگا اتنے میں حضرت جافظ ضامن صاحب
 تشریف لائے کوفتون کا پیالہ مجھے دور رکھا ہوا دیکھ کر اعلیٰ حضرت سے فرمایا ”بھائی صاحب رشید احمد
 کو اتنی دور ہاتھ بڑھانے میں تکلیف ہوتی ہے اس پیالہ کو ادھر کیوں نہیں رکھ لیتے“ اعلیٰ حضرت نے
 بے ساختہ جواب دیا ”اتنا بھی غنیمت ہے کہ اپنے ساتھ کھارہا ہوں جی تو یوں چاہتا تھا کہ چوڑھون چاروں
 کی طرح الگ ہاتھ پر روٹی رکھ دیتا“ اس فقرہ پر اعلیٰ حضرت نے میرے چہرہ پر نظر ڈالی کہ کچھ تغیر تو
 نہیں آیا مگر الحمد للہ میرے قلب پر بھی اسکا کچھ اثر نہ تھا میں سمجھتا تھا کہ حقیقت میں جو کچھ حضرت فرماتا
 ہیں بالکل سچ ہے اس دربار سے روٹی ہی کا ملنا کیا تھوڑی غنیمت ہے جس طرح بھی ملے نہ نوازی
 ہے۔ اسکے بعد حضرت نے پھر کبھی میرا امتحان نہیں لیا اسکے بعد فرمایا ”اسی لئے مجھے کچھ آیا نہیں۔“

ایک مرتبہ آپکو نانوتہ یا رامپور تشریف لیجانیکا اتفاق ہوا سردی کا موسم تھا صبح کی وقت گارٹے کی میلی دوہراوڑھے ہوئے بیٹھے تھے آپ کے دائیں اور بائیں جانب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور جناب حکیم ضیاء الدین صاحب بیٹھے تھے ایک صاحب آئے اور دائیں بائیں دونوں حضرات سے مصافحہ کیا مگر حضرت امام ربانی کو عامی آدمی سمجھ کر باوجود بیچ میں بیٹھے ہوئیے چھوڑا یا آپ کے استاذ زاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب چونکہ آپ سے بہت بڑی محبت تھی اسلئے مسکرائے حضرت امام ربانی نے مطلب سمجھا اور ارشاد فرمایا الحمد للہ مجھے اسکی تمنا نہیں ہے نہ لوگ نہ فائدہ کیا کریں۔

حق تعالیٰ شانہ کی یاد کیساتھ انس و محبت کا آپ کے مبارک قاب کو جو قومی علاقہ تھا اسکو کوئی کیونکر سمجھ سکتا اور کس طرح کن لفظوں میں بیان کر سکتا ہے بھائی پیغمبر کی مائی ہوئی شریعت کیساتھ آپکو اس درجہ الفت تھی کہ اسکی نظیر ملنی زمانہ میں دشوار ہے آپکی عادت اور وضع کا ہر پہلو دیکھنے والوں کو شریعت کی عملی تعلیم دیتا تھا آپ نہیں چاہتے تھے کہ آپکا ایک قدم بھی پیغمبر کے حکم کے خلاف حرکت کرے۔ اپنے مالک حق تعالیٰ شانہ کی رضا جوئی آپکی استہارہ رادھی اور بدعت نبویہ کے اتباع کامل پر اپنے اسکا حصول موقوف سمجھ رکھا تھا اسلئے آپ کے جملہ حرکات و سکنات اس قدر سادہ و سادہ بن ڈھلے ہوئے تھے۔ بدعات کے متعلق حقیقت میں آپ کو تشدد پسند تھا اور یہ شاہ فاضل غفرلہ کا جو سند کے عشق کی بدولت ضلالت کیساتھ آپ کے قلب میں پیدا ہوا تھا شریعت کی تقلید پر آپ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو چکے تھے پس اگر آپ کو کشش بھی کرے کہ خلاف شرع حالت کسی کی دیکھ کر ضابطہ کر جائیں تو آپ اس پر قادر نہ تھے ایک مرتبہ اشراق کی غارت سے فارغ ہو کر آپ باہر تشریف لائے اور معمول کے ضلالت چار سے ٹمنہ ڈھانپ کر لیٹ رہے ایک دن پہلے کر نال سے ایک برات گنگا دھین آئی ہوئی تھی میں نے قات یہ بھی ساتھ تھی۔ اس برات میں آئیہو لے چند آدمی حضرت امام ربانی کے واقعہ کار بھی تھے جو صبح کو سلام کیلئے حاضر آستانہ ہوئے دیکھا تو حضرت مولانا چادر سے ٹمنہ ڈھانپے لیٹے ہیں یہ رنگ یہ لوگ بیٹھے رہے مگر اپنے ٹمنہ نہ کھولا آخر ایک صاحب بولے کہ حضرت ہم تو زیارت کیلئے حاضر ہوئے تھے آپ نے ٹمنہ ڈھانپے ہوئے رنج اور غصہ کیساتھ جواب دیا کہ میری زیارت میں کیا دھراؤ؟ آخر اس مجمع کا ایک مفید ریش شخص نے سمجھا کہ رقا صلا ساتھ لانا اس محرومیت کا سبب ہوا جو میں محذرت کی طور پر عرض کیا کہ حضرت ہم تو رند ہی کو ساتھ لائے نہیں بیٹھے والوں کی حرکت ہے آپ نے یہ ساختہ ارشاد فرمایا کہ میان میں بیٹھے والے کسی کے خدا تو

ہیں نہیں کہ انکا کہنا مانا ہی جائے۔ اس جواب کا حاضرین پر اس درجہ اثر ہوا کہ بہتیرے دل بھر آئے
آخرب لوگ چلے گئے تو آپ نے چادر منہ سے ہٹائی اور اوٹھ بیٹھے۔

آپ کے جد امجد حضرت عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کا عرس جسکے بند کرنے پر آپ قادر نہ تھے اسد رجب
آپکو اذیت پہونچاتا تھا کہ صبر کرنا دشوار اور آپ کیلئے زبردست مجاہدہ تھا اول اول آپ ان دنوں میں
لنگوہ چھوڑ دیتے اور رامپوٹڑ لیت لچایا کرتے تھے مگر آخر میں اس ایذا قلبی کے برداشت کی آپکو تکلیف
دیگئی تو یہ زمانہ بھی آپکو اپنی خانقاہ ہی میں رہ کر گزارنا پڑا اس موسم میں آپکو اپنے منتسبین کا آنا بھی اسد رجب
ناگوار گزارنا تھا کہ آپ اکثر ناراض ہوجاتے اور ترک کلم فرما دیتے تھے ایک بار جناب مولانا مولوی محمد صالح آپ کی
زیارت کے شوق میں بیتاب ہو کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اتفاق سے عرس کا زمانہ تھا اگرچہ آنیوالے
خادم کو اسکا دہم بھی نہیں گذرا مگر حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے شیدائے سنت دل کے ہاتھوں مجبور
تھے آپ سے نہوسکا کہ انکی مزاج پر سی کرین یا محبت و مدارات سے پیش آئیں آپنے بجز سلام کا جواب
دینے کے ان سے یہ بھی نہ پوچھا کہ رولی ٹکھائی یا نہیں اور کب آئے یا کیون آئے مولوی محمد صالح صا
کو دو دن اسی طرح گزر گئے حضرت کا رخ پیرا ہوا دیکھنا جسدرجہ لنگو شاق گذر رہا تھا انکو انہیں کے دل
سے پوچھنا چاہئے ہر چند اسکی وجہ سوچتے مگر کچھ سمجھ میں نہ آتی تھی حاضر خدمت آئے اور خاموش بیٹھ کر تجدد
و محزون واپس آجاتے تھے آخر اس حالت کی تاب نہ لا کر حاضر خدمت ہوئے اور رو کر عرض کیا کہ حضرت
کیا قصور ہوا جسکی یہ سزائیں رہی ہوں تو اسکا تحمل نہیں ہو سکتا اللہ واسطے معاف فرمادیجئے اسوقت
حضرت نے انکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ میرا قصور نہیں کیا جسکو میں معاف کر دوں خدا کی خطا
کی ہوا اس سے معافی چاہو۔ اسوقت میں سمجھا کہ عرس کے ایام میں میرا لنگوہ آنا آپکو ناگوار گزارنا چنانچہ
معذرت کے طور پر عرض کیا کہ حضرت خدا شاہد ہے مجھے تو عرس وغیرہ کے ساتھ ابتدا ہی سے شوق
نہیں واللہ میں اسوقت اس خیال سے لنگوہ آیا اور نہ آج کل یہاں عرس ہونیکا مجھے علم تھا۔
حضرت امام ربانی نے فرمایا اگرچہ پتھاری نیت عرس کی شرکت نہ تھی مگر جس راستہ میں دو آدمی
کے آنیوالے آ رہے تھے اسی میں تیسرے تم تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ
كَتَرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔

حضرت امام ربانی کا اصل کمال جسکو قلب سے تعلق ہر خدا گواہ ہے کسی لفظ میں طاقت نہیں کہ اسکو

ادا کر سکے جو کچھ زبان سے کہا جاتا یا قلم سے لکھا جاتا ہے وہ اس اندرونی کیفیت راستہ کے ثمرات و
 آثار ہیں جنکو محض علامت اور وہ بھی ضعیف علامت کہہ سکتے ہیں باقی مجاہد نادان کی تو ہستی کیا ہے
 بڑے بڑے صاحبِ دل نورانی قلوب والے مشائخِ زمانہ اسکی کٹہرہ حقیقت کا پتہ نہ لگا سکے۔ عالم کے پیدا
 کر نیوالے خدا کی محبت میں آپ اس درجہ فنا اور مستغرق تھے کہ اطاعت میں اپنی جان کہیں گئے دیتے
 اور ٹول ٹول کر ڈھونڈ ڈھونڈ کر ضیاءِ باری تعالیٰ میں مشغول ہوتے تھے شریعت کے اتباع اور خلافت
 سنت یعنی بدعات سے تنفر کی بدولت مخالفین کے طعن اور بدگوئیوں جو آپ کے کان میں پڑتی تھیں
 انکو اپ اپنے مقصود کا حاصل ہونا اور مراد و آرزو کی کامیابی و ظفر سمجھتے تھے پھر پہلا اسکی پروا اور
 خیال کا تو کیا ذکر ہے۔ مژدہ سنتوں کا احیا آپ نے اپنا منصب سمجھ رکھا تھا اور ان مضامین پر غفلت
 کو متنبہ کرنا اپنے اوپر فرض گردان رکھا تھا جو واقع میں بڑا شرع ہیں مگر خلق اللہ ان سے ناواقف و
 جاہل یا کسلند اور غافل ہو جاتے ہیں چونکہ حاکم ہے اور جوارح اس کے ماتحت ملازم پس چونکہ آپ کا ہونا ہوا
 قلب تھا نہ ہون میں استثناء امداد یہ پرچہ کشی کی بدولت مشکوۃ نبوت کا نور حاصل کر چکا اور
 آفتابِ عالم تاب کی طرح منور ہو چکا تھا اسلئے اس سے لیکر پاؤں تک آپ کے تمام احسان کمال تہذیب
 کے ساتھ مہذب اور شریعت سے متراکی مضبوط قید میں اور سے عقیدہ ہو گئے تھے سنت سے طغویٰ نہ آپ کا
 ہر پہلو اور بدن کا جوڑ جوڑ ایسا مضبوط جکڑ لیا تھا کہ آپ ادھر یا ادھر بل بھی نہیں سکتے تھے۔ آپ کا قلب
 مشاہدہ جمالِ حدیث میں عالم کی فریفتہ کرنوالی چیزوں سے بیزار ہو گیا تھا آپ کے تمام اعضا بدن تنوں
 کی رضا جوئی میں محنت کر کے شہید ہو گئے تھے آپ کا دل فیضِ منزل اپنے مولیٰ کی سچی محبت کا گنجینہ بن چکا
 تھا اور آپ کے جسم کا ہر حصہ پاک خدا کی راضی کرنوالی محنتوں اور مقدس مذہبِ اسلام کی خدمت کرنے کا
 اس درجہ طالب ہو گیا تھا کہ نبی امی کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنا آپ کی عادت بن گیا تھا سنت سے زیادہ
 چونکہ آپ کو کوئی چیز محبوب نہ تھی اسلئے اسکے اتباع میں آپ کو وہ لذت آتی تھی جسکی ماہیت بیان نہیں
 ہو سکتی حق تعالیٰ کا فضل ہر وقت آپ کا معین و مددگار تھا تو فیک آپ کی پشت پناہ بنی ہوئی تھی سدا و
 رشد آپ کی قوت بازو بنا دیا گیا تھا سکون و اطمینان قلب آپ کو اپنے کا نہ ہون پر سوار کئے ہوئے تھا شایا
 و استقامت کا تاج آپ کے سر پر رکھ دیا گیا اور اخروی جاوید نعمت کی سچی طلب آپ پر سایہ افکن تھی
 جسکے ٹھنڈے سایہ میں دنیا کا گرم و سرد گرد ہو لیا اور حوادث و واقعات کا نیش و فراز کاں لہم

تَعْنِ بِالْأَمْسِ بن چکا تھا۔ خوش قسمتی سے حضرت صاحبزادہ حکیم مولانا مسعود احمد صاحب کے پاس ایک پرچہ میری نظر پڑا جو طریقت کی ماہیت کے متعلق حضرت قدس سرہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا تھا اور جسکو اہل اہل عمرین خدا جانے کس ضرورت کے وقت قلمبند فرمایا تھا اُسکو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

”علم الصوفیۃ علم الدین ظاہر و باطن و قوۃ الیقین و هو العلم الاعلیٰ حال الصراح الاخلاق و دوام الانقیار الی اللہ تعالیٰ حقیقۃ التصبی الخلق باخلاق اللہ تعالیٰ و سلب الارادۃ و کون العبد فی رضا اللہ تعالیٰ اخلاق الصوفیۃ ما هو خلق علی السلاہ بقولہ انک لعلی خلق عظیم و ما دروہ الحدیث و تفصیل اخلاقہم ہکذا التواضع ضد الکبر المدادۃ و احتمال الادب الخ المعاملۃ برفق و خلق حسن و ترک غضب غیظ۔ الموائسۃ و الاثیر بفرط الشفقۃ علی الخلق و هو تقدم حقوق الخلق علی حظوظ السنۃ و التواضع و العطف علی الوجہ البشری و لیل الجانب ترک التعسف التکلف لانتفاء بلا اقرار و ترک الادخار التوکل القناعة ببسیور من الدنیا الودع۔ ترک المراء و الجدال العتب لا یجی۔ ترک الغل و الحقد و الحسد ترک المراء و الجال و فاء الوعد الخلم۔ الاناعة التواد و التوافق مع الاخوان و العزلة عن الاعیار و شکر المنعم۔ بذل الخ للمسلمین الصوفیہ من الظاہر الباطن فی الاخلاق و التصو ادب کلمہ۔ ادب الحضرة الکامیۃ الاعراض عما سواہ حیاء و اجلا لا و ہیبۃ۔ اسوء المعاصی حدیث النفس بسبب الظلمۃ“

(ترجمہ) صوفیہ کا علم نام ہے ظاہر و باطن علم دین اور قوۃ یقین کا اور یہی اعلیٰ علم ہے صوفیہ کی حالت اخلاق کا سنوارنا اور ہمیشہ خدا کی طرف لو لگائے رکھنا ہے تصوف کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے مزین ہونا اور اپنے ارادہ کا چھن جانا اور بندے کا اللہ تعالیٰ کی رضا میں بالکلیہ مصروف ہو جانا ہے صوفیہ کے اخلاق وہی ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق ہے جس نے ان خداوند تعالیٰ کہ بیشک تم بڑے خلق پر (پیدا کئے گئے) ہو اور نیز جو کچھ حدیث میں آیا ہے (اُس پر عمل اخلاق صوفیہ میں داخل ہے) صوفیہ کے اخلاق کی تفصیل اس طرح ہے اپنے آپکو کمتر سمجھنا اور اسکی ضد ہے کبر مخلوق کے ساتھ تلطف کا برتاؤ کرنا اور خلقت کی ایذاؤں کی برداشت کرنا بزمی اور خوش خلقی کا معاملہ کرنا اور غیظ و غضب کا چھوڑ دینا۔ ہمدردی اور دوسروں کو ترہیح دینا خلق پر فرط شفقت کے ساتھ جسکا یہ مطلب ہے کہ مخلوق کے حقوق کو اپنے حظ نفسانی پر مقدم رکھا جائے سخاوت کرنا درگزر اور خطا کا معاف کرنا غشہ روئی اور پشاشت جسم۔ شہولت اور نرم پہلو رکھنا۔ تقصیر اور تکلف کا چھوڑ دینا۔ خرچ کرنا

بلاتنگی اور بغیر اتنی فراخی کے کہ احتیاج لاحق ہو۔ خدا پر ہر وسوسہ رکھنا۔ تھوڑی سی دنیا پر قناعت کرنا۔ پرہیزگاری
جنگ و جدل اور عتاب نہ کرنا مگر حق کیساتھ بغض و کینہ و حسد نہ رکھنا۔ عزت و جاہ کا غواہشمند نہ ہونا۔
وعدہ پورا کرنا۔ بردباری۔ دوراندیشی۔ جھڑپوں کیساتھ ہوا فتنہ و محبت رکھنا اور اغیار سے علیحدہ
رہنا۔ محسن کی شکر گزاری اور جاہ کا مسلمانوں کیلئے خرچ کرنا۔ صوفی اخلاق میں اپنا ظاہر و باطن
مہذب بنالیتا ہے اور تصوف سارا ادب ہی کا نام ہے بآرگاہ احمدیت کا ادب یہ ہے کہ ماسوی شہ
سے منہ پھیر لیا جائے شرم کے مارے حق تعالیٰ کے اجلال و ہیبت کے سبب۔ بدترین معصیت ہے
تخریث نفس یعنی نفس سے باتیں کرنا اور ظلمت کا سبب ہے۔

امام ربانی قدس سرہ کی یہ چند سطور ہر نامہ اور عنوان میں اُن تمام مباحث کا جو طریقت کے شریفین
میں ہزار ہا ضخیم کتابوں کے اندر اولیاء اللہ نے جمع کئے ہیں۔ عالم کی خلقت کے اصل۔ انسود اور بطحائی
پنیمبر کے پھیلائے ہوئے پاک مذہب اسلام کی چودہ سو برس میں جتنی بھی تفصیل و توضیح لکھو کھا کا بون
میں مدون ہو کر ہوئی ہے سب کا لب لباب یہی ہے جو مذکورہ دس سطروں میں بیان ہوا۔

سلوک و تصوف کی حقیقت اور طریقت کی ماہیت حضرت مولانا نے بارہا زبان فیض تر زبان سے
بھی ظاہر فرمائی دین تو آپ کی ہر تقریر کا لفظ لفظ بلکہ آپ کے جسم مبارک کا روان اور افعال اقوال کا
ہر ہر پہلو اور انداز سچے تصوف کی ماہیت ظاہر کرتا تھا مگر مذکورہ بالا تحریر کی طرح مختصر تعریف اپنے
متوسلین کو سمجھانے کے لئے بھی کبھی کبھی بیان فرمائی ہے۔ ہر رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ کو حین بناس
لوگوں کے مجمع میں جبکہ آپ بوقت چاشت گور کے نیچے دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ کی زبان مبارک
سے یہ تقریر ظاہر ہوئی جسکو مولوی برکت اللہ صاحب نے اوی وقت قلمبند کر لیا تھا ہدیہ ناظرین تابوں
غور سے ملاحظہ فرمائیے وہ یہ ہے۔ ”تمام اذکار و اشغال و مراقبات وغیرہ کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان
کو اللہ تعالیٰ کی حضوری ہر وقت میسر رہے۔ بعض نے اس حضوری کے بھی دو درجے کر دیئے ہیں
جن میں سے ایک یہ ہے کہ ہم ذات مخیلہ میں قائم ہو جائے پھر ہم سے سب کی طرف آسانی سے راستہ
ملجاتا ہے۔ یہ جو بزرگوں نے چلے وغیرہ کا طریقہ ایجاد کیا تھا اسکا بھی مطلب یہی تھا کہ کوئی دوسرا خیال اور نقش
مخیلہ پر نہ پڑے مثلاً باہر نکلو تو گھونگھٹ کر کے نکلو کسی کو دیکھو گے تو اُسکی صورت کا نقش مخیلہ کو
مکدر کر دیگا۔ جس طرح انسان کو اپنی ہستی کا ہمہ وقت علم ہے کہ میں ہوں“ بس ایسا بلکہ یہی علم

حق تعالیٰ کے ساتھ رہنا چاہئے فرق اتنا ہے کہ اپنے تئیں جسم صورت شکل آنکھ ناک کان کیساتھ مشاہدہ کرتا ہے حق تعالیٰ کو بدوں اسکے مشاہدہ کرے کہ وہ ہے **و** دور بینان بارگاہ الست **ۛ** غیر ازین پے نہ بردہ اند کہ ہست۔ کے یہی معنی ہیں اور النہایۃ راجعۃ الی البدایۃ کا یہی مطلب ہے کہ جس طرح نوزائیدہ بچہ جانتا ہے کہ اللہ ہے فقط بس یہی قائم ہو جانا سب کچھ ہے انسان کسی وقت اپنی ہستی کو بھی بعض مصروفیت میں فراموش کر دیتا ہے لیکن یہ فراموشی نہایت خفیف اور کالعدم پہلے بزرگ اخلاق سیہ کو پہچانیکی محنتیں کرایا کرتے تھے تاکہ یہ کام آسان ہو جاوے مگر متاخرین نے خصوصاً ہمارے سلسلہ کے بزرگوں نے یہ طریق پسند کیا ہے کہ ذکر کی اس قدر کثرت کرے کہ یہ اخلاق ذکر کے نیچے دب جائیں اور ذکر تمام باتوں پر غالب آجائے۔

اخلاق سیہ بہت سے ہیں مگر اکثر نے دس میں محصور کر دیا ہے پھر ان دسوں کا خلاصہ تکبیر کو بتایا ہے کہ اگر یہ دور ہو جائے تو باقی خود دور ہو جائے ہیں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوئی شخص بیس سال رہا اور ایک روز عرض کیا کہ حضرت اتنی مدت میں مجھے تو آپ سے کچھ حاصل نہوا۔ وہ شخص اپنی قوم کا سردار اور برادری میں ممتاز تھا آپ سمجھ گئے کہ اسکے دل میں بڑائی ہو فرمایا اچھا ایک بات کرو آخر تو ان کا ایک ٹوکہ بھر کر خانقاہ کے دروازہ پر بیٹھ جاؤ اور پکارو کہ جو شخص میرے ایک جو تہ ماریگا اسکو ایک اخروٹ دونگا اور جو دو ماریگا تو دو دو نگا اسی طرح زیا کرتے جاؤ جب یہ کام کر چکو اور اخروٹ کا ٹوکہ خالی ہو جائے تب میرے پاس آؤ اس شخص نے کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ حضرت یہ کام تو مجھے ہرگز نہوگا حضرت جنید نے فرمایا یہ وہ مبارک کلمہ ہے کہ اگر ستر برس کا کافر اسکو ایک مرتبہ صدق دل سے پڑھ لے تو واللہ مومن ہو جائے مگر تو اس وقت اسکے پڑھنے سے کافر طریقت ہو گیا جانگل جانتھے مجھے کچھ حاصل نہوگا۔

دوسرے کسی بزرگ کا نام لیکر فرمایا کہ انکے پاس ایک شخص مدتوں رہا اور پھر شکایت کی کہ قلب کی حالت درست نہوئی شیخ نے دریافت فرمایا کہ میان درستی سے تمہارا کیا مقصود ہے اس شخص نے جواب دیا کہ حضرت جو نعمت آپ سے ملیگی وہ آپ سے لیکر دوسروں کو پہونچاؤ نگا شیخ نے فرمایا بس اسی نیت کی تو ساری خرابی ہے کہ پہلے ہی سے پیرینے کی بٹھان رکھی ہے اس بیہودہ خیال کو جی سے نکالو اور یوں خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں طرح طرح کی نعمتیں دی ہیں انکا شکر

اور بندگی ہمہ فرض ہے پس جو لوگ اس امید پر ذکر شغل کرتے یا نماز پڑھتے ہیں کہ ہمیں اس کا نفع ملے یہ انکی حماقت ہے انکی نیت میں فساد ہے کیسا نفع کہاں کا اجر یہ تہستی یہ جسم یہ آنکھیں یہ ناک یہ کان یہ زبان یہ حواس جو حق تعالیٰ نے ہمیں دے رکھے ہیں پہلے انکے شکر یہ سے تو فرغت ہوئے تب دوسرے نفع اور اجر کی توقع کرے حافظ زاہد حسن صاحب نے اس موقع پر سوال کیا کہ حضرت جیسا کہ آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص ہر وقت اللہ کو یاد رکھے تو میں کافی ہے اور کچھ اُسکے واسطے ضروری نہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا "نفس فریض اور سنن ہو کہہ" اُسکے بعد کسی بزرگ کے حوالہ سے فارسی کا یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ واین مقام صلوة ستری ہست کسیکہ باین مقام میرد ناجتش یہ نماز ہری نیست اما تا ہم ہر کہ باین غرہ یک نماز ہم ترک خواہد کرد مرد و دانی خواہد شد۔

اللہ کا ذکر کرنا ہی زندگی کا فائدہ ہے باقی تمام نقصان ہی نقصان ہے اگر کسی سے بغض و قلب ہو سکے زبان ہی زبان تک رہے تاہم فائدہ سے خالی نہیں "اتھم اللہ سوانح حصہ دوم کا خلاصہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کی اس تحریر و تقریر میں پورا ہو گیا اگر حق تعالیٰ توفیق عطا فرمادیں تو صاحب فہم کیلئے اس مختصر مضمون میں سب کچھ موجود ہے میں اسکا اہل نہیں کہ شرح یا توضیح کروں ہاں بصدق دل دعا کرتا ہوں کہ مجھے اور آپ تمام حضرات کو حق تعالیٰ وہ صلاحات ایمان اور نور اسلام عطا فرمادیں کہ اس علم کا اذعان اور عمل ہو جائے وما ذلک علی اللہ بجز یزید

جس تہذیب مہذب و مزین ہو نیک حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے اُسکا علی حاتین نمونہ بنا کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا گیا اور لقلہ کان لکم فی سؤل اللہ اسوۃ حسنۃ سے تمام مخلوق کو اطلاع دیدی گئی تہو کہ قلب اور اعضا کو اس نمونہ کے موافق سنوار کر ہمارے حضور میں حاضر ہونا چاہئے۔ پس امام ربانی قدس سرہ کو اس مشعل کی روشنی میں جو آپ کے مشائخ کے معمول و متداول طریق سے پچیس سال کی عمر میں عطا ہوئی تھی جہلکتا ہوا صاف نظر آ رہا تھا کہ شاہنشاہ کی پیشی کی وقت سب پہلا سوال یہی ہونا ہے کہ نمونہ کے موافق مہذب بن کر آنے ہو یا نہیں؟ اسلئے بقیہ تمام عمر میں شاید ایک نخطہ بھی ایسا نہ گذرا ہو جس میں سرتاج اُمرت کی متابعت سے آپ کا قلب غافل ہوا ہو۔ آپ اپنے زمانہ میں اس مضمون کے اندر یگانہ تھے صدق عالم کا در فرید اگر آپ کو کہا جائے تو بجائے کیونکہ آفاق عالم سے آنیوالی مخلوق متعدد اوقات اور مختلف حالات و تھا

میں آپ کے آستانہ پر حاضر ہوتی تھی آنیوالے ہزاروں تھے اور زمانے متعدد مگر آپ کا کام ہمیشہ ایک اور آپ کا مشغلہ سدا یکسان تھا دس برس کے بعد حاضر ہوئیوا الاشخص آپ کو بے کم و کاست اور بلا تفاؤ اسی حالت میں دیکھ کر گیا ہے جس حال میں دس سال قبل دیکھ چکا تھا۔ اتباع شرع کی محویت و فقا میں اس درجہ استحکام و استقامت کے باعث سنت کے طلبگاروں کیلئے آپ کا وجود ہزار ہا سوالات کا جواب تھا کہ زندگی بھر کے واقعات و حوادث اور پیش آنیوالے امور میں نبوی تعلیم کا سبق آپ کی ذات سے حاصل ہوتا تھا آنکھوں نے زبان کو بولنے کی تکلیف سے چھٹی دی رکھی تھی کیونکہ تمدن و طرز معاشرت کے متعلق نبوی عمل جو دوسری جگہ دریافت کرنے سے مخلوق کو معلوم ہوتا تھا وہ یہاں آنکھوں سے دیکھ کر حاصل ہو جاتا بلکہ عمل کر نیکی ترغیب دلائیوا الاحرک اور ہمت بندھائیوا الا حامی و مددگار بن جاتا تھا۔ آپ کے حرکات و سکنات اور روزمرہ کے معمولات ہر آنیوالے عامی کو تہذیب و اصلاح کا سبق پڑھا دیتے اور خواص کے شبہات و شکوک کی گلچشین دور کر دیتے قارض اوٹھا اور علم کو عمل کیسا تہہ تطبیق دیکر نبوی نیابت کا کام دیا کرتے تھے۔

آپ کے سامنے علماء کا گردنیں ٹوک لینا اور پڑھے لکھے سمجھدار آنکھوں والے مولویوں کا حلقہ گوش ہو جانا اندھا دھند عامیانہ تقلید کی صورت میں نہیں ہوا تھا بلکہ برسوں جا بچ پر تال اور دیکھ بھال کے بعد جب اس جماعت کو کئی اطمینان اور وثوق ہو گیا کہ امام ربانی قدس سرہ کا وجہ باوجود خدا و کون نمونہ کا سچا نمونہ اور علمی مضامین کا عملی مجسم سانچہ ہے اسوقت غلامی کا اقرار کیا اور دستگیری کی درخواست کا منظور ہونا آخری سعادت سمجھ کر سلسلہ بیعت میں منسلک ہوئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ معاذ اللہ امام ربانی نبی اور معصوم تھے یا یہ کہ آپ سے خطا و زلت نہیں ہو سکتی تھی حاشا و کلاماً مگر یہاں یہ ضرور کہو گا کہ سرور عالم پیشوا سے امت پیغمبر کے فرمان کا مخلص اور کامل فرمانبردار جس کو حق تعالیٰ نے زمانہ کا ہادی اور امام بنا کر بھیجا ہو کہ مخلوق اس کے قول و فعل سے آسمانی ہدایت کا سبق لے اور جس کے اعضاء کی معصیت سے حفاظت کی گئی ہو کہ خلقت کیلئے سبب ضلال و گمراہی نہ بنے وہ اس زمانہ میں ہندوستان کے اندر صرف امام ربانی قدس سرہ کا نقش ایک دم تھا جس کی نظیر میرے علم میں دوسری نہیں تھی یہی وجہ ہے کہ مخالفین کو باوجود حد درجہ مخالفت کے آپ کی ذات پر کسی ایسے طعن یا الزام کا عمر بھر موقع نہ مل سکا جس کا عیب یا قبح ہونا کھلا ہوا اور عندا شرع مسلم ہو آخر کار

آپ کے ہنر غیب بنائے گئے اور بدعات سے تنفر کو حاصل شریعت سے فرط محبت اور منت کے سٹا عشق و شفقت کا ثمرہ تھا عصیت بتا بنا کر آپ کی تکفیر کی گئی۔ فویل لھو ٹھو دیل لھو۔

آج جبکہ آپ کو دنیا سے اٹھے ہوئے دو سال ہوئے اگر مخلوق جمع ہو کر پوری ہمت خرچ کرے اور یادداشت کو پوری طرح کام میں لاکر مہینوں بھی سوچے تو انشاء اللہ ایک واقعہ بھی ایسا نہ نکال سکیگی جس میں آپ کی غاڑ کا قضا ہو جانا یا جماعت کے کاہلی و سستی یا کسی شرعی مسلم پسندیدہ امر سے ذرہ برابر بے رغبتی یا غفلت آپ کی ثابت ہوتی ہو۔ دیوبند کے جلسہ ستار بندی میں جب آپ تشریف لائے ہیں تو غالباً عصر کی نماز میں ایک دن ایسا اتفاق پیش آیا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب ٹیڑھانیکو مصلیٰ پر جا کھڑے ہوئے مخلوق کے ازدحام اور مصافحہ کی کثرت کے باعث باوجود عجلت کے بہت آپ جماعت میں شریک ہوئے ہیں تو قرأت شروع ہو گئی تھی۔ سلام پھیرنے کے بعد دیکھا گیا تو آپ اوداس اور چہرہ پر اضمحلال برس رہا تھا اور آپ رنج کے ساتھ یہ الفاظ فرما رہے تھے کہ ”افسوس بائیس برس کے بعد آج تکیر اولی فوت ہو گئی۔“

حق تعالیٰ کے چاہیے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مرحومہ است میں بن خوش نصیب اور پاک طینت حضرات کو مرتبہ قرب و ولایت کیسا تھ تو از آگیا اور سچے ایمان کی جلاوت اور الہیمان کہ ساتھ یقین و اذعان کی روشنی جنکے قلوب میں ڈالی گئی ہے ان میں حضرت امام ربانی قدس سرہا کے دل فیض منزل کو ایک خاص خصوصیت کیسا تھ یہ اندرونی لذت عطا ہوئی تھی جس کا ثمرہ یہ تھا کہ زمانہ کے صاحب نسبت مشائخ اور اہل دل مجاز طریقت اولیاء اللہ کے آپ سردار تھے عالم کے بادی اور راہبر نانہین رسول گروہ کی سیادت آپ کے حوالہ کی گئی تھی علماء عصر کا آپ کو سرد و سرد اور امیرانہ پیش بنایا گیا تھا پیشوایان خلق کا امام و پیشوا اور صلحان قوم و ملت جماعت کا مصلح اور حاکم آپ کو گردانا گیا تھا مقبولان بارگاہ صمدیت کی پاکباز جماعت تھنہ عالم پر سدا بہار گلاب اور مہکانیو الو پھول کا کام دیتے تھے اور حضرت امام ربانی قدس سرہ کی ذات مقدس بمنزلہ غلاب بلکہ روح بنی ہوئی عالم کو مہکار ہی تھی۔ احتمال خطا اور مکان زلزلت کے درجہ میں آپ یقیناً بشر تھے مگر بادی و راہبر عالم ہوئی حیثیت سے چونکہ آپ اُس بڑوٹ مسند پر بٹھائے گئے تھے جو بطحائی پیغمبر کی میراث ہر اسلئے آپ کے قدم قدم پر حق تعالیٰ کی جانب سے نگرانی و نگہبانی ہوتی تھی آپ اولیاء اللہ کے اُس

اعلیٰ طبقہ میں رکن اعظم بنکر داخل ہوئے تھے جنکے اقوال و افعال اور قلب و جوارح کی ہر زمانہ میں حفاظت کی گئی ہے اور جنکی زبان اور اعضا، بدن کو تائید و توفیق خداوندی نے مخلوق کو گمراہی سے بچانیکے لئے اپنی تربیت و کفالت میں لارکھنا ہے آپنے کسی مرتبہ بحیثیت تبلیغ یہ الفاظ زبان فیض ترہان سے فرمائے ”شن لوح وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور یقیناً کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت و نجات و قوت ہے میرے اتباع پر اور کہا قال ظاہر علیہ جن مسائل میں دلائل و شواہد کے پابند ہو کر اختلافی ہونگے اور حق و باطل میں امتیاز کمال نہوسکے کیوجہ سے تذبذب و تحیر کے بیابان میں سرگردان پیرا کرتے تھے حضرت امام ربانی قدس سرہو مشکوٰۃ نبوت سے سلگائی ہوئی مشعل قلبی کے نور کی بدولت دھمی حق جانب بیان فرماتے اور شوق صحیح معین فرماکر بلا استثناء فیصلہ کر دیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپکے فتاویٰ میں فقہی استنباط و آیات بہت ہی کم نظر سے گزریں گی اور حقیقت میں امر حق دلیل کا تابع بھی نہیں ہے بلکہ دلیل امر حق کی محکوم اور علامت منظرہ کے قائم مقام ہے۔

حضرت امام ربانی کا علم و مرتبت اور قرب منزلت کا پورا پورا پتہ لگانا کوئی آسان بات نہیں اور اسکی حیات ہے ہاں اتنی بات ظاہر اور عجب کے نزدیک تسلیم ہے کہ مرتبہ ولایت میں خاص نسبت عہدیت یعنی اتباع نبی کریم علیہ السلام و تسلیم میں انہماک و فتانیت جو آپکو شامل ہوئی تھی آپ کے زمانہ میں دوسرے کو عطا نہ ہوئی تھی آپ اپنے زمانہ کے تمام خاصان خدا کے خلاصہ اور مقبولان بارگاہ احدیت کے لب لباب اور مژدین کی جماعت کے منتخب صدر انجمن تھے جس درجہ کی استقامت و پختگی معنی دین کے بارہ میں جاؤ اور ثابت قدمی آپکو عطا ہوئی تھی اسکی نظیر اہل عصر کو نظر نہیں آئی موافق ہو یا مخالفت اور درست ہو یا بدش چار ناچار بادل خود گستاخانہ یا ناخواستہ اس بات کا ضرور متر ہے اور ہوگا کہ حضرت امام ربانی اس سیدھی اور صاف بٹیا پر چلتے چلتے جان دیکھئے جبکہ شریعت اور سنت کہا جاتا ہے۔ مانا کہ مخالفین نے جن باتوں کو بدعت حسد کہا انکو حضرت امام ربانی نے بدعت حسد قرار دیا اور نافرد متفر ہے لیکن جس مضمون کا سنت اور فعل رسول یا فعل صحابہ ہونا مخالفت کو بھی تسلیم ہے اُنکے التزام و اہتمام اور پابندی و انصرام کا معترضین کو بھی اسدرجہ اعتراف ہے کہ امام ربانی کا یگانہ روزگار ہونا ظہر من الشمس ہے۔ یہ بے نظیر استقامت اور لاثانی پختگی آخر کیونتی تھی اور کہاں سے آئی تھی اگر اسکا حاصل کرنا سہل تھا تو معترضین نے

اعتراف سے قبل یا بعد حاصل کیوں نہ کر لی؟ خدا شاہد ہے و کفایت شہید ایسی وہ کمال اہلی ہے جس میں کسی غیر کا سا جھانپنا نہیں اور یہی وہ بڑی کرامت ہے جس کا صدور دوسروں سے عادتاً ممکن نہیں یہی ہے وہ مقررہ عبدیت جو لاشریک معبود کی راہ میں جان کیپائے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور یہی ہے وہ خاص انعام شاہنشاہی عطیہ جو زمانہ میں منتخب زمانہ لاڈلے محبوب کے سوا دوسرے کو نہیں دیا جاتا۔ اسی جو ہر کے حامل و قدردان جو ہری کو ارشاد خلق کا تاج اوڑھا کر مسند نیابت النبوت کا صدر نشین بنا کر قطب الارشاد کے نام سے مشہور کرایا جاتا اور پیغمبر آخر الزمان کے وصال کے بعد ہر صدی میں اہل زمانہ کو نمونہ دکھانے کے لئے دنیا میں بھیجا جاتا ہے تاکہ سچی اخلاقی تہذیب اور حقیقی آقا کی پسندیدہ جہان پروردگاری اصلاح کو مخلوق علی حالت میں دیکھ لے اور قیامت کی دن شاہنشاہی پیشی پر باز پرس کے وقت ہونے کے کلائل عذر پیش نہ کر سکے ان حضرات کے حجتہ اللہ فی الارض ہونے کے ہی معنی ہیں اور آیۃ من آیات اللہ ہونیکا یہی مطلب ہے اللہم اجعلنا من آخریہ و دقتنا لا یتبعہ و امتثال ادا ہو۔

صانع لم یزل جس طرح اپنی مخلوق کی صورتیں جدا جدا پیدا فرمائی ہیں اسی طرح سیرتیں الگ الگ بنائی ہیں۔ سیرت کے اختلاف کا یہ نتیجہ ہوا کہ جب کوئی نعمت خدا کی طرف سے نازل ہوئی تو بعض لوگوں نے شکر گزاری کیساتھ اسکو ہاتھوں ہاتھ لیا سر پر رکھا آنکھوں لگایا اور عقیدہ شکر بنکر منعم حقیقی کے محبوب قرار پائے دوسروں نے اسکو بے نگاہہ حقارت دیکھا اور کفران کی بدولت اس نعمت کو کھار دیا خود مردود بارگاہ ہوئے اور خیر اللہ بنیاد الخیر کے مصداق بنے۔ سخی پادشاہ عام ضیافت کا اعلان مشہر کر کے جسوقت اپنا وسیع دسترخوان بچھا دیتا ہے تو بہتیرے اسکی لذیذ غذاؤں سے متمتع ہوتے ہیں اور بہتیرے عیب چینی کے تفکرات میں مبتلا اور قیج جونی کی مصیبت میں گرفتار ہو کر انتفاع سے محروم رہتے ہیں یہی حال ہر زمانہ میں آسمانی خوان کے متعلق ظلم و جہول انسان کا رہا ہے کہ لوح محفوظ کی کتابت کے ہاتھوں مجبور ہو کر بھلایا بڑا جو حصہ بھی انکی قابلیت یا نااہلی کے متعلق مازلی علم نے انکے لئے مقدر و مقرر کر دیا تھا اسکو لیا اور منتفع یا محروم بنے چنانچہ جس مبارک زمانہ میں خلاصہ عالم و عالمیان سردار دو جہان احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نواف ارض یعنی بلدۃ الحرام مکہ معظمہ میں ہر جن بشر کے لئے مجسم نمونہ تہذیب اصلاح بنکر تشریف لائے تو سیدنا ابوبکر و عمر حبیبہ خوں نصیب حضرات کی سعادت کے مقابلہ میں ابوبہل و ابولہب جیسوں کی شقاوت و بد نصیبی اور محرومی قسمت و شومی

طالع ایسی تھی جنہوں نے اس نعمت خداوندی کی شکر گزاری کا جو کچھ قابلِ حسرت و افسوس حصہ لیا ہو کوئی مسلمان قیامت تک نہیں بھول سکتا آپکا برقرار معجزہ جسکا نام قرآن ہر وہ آسمانی نعمتوں کا بھرپور خوان ہے جسکی غذاؤں سے سیر جو نیکی ہر کہ و مہ اور شریعت و وضع کو اجازت دیکھتی ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ شاہنشاہی فرمان کسی خوش نصیب عالم با عمل مسلمان کیلئے سچہ لکھ ہے اور کسی بد نصیب بد عمل عاصی کیلئے سچہ علیک۔ پس امام ربانی قدس سرہ کی سوانح شریفین اس تاسف کا کوئی محل و موقع ہی نہیں کہ افسوس بعض ناقدِ راؤن نے اس در شہوار کی قدر کیوں نہ پہچانی اور خدائی ہدایت کے مجسم علمی نمونہ کی تقلید و اتباع کے بجائے لوگوں نے کفرانِ طعن اور اعتراض و مخالفت کا کیوں حصہ لیا؟ جب اپنے نصیب بقدر سے زیادہ یا خلافت حصہ لینا کسی تنفس کی طاقت ہی میں نہیں ہے تو حجتہ اللہ علی الارض کے متعلق جن حرام نصیب مسلمانوں کا حصہ عیب جوئی و تشنیع کی کوفت لکھا ہوا ہو وہ اپنے حصہ کے حاصل کرنے سے کیونکر باز رہ سکتے ہیں علاوہ ازیں یہ بھی تو بطحائی و بغیر کی وہ سنت خطاری ہے جسکا پایا جانا مجدد و وقت نائب بغیر کی پائدار سوانح میں لازمی تھا و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ ہاں جن خوش قسمت طالب رشد و ہدایت اصحاب کو خدائی فرستادہ نمونہ کی بقدر نصیب موافقت کا خطا تام یا ناقص عطا ہوا وہ شکر ادا کریں کہ آسمانی نعمت کا نزول پہلا احسان ہے اور اس سے منتفع ہونے کی توفیق حق تعالیٰ شانہ کا دوسرا انعام پس مبارک ہو ان حضرات کو جنکے لئے امام ربانی قدس سرہ کا وجود باوجود حجتہ لہ قرار پایا اور مجددی پایا مبارکباد ان حضرات کو جنہیں اعلیٰ حضرت نے اپنا قائم مقام بنا کر مخلوق کیلئے حجتہ قرار دیکر ایسی حالت میں دنیا کے اندر چھوڑا کہ انکے مظهر و مزی کی دل مشکوۃ نبوت سے منور اور ہونہار شجرۃ القلب بسبیل ولایت و نسبت سلسلہ سے مستمرد بار آور ہو گئے تھے حق تعالیٰ اس مختصر جماعت کی کفش برداری کے طفیل میں اس ناکارہ سیدہ رو کی حالت بھی سنوارے و لا ارض منک اسیر الکرام نصیب۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے حالات انضباط اوقات اور عمرہ استقامت و ثبات فی الدین کے اظہار میں تحریر دیدہ ناظرین کرتا ہوں جو میری درخواست پر سیدی و مولانی حضرت لانا الحافظ الحاج المولوی عزیز الرحمن صاحب مجددی نقشبندی مفتی مدرسہ دیوبند زید مجدہ نے اپنے قلم سے تحریر فرما کر مجھے بھی مور میری عزت افزائی فرمانی کہ جز و معلوم بنکر تاقیام قیامت قائم و برقرار رہے و ہوندا۔

عِنْدَ ذِكْرِ الصَّلَاةِ الْحَيِزَةِ تَنْزِيلُ الرَّحْمَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آن غواص بحر حقیقت آن سدید لاکئی طریقت و شریعت عالم عامل محدث و فقیہ کامل زین حصہ
فخر و ہرہ قطب الارشاد و سالک مناجیح الرشاد و مرشد و رشید ذی راسے سدید حجۃ اللہ فی الارض مقبول
بارگاہ احد حضرت مولانا الحاج الحافظ رشید احمد گنگوہی اعلیٰ اللہ درجاتہ فی علین۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کا علم و عمل و زہد و تقویٰ و توکل و صبر و رضا و تسلیم بے
یجری بہ القضاۃ اسد رب کے تھے کہ ان کا بیان احساس ہے باہر ہر تہ تمام عمر ایسی تنہا ست میں گذاری
کہ سفر و حضر میں برابر اوقات شب و روز کو مشغول طاعت حق تعالیٰ رکھتے تھے مجلس انکی پر انوار جمعی ظاہری
و باطنی اہل علم نکات علمیہ سے مستفید ہوتے تھے اور اہل مال نور و سکینہ قلبی حاصل کرتے تھے میں بائیں
برس سے احقر کو اتفاق ہاضری دربار گہر بار حضرت مولانا قدس سرہ ہوتا تھا کہ یہ وقت ذرہ برابر کسی
مشغلہ میں فرق نہیں دیکھا جو اوقات میں مشغول تھے انکو برابر انہیں مشاغل میں مصروف رکھتے
تھے اس زمانہ میں ایسا جامع شریعت و طریقت منبع علم و عمل زمانہ کی آنکھ نے نہ دیکھا نہ سنا علم
حقائین میں بے نظیر اتباع سنت میں بے مثل تھے ہمیشہ دو پہر کو ۱۲ بجے کے بعد ایک بجے تک قیام و
فرمانے تھے ایک بجے جو وقت ظہر کی اذان ہوتی تھی فوراً بیدار ہو جاتے تھے اور ظہر کی نماز کا سامان فرماتے
اکثر ظہر سے پہلے غسل فرما کر سنتین ظہر کی حجرہ مشرفین میں پڑھ کر مشغول ذکر و تسبیح رہتے تھے جب
وقت جماعت کا ہوتا مسجد میں تشریف لاکر امامت ظہر کی فرماتے بعد ادا اسے فرض ظہر سنتین حجرہ
میں اگر ادا فرماتے دوست موکہ و وفیل اس کے بعد کپڑے سو کر تجدید ادا سنن و معمولی و ظالیف شرع
تلاوت قرآن شریف میں مشغول ہوتے تلاوت سے فارغ ہو کر تسبیح و تہلیل لسانی میں مشغول رہتے
تھے اس وقت میں بھی جو مہمان و خدام موجود ہوتے تھے خدمت شریف میں حاضر ہو کر استفادہ سال
شریعت و جمعیت باطنیہ کرتے تھے لیکن باوجود اسکے کہ جواب مسائل بھی دیتے تھے اور آؤ ضروری
باتیں بھی فرماتے تھے لیکن مراقبہ و ذکر لسانی میں برابر مشغول رہتے تھے اور چہرہ پر انوار سے
کیفیت استغراق و حضوری نمایان ہوتی تھی اسی مشغولی میں جب وقت عصر آجاتا و وضو وجہ
فرما کر مسجد میں تشریف لاکر دو رکعت نفل ادا فرماتے پھر امامت عصر فرما کر اکثر اوقات مجاہد سے

باہر تشریف رکھتے تھے اسوقت خدام و حاضرین کا مجمع ہوتا تھا اہل شہر بھی اسوقت حاضر خدمت
 ہوتے تھے اور مہمانان و مریدین عموماً اسوقت حاضر خدمت رہتے تھے علماء جو حاضر خدمت ہوتے
 تھے وہ اسوقت سوالات بھی کرتے تھے اور حضرت قدس سرہ ہر ایک سوال کا جواب تحقیقی دیتے تھے
 مغرب تک اسی طرح تشریف رکھتے تھے لیکن اسوقت میں بھی برابر ورود و ذکر سانی جاری رہتا تھا
 آذان مغرب کے ہونے کے بعد مسجد میں تشریف لا کر آمانت مغرب فرماتے اور بعد نماز سنن و نوافل
 اذانین مسجد میں ادا فرما کر دیر تک مراقب و مشغول رہتے تھے اور ادعیہ مسنونہ و اوراد مشروعہ سے فارغ
 ہو کر پھر کچھ دیر حجرہ میں یا باہر حجرہ سے تشریف رکھ کر مکان کو تشریف لیجاتے کھانا تناول فرما کر
 قبل از عشا تشریف لا کر وضو فرما کر مسجد میں تشریف لاتے تھے اور دو رکعت نفل ادا فرما کر آمانت
 عشا فرماتے اور سنن دو تہ مسجد میں ادا فرما کر حجرہ میں آکر مشغول رہتے تھے عشا کی نماز ہمیشہ دیر میں
 وقت مسنون کے موافق پڑھتے تھے پھر بعد عشا اوراد و وظایف سے فارغ ہو کر استراحت فرماتے
 بعد نصف شب کے جب ایک ثلث شب تقریباً باقی رہتی اوٹھ کر تہجد ادا فرما کر تلاوت قرآن شریف
 صبح صادق تک فرماتے حسب حدیث صادق تعالیٰ و قرآن الفجران قرآن الفجر کان شہداً اسوقت تلاوت
 قرآن شریف حفظ سے فرماتے تھے صبح صادق کے ہونے کے بعد سننین پڑھ کر حجرہ شریف میں مشغول
 رہتے تھے جب وقت جماعت صبح کا حسب ہبامام ابوحنیفہؒ ہوتا تھا یعنی جسوقت خوب اسفار
 ہو جاتا نماز صبح کی آمانت مسجد میں آکر فرماتے اور بعد نماز صبح حجرہ میں تشریف رکھتے اور ارتفاع شمس
 تک خلوت میں رہتے تھے بعد نماز اشراق حجرہ کھلتا تھا اور مستفیدین حاضر خدمت ہو کر انوار شریف
 و طریقت سے مستفید ہوتے تھے دس گیارہ بجے دن کے طعام تناول فرما کر بعد ابجے دن کے قیلولہ
 فرما کر حسب دستور وظایف طاعت میں مشغول ہوتے تھے یہ ہر مختصر طریق سے بیان آنحضرتؐ کی
 کے مشغولی طاعت و عبادت کا پھر اس مشغولی میں کسی حال فرق نہ آتا تھا جناب مولانا محمد منیر رضا
 نانوتوی فرماتے تھے کہ میں سفر حجاز میں ہر کاب حضرت مولانا قدس سرہؒ تھا ایک روز ہزار میں تہجد
 کے وقت آپ کو ضرورت غسل کی تھی مجھے فرمایا کہ دریا میں سے ایک دو ڈول کھینچ دو کہ غسل کرو
 میں نے کہا کہ ابھی بہت رات ہے صبح ہونے دیجیے سفر میں اگر ایک روز تہجد قضا ہو جائیگا تو
 مضائقہ نہیں مگر حضرت کو منظور نہیں ہوا اسوقت غسل فرما کر نماز تہجد ادا فرمائی اور حسب عمل

وظایف و تلاوت میں مصروف ہوئے۔

اوایل میں باوجود ان مشاغل مذکورہ کے درس حدیث شریف نہایت تحقیق و تدقیق سے فرماتے تھے بعد نماز اشراق دس گیارہ بجے تک اور بعد نماز ظہر و وظایف و تلاوت قرآن شریف عصر تک اسباق حدیث شریف کا درس فرماتے تھے صدا بلکہ ہزار ہا طالبان علم دین آپ سے مستفید ہو کر ہدایت خلاق اللہ میں مصروف ہوئے۔

ایک دفعہ احقر درس حدیث شریف کے وقت حاضر جماعت طلبہ تھا ایک موقع پر فرمایا کہ میرے اُستاد حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ”جس قدر اپنے نفس سے دوری ہو اسی قدر قرب حق تعالیٰ حاصل ہے“ آپ کے درس میں افادہ نکات علمیہ کے ساتھ افاضۂ باطنی بھی برابر جاری تھا آخر میں جب بینائی میں حضرت کی ضعف آنے لگا درس حدیث شریف موقوف ہو گیا اس وقت کے افادہ باطنی میں اس درجہ ترقی ہوئی کہ طالبان ہولی تھوڑے سے عرصہ میں مقصود پر فائز ہوتے تھے اور سلوک باطنی تمام فرما کر رخصت ہو کر مستفیدین کو فیض پہنچاتے تھے الغرض دروازہ رحمت حق تعالیٰ کھلا ہوا تھا کہ جو داخل ہوا مقبول ہو کر نکلا ڈال کے **فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ**۔

جس زمانہ میں احقر حضرت مرشد نامولانا محمد رفیع الدین صاحب نقشبندی مجددی خلیفہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر رہتا تھا ایک بار حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ دیوبند تشریف لائے حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اسی طرح حاضر ہو جس طرح میرے پاس آتا ہے جس وقت اس راہ سے احقر حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا انوار باطنیہ اسی طرح منعکس ہوتے تھے جیسے حضرت مولانا محمد رفیع الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے سے ہوتے تھے احقر نے کبھی ہر دو حضرات کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ فرق نہیں پایا اور بعد ہجرت و وفات حضرت مولانا محمد رفیع الدین صاحب قدس سرہ یہ کیفیت تھی کہ جس وقت گنگوہ حاضر ہوتا تھا گویا ایک نئے عالم میں پہنچتا تھا ان اقیام گنگوہ عجیب حالت صفائی و یکسوئی توجہ کی رہتی تھی اور حضرت مولانا قدس سرہ کی نظر عنایت و التفات سے جو کچھ نعمتیں حاصل ہونیں انکے بیان سے بندہ قاصر ہے حضرت مولانا قدس سرہ کی توجہ و عنایت ظاہری و باطنی ہر ایک حاضر خدمت ہو یا اے کے

حال پر ایسی ہی تھی یہ سمجھتا تھا کہ مجھ سے زیادہ کسی کے ساتھ محبت و تعلق نہ ہوگا کیونکہ ہوگا ملین جو مخلوق باخلاق اللہ ہیں انکی یہ ہی صفت ہوتی ہے آفتاب کو اپنا فیض پہنچانے میں کسی سے بخل نہیں ۵

شکر فیض تو چین چون کنڈای ابر بھار	کہ اگر خار در گلن ہمہ پرودہ نست
ہر چہ ہست از قامت ناساز و بد اندام ما است	ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کو تاہ نیست

حضرت قدس سرہ مرجع عالم تھے صفار و کبار اپنے اپنے حاجات ظاہری و باطنی آپکی خدمت میں پیش کرتے تھے اور حضرت کی دعا سے سبکے مقاصد پورے ہوتے تھے سب کی نظر آپکی طرف تھی اور آپ کی توجہ خالص حق تعالیٰ کی طرف تھی جملہ امور کو مرنے اللہ دیکھتے تھے اور مدح و ذم سے فارغ تھے ایک بار جب احقر میرٹھ میں مدرسہ عربیہ میں مدرس تھا احقر نے ایک عریضہ آنحضرت کی خدمت میں بھیجا جس میں احقر نے کسی ایسے امر کی نسبت کچھ عرض کیا جسکو احقر یہ سمجھا کہ شاید یہ امر موجب پریشانی خاطر و باعث کلفت آنحضرت ہو اسکے جواب میں آنحضرت نے یہ شعر لکھا۔ شعر

من از بیگانگان ہرگز نہ سالم	کہ با من انچہ کرد آن آشنا کرد
-----------------------------	-------------------------------

جس سے کمال استقامت حضرت کی ظاہر تھی اور یہ کہ حضرت کے لئے کوئی امر موجب پریشانی نہیں ہے جو کچھ پیش آتا ہے اسکو حق تعالیٰ کی طرف سے دیکھتے اور جانتے ہیں چنانچہ حضرت اعلیٰ جناب حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو ایک بار حضرت مولانا قدس سرہ کو لکھا کہ اپنا حال لکھئے تو حضرت مولانا قدس سرہ نے جواب میں یہ بھی فقرہ لکھا تھا کہ بندہ کو مدح و ذم یکساں ہر جہہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت اظہار مسرت فرمایا کہ یہ اعلیٰ مرتبہ ولایت کا ہے۔

بآوجودیکہ دریائے وحدت میں متفرق تھے اور واردات غیب قلیب مبارک پر وارد ہوتے تھے مگر کسی وقت ذرہ بھرتا بعت سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰات و التحیہ سے قدم باہر نہیں لکھا احقر جس زمانہ میں حضرت ہادی برحق فانی مطلق محوفی مہضات اللہ جناب حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کی خدمت فیض اثر سے نصرت ہو کر ہندوستان کو واپس آیا آثار توحید و جود بر خلاف اپنے مسلک نقشبندی مجددی کے غالب ہوئے اور اسی میں غلو ہونے لگا چنانچہ اسوقت کے بعض اشعار جو بندہ نے لکھے

اس کو ظاہر کرتے ہیں وہ ہو ہذا۔	اشعار	وہ خود اس پرودہ کثرت میں ظاہر
--------------------------------	-------	-------------------------------

ہوا جائے اسے وہ جو ہر ماہر	وہ مثل بوہر اک گل میں نمی ہے	دیا ہے مثل مستی اندیشے
----------------------------	------------------------------	------------------------

گل دلا ہے جو نختی زمین میں
اگر جالے کوئی جانے اثر سے
وہ خود عارف اور معرف وہ ہے
وجود اسکے سوا کسی کو
عرض ہر رنگ میں رنگ اسکا

و یا مثل لطافت یا سمن میں
جو سچ پوچھو کوئی کیا اسکو جانے
وہی محبوب اور شغوف وہ ہے
لباس عاشقی میں گاہ پیدا
خرد ہے دیکھ جلوہ دنگ اسکا
ہر اک جز جستجو میں اسکی شیدا

ہو ظاہر اور خفی ہر اک نظر سے
یہ شرکت ہے کوئی میری مانے
ظہور اسکا ہر جو کچھ دیکھتے ہو
گجھ در صورت لیلے ہو یا
بنا یا خلق کو سودائی اپنا

الحاصل اس حالت میں اول یہ خواب دیکھا کہ احقر ایک نہایت تیز و توانا بلند قامت کھڑے
پر سوار ہے اور رستہ پہاڑ اور گڈھونکا ہے کہیں زیادہ اونچا کہیں بہت نیچا اور وہ گھوڑا بڑی تکلف
اُس ناہموار رستہ پر عجیب و لمبا رہا ہے کہ ہر ایک قدم پر خوف کرنے کا ہے اسی حالت خوف و درجا
میں براہ راست ناہموار رستہ کے ایک شرک صاف اور سیدھی وسیع نظر پڑی اور میں نے
اپنے گھوڑے کا رخ اُس طرف کو کیا ہے اس میں آنکھ کھل گئی دوبارہ دیکھا کہ گویا احقر میرٹھ کی اونچی
مسجد سے پشتہ پر کہ جوشل پہاڑ کے اُترائی کے ہے اور زمین شرک سے بہت بلند ہے نیچے اُترا
اور درمیان اُس پشتہ اور شرک کے ایک نالی ہے اسکو پہلا نگ کر شرک پر پہنچا اس پہلا آنکھ نے
میں اُس نالی سے کچھ چھینٹیں میرے پیروں پر آئیں جسکو میں پلیدہ سمجھتا ہوں جس شرک پر میں پہنچا
وہ بہت صاف اور برابر اور وسیع ہے اُس شرک پر پہنچ کر میں تیز چلا دیکھا کہ آگے آگے ایک پہلی
خوبصورت جسمیں بہت تیز اور خوبصورت تیل جوڑے ہوئے ہیں چلتی ہے حضرت جو لانا لگتا وہی
قدس سرہ اُس میں حارہ میں اور اُس ہموار شرک پر تیز رفتاری کے ساتھ غمدہ قدم سے وہ تیل
چل رہے ہیں احقر دوڑتا ہے مگر اُس پہلی کے قریب نہیں پہنچا کہ اس عرصہ میں حضرت نے
چیتھے کو پھر کر دیکھا اور احقر کو دیکھ کر پہلی کو روک لیا اسکے بعد غالباً آنکھ کھل گئی اس خواب کے
بعد احقر نے حضرت قدس سرہ کی صحبت و اتباع اثر کو غنیمت سمجھ کر مقصود کو اس میں منحصر کیا
اس حاضری خدمت کی حالت میں ایک بار احقر نے دیکھا کہ حضرت بنفس نفیس خوان میں طعام
رکھا کر احقر کے لئے مسجد احقر میں لائے ہیں اُس حالت سابقہ سے افاقہ محض بہرکت فیض صحبت
حضرت قدس سرہ حاصل ہوا اور مقود حضرت مجدد الف ثانی قیوم ربانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ جو دربارہ شریعت و طریقت و حقیقت فرمایا ہے واضح ہوا جیسا کہ مکتوب چھتیس جلد اول میں فرماتے ہیں پس شریعت تکفل جمیع سعادات دنیویہ و اخرویہ آمد مطلبی ناما کہ ماورای شریعت دران طلب احتیاج اندہ طریقت و حقیقت کہ صوفیہ بآن ممتاز گشتہ اند ہر دو خادم شریعت اند در تکمیل جزو ثالث کا خلاصہ است پس مقصود از تحصیل آن ہر دو تکمیل شریعت است نہ امر دیگر و علیہ شریعت الی اخرہ ما قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مولانا قدس سرہ نے شریعت کو ایسا ہی مستحکم پکڑا تھا اور جملہ مقاصد کو اس میں منحصر سمجھتے تھے تحقیق حضرت مولانا کی اس بارہ میں مطابق تحقیق حضرت مجدد صاحب قدس سرہ تھی اور برابر اسی حال اور طریق پر مستقیم رہے کوئی کیسا ہی باکمال ہو لیکن اگر شریعت سے کچھ بھی اُسکا قدم علیحدہ ہوتا تھا بے تردد اُسکی تردید فرماتے تھے ایک بار فرمایا کہ ایک فقیر صوفی مجھ سے بہت محبت رکھتے تھے اور میں بھی اُنکو فقیر سمجھتا تھا اُن سے ارتباط رکھتا تھا اور اُنکا ادب کرتا تھا کچھ عرصہ کے بعد ایک انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں جو ذکر اللہ ہو کر رہتا ہوں تم جانتے ہو کیا کہتا ہوں یہ کہتا ہوں اُنشد ہوں میں نے یہ سنکر فوراً اُسکو کہا او مردود تو اُنشد ہے؟ اُسوقت سے اس فقیر کی صورت نہ دیکھی۔ حق گوئی میں کبھی کسی کا لحاظ نہیں فرمایا بڑے بڑے مشہور مشائخ اور علماء نے اگر غرضش دربارہ شریعت ہوئی فوراً اُنکی تردید و تکذیب فرمائی اور جبکی قسمت میں ہدایت و خیر تھی اُنکے لئے تنبیہ حضرت کی رہنما ہو گئی اور جنکے لئے شقاوت و تقدیر تھی وہ اُسی غواہیت میں گرفتار رہے۔ حق بات کو کبھی مخفی نہیں کیا اور ناحق کئے کبھی طرفدار نہیں ہوئے احقر نے ایک بار بوقت نزاع باہمی خواب میں دیکھا کہ حضرت مع اور چند حضرات دیوبند کے احقر کی مسجد کے فرش پر تشریف رکھتے ہیں اُسی حالت میں حضرت قدس سرہ اُن صاحبوں سے جدا ہو کر شہناہندہ کے حجرہ کی طرف تشریف لیگئے اور غالباً ہر دو دست مبارک بندہ کے حجرہ کے دروازہ پر رکھے ظاہر بھی اسکے آثار معلوم ہوئے کہ باوجودیکہ بعض طاعنین نے احقر کی طرف سے حضرت کی خدمت میں مضمون پہنچایا کہ مخالفین مدرسہ سے اسکا میل ہو مگر خاطر اشرف پر اسکا کچھ اثر نہیں ہوا اور زہق الباطل جلوہ گر ہا قلب سیر پر رنگ باطل جاگزین نہ ہوتا تھا صحیح فرمایا استاذی حضرت مولانا محمد وحید صاحب علیہ السلام خاص حضرت قدس سرہ و مدرسہ اول مدرسہ بیہ دیوبند نے شان مبارک حضرت اقدس میں حمدات علیہ السلام

داعی لفظ نفیم کو کہ خلافت حق پر
 منہ سے اُسکے کبھی نکالنا خدا ہی کی قسم
 لا کہ حضرت ہر ہی اور نہ ہو ورنہ کیونکر
 شکل دیکھی نہ کبھی اُسکی دعا کی ادم

باوجودیکہ حضرت قدس سرہ خاندانِ حضراتِ پشت رحمہم اللہ تعالیٰ میں منسلک تھے مگر اتباعِ سنت
 میں ایسے ثابت قدم اور درجہ مقبولی پر پہنچے ہوئے تھے کہ صوفیاء زمانہ کو یہ دکھلا دیا کہ اصل طریقہ
 چشتیہ یہ ہے اور نسبتہ نبوہ جو بواسطہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مشایخ تک پہنچی ہر ہی ہے
 اور اس اہل میں سب طرق برابر ہیں اور منتہی سب کا یہی ہے۔ لہٰذا ارشاد دینا اور نہایت عجیب
 پُر اثر تھا بہت سی رسوم و رواج کو مٹایا اور بہت سمن مخفیہ کو ظاہر فرمایا شریعت اور طریقت کی تجدید
 فرمائی اس آخری زمانہ میں مدارِ ہدایت و ارشاد آپ کی ذات بابرکات کھلی اختر کو ایک بار بوقت
 حاضری سر ہند یہ امر قلب پر وارد ہوا کہ حضرت قدس سرہ قطب ارشاد ہیں اور ہر وقت سلوک
 طریقہ مرضیہ و مقبولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا طریقہ ہے اور یہ کہ آپ نجد دین احقر نے اس
 اپنے خیال کو حضرت مولانا الحاج الحافظ خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم خلیفہ خاص حضرت مولانا
 قدس سرہ کی خدمت میں بھی عرض کیا تو حضرت مولانا موصوف نے اسکی تصدیق فرمائی بہر حال یہ
 خیال احقر کا جسدرجہ کا بھی ہو حضرت قدس سرہ کی تحقیقات جدیدہ متعلق احکام شریعت و طریقت
 و نکات قرآن و حدیث و بیان دقایقِ علمیہ اور آپ کا طریق ارشاد حجۃ و ضحیٰ امور مذکورہ کی ہر صحت کی
 اور کسی کے جوابِ خیال کی حاجت اُسکی تصدیق کیلئے نہیں کہ مشکِ آنست کہ خود ہوید نہ کہ عطار گوید
 ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

بندہ نے ایک عرض میں منجملہ چند سوالات کے ایک یہ بھی سوال کیا کہ آیۃ وَاَنْ لِّیْسَ الْاِنْسَانُ
 اَلَا کَاسًا مِّنْ مَّعْیَ اَسے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو سوائے اپنے اعمال کے دوسروں کے اعمال سے
 نفع نہیں پہنچتا حالانکہ احادیث سے نفع پہنچنا محقق ہے اور جمہور صحابہ و ائمہ کا یہ مذہب ہے
 اسکے جواب میں منجملہ دیگر جوابات معروضہ کے یہ معنی بھی اراقم فرمائے کہ مسئلے سے مراد سچی
 ایمانی لیجاوے تو پھر کچھ خدشہ اور تعارض نہیں کیونکہ حامل اس صورت میں یہ ہو کہ انسان کو
 بدون سچی ایمانی و بلا حصول و تحقق ایمان کسی عمل سے نفع معتد بہ نہیں پہنچ سکتا پس غیبر کے
 اعمال کا نفع بھی اُسکو اُس وقت پہنچ سکتا ہے کہ اُسکے اندر ایمان ہو اور سچی ایمانی اُسی کی ہو۔

پس در حقیقت انسان کے لئے اپنی ہی سعی سے نفع پہنچتا ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چند مکتوبات
 مطبوع ہوئے تھے ان میں یہ مکتوب موجود ہے مفصل اُس میں دیکھ لیا جاوے بعض متبدعین زمانہ
 نے جو وحدۃ الوجود کے پردہ میں ابطال شریعت غراء کرتے ہیں اور ہمہ اوست کے ایسی طرح
 قائل ہیں کہ اسلام و کفر میں کچھ تفاوت نہ رہے آیت کریمہ اجعل الالہت الہا واحداً سے
 استدلال اپنے دعویٰ فاسد پر کیا کہ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 سب موجودوں کو ایک کر دیا تھا اور تبون کو عین معبود بحق سمجھا تھا الی اخر ما قال المبتدع
 اللعین حضرت قدس سرہ نے اس آیت کے ایسے معنی فرمائے کہ استدلال خصم ہمارا منشوراً
 ہو گیا جسکو احقر نے بالاخصار عبارت ذیل سے بغیر کیا ہے قال مولانا قدس سرہ قد تعالیٰ
 وعجبوا ان جاءہم منذر منہم فقال الکافرون هذا ساحر کذاب بحیث ینکر
 الہتنا الموجدۃ المحسوسۃ هذا شی عجیب وادعی الہمۃ کثیرۃ شیئاً ومعبوداً
 واحداً هذا شی عجیب من الاول والحاصل انہ من مظنونات الکفار ومقالاتہم
 الفاسدۃ لیس فیہ تقریر ان هذا الجعل صحیح فی نفسہ لیصح بہ استدلال الخصم۔
 اس بارہ میں کہ اگر مثلاً ایک سورۃ یا پارہ قرآن شریف کا ثواب چند اموات کو بخشا جاوے
 حضرت کے نزدیک راجح بھی تھا کہ ثواب تقسیم ہو کر ہر ایک میرٹ کو حصہ رسد پہنچے گا ایک قصہ
 نقل فرمایا کرتے تھے کہ میں نے چند اموات کو کسیدہ تلاوت وغیرہ کا ثواب پہنچایا اموات
 میں سے بعض کو دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ تم مجھے ثواب نہیں پہنچاتے میں نے کہا کہ پہنچایا
 تو ہے میسٹ نے کہا کہ ہاں ٹکڑہ ٹکڑہ ثواب کا پہنچایا ہے اس سے تصدیق اس امر کی ہوتی
 ہے کہ ثواب تقسیم ہوتا ہے الخ

حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ سے بہت مناسبت حضرت مولانا قدس سرہ
 کو تھی اکثر ذخیر اور کرامات و کمالات آنکے بیان فرمایا کرتے تھے اور نہایت متاثر ہوتے تھے
 اس قصہ کو بہت دفعہ نقل فرمایا جو بارہ احتساب مشہور ہے کہ محتسب کے منع کرنے سے آپ نے
 چند روز سماع نہیں فرمایا آخر ایک رات جو تہجد کے لئے اٹھے قرب میں کوئی چکی پسینے والی
 یہ شعر پڑھ رہی تھی۔ ”یہ دیکھ جمیل کے گھاٹ پاٹ ڈو میں پتھر تراشیں اسکو سنکر حالت متغیر

ہو گئی اور وجد غالب ہو گیا محتسب کلام بھیجا کہ آپ اپنا انتساب جاری کریں میں اپنے
اختیار میں نہیں رہا رک نہیں سکتا محتسب صاحب جو آئے احاطہ خانقاہ میں گھستے ہی بجوڑ
ہو گئے بعد ازاں حضرت قطب العالم سے معذرت کی اور بیعت ہو کر صاحب ال ہو گئے رحمۃ اللہ
الغرض حضرت مولانا قدس سرہ نے شعر مذکور کی تفسیر میں فرمایا کہ پاش سنگ برقیق کو کہتے ہیں
جو بڑے پتھر پر سے جد سے ہوتے ہیں اور مثل اوراق کے ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ دریا
جہل کے گھاٹ پر جا کر دیکھو کہ عجیب صورت الہی ظاہر ہوتی ہے کہ باریک پتھر دوست ہیں اور
موٹے بھاری پتھر تیرتے ہیں اور پانی کے اوپر کو جاتے ہیں پس یہ اشارہ ہے قبول باری تعالیٰ
کی طرف فمن ثقلت موازینك فأولئك هم المفلحون الخ الآية

ایک درود شریف حضرت مولانا قدس سرہ نے حضرت قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا
تھا جسکو احقر نے ایک کاغذ پر دین عبارت نقل کر لیا تھا سمعت قطب الادشاد وغوث
العباد ومعاذ البلاد مولانا رشید احمد گنگوہی وقت حضوری بخصرتہ العلیہ
یوم الاثنين ثالث عشر من شهر الله الحرام سنة ١٢٨٥ھ يقول انی رایت قطب العالم
الشیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ فی المنام وهو قائم فی روضۃ المقدسہ
مکان دفنہ وهو یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بهذه الصیغۃ اللہم صل
علی محمد وعلی آل محمد بعد کل ذکر الف مرۃ +

احقر نے وفات حضرت قدس سرہ سے کچھ پہلے غالباً اسی مرتبہ جبکہ درود شریف موصوف حضرت
سے سنا یہ عرض کیا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات خصوصاً سرور انبیاء خاتم الرسل
صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا حیات النبی ہونا مسلم ہے اور آیت کریمہ اِنَّکَ مِیّتٌ وَاَنْتُمْ مِیّتُوْنَ
سے سب کامیت ہونا معلوم ہوتا ہے اسکے جواب میں کچھ ایسی پر تائید تقریر فرمائی کہ جو مشاہدہ و جماع
پر موقوف ہے الفاظ اور مطلب برب وقت کے پوری طرح محفوظ نہیں رہا مگر خلاصہ اسکا کچھ ایسا تھا کہ
موت سب کو شامل ہو مگر انبیاء کی ارواح مشاہدہ جمال و جلال حق تعالیٰ و تقابل آفتاب وجود باری تعالیٰ
سے اس درجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ اجزاء بدن پر آنکایہ اثر ہوتا ہے کہ تمام بدن حکم روح پیدا کر لیتا ہے
اور تمام جسم آنکایہ اور عین ادراک اور عین حیات ہو جاتا ہے اور یہ حیات دوسری قسم کی ہمارے تحقیق سے

انکته ان الله حرم علی الارض ان تا کل اجساد الانبیاء عظامہ ہوتا ہے الی آخر ما قال
 قدس سرہ بوقت بیان اس مضمون کے اس قسم کا اثر قلب پر تھا کہ گویا وہ حالت مشہور ہو اور جب
 کیفیت اور سرور تھا فقط والسلام علی من اتبع الهدی والترم طریقۃ المصطفیٰ
 صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ واحبابہ واتباعہ الی یوم الدین
 واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین *

اخلاق و اوصاف

اللہ کا برگزیدہ بندہ دیکھا
 انسان کی شکل میں فرشتہ دیکھا

گنگوہ میں اک خدا رسیدہ دیکھا
 کیا وصفت کروں میں اس کا ممتاز

اخلاق کا لفظ بظاہر نہایت مختصر اور بہت عام فہم ہے مگر حقیقت میں اسکی جامعیت پر اگر نظر
 غائر ڈالی جاوے تو صدیقیت کا اعلیٰ درجہ حاصل کرنے کے لئے کسی سچے مسلمان کو جن مراحل کے قطع
 کرنیکی ضرورت ہے وہ سب اس لفظ کے معنی میں موجود ہیں۔ فلک ولایت پر پہنچنے کیلئے جس تہذیب
 و اصلاح ظاہر و باطن کی حاجت ہو وہ سب خلق کے معنی میں داخل ہیں۔ وہ سچا قانون جسکے ذریعہ سے
 عالم کے راہبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہالت کے دریا میں ڈوبی ہوئی مخلوق کو ہدایت
 کی شاہراہ پر لا ڈالا وہ خلق کا مفہوم ہے جسکو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس شخص کے جواب
 میں جیسے آپسے حضرت سرور عالم کے اخلاق دریافت کئے تھے یوں فرمایا ہو کہ ”ایک خلق قرآن ہے“
 یعنی تمام قرآنی تعلیم کا مجسم نقشہ اسکی ذات مقدس ہے گویا اس آسمانی برگزیدہ کتاب کی عملی حالت کو
 وجود کا لباس پہنا کر محمد نام رکھا اور دنیا میں بھیج دیا گیا تھا۔ چونکہ خلق کے معنی سمجھنے میں عام لوگ
 غلطی کے اندر پڑے ہوئے ہیں اسلئے اس خلاصہ کمالات لفظ کی ماہیت و حقیقت کو بوضاحت بیان
 کرنیکی ضرورت ہوئی بات یہ ہر کہ ہر ذی روح مرکب ہے جسم اور روح سے۔ روح چونکہ خود باطنی شے ہے
 اسلئے اسکی ترکیب ان قوای نفسانیہ اور کوائف باطنیہ سے ہے جنکا اور اک باطن کی آنکھ یعنی بصیرت ہوتا ہے
 عربی باطنی جسم کی ترکیب کا نام خلق یعنی اتحاد اور اعضاء بدنہ کے متناسب سڈول ہونیکا نام حسن
 الخلق یعنی خوبصورتی ہے اور روحانی ترکیب کا نام خلق بضم الخاء اور قوای نفسانیہ کے متبادل اور

حد متوسط پر بے کم و کاست ہونیکا نام حسن الخلق یعنی خوب سیرتی ہے روح کی باطنی ترکیب جن قوتوں اور کیفیتوں سے قائم ہوئی ہے ان میں چار قوتیں اصل الاصول ہیں یعنی قوۃ علم قوۃ غضب قوۃ شہوت اور قوت عقل پس جس طرح بدن کے اعضاء میں اعتدال مناسب ہے کمی ہو جانے پر بد صورتی پیدا ہوتی ہے اسی طرح قواسے نفسانیہ میں اعتدال و اقتصاد اور میانہ روی و توسط کے نایل یا کم بیش ہو جانے سے بد خلقی اور بد سیرتی پیدا ہو جائیگی۔

خوبصورت اور حسین وہی کملائنگ کا جسکا قدر اتنا لمبا ہو جیسے نگاہیں اٹھیں اور احمق پکار میں اور نہ اتنا پست ہو کہ چھک کر معاف نہ کرنا پڑے اور فتنہ کملائے رنگ نہ اتنا سیاہ ہو کہ ظلمت برے اور کالک چمکے اور نہ اتنا سپید ہو کہ بھوراپن دیکھے بدن نہ اتنا فربہ اور بھاری ہو کہ چلنا دشوار پڑ جائے اور نہ اتنا لاغر ہو کہ ہوا سے اڑ جائے کاندیشہ ہو یا تھنہ اتنے دراز ہوں کہ زمین پر گھٹسٹیں اور نہ اتنے قصیدہ کوتاہ ہوں کہ کوشے تک بھی مشغل ہوئیں غرض ہر عضو مناسب اور ہر جزو بدن معتدل حالت پر ہو اسی طرح خوب سیرت و خلیق وہ شخص کملائنگ کا جسکی قوت علمیہ نہ اتنی کمزور اور محدود ہو کہ حق و باطل میں فرق نہ کر سکے اور نہ اتنی فراخ و آزاد ہو کہ منشا بہات کا پیچھا کرنے یا مسائل ذات و صفات کی کنہ معلوم کر سکے درپے ہو جائے قوۃ غضبیہ جسکو غصہ کہتے ہیں نہ اتنی ضعیف ہو کہ حق و شائد کی نافرمانی و معصیت دیکھ کر بھی جوش میں نہ آئے اور نہ اتنی آزاد و بے قید ہو کہ معذرت کر نہ پالے کی توبہ پر بھی کان نہ دہرے شہوت جسکو خواہش کہتے ہیں نہ اتنی حد سے بڑھے کہ حرص ہو ا کملائے اور نہ اتنی مقدار گھٹے کہ شکر و بے مروتی یا عجب و خود رانی پیدا کرے عقل نہ اتنی میرا کہ اور نہ ہوش کہ مکاری و چال بازی کا خطاب پائے اور نہ اس درجہ قلیل ہو کہ گند ذہنی و بے وقوفی کملائے غرض روح کے یہ چاروں اعضاء اعتدال و اقتصاد اور میانہ روی پر قائم ہوں تب خلق حسن ہوگا۔

چونکہ حق تعالیٰ شانہ کو حسن سیرت مرغوب ہے اور روح کی اصلاح و آراستگی کا بندن کو حکم دیا گیا ہے اسلئے شریعت نے اسی باطنی تعدیل پر تخریص و ترغیب اور تاکید و تنبیہ کیساتھ مخلوق کو براہِ گنجہ کیا ہے قرآن مجید کی ساری تعلیم کا یہی خلاصہ ہے کہ قواسے باطنیہ معتدل اور حسین بنا کر خدا کے حضور میں حاضر ہوئے اور بطحائی پیغمبر کی تئیں سالہ کوشش کا یہی ماحصل ہو کہ خلق حسن اور تہذیب روح و اصلاح قلب میں جائیں کہ باوجود قوت علمیہ کی حالت معتدلہ کا نام حکمت ہے جسکو حق تعالیٰ فرماتے ہیں

بُوتی الحکمة من يشاء ومن يوت الحکمة فقد اوتى خيرا كثيرا "جسکو چاہتے ہیں حکمت
یعنی اعتدال علم عطا فرمادیتے ہیں اور جسکو حکمت ملگئی اسے خیر کثیر حاصل ہوگئی" اعتدال عقل کا
شعر یہ ہے کہ عقائد میں حق و باطل کا امتیاز ہوا قول کے اندر سچ اور جھوٹ میں فرق کر کے اعمال
میں نیکو کاری و بدکاری کی تمیز ہو سنت کو سنت سمجھے اور بدعت کو بدعت طاعت کو موجب نجات
جہانے اور معصیت کو ذریعہ ہلاکت و شہر ان۔

قوت غضبیہ کے اعتدال کا نام شجاعت ہے جس کا شعر ہے جو دو سخا بہت و دلیری۔ بردباری
و استقلال چستی و ضبط وقار و عاقبت بینی نرمی و ملاطفت اور کمال غم یعنی غصہ کے شبہ کی نشانی
طاقت اور بے قوتہ غضبیہ حد سے بڑھ جاتی ہے تو اس کا نام ہتوڑ ہے جسکی بدولت شیخی مارنا غصہ سے
بہتر ک اٹھنا انجام نہ سچ سکنا آخر کار ندامت اٹھانا نکل کر ناخوت و خود پسندی اور اپنے کو اچھا
سمجھنا پیدا ہوتا ہے اور جب حد اعتدال سے گھٹتی ہے تو اس کا نام جبن ہے جسکی بدولت بی غیرتی
و تکابلی خست است و کم ہمتی پیدا ہوتی اور چچو را پن ہمت یا ر نا ذلت و رسوائی کا گوارا کرنا لاحق ہوتا
ہے قوت شہوت کے اعتدال کا نام عفت ہے جسکے ثمرات ہیں حیا و پارسائی رضا اور قناعت
خوف و خشیت اور مخلوق کیساتھ احسان و سلوک کر نیکی خواہش و تمنا اور جب قوت شہوانیہ اعتدال
چھوڑ کر کم یا زیادہ ہوتی ہے تو حرص و لالچ خوشامد و چالوسی عاجز مخلوق کے سامنے عاجزی و
تذلل غربا کو بنظر حقارت و دیکھنا بے حیائی فضول خرچی ریا و سنگدلی حسد و کینہ بغض و عناد اور
ناہمراہی کی وہ بڑھ چلتیں ظاہر ہوتی ہیں جو حق تعالیٰ کو نا پسند ہیں۔

عقل کا اعتدال ذکا کہلاتا ہے جسکے ثمرات ہیں فراست و احسان اور اپنے مولیٰ تعالیٰ شانہ کی قدر دانی
حفظ مراتب و محافظت حدود و رعیت غنیمت و عجز کا احساس اور اپنے مولیٰ تعالیٰ شانہ کی قدر دانی
و خدا شناسی جسکی بدولت طاعات میں مجاہدیت اور دنیا سے ناپائندار پر باقی رہنے والی آخرت کی لحاظ
ہر امر میں ترجیح ظاہر ہوتی ہے اور جب ایمان کی بیشی ہوتی ہے تو غیباوت و بلاوت مکاری و جھلسائی
حماقت و حسرت ایذا رسانی و بے دردی کی وہ بد عادتیں صادر ہوتی ہیں جو حق تعالیٰ کے نزدیک عیوب
اور قبیح ہیں۔

جس طرح خوبصورتی کے بہت سے درختے ہیں کہ کوئی شخص زیادہ حسین ہے اور کوئی کم اسی طرح

حسن خلق یعنی خوب سیرتی کے بھی کثیر مراتب ہیں کہ کسی روح میں قوائے نفسانیہ کا اعتدال بہت بڑھا ہوا ہے اور کسی میں کم پس محیط حسن صورت میں لوگوں کے نزدیک یوسف علیہ السلام حسن الناس کہتے ہیں کہ ظاہر میں حسن پرستوں نے خوبصورت دنیا میں دوسرا نہیں دیکھا اسی طرح حسن بطن میں خلاق عالم خدا سے وحدہ لا شریک کے نزدیک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم احسن الخلق خلقاً سمجھے گئے ہیں کہ نہ آپ جیسا خوب سیرت افراد عالم میں کوئی پیدا ہوا اور نہ قدسی شہداء و اعلیٰ کی باطن میں قوت دراکہ نے ایسا معتدل القویٰ مہذب قلب صلح روح کا صاحب دوسرا دیکھا۔ آپ کی ذات مقدس کا بحر عالم کی صدف تہتی میں بحیثیت حسن خلق در فرید ہونا ہی مستحبوبیت کی صد نشینی کا سبب ہوا اور آپ علی الاطلاق محبوب رب العالمین قرار پائے۔ چونکہ قرآنی تعلیم ہی حسن سیرت کو محیط ہے اور تہذیب و اصلاح نام میں اس تعلیم کا عملی مجسمہ تیلہ صفحہ ہستی پر آپ کا ثانی پیدا نہیں ہوا اسلئے خلقہ القرآن آپ کیلئے صفت موصوفہ ہے اور انک اعلیٰ خلق عظیم آپ کے قدر دان آقا کا عطا کردہ پروانہ اور کامیابی کی وہ پائدار سند جو جوابدہ الابد تک قائم و برقرار رہیگی۔

یہ ہی وہ حسن خلق جسکی دیکھ بھال کرنی ہم پر فرض کی گئی ہے اور جو ولایت کا معیار گردانا گیا ہے۔ پس آپ کی مرحومہ امت میں جو مقدس جماعت اولیاء اللہ کے نام سے پکاری جاتی ہے وہ ضروری اعتدال قوائے نفسانیہ حاصل کر کے حسن سیرت ضرور حاصل کر چکی تھی ہاں البتہ اس حسن کی کئی بیشی کے اعتبار سے باہم ولایت کا فرق مراتب ان میں بھی تھا کیونکہ جیسے باطنی قویٰ کی روحانی ترکیب کو اعتدال حسن میں رہبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جتنی مشابہت و موافقت زیادہ بڑھی تھی اسی قدر انکا درجہ قرب حق تعالیٰ اور محبوبیت میں اوپر چڑھا ہوا تھا اور جسکا حسن سیرت اتباع شریعت غراء اور تقلید سنت مصطفویہ میں کمزوری کے باعث گستاہوا تھا اسی قدر درجہ ولایت نیچے پڑا ہوا تھا مگر افسوس کہ مخلوق نے جس طرح طریقت کے معنی سمجھنے میں غلطی کی اور برعکس ہند نام زنگی کا فور مخالفت شریعت کا نام درویشی رکھ لیا اسی طرح خلق کا مفہوم سمجھنے میں کوتاہی کی کہ محض مخلوق کے راضی رکھنے کا نام خلق رکھ لیا خواہ حق تعالیٰ راضی رہیں یا ناراض۔ اگر ایسے سہل الحصول مضمون کا نام خلق ہو تو بہتیرے کافر لاندہب فسق بھی صاحب خلق بن جائیں بلکہ اہل حق سے بڑھے ہوئے کہ اولیاء اللہ کے ہزار ہا دشمن ہوتے ہیں اور یہ لوگ حسب جاہ و مال کی

بدولت ہر کہ ورنہ کیساتھ خندہ روئی کے خوگر اور ہنس مکھ بننے کی وجہ سے ہر دل عزیز ہوتے ہیں۔

ناظرین سے نہایت ادب کیساتھ درخواست ہے کہ ولایت کی اس کمونی کو اچھی طرح سمجھ لیں اور ذہن میں جالین کیونکہ یہی حسن باطنی جبکو تہذیب الاخلاق یا اصلاح نفس کیساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اصل طریقت ہی اور اس کا حاصل ہو جانا وہ سچی معنوی کرامت ہے جس میں کفار کی تو ہستی کیا ہے عام اہل اسلام بھی سہیم و شریک اور ساجھ نہیں ہو سکتے اسی کے اکتساب میں خون پسینہ ایک ہوتا اور سالہا سال مجاہدے اور چلہ کشیان کرنی پڑتی ہیں۔ اسی باطنی ترکیب میں فرق آجائے گا نام و روحانی مرض ہے جسکے معالجہ کی نیت سے روحانی حافظ طبیبوں کی تلاش ہوتی اور بیرون انکی کیمیا اثر نظر کے سامنے شفا بخش آستانہ پر حاضر رہنا پڑتا ہے اسی کا حاصل ہونا دشوار اور بظاہر اس درجہ عیسیت کہ ہر کہ ورنہ حصول کا قصد بھی نہیں کر سکتا۔ اسی کی فشاوری طالبین و مخلصین کو مردان خدا کلماتی اور قاصرین مقصرین کو نامرد و کم ہمت خطاب دلاتی ہے یہی اعتدال قلب و حسن سیرت ہے جسے اس زمانہ پر فتن میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کو ملتا زمانہ بنایا اور نیابت نبوت کا مسند نشین بنا کر قطب الارشاد و مخدوم العالم کہلایا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عادات و عبادات میں اتباع کرنا جس کمال علو اور استقامت کیساتھ حضرت امام ربانی قدس سرہ کی ذات بابرکات میں نظر آیا اُسکی نظیر اس صدی میں اب تک نظر سے نہیں گذری چھوٹی سے چھوٹی سنت کے اقتدار جس رغبت و شوق کیساتھ حضرت مولانا نے پیش قدمی کی اُسکی مثال دوسری جگہ سننے میں بھی نہیں آئی آپکو شریعت محمدیہ کیساتھ عشق تھا اگر یوں کہیں کہ آپ اتباع شرع میں فنا و مغلوب و مستغرق تھے تو شاید ناز یا بنا ہو قدم قدم پر آپکو متابعت پیغمبر طحوظ تھی آپ کے واسطے اتباع شرع سے زیادہ فرحت بخش دنیا میں کوئی امر نہ تھا بارہا اپنی زبان فیض تر جان سے فرمایا کرتے تھے کہ وہ شخص جو شریعت کا تابع ہو اگرچہ اسکے قلب میں نور نہ ہو مگر اُس شخص سے بہتر ہے جسکے قلب میں نور معلوم ہوتا ہو مگر وہ خلاف شرع ہو۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے اخلاق و اوصاف کا اگر کوئی شخص سوال کرے کہ کیا تھے تو میرے پاس بجز اسکے کوئی جواب نہیں کہ آپ کا خلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع تھا اور آپ کا وصف خاتم النبیین کی سنت پر کمال استقامت اور عاشقانہ فرط محبت کیساتھ آپس پر شادی

ودلدادگی۔ اس اہل کمال اور یتائے زمانہ حسن خلق کے متعلق دو چار واقعات ہوں تو ذکر کر دئے جائیں آپ کا وجود باوجود سرتاپا گویا شریعت کے سانچے میں ڈھال دیا گیا تھا جسمین خلافت شرع ارتکاب کی گویا قابلیت و استعداد ہی نہ رہی تھی ایک روز مجمع کثیر میں آپ نے یہ الفاظ فرمائے کہ ”بھائیو ایک بات کہتا ہوں اور یا اللہ تو خوب جانتا ہے کہ کیوں کہتا ہوں (یعنی فخر مقصود نہیں بلکہ اظہار حق مطلوب ہے) وہ یہ کہ یہ جو میرا طریقہ ہے بعینہی ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریق ہے اس پر ثابت قدم رہنا اور اسکو ہاتھ سے نہ دینا“

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے جملہ حرکات و سکنات غور و نوش مسکن و ملبوس نشست و برخاست رفتار و گفتار غرض جملہ اوضاع و اطوار قدرتی اور فطری طور پر اس طریق حسن پر واقع ہوئے تھے جسکو متابعت سنت کے لحاظ سے خوب سیرتی اور حسن خلق کہا جاتا ہے مسجد میں داخل ہوتے وقت داہنا پاؤں اقل رکنا اور باہر آتے وقت بائیں پاؤں کا پہلے نکالنا سنت کے موافق آپ کی مشیت معمول رہا لیکن دیکھنے والے امتحان اسپر نگاہ ڈالا کرتے تھے کہ شریعت نے مسجد سے باہر نکلتے وقت بائیں پاؤں کا پہلے نکالنا سنت قرار دیا ہے مگر اسکے ساتھ ہی جو تہ پہنا اول دائیں پاؤں میں سنون و مستحب گردانا ہے پس کھدین حضرت مولانا ان دونوں بظاہر متضادین ہیں کیونکہ تطبیق دیتے ہیں سو دیکھنے والوں نے دیکھا ہے کہ آپ جب مسجد سے باہر قدم رکھتے تو بائیں پاؤں باہر لاتے اور کھڑاؤں پر رکھ لیتے تھے اسکے بعد داہنا پاؤں مسجد سے باہر لا کر اول اس میں کھڑاؤں بیٹھتے اور پھر بائیں پاؤں میں جو کھڑاؤں پر اول قدم رکھ لیا گیا تھا کھوٹی ڈالتے اور کھڑاؤں پہن کر چلتے تھے اور چلنے میں بھی داہنے سے ابتدا فرمایا کرتے تھے اس معمول میں غالباً مدت اعر تخالف نہیں ہوا اور کسی وقت بھی اسکے خلاف کسی شخص سے سننے میں نہیں آیا بھلا جس مقدس ذات کی عادات میں متابعت شرع اور مداومت مستحبات کا یہ حال ہوا کسی عبادات میں اتباع سنت کا کیا ٹھکانہ ہے۔

حضرت مولانا قدس سرہ کے متوسلین کی جماعت کثیرہ میں غالباً ایک متنفذ بھی ایسا نہ ہو گا جس نے اتباع سنت میں آپ کی اس درجہ غنگی اور موانعت کو بنگاہ حیرت نہ دیکھا ہو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے صرف وہی لوگ نہ تھے جنکو آپ کیساتھ حسن عقیدت ہو چکی تھی بلکہ ایسے حضرات بھی تشریف لاتے

تھے جنکو کمال اتباع شرع کا شہرہ منکر جانیے اور امتحان لینے کی ضرورت پڑتی تھی اور ایسے اصحاب بھی حاضر آستانہ ہوتے تھے جو بدعتیہ کی لیکر آتے تھے مگر یہی اصل کمال یعنی سنت کے اتباع کی مثل عادت موافقت انکی ہدایت کا سبب بنتی اور دفعۃً اُن کے اندرونی خیال کو پلٹ دیا کرتی تھی چنانچہ داروغہ اسد علی صاحب جو اس وقت پشاور میں انسپکٹر پولیس ہیں خود تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے پیر کی تلاش میں شاید ہندوستان کا کوئی صوبہ نہیں چھوڑا جس وقت یہ طلب میرے دل میں پیدا ہوئی تو میں نے رخصت لی اور بنگال سے لیکر مدراس و دکن تک اور ادھر پنجاب سرحد افغانستان سے لیکر بھٹی و مالک تو سوا تک گشت لگایا اس دوران میں بیسیوں درویشوں سے ملاقات ہوئی مگر جو بات میں دیکھنی چاہتا تھا وہ کہیں نظر نہ آئی یعنی کمال اتباع مہنت آخر مایوس ہو کر لوٹا کیونکہ میرے اقامت رخصت قریب الختم ہو چکے تھے واپسی میں مظفرنگر پہونچ کر اتفاقاً حضرت مولانا کا تذکرہ ریل کے ایک مسافر کی زبانی میرے کان میں پڑا اور میں جموں کی طور پر یہ سوچ کر کہ آؤ گنگوہ بھی دیکھتا چلوں کیا انداز ہے حضرت امام ربانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلی ہی حاضری میں میرا غنچہ دل کھلا اور یاس اُمید سے بدلتی چلی کیونکہ جس کمال کو میں دیکھنا چاہتا تھا ہر ہر وضع اور عادت میں اُمید سے زیادہ عجیب نظر آتا تھا چنانچہ چند گھنٹہ میں میرے طویل سفر کا مقصود گو ہر شہر اور میرے ہاتھ آگیا اور میں نے بیعت کی درخواست کی خدا کا شکر ہے کہ میرا سوال رد نہ ہوا اور آج تک جو کچھ اُسکا اثر ہے وہ قابل اظہار نہیں سچ ہے ع بن مانگے موتی ملے مانگے لے نہ بھیک۔

جس زمانہ میں تعلیم دین کا صدر دروازہ آپ نے کھول رکھا اور تدریس دورہ حدیث کا سلسلہ جاری فرما رکھا تھا اُس زمانہ میں فن شریعت کے ماہرین علماء و طلبہ کا جم غفیر آپ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ اس مقدس جماعت میں بہت سے طالب علم جو کچھ سبق پڑھتے اُسکو عملی حالت میں حضرت امام ربانی پر چسپان کرتے اور موافقت و مطابقت کی جانچ کیا کرتے تھے۔ آج آپ کے تلامذہ کی تعداد سیکڑوں تک پہونچی ہوئی ہے جن میں بیسیوں کو کئی کئی سال رات دن آپ کی خدمت میں حاضر رہنے کا اتفاق ہوا ہے آپ کے قوائے نفسانیہ کا اعتدال جتنا اس جماعت کو معلوم ہو سکتا ہے شاید دو فرنگی معلوم نہیں ہو سکتا کیونکہ قلب کے اندر ودیعت رکھی ہوئی قوتوں کے امتحان اور آزمائش کے بیسیوں اوقات ان کے سامنے پیش آئے لیکن الحمد للہ اس گروہ میں ایک شخص بھی ایسا نہیں نکل سکتا جو

حسن خلق اور اعتدال قلب یا اتباع سنت اور موافقت شریعت میں آپ کی کچھ بھی کمزوری بیان کر سکے یہ نو وارد جماعت طلبہ ساری آپ کی معتقد اور مرید نہ تھی کہ حسن عقیدت کی بنا پر آپ کی تعریف و توصیف کرے آخر ان لوگوں نے کچھ دیکھا ہی تھا کہ اکثر حصہ اس گروہ کا قانع التحصیل ہونیکے بعد آپ کا متوسل خادم اور منسوب مرید بنایا اور جس نے بیعت نہ کی وہ بھی معتقد اور عمر بھر کیلئے مداح بلکہ یکتائی و فردیت کا معترف بنکر وطن کو گیا۔ مولوی علی رضا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے طالب علمی کے زمانہ میں پانچ سال متواتر حضرت کی خدمت میں حاضر رہنے کا اتفاق ہوا اور اسکے بعد ایک زمانہ تک وقتاً فوقتاً حاضر ہوتا رہا چونکہ بندہ کو شیخ کی طلب تھی اور اسکے ساتھ ہی ہر کس ناکس کے ہاتھ میں باگ دینا جو مقصود بیعت ہے مجھے گوارا نہ تھا اسلئے حضرت امام ربانی کے حرکات و سکنات پر میری بہت نظر رہتی تھی۔ خدا شاہد ہر یک سالہا سال میں نے حضرت کے افعال و عادات اور اخلاق و معمولات پر استحسان کی نظر ڈالی خدا علیم ہر کس میں نے حضرت امام ربانی کا ایک فعل بھی خلاف سنت نہیں پایا میں نے دیکھا کہ آپ حتی المقدور مستحبات اور جانب اولیٰ کو بھی ترک نہیں فرماتے تھے اور مباح سے آگے بڑھنا تو آپ جانتے ہی نہ تھے آپ کے اخلاق و اوصاف کی توصیف کا حق ادا کرنا میری طاقت سے باہر ہے اگر ہمہ تن زبان بنجاؤں تب بھی اس ستودہ صفات ذات کے اوصاف کا احاطہ نہیں کر سکتا آپ کو جناب باری نے اخلاق نبوی سے وہ حظ وافر عطا فرمایا تھا جسکی نظیر میں نے نہیں دیکھی زمانہ طالب علمی میں مجھے بارہا دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ آپ طلبہ کی غصہ دلائی والی حرکتوں پر بھی صبر فرماتے اور ٹال دیتے ہیں۔ بسا اوقات بعض طلبہ سے ایسی ناشائستہ حرکات صادر ہوئیں جو حضرت کے خلاف منہج ہوئی تھیں اور جب کہ دوسرے مولوی کسی طرح ضبط نہ کر سکتے تھے حضرت امام ربانی کو اکثر ان حرکات کی اطلاع ہو جاتی تھی مگر درس کے وقت آپ کی توجہ سارے طلبہ پر مساوی رہتی تھی گستاخ طلبہ سے بھی مطلق کشیدگی یا بر توہمی کا برتاؤ نہیں فرماتے تھے آخر اس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ وہ طلبہ خود نادم ہو کر سنبھل جاتے اور حرکات نازیبا سے تائب ہو کر نیکو کار بن جاتے تھے۔ میں نے اس طویل قیام میں ایک دفعہ بھی نہیں دیکھا کہ آپ کسی شاگرد یا خادم پر کبھی خفا ہوئے ہوں اور اسکو جھڑکا یا ثرا بہلا کما ہو مخالفون کا عناد اُن وقت میں بھی اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ حضرت مولانا اور دیگر بزرگان دین کی شان میں نہایت کریمہ اور گستاخ الفاظ لکھ لکھ کر بذریعہ ڈاک حضرت کے پاس بھیج دیا کرتے

تھے وہ الفاظ کبھی حضرت خود پڑھتے اور کبھی دوسروں کی وساطت سے آپکے گوش گزار ہوتے تھے مگر بخدا میرے کانوں نے ایسے شخص کی نسبت بھی آپکی زبان سے کوئی لفظ نہیں سنا اور لفظ سنا کیا معنی میں دیکھا کرتا تھا کہ سرج یا غصہ کا کوئی اثر آپ کے چہرہ پر بھی محسوس نہوتا تھا زیادہ سے زیادہ آپ کا جواب یہ ہوتا تھا کہ ”خدا ہدایت کرے“ اور بعض مرتبہ تو تبسم فرماتے اور مسکرا کر مہم پھیر لیا کرتے تھے۔ اس درجہ عالی ظرفی میں نے دوسری جگہ نہیں دیکھی آخر جب میں امتحان ختم کر چکا اور ادھر میری تحصیل بھی تمام ہوئی تو میں نے بیعت کی درخواست کی جس وقت میں نے بیعت کے لئے عرض کیا تو حضرت نے کچھ برا لے انداز کیسا تھا یہ الفاظ فرمائے ”کبھائی کیا پھر نہ ملو گے؟ بالکل ہی انقطاع کئے جلاتے ہو“ پھر انہی شفقت کے در دہرے یہ الفاظ بر بھی بنکر میرے دل پر لگے اور دین دیا ہر چند ضبط کیا مگر ہنس کا حضرت کی مفارقت کا میری نظر کے سامنے نقشہ کھینچ گیا اور آنکھوں سے ہفتیا آنسو بہتے رہے اسی حالت میں میں نے عرض کیا کہ نہیں حضرت انشاء اللہ ہر سال حاضر ہوا کرونگا آپ نے فرمایا کہ ”اس قید کی ضرورت نہیں مگر ملتے رہنا انشاء اللہ پھر کسی وقت جب تم آؤ گے تو بیعت کرونگا“ القصد دو تین سال کے بعد شرف بیعت سے مشرف ہوا۔

عام مصلح میں جس کا نام خلق رکھا گیا ہے وہ بھی حضرت امام ربانی قدس سرہ میں بدرجہ کمال موجود تھا مگر سنت کے موافق اور شریعت مصطفویہ کے مطابق جہیں افراط و تفریط کا نام نہ تھا۔ آپ اپنے تمام متوسلین کیساتھ عموماً اور اخلاص کے ملنے والوں کیساتھ خصوصاً اس درجہ ملاحظت و مدارا کا برتاؤ فرماتے تھے کہ شخص یوں سمجھتا تھا جو تعلیق محبت کا حضرت کو میرے ساتھ ہے وہ دوسرے کیساتھ نہیں غلبہ نسبت عبدیت و فرط شوق انجاء سنت کے باعث حقوق اللہ و حقوق العباد میں امتیاز و تفرقہ آپکی معتدلہ قوت علمیہ کو چونکہ حاصل تھا اسلئے عبادت کے اوقات اور مغفولیت بحق کے احیان معمول میں تو آپ کسی کی بھی پروا نہیں فرماتے تھے کیسا ہی کوئی امیر یا سبکشاہ یا غریب قریبی رشتہ دار ہو یا اجنبی صاف فریضہ بان ہو یا مہمان عالم ہو یا غامی سب کو چھوڑ کر حضرت مولانا کھڑے ہو جاتے اور اپنے کام کو پورا فرماتے تھے لیکن اگر عبد و مہبود کی رضا کا مقابلہ نہوتا تھا تو آپ اپنی راحت جسمانی پر ہمیشہ مخلوق کی دلہی کو ترجیح دیا کرتے تھے گھنٹوں خندہ روئی کیساتھ باتیں فرماتے تھے تکلف مزاج پر ہی کرتے حالات پوچھتے اور لوگوں کے دنیاوی مشاغل و

افکار میں رہے دیتے اور تسلی و تشفی کے کلمات فرمایا کرتے تھے۔ جن باہنہ میں آپ کو اس سال مہولی
مرض شدید لاحق ہوا اور لوگوں کو آپ کی زندگی سے یاس ہو گئی آپ پر ضعف کا اس درجہ غلبہ
تھا کہ کروڑ لینی دشوار تھی باہر کے مہمان جو عیادت کیلئے حاضر ہوتے شوق زیارت میں
بیٹا باہنہ آپ کے پاس بیٹھتے جلتے تھے بسا اوقات اتنا مجمع ہو گیا کہ تندرست آدمی کا جی گھبرا
جائے مگر آپ نے کبھی زبانی سے یہ نہیں فرمایا کہ یہاں سے اٹھ جاؤ۔ گھنٹوں اس حالت میں
گزر جاتے تھے کہ ڈھٹ کا ڈھٹ آپ کو گھیرے ہوئے بیٹھا رہتا تھا دیکھنے والوں کو آپ کی حالت پر
ترس آتا اور انکا اٹھانا چاہا جاتا تھا مگر حضرت مولانا جفائی نے تھے ہی فرماتے کہ تسیان بیٹھا رہنے
دو آہہ سہارنپور کے ضلع میں رامپور کے قریب ایک موضع ہے جو چونکہ علم حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ
علیہ کا کبھی کبھی اس گائون میں قیام رہا ہے اسلئے حضرت امام ربانی بڑے شوق کیساتھ وہاں
تشریف لیجاتے اور ساری سستی کو نگاہ وقعت و احترام سے دیکھا کرتے تھے۔ اس گائون کے
باشندوں کو بھی حضرت کے ساتھ اس درجہ انس تھا کہ عام و خاص مرد و زن مسلمان بلکہ ہندو تک
گو یا آپ کے عاشق تھے مولوی نظر محمد صاحب جو اس قصبہ کے باشندے اور حضرت کے بچپن سے
مخلص خادم ہیں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رامپور تشریف لائے اور ہم خدام کی درخواست
پر وہاں سے آہہ تشریف لائیکا وعدہ فرمایا چنانچہ آپ کیلئے سواری بھیج دی گئی میں علی الصبح
اٹھ کر جو مکان سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک بڑھیا چاری راستہ میں جھاڑو دے رہی ہے میں نے
اُس سے پوچھا کہ آج کیا بات ہے اسنے جواب دیا کیا تمہیں معلوم نہیں آج مولوی صاحب
آتے ہیں آگے چلا تو دیکھتا ہوں چار طرف حضرت کی تشریف آوری کا شور مچ رہا ہے اور اہل
دیہ عید سے زیادہ خوشی منا رہے ہیں۔ ہندو اور مسلمان بلکہ چھوٹے چھوٹے بچہ تک گائون سے
نکل نکلا کر رامپور کی بٹیا پر چل کھڑے ہوئے نظر کے بعد حضرت گائون میں تشریف لائے اور
ایک شب قیام فرمایا۔ گہروں کی مستورات کا یہ حال تھا کہ حضرت کی زیارت کو تڑپتی تھیں۔
صبح ہوتے ہی بیسیوں درخواستیں آئیں اور پردہ نشین عورتیں حضرت امام ربانی کو اپنے اپنے
گہروں پر بلا کر سلسلہ بیعت میں داخل ہوئیں اُس روز پھرتے پھرتے حضرت کی کمر میں درد ہو گیا
مگر حضرت نے کسی ایک سے بھی یہ نفرمایا کہ مجھے چلنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ دیندار عورتوں کی

یہ حالت تھی کہ حضرت کے قدموں سے جدا ہونا انکو شاق تھا اسلئے بہتر سے گھروں سے دوڑو اور تین تین بار بلاوا آیا مجھے ناگوار بھی گذرا کہ بلا وجہ حضرت کو تکلیف دیجاتی ہے مگر حضرت مولانا جتئی دفعہ بھی بلائے گئے اتنی ہی دفعہ تشریف لیگئے آخر میرے وسوسہ پر مطلع ہو کر فرمایا کہ دہلی میں شاہ عبدالقادر صاحب کچھ دست میں ایک بڑہیا کسی کام کو آئی تھی شاہ صاحب نے اسکو جواب دیدیا کہ اسوقت موقع نہیں ہے بیچارہ بڑہیا نے سانس بھر کر کہا کہ یا اللہ تجہ تک تو میری سائی نہیں اور جنگی تیرے در تک رسائی ہے وہ میری طرف توجہ نہیں کرتے اب میں کروں تو کیا کروں؟ بڑہیا کا اتنا کہنا تھا اور شاہ صاحب کی حالت کا بدلنا غالباً یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ نعمت ملی تھی سب چھین گئی آخر کار کئی دن تک شاہ صاحب روتے رہے اور بڑہیا کو تلاش کر کے قصو معاف کرایا اسکی درخواست کو پورا کیا تب وہ نعمت پھر عطا ہوئی۔ بھائی! نظر محمد خان مجھے بہت ڈر لگتا ہے میں تو جتئی دفعہ بھی بلایا جاؤنگا حاضری دون ہی گا۔

کمال اتباع سنت ہی کا ثمرہ تھا کہ آپ کے نزدیک اہل وطن دوسروں سے اس خاص محبت میں ممتاز تھے بمقتضائے حب الوطن من الایمان آپکو گنگوہ کے بچہ کیساتھ ایک انس خاص تھا مولوی محمد اسماعیل صاحب گنگوہی فرماتے ہیں کہ میں جب حسب عادت اپنی جائے ملازمت یعنی گوالیار سے ہر سال دو ماہ کی رخصت لیکر وطن آتا تھا اگر فوراً حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو بہتر ورنہ بٹھرہ مبارک پر طال کا اثر محسوس پاتا تھا جو غایت شفقت کا ثمرہ تھا اسبطرح حضرت کا منشا اون معلوم ہوتا تھا کہ جب گوالیار جاؤں تو عین رعبانہ ہونے وقت ملکر جاؤں ایک مرتبہ میں نے اپنے آنیکی اطلاع حضرت کو نہ دی معمولی طور پر ایک عزیز کو لکھ دیا کہ تم حضرت سے بھی اطلاع کر دین میں عنقریب حاضر ہونیوالا ہوں اتفاق سے آنکویا نہ رہا کہ حضرت کو اطلاع دین جب بندہ حاضر ہوا تو جواب سلام کے بعد پہلا فقرہ یہ تھا کہ ”کیون ہمیں اطلاع بھی نہیں“ میں نے عرض کیا کہ حضرت فلاں شخص کی وساطت سے اطلاع کر چکا تھا آپ نے فرمایا کہ انہوں نے مجھے نہیں کہا۔

کوئی شخص گوالیار جاتا تو آپ مولوی اسماعیل صاحب کا پتہ بتاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان سے ضرور ملنا اور یہ اسلام کہنا وہ میرے عزیز ہیں چنانچہ بہتر سے آدمی مولوی اسماعیل صاحب سے ملنے آتے اور کہتے تھے کہ حضرت کے حکم کی تعمیل میں ملنے آئے ہیں ایک مرتبہ مولوی اسماعیل صاحب بقریب

آئے ہوئے تھے جب دو ماہ قریب ختم ہوئے تو معمول کے موافق انہوں نے عرض کیا کہ حضرت پرہیز
جاؤنگا آپ نے فرمایا اچھا اور مولوی محمد یحییٰ کی طرف مخاطب ہو کر بولے ”میان مولوی یحییٰ دو ماہ گذرے
ہوئے کچھ دیر نہ لگی مولوی اسماعیل جاتے ہیں“

صغیر بن بچوں کیساتھ آپ بہت محبت فرماتے تھے ایک دن مولوی محمود احمد مرحوم کی یادگار
سید احمد سلمہ جنکی عمر اسوقت آٹھ سال کی تھی آپ کے پاس آئے اور گلے میں بائیں ڈال کر کوئی چیز اصرار
کیساتھ مانگنے لگے اتفاق سے صاحبزادہ حضرت حکیم صاحب مدظلہ تشریف لے آئے اور میان سید
کو تیز نظر کیساتھ دیکھ کر کہا کہ ”حضرت یہ تو بہت گستاخ ہوتا جاتا ہے“ حضرت امام ربانی مسکرائے
اور یہ مصرع پڑھا: **برگ گل راسخ گل برفرق خود جامید ہد**

آپ کے نواسہ حافظ محمد یعقوب صاحب کی صاحبزادی رقیہ جسکی عمر تین چار سال کی تھی جب وقت
آپ کے پاس آتی تو آپ اسکو نہایت محبت کیساتھ اٹھا کر چار پائی پر بٹھالیتے تھے رقیہ سلمہ
کبھی انکی گود میں لیٹتی اور کبھی اٹھتی تھی آپکا دست مبارک کبھی اپنے پاؤں کے بھانور پر رکھتی
اور کہتی تھی دیکھو ابا سہنے یہ پہنا حضرت امام ربانی کو پتلی کی ہر ادا بھاتی اور آپ اسکی ہان میں
ہان ملایا کرتے تھے کبھی کہتی کہ ابا تم مجھے بیٹی بناؤ آپ فرماتے ہان تو تو میری بیٹی ہے ہی
کبھی کہتی کہ ہمیں چیز دو آپ مولوی محمد یحییٰ صاحب کو آواز دیتے اور فرمایا کرتے تھے کہ بھائی کچھ پروتو
رقیہ کو دو غرض جب تک پاس رہتی لاڈ اور پیار کی باتیں کرتی اور حضرت امام ربانی نہایت ہی
مہربانی اور لطفت کیساتھ رقیہ کا دل بہلایا کرتے تھے اسوقت دیکھنے والوں کو جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین رضی اللہ عنہما کیساتھ محبت کا برتاؤ یاد آتا اور خیر القرون میں سردارِ امت
کی شفقت و رافت کا نقشہ نظر کے سامنے پھر جاتا تھا۔

حضرت امام ربانی کو گوارا نہ تھا کہ بچوں کیساتھ ضرورت سے زیادہ سختی کا برتاؤ کیا جائے اگر کسی
صغیر بن بچہ کے پٹنے یا کراہنے کی آواز آپ کے کان میں پڑتی تو آپ ہمچین ہو جاتے اور کبھی باپ کے
اپنے لڑکے کو زیادہ مارنے کی شکایت آپ سننے تو آپکو صدمہ ہوتا اور مناسب الفاظ میں باپکے نصیحت
فرمایا کرتے تھے مولوی محمد اسماعیل صاحب گنگوہی نے اپنے لڑکے محمد جلیل کو ایک مرتبہ مارا انکی بھوپھی
نے حضرت سے جاشکایت کی اگلے دن جو مولوی اسماعیل صاحب حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا

مولوی اسماعیل ادھر آؤ مولوی اسماعیل صاحب ہنسنے لگے کیونکہ سمجھ گئے تھے کہ کل رٹ کے کے مارنے کی
چٹلی کھائی گئی ہے حضرت نے فرمایا کہ ہنسنے کیا ہوا دھر آؤ اور مولوی بھی تم بھی آؤ (مولوی بھی جیسا
بھی اپنے صاحبزادہ محمد زکریا کو بہت مارتے تھے) اسکے بعد چار پانی پر بیٹھ کر فرمایا مولوی بھی
میں تم سے مسئلہ پوچھتا ہوں کہ رٹ کے کو کدھر مارنا چاہئے؟ نصیحت کیلئے اتنا ہی کافی تھا اب
مولوی بھی صاحب جواب دین تو کیا دین حضرت نے کئی مرتبہ اس فقرہ کو دوہرایا آخر فرمایا
کہ مولوی اسماعیل تم عہد کرو کہ جلیل کے مارنے میں سختی نہ کرونگا اگر عہد نہیں کرتے تو میں جلیل کو
گوالیار نہ جانے دوں گا میں اسکو خود پڑھاؤں گا کیونکہ یہ میرا دو وجہ سے عزیز ہے اول بہتاری وجہ
کہ تم میرے عزیز ہو اور دوسرے بھائی عبدالجبار کا نواسہ ہے آخر مولوی اسماعیل صاحب نے وعدہ
کیا کہ حضرت انشاء اللہ اب ایسا نہ ہو گا۔ صاحبزادہ حکیم مولانا مسعود احمد صاحب بھی اسوقت
حاضر تھے کہنے لگے کہ حضرت میں بھی تو سعید کو مارتا ہوں آپ نے فرمایا بہتارا مارنا بھی سعید کو نہ مجھے
معلوم ہے رٹ کے کو اسقدر مارنا چاہئے ایک دو طمانچہ مارنا مکافہ نہ میں "اس عجیب نرم انداز
پر حضرت امام ربانی نے کئی متعلقین کو بالتخصیص اور عام متوسلین کو علی العموم نصیحت فرمائی۔
عالم میں ہدایت کا پھیلنا آپکو اس درجہ مرغوب تھا کہ شاید اس سے زیادہ کسی شے میں لذت
نہ تھی اور مخلوق کی گمراہی و جہالت سے آپکو اس درجہ صدمہ اور رنج ہوتا تھا کہ اس سے بڑھ کر
کوئی کلفت آپ کے حق میں نہ تھی حق کی اشاعت اور باطل کی اضاعت میں آپ جی توڑ کر
کوشش کرتے اور ہمہ تن متوجہ ہو کر پوری سعی کام میں لاتے تھے دین میں جو فتنہ نیا پیدا ہوتا آپ
اُسکے انسداد میں اپنی ہمت و قوت فرماتے اور جو تدبیر آپ سے بن پڑتی اُسکو عمل میں لے آتے تھے
مناظرہ اور مباحثہ سے آپکو طبعاً نفرت تھی مگر بدعات اور معصیت کے پھیلائی والی تحریریں دیکھ کر آپ
ضبط نہ کر سکتے تھے آپکی آنکھوں میں آنسو بھر آتے بلکہ سچ پوچھتے تو غصہ اور رنج کے باعث گویا خون
آتر آتا تھا آپ کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگتے اور اُسکے جواب میں ہنٹ کا دامن پکڑ کر غایت ضبط
کیساتھ کام لیکر جواب تحریر فرماتے تھے پھر اُسکا طبع ہونا اور کثرت شیوع آپ کو پسند آتا اور جو
باہمت شخص اسکا مستکفل ہوتا اُس سے آپ خوش ہوتے اور دُعا دیا کرتے تھے چنانچہ فتوے
نظر احتیاطی سنیل الرشاد ہدایت لمعتی ہدایت الشیعہ رسائل شریفہ اسی قبیل سے ہیں

مردہ مستون کے زندہ کر نیکی جو تمنا او طلب آپکو تھی اُسکی نظیر اس زمانہ میں دکھائی نہیں دیتی مخلوق کی دینی نفع رسانی کے بدلہ میں جو کوفت آپکو اُٹھانی پڑتی اور آپ اُسکے متحمل ہو کر کھڑے ایک جہاد اکبر کا اجر حاصل فرماتے رہے وہ اس فقرہ سے ظاہر ہے جو ایک مرتبہ آپکی زبان سے صادر ہوا کہ ”بہت جی چاہتا ہے کہ سب چھوڑ کر مکہ چلا جاؤں مگر پھر سوچتا ہوں کہ مخلوق کی جہالت اور بڑھیلی اسلئے مجبور ہوں۔“

قوت غضبیہ کے اعتدال کا ثمرہ تھا جسکو کرامت عظمیٰ کہنا چاہئے کہ مخالفین کے جن فتوؤں میں آپ کی جانب کفر و زندقہ نسبت کیا گیا اور جن تحریروں یا تقریروں میں نہایت گستاخانہ کلمات آپ کی شان میں کہے گئے اُن پر آپ سُکرائے اور روگردانی فرمائی مگر انوارِ ساطعہ کی دل آویز تحریروں پر آپ ضبط نہ کر سکے اور براہینِ صبیحیہ ضخیم کتاب جسکے لفظ لفظ سے غصہ و رنج ٹپک رہا ہے چند ہشتون میں آپ کے حکم سے لکھی گئی اور چھپ کر اطرافِ عالم میں شائع ہو گئی غصہ پر یہ خود اختیاری حکومت کہ بحکمِ شرع جہانِ غصہ کرنا فرض ہے وہاں غصہ لاسکے اور جہانِ کظم و ضبط مستحب ہے وہاں شہتالِ طبع کا نام بھی نہ آئے وہ خاص مردانگی جو جسکو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے باین الفاظ ظاہر فرمایا ہے کہ ”وہ شخص پہلوان نہیں جو کسی کو بچھاڑے پہلوان وہ ہے جو نفس کو پسپا کرے کہ غصہ کو جب چاہی ضبط کرے اور مغلوب بنائے اور جب چاہے غالب و ظاہر کرے۔“

غلط مسئلہ کا رواج حضرت امام ربانی کو نہایت گران گزرتا تھا اور دین کے بارے میں موقع اور محل پر تشدد کرنا آپکو غایتِ درجہ پسندیدہ تھا اپنے متوسلین پر چونکہ کسی درجہ کا زور تھا اسلئے اگر کسی کی غلطی پر مطلع ہوتے تو فوراً متنبہ فرماتے اور ایسی شفقت بہری سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے کہ اُسکو کبھی جُروت نہونی تھی ایک مرتبہ پیر جی محمد حسن نے جو حضرت کے خادم تھے اور ایک گانون کی مسجد میں رہتے تھے گانون والوں سے یہ روایت بیان کر دی کہ جمعات کو اور صلِ صومنی چھٹی پانی پین کہ اپنے اپنے گھر جا کر بسکودیکھ بھال آوین گانون والوں نے حضرت مولانا سے اس روایت کی تصدیق چاہی آپ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ کون کہتا ہے انہوں نے کہا کہ پیر جی جو آپ کے پاس بیٹھے ہیں حضرت نے پیر جی سے پوچھا کہ تم نے یہ مسئلہ کہاں سے کہا پیر جی نے عرض کیا کہ حضرت مقاصد الصالحین میں لکھا ہے حضرت نے بہت ناخوشی ظاہر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ

اندر لکھی گئی

ایسی کتابیں غلط ہیں کبھی کوئی بات ایسی مت کہو جو معتبر ذریعہ سے نہ ملی ہو۔“
 اسی طرح ایک دفعہ مولوی محمد اسماعیل صاحب گنگوہی کو اپنے گھر کے پاس لال مسجد میں نماز پڑھایا گیا
 اتفاق ہوا تو عادت کے موافق یہ محراب صحن سے باہر قدم نکال کر کھڑے ہوئے تو گون نے کہا کہ
 حافظ علی حسن امام مسجد نے تو باہر کی محراب میں کھڑا ہونا جائز کر رکھا ہے حضرت مولانا کے ایک
 خادم نے بھی کہا کہ ہاں حضرت نے بھی جواز کا فتویٰ دیدیا ہے مولوی اسماعیل صاحب کو یقین نہ آیا
 اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو تصدیق چاہی حضرت مولانا کو غصہ آگیا اور فوراً قائل کو بلا کر
 دھمکایا کہ میں نے کب یہ فتویٰ دیا ہے میری زندگی ہی میں مجھ پر یہ بہتان باندھتے ہو دو چار دن کے
 بعد حافظ جی آئے تو حضرت مولانا اس مسئلہ کو ٹھوٹے نہیں بلکہ حافظ جی سے بیٹھتے ہی یہ سوال کیا کہ
 کیوں جی تم نے صلوٰۃ فی المحراب کا فتویٰ کہاں سے دیا حافظ جی نے عرض کیا کہ حضرت فلان اردو کی
 کتاب میں لکھا ہے آپ نے ترشروئی کیسا تھ آنکو جواب دیا اور فرمایا کہ بس اپنی کتاب کو رہنے دو امام
 کو محراب کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھانا خواہ محراب اگلی ہو یا پچھلی بہر حال مکروہ ہے۔

اپنے لوگوں کے ساتھ حضرت امام ربانی کا برتاؤ نہایت اتحاد اور یگانگت کا تھا سب کو مثل اولاد
 اور بھائی کے سمجھتے تھے جس طرح اولاد کا گھر میں آنا چونکہ کوئی عجیب اور نئی بات نہیں اس لئے بچوں
 کی آمد و رفت پر التفات بھی نہیں ہوتا باپ پوچھتا بھی نہیں کہ کب آئے اور کیوں چلے اسی طرح
 آپ کی خدمت میں بھی جو خدام حاضر ہوتے وہ آئے یا رخصت ہونے میں اجنبیانہ تکلفات اور آداب و
 کے ساتھ نہ پوچھتے جاتے تھے یہاں تک کہ بعض لوگوں کو یہ وہم ہوتا تھا کہ حضرت نے توجہ نہیں فرمائی
 مگر اس کے ساتھ ہی یہ ضرور تھا کہ جس مقصود کیلئے آنا ہوتا تھا اسکو پورا کر نیکی جانب نصرت کی قلبی
 توجہ پوری طرح متوجہ ہوتی تھی آپ اپنے لوگوں کے اصلاح حال کا حاضر و غائب ہر وقت فکر کرتے
 اور ہمیشہ باطنی ہمت اور شبکے آخری حصہ میں بالخصوص دعا کیساتھ امداد فرمایا کرتے تھے اگر کسی بیمار
 پر آپ کو وہم ہوتا کہ یہ بات شاید نووارد کو ناگوار گذرے اور بدگمانی پیدا ہو اور فساد قلب کا سبب بنے تو
 فوراً اصل وجہ بصورت معذرت ظاہر فرما کر خدام کو اپنا دالہ و شیدائنا لیا کرتے تھے مولوی عبداللہ
 صاحب گنگوہی ایک مرتبہ مہمانوں کا کھانا لانے کو دولتانہ پر گئے تو راستہ میں حضرت کو آتے ہوئے پایا
 فوراً آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”بھائی ایک دو مہمانوں کا کھانا تو میں خود بھی لے آیا کرتا تھا لیکن جب سے

اندھا ہو گیا ہوں ایک ہاتھ میں لکڑی بہتی ہے دوسری سے ٹوہ کر چلتا ہوں اسلئے خدو رہو گیا۔
ایک دن طبیب اُمت حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ حاضر خدمت ہرے اور سیروں کی
جانب بیٹھ گئے حضرت امام ربانی چار پائی پر لیٹے ہوئے تھے فرمانے لگے کہ بھائی میری ٹنگا یونین
در در ہوتا ہے اسلئے بیٹھ نہیں سکتا تم ہرانہ ماننا۔

جس درجہ بے تکلف سادگی اور منکسرانہ معمولی الفاظ کا استعمال کرنا حضرت امام ربانی کی عادت
میں داخل تھا اسکی کیفیت کوئی کیا بیان کرے گفتگو میں ہم کے لفظت خاصہ کہ اپنی ذات کو تعبیر
فرمانا شاید ہی ہے کہ کہیں آپ کی زبان سے ظاہر ہوا ہو اسی طرح دوسروں کو آپ اور حضور کے ساتھ
مخاطب کرنا بھی غالباً آپ کے کہیں صادر نہیں ہوا اس قسم کے الفاظ کو آپ تکلف سمجھتے تھے اور انا
من المتکلفین کے آپ تابع فرمان تھے ہاں اکابر دین کے تذکرون اور مشایخ و علماء کے حالات
بیان کرتے وقت حضرت اور جناب کا استعمال آپ کی عادت میں داخل تھا۔

آپ کی بڑ تکلفی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ سائل میں بھی جس مسئلہ کا جواب آپ کو معلوم نہ ہوتا تھا بے
کلامی ظاہر فرمادیتے اور نہ جاننے کا اعتراف فرمالیا کرتے تھے حضرت مولانا اشرف علی صاحب
فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے پاس میں نے چند سوالات لکھے ہوئے دیکھے جنکے جوابات حضرت مولانا
نے تحریر فرما کر انکے پاس بھیج دیئے تھے اسی پرچہ میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ بچوں کو نزع کی تکلیف
زیادہ کیوں ہوتی ہے؟ اسکا جواب حضرت نے صرف یہ لکھا تھا کہ مجھے تحقیق نہیں۔

دنیاوی حوادث و صدمات پر صبر کرنے میں آپ کو ہ استقلال تھے مولوی سمجیل صاحب فرماتے
ہیں کہ تھوڑے عرصہ کے اندر حضرت مولانا کو خاص کنبہ کی پانچ مولویوں کے پے درپے صدمے واقع
ہوئے یعنی اول آپ کے نواسہ حافظ محمد اسحقؒ نے انتقال کیا پھر مولوی محمود محمد چل بے
انکے بعد آپ کی اہلیہؒ نے مفارقت اختیار کی چوتھے نمبر پر محمود احمد مرحوم کی اہلیہ شیر خوار بچہ چھوڑ کر
راہی دارالباقا ہوئیں اور پھر حکیم معود احمد صاحب کی صاحبزادیؒ نے دادا کیساتھ تمام دنیا کو الوداع
کہا مجھے بارہا خلوت و جلوت میں حضرت کے پاس حاضر ہونیکا برسوں اتفاق ہوا مگر میں نے ان
مولویوں کا حضرت کی زبان سے ایک مرتبہ بھی ذکر نہیں سنا بندہ اکثر مترصد و امیدوار رہا کہ جہاں اور
ذکر مذکور ہوتے ہیں کبھی ان حوادث و واقعات جانکاہ کا بھی ذکر اوسے مگر توبہ تو یہ بھی ایک حرف بھی

نہیں سننے میں آیا ہاں عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ یہ قصہ پیش آیا کہ آپ نے غسل کے بعد جب حجرہ میں تشریف لائے تو مولوی محمد یحییٰ صاحب کے کورنہ طلب فرمایا اتفاق سے مولوی یحییٰ صاحب نے وہ کورنہ نکال دیا جو حضرت کی منشا کے خلاف تھا آپ نے فرمایا مولوی یحییٰ بہتاری عقل کو تو بیضہ ہو گیا یہ کورنہ نہیں دوسرا نکالو اتنی گفتگو کے بعد مولوی محمد یحییٰ صاحب تو کورنہ دوسرا دیکر وضو کیلئے باہر چلے گئے فقط مین حجرہ میں رہ گیا تب حضرت نے فرمایا بھائی میں نے مولوی یحییٰ سے ویسے ہی کہہ دیا ورنہ ہمارے گروہ میں مولوی یحییٰ کو سب لوگ عقلمند بنائے ہوئے ہیں میں نے عرض کیا "حضرت مجاہد واقعی مولوی محمد یحییٰ صاحب عقلمند شخص ہیں" اس وقت حضرت مولانا نے اتنا ارشاد فرمایا کہ "مزاج دانی تو مسعود احمد کی ماں ہی کو تھی" اس دن کے اس فقرہ کے علاوہ میرے کانوں نے مرحومین کا کوئی تذکرہ آپ سے نہیں سنا۔

مرحومین کے ذکر نہ کورنہ نو کیا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کو ان حوادث کا صدمہ نہیں ہوا۔ صدمہ کا کیا ٹھکانہ ہے جس پر گذرتی ہے وہ جانتا ہے اولاد کا مرنا تو ایسی چیز ہے کہ جو ان لایعقل بھی مسدوم و متاثر ہوتا ہے اور انسان تو صاحب عقل مخلوق ہے متعلقین کی دنیاوی مفارقت پر حزن و غم لازم بشریت ہے جس کے ہاتھوں انبیاء علیہم السلام محبوبین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شہزادہ صاحبزادہ ابراہیم کے انتقال پر آنکھوں سے آنسو بہا رہے اور رو کر یوں فرماتے تھے انا بفراقک یا ابراہیم لمحزون کہ اے ابراہیم تیری مفارقت نے ہمیں غلین بنادیا" اور بات بھی یہی ہے کہ بی بی بیچے خدا کی دی ہوئی نعمتیں ہیں انکی علیحدگی پر غم نہ کرنا قساوت قلبی اور سخت دلی ہے خدا کی نعمتوں سے بندہ کی وقت بھی مستغنی اور بے نیاز نہیں ہو سکتا اچانچہ ایک موقع پر حضرت امام ربانی قدس سرہ کی زبان سے یہ الفاظ بھی صادر ہوئے کہ محمود احمد نے میری لمر توڑ دی "مولوی فتح محمد صاحب حضرت کے خادم ہیں محمود احمد مرحوم کے انتقال کی انکو اطلاع نہ ہوئی تھی عادت کے موافق خطوں میں ہیجا محمود احمد کو سلام لکھتے رہے آخر دو سال کے بعد امام ربانی نے انکے کسی خط کے جواب میں یوں تحریر فرمایا آپ خط میں حافظ مسعود احمد کو سلام لکھا کریں حافظ محمود مرحوم دو سال ہوئے کہ اس عالم سے رحلت فرما کر مجھ کا کارہ کو پریشان حیران کر گئے ہیں جب تم اسکو سلام لکھتے ہو مجھ کو بقراری ہو جاتی ہے آئندہ انکا نام مست لکھنا۔" قلب مومن کی حالت معتدلہ جسکو انتقال کہتے ہیں اس تحریر سے ظاہر ہے کہ کار

دو سال ضبط بھی فرمایا اور آخر صدمہ کا اظہار بھی فرمایا۔ انتقال محمود شریعت میں اسی کا نام ہے کہ قلب مصدوم محزون ضرور ہو مگر انسان از خود رفتہ بلکہ از جا رفتہ نہ بنے کہ شغولیت بخت اور طاعت و خدمت مولیٰ میں فرق آئے۔

دین کی اشاعت چونکہ آپکو بالطبع مرغوب تھی اسلئے فتاویٰ نویسی اور رسائل کا جواب لکھنے میں کبھی آپسے کا ہلی ظاہر نہیں ہوئی امراض اور صدمات کے زمانہ میں بھی خطوط کے جوابات آپ اسی التزام کیساتھ لکھتے تھے جیسے محبت کے وقت میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب فرماتے ہیں کہ جب شہداء ہجری میں الدم حرم کا انتقال ہوا میں نے کچھ سوالات جائداد ترکہ کے متعلق ایک حجام کے ہاتھ حضرت کی خدمت میں نہجے اور جلدی جواب عطا فرمائیکے لئے عرض کر دیا سوالات ہر مسئلے تھے اور اتفاق سے اس وقت حضرت کو آشوب چشم کی تکلیف تھی مگر اللہ سے دین کی خدمت کہ اسی حالت میں سب جواب تحریر فرما دئے اور اختصار وجوب کی وجہ میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ "آشوب چشم میں مبتلا ہوں چنانچہ چشم بند کردہ جواب لکھ رہا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ شانہ اور اسکے سچے رسول کی محبت کا ثمرہ تھا کہ آپ خدمت دین میں ایسی مشقت گوارا فرماتے تھے بسا اوقات میں ہیں اور بچپن بچپن خطوط آپ کے پاس آتے تھے جنہیں نہایت سے سوالات ہوتے اور دیگر ضروری امور کا ہنس حال کیا جاتا تھا ان سب کے جوابات آپ اپنے قلم سے تحریر فرماتے اور دن کے دن کام پورا کر دیتے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مہانوں کی کثرت یا دوسری دینی خدمات میں مشغولیت کے سبب آپ کو دن میں فرصت نہ ملتی اس روز آپ عشا کے بعد جوابات خطوط لکھتے اور سونے کے معمولی وقت میں کمی فرماتے مگر ڈاک کی روانگی اگلے دن پر نہ رکھتے تھے۔

دکنی اور تسلی جس مبلغ اور سلیس طرز پر حضرت قدس سرہ میں دیکھی گئی بہت کم اسکی نظیر پائی جاسکتی ہے ایک بار ایک شخص نے اپنا خواب آپسے بیان کیا کہ گویا آپکی وفات ہو گئی ہے۔ اس خواب نے اس شخص کو بہت پریشان کر رکھا تھا آپنے بیساختہ جواب دیا کہ "بھائی مہتاری سامنے زندہ تو بیٹھا ہوں اور آخر کبھی تو مروں ہی گا مگر کیا ضروری کہ خواب کیساتھ ساتھ تعبیر بھی واقع ہو جاوے حق پرستی کی یہ شان تھی کہ اگر کسی مسئلہ میں بمقتضائے بشریت خطا واقع ہوئی تو اطلاع پاتے ہی فوراً رجوع فرماتے اور غلطی کا بالتصیح اقرار فرمالیا کرتے تھے ایک بار میرٹھ سے حضرت کی خدمت میں

از خط مولانا ابوالکلام

استفتا کیا واقعہ یہ تھا کہ حافظ محمد امیر نے رمضان کے عشرہ آخرہ میں بحالت اعتکاف بیان بھروسے خزانچی کو بلوانے کے لئے کچر زبور دیا وہ بیچارے مسجد کی الماری میں رکھ کر وضو کرنے لگے اور پھر اسکو بھوکہ چلے گئے حضرت کے یہاں حوال بھیجا گیا آپ نے قاعدہ کلیہ سے جواب تحریر فرما دیا کہ بھروسے خزانچی میں ہیں اور کوئی تعدی انہوں نے امانت میں نہیں کی اسلئے ضامن لازم نہ آوے گا مولانا اشرف علی صاحبہ فرماتے ہیں کہ اتفاق سے کانپور جاتا ہوا میں میرے بڑے اتر اتوان صاحبون نے مجھ سے بھی یہ سوال کیا میں نے کتاب نہونیکا عذر کیا اور صرف سوال کی نقل لیکر کانپور چلا گیا وہاں طحاوی میں ایک جزئیہ نظر پڑا کہ اگر امین امانت کو رکھ کر بھوکہ لکھتا ہو جاوے تو یہ نسیان عذر نہیں ہے میں نے اس جزئیہ کی موافق جواب لکھا کہ بھیجا پھر حوال صاحبون سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ذکر کیا کہ ہم نے وہ جواب حضرت کی خدمت میں ملاحظہ کیلئے بھیجا یا تھا حضرت نے اسکی تصحیح اور جواب بیان سے رجوع کی تصریح فرمادی۔ آپ اپنے خدام و منتسبین میں اتفاق کو بہت محبوب رکھتے اور کبھی کسی کی شکرت بھی پر مطلع ہوتے تو موافق میں سچی فرمایا کرتے تھے۔ اپنے خالصین کیساتھ حسن ظن آپکا اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ بعض لوگوں کو اندیشہ ہوتا کہ ہمارا مخالف کوئی بات حضرت کے گوش گزار نہ کر دے حالانکہ یہ اندیشہ غلط تھا کیونکہ حبیط حضرت کے دیگر خصائل حسنہ توسط و اعتدال پر قائم تھے اسبطح حسن ظن کی صفت محمودہ حد اعتدال پر آپ میں موجود تھی اور آپ کو کسی کی شکایت سننی گوارا ہی نہ تھی اگر کسی شخص سے سننے تو ہڑک دیتے اور چٹخوری سے منع فرما دیتے تھے جس مضمون کی شکایت ہوئی اسکی تاویل فرماتے اور محل حسن پر حل کیا کرتے تھے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں جب فتنہ اٹھا تو کسی شخص نے مولوی عنایت الہی صاحب متہم کی بھی شکایت کی کہ انہوں نے کتاب تجاویز مدرسہ خافینہ کو دکھا دی آپ نے فوراً جواب دیا کہ مولوی عنایت الہی بہت سیدھے آدمی ہیں ہمیشہ سے ان لوگوں کے محکوم رہے ہیں روزگار کے خوف سے دیکھئے اور دیکھو ایسا کیسے ہو سکے۔

انسان کو جب کسی کے ساتھ محبت ہوتی ہے تو اس کے تمام تعلقات سے الفت پیدا ہو جاتی ہے چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے سوا قلب میں حق تعالیٰ شانہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت راسخ ہو گئی تھی اسلئے عمر میں شریفین کے حسن خاشاک تک کو آپ محبوب سمجھتے اور خاص نصرت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ مدنی کجورون کی گٹھلیاں پسوا کر صندوقہ میں رکھ لیتے اور کبھی کبھی

سفوت بنا کر پھاٹکا کرتے تھے ایک مرتبہ فرما نے لگے کہ لوگ حرمین شریفین کی چیزوں زعفرانی کے ٹین اور تخم خرمائیوں ہی پھینک دیتے ہیں یہ نہیں خیال کرتے کہ ان چیزوں کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو ہوا لگی ہے مولوی محمد اسماعیل صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدنی کجور کی گٹھلی سپی ہوئی حضرت نے صندوقچہ میں سے نکال کر مجھے عطا فرمائی کہ لو اسکو پھانک لو ایک مرتبہ مدینہ منورہ کی اعلیٰ مجھے کھلائی اور ایک دفعہ مدینۃ الرسول کی مٹی عطا فرمائی کہ لو اسکو کھا لو میں نے عرض کیا کہ حضرت مٹی کھانا تو حرام ہے آپ نے فرمایا تمہیں وہ مٹی اور ہوگی۔“

ایشان کی صفت آپ میں اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ اگر کوئی بدن کے کپڑے آپ سے مانگتا تو فوراً اتار کر عطا فرما دیتے تھے مولوی ابوالبرکات صاحب جبے طن کو چلنے لگے تو عرض کیا کہ حضرت کوئی ملبوس خاص عطا فرمائیے آپ نے فوراً عمامہ سر سے اتار کر حوالہ کر دیا کہ لو۔ حجاج زیارت حرمین سے فارغ ہو کر آپ کی زیارت کو حاضر ہوئے اور تسبیح زعفرانی مصلیٰ وغیرہ تبرکات نذر گزارنا کرتے تو آپ بڑی خوشی کیساتھ قبول فرماتے کہ ہدیہ دینے والی کاجی خوش ہو جاتا اور پھر فوراً ہی مجمع پر تقسیم فرما دیتے تھے بہتیرے خدام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور تسبیح مانگا کرتے تھے آپ بڑی دریا دلی سے عطا فرماتے اور سایل کی درخواست کے موافق ایک دو بار اس پر پڑھ کر سایل کے حوالہ فرما دیتے تھے اس دریا دلی میں اسکا امتیاز مطلق نہ تھا کہ تسبیح قیمتی ہی یا معمولی ایک دفعہ ایک صاحب آئے اور عرض کیا کہ حضرت مجھے تسبیح دیجئے آپ نے اس وقت ایک تسبیح جو بہت خوبصورت اور قیمتی تھی انکے حوالہ کی اور فرمایا پڑھتے رہنا ایسا نہ ہو کہ دیسے ہی رکھی ہوئی سجھے۔“

حرمین شریفین سے آئے ہوئے تبرکات کو جب آپ اپنے خدام پر تقسیم فرماتے تو چہرہ مبارک پر بشاشت اور آواز کے لہجہ میں سرت و انبساط محسوس ہوتا تھا آپ کا دل چاہتا تھا کہ دوسرے بھی ان اشیاء کا احترام کریں ایک مرتبہ مولوی حسین احمد صاحب مہاجر مدنی نے ایک گٹر بھر کر غسلہ شریفیہ کا بھیجا جس وقت اور اہتمام کیساتھ گنگوہ پہنچا ہو گا وہ ظاہر ہے آپ نے اسکے پہنچتے ہی اسکو کھلوا دیا اور سبیل نگاہی اسدن جو بھی آیا جواب سلام کے بعد آپ کا یہ ارشاد ہوتا تھا ”میں مولوی یحییٰ انکو بھی پانی پلاؤ بندہ بھی خوش نصیبی سے اسدن جا پہنچا اور تبرک سے فیضیاب ہوا میں دیکھ رہا تھا کہ نوادر دہمان آتے جلتے تھے اور آپ کے فرمان کے موافق پانی پیتے جاتے تھے تھوڑی دیر کے بعد آپ

یہ قصہ نقل فرمایا دہلی میں ایک فقہ مشک لئے پھر رہا اور آواز نگار ہاتھ کا سبیل ہے سبیل گانوں کا ایک گنوار بھی آنکلا جس نے اول ہی اول دہلی دیکھی تھی تھوڑی دیر تک تو کھڑا سنتا رہا کہ سبیل کیا چیز ہے پھر دوسروں کی دیکھا دیکھی اسنے بھی جا اونچہ لگائی اتفاق سے پانی میں ایک مینگنی نکلی اسکو چبا کر نگل گیا جب پانی پی چکا تو لگا کہنے کہ غل تو اتنا اور میں سبیل ایک ہی اس قصہ کے بعد آپ نے فرمایا ”کوئی کیا جاملے کہ یہ پانی کیا چیز ہے“

حضرت امام ربانی کا جی چاہتا تھا کہ ہر مسلمان حق تعالیٰ اور اس کے رسول کی اس درجہ محبت کے ہوسے ہو کہ حرمین کی ہوا لگی ہوئی ایشیا کو جان سے زیادہ عزیز سمجھے مولوی سہیل صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا نے موم کی بتی کا ذرا سا ٹکڑا مجھے عطا فرمایا اور کہا کہ اسکو نگل جاؤ اور ایک بار خلافت کعبہ کے ریشم کا ایک تار ایشیا فرمایا اور کہا کہ اسکو کھالو۔

شعار اسلام کی ترویج آپ کو اس درجہ محبوب تھی کہ خلافت سنت ملام پر آپ غصہ کو ضبط نہیں فرماتے تھے ایک دفعہ ایک صاحب تشریف لائے حضرت اسوقت بیت الخلا تشریف لیگئے تھے آید اسے مسافر کچھ ایسے معزور و جبری تھے کہ بیٹھے ہوئے مجمع سے نہ سلام نہ دعا منڈھا اٹھا سب کے آگے بڑھا حضرت کی چار پائی کے پاس جا بیٹھے حضرت احتجاج سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو دور ہی سے انہوں نے پکارا ”جناب آداب“ حضرت نے بے ساختہ جواب دیا ”کون بے ادب ہیں جنکو شریعت کا ایک ادب بھی نہیں معلوم“ ایک مرتبہ ایک صاحب آئے اور بولے ”حضرت سلامت“ آپ کے چہرہ پر غصہ کا اثر ظاہر ہو گیا اور فرمایا ”مسلمانوں والا سلام چاہئے یہ کون ہے حضرت سلامت والا“ اس شخص نے عرض کیا میں کچھ ہی دن ہوتا ہوں وہی عادت ہے آپ نے ارشاد فرمایا ”یہاں تو کوئی کچھ ہی نہیں ہو جہاں میں تو فقیہ آدمی ہوں۔“

قلبا اتباع سنت و حب سلام جو حضرت کے قلب مبارک میں عشق کے درجہ پر پہنچا ہوا تھا وہ ان لوگوں کی نظروں میں جو سنت کی محبت سے عاری اور محبت کے ثمرات سے ناواقف ہیں حضرت امام ربانی کی بدخلقی نظر آتا تھا جس زمین قلب میں محبت کا بیج ہی نہیں پڑا انکو کوئی کیونکر سمجھائے کہ یہ واقعات خلاصہ صحاح و تفسیر ہیں ”اندھوں کے سامنے روئے اور اپنی آنکھیں کھولے“ یا اللہ اقل دل کی آنکھیں کھول دے اور اپنی محبت و یدتجے تاکہ محبوب کے قانون کی ذرہ برابر خلافت و رزق پر

جونگوارسی ہوا کرتی ہے اپنے اوپر پیدا ہونے لگے ورنہ دلیل کے دائرہ میں تو بجز شکوک واپہیہ کے کچھ کام چلتا اور مقصود ماتھے آتا نظر نہیں آتا۔

محبت کا ملہ پیدا ہوئے پیچھے ہر وہ ادا جس میں محبوبیت کا رنگ نہو کسی ہی چھوٹی ہوا ایک بڑا پہاڑ معلوم ہوتی اور دلوں پر چھی و تشنگ سے زیادہ صدمہ پہونچاتی ہے جن عورتوں نے زلیخا کو غلام کی طرف میلان میں احمق اور ضعیف اہمیت خطاب دئے تھے حسن ایوٹی کا نظارہ کر کے چڑھری سے اپنے ماتھے تراش لئے اور ان هذا الاملاک کی یو پکار اٹھیں اسی طرح اہل حق کی جوادائیں آج نظر میں کشکتی ہیں خدا کرے کہ دلوں چاٹ اور محبت کا چسکا لگ جائے اسوقت پوچھا جاسے کہ ایسی خفیہ اور معمولی باتوں پر کیوں نظر ہے جنکے ترک سے مسلمان کا فر نہیں ہوتا حضرت امام ربانی کا سنت مصطفویہ کیساتھ عشق اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ آپکو عربی میں چھوڑ کر بلا ضرورت انگریزی مہینوں کا استعمال بھی گران گذرتا تھا مولوی اسماعیل صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر تھے کہ کسی شخص نے پوچھا گوالیار کب جاؤ گے انہوں نے جواب دیا جولائی کی فلاں تاریخ کو حضرت مولانا نے تاسف کیساتھ ارشاد فرمایا کہ اؤ راہ و تاریخ نہیں ہے جو انگریزی مہینوں کا استعمال کیا جاوے یہی وجہ ہے کہ حضرت کی تحریرات میں کہیں انگریزی یا ہندی مہینوں کا نام نہیں اسی طرح منطق و فلسفہ کیساتھ آپکا متفرع عداوت کے درجہ پر پہونچا ہوا تھا ایک مرتبہ آپنے ارشاد فرمایا کہ میرا جو مرید اور شاگرد فلسفہ کا شغل رکھیکا وہ میرا مرید اور شاگرد نہیں اسکے بعد ایک قسطہ نقل فرمایا کہ ایک انگریز لندن سے لکھنؤ میں حاکم ہو کر آیا اسکو معلوم ہوا کہ یہاں مولوی لوگ بہت ہیں اور علم کا بہت چرچا ہے اسنے علماء کو طلب کیا اور ہر ایک سے دریافت کیا کہ تمکو کس کس علم میں دستگاہ ہو؟ ہر ایک نے منطق و فلسفہ کا ذکر کیا وہ منکر خاموش ہو گیا پھر اتفاق سے وہی انگریز دہلی میں تبدیل ہو کر آیا یہاں بھی علماء کی کثرت اسکو معلوم ہوئی دہلی کے مولویوں کو بھی اسنے بلا کر وہی سوال کیا کہ کون سے علم میں دستگاہ ہے یہاں بھی اکثر کی زبانی منطق و فلسفہ ہی کا نام نکلا صرف ایک عالم نے کہا کہ مجھے علم فقہ آتا ہوا ہے وہ انگریز بہت خوش ہوا اور کہا بس تم عالم ہو کیونکہ فلسفہ اور منطق کے عالم تو دنیا کے عالم ہیں آپ دین کے عالم نہیں یہ علم تو ہم میں بھی ہے بلکہ تمسے زیادہ۔

حضرت امام ربانی بار بار فرمایا کرتے تھے کہ اس منطق و فلسفہ سے تو انگریزی بہتر کہ اس سے دنیا کے

نفع کی امید تو ہے یہ سب کچھ محض شہرہ تھا حب خدا و رسولؐ کا جس نے حضرت مولانا کو سنت کا دلدادہ و جان نثار اور رشید و عاشق زار بنا رکھا تھا آپ کے بال بال اور روئین روئین سے بطحای پیغمبرؐ کی ہر ہر ادا پر شیفنگی ٹپکتی تھی اور آپ کا ہر بن ہو گیا زبان بنا ہوا تھا جس سے بجز اتباع شریعت کی آواز کے دوسری صدا نکلتی ہی نہ تھی آپ اس محبت کے جام سے اس درجہ سرشار تھے کہ عضو عضو فقر و رالی اللہ اور قائم و دائمی بیچے کہ اللہ بکار بنا تھا آپ کو اس جان فروش عشق میں کچھ ایسی لذت حاصل ہوئی تھی کہ ہر لحظہ ہل من من میل کا سوال تھا آپ نے اپنا مال اپنی اولاد اپنا گھر اپنی عزت اپنا ناموس اپنی عزت یہاں تک کہ اپنی جان اسکے ہاتھوں بیچ کر دی تھی آپ کی زبان اس سے قبل کہ کوئی کلمہ نکالے سچ لیتی تھی کہ شرع کے موافق ہی یا مخالف؟ اور آپ کی آنکھیں اس سے پہلے کہ اوپر اٹھیں اور کسی شے پر نظر ڈالیں یہ پوچھ لیتی تھیں کہ پیغمبرؐ اجازت دیتے ہیں یا نہیں؟

خدا بخشے مولوی محمود احمد مرحوم عفوان مشابہ میں صحبت بد کے ہاتھوں کچھ آوارہ ہو گئے اور پہلوانی کے فن یعنی کسرت وغیرہ میں مبتلا ہو کر دینی تعلیم اور قید شرع سے کچھ باہر چل نکلے تھے آپ نے یہ حالت دیکھی تو ضبط فرما سکے حق تعالیٰ کی محبت کے مقابلہ پر بیٹے کی محبت چیز ہی کیا ہے جسکی پرواہ کیجا آپ نے گھر سے باہر نکال دیا اور کہا ابھیجا کہ محمود مجھے صورت نہ دکھائے جب حق تعالیٰ کے فضل و توفیق نے صاحبزادہ کے دل پر دستک دی اور حالت کی اصلاح کا وقت آیا تو حضرت مولانا نے انکو بلا بھیجا اور یوں نصیحت فرمائی تم جو کیا ابھی تیسرے سنبھلنے کا وقت نہیں آیا خدا کے بندے اس بدن کے فربہ کرنے میں کیا دوسرا ہے اس وقت کو یاد کر جب گورمین کیڑے مکوڑوں کی غذا بنجا بیگا سنبھل اور اپنی بد عادتیں چھوڑ

اس مختصر مگر جامع نصیحت کا صاحبزادہ مرحوم پر وہ اثر ہوا کہ گویا کایا پلٹ گئی وہی مولوی محمود احمد مرحوم چند روز کے بعد حافظ عالم ذکر شافعی بن گئے اور شیخ وقت باپ کے اسدرجہ لاڈ لے ہوئے کہ بیان سے باہر ہے افسوس کہ عمر نے وفانہ کی ورنہ مرحوم آج جس درجہ پر ہوتے ہوئے پاوہ حالت تھی کہ باپ نے باختیار خود گھر سے نکالا اور نظر سے اوجھل کر دیا تھا اور یا یہ حالت نہ ہوتی کہ تفرقہ ڈالنے والی موت کے بعد آپ کا دل محمود احمد کو یاد کرتا اور ملایا کرتا تھا ایک مرتبہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے کہ آج کہتا ہوں بارہ برس ہوئے جب سے محمود مرا ہے مجھے ہنسی نہیں آئی اور ایک خط میں آپ کے فریاد فرماتے ہیں کہ ۱۶ رجادی الاول کو میرے فرزند حافظ محمود احمد کا ۱۱ سال دسویں میں انتقال ہو گیا یہ صد افسردہ جا بجا ہوا کہ کیا کہوں جھٹکا

اسکو بخشے ایک فرزند دو ماہ کا اُس نے چھوڑا حق تعالیٰ اُسکی عمر کر کے اُس سے ہی دل بہلاؤں۔
 یہ محبت حقیقت میں ولوی محمود احمد کے ساتھ نہ تھی ورنہ صورت سے بیزاری کے وقت محمد حمزہ
 بدل نہ گئے تھے یہ محبت تھی اعمال حسنہ اور اتباع سنت کی کہ جبیلہ کا وجود ہر مہینہ نہ تھا تو ایسے
 محبت نفرت تھی اور اسی جسم و جان میں جب اسکا اثر نمودار اور مایہ ہو گیا تو نسبت خشق کے درجہ پر
 پہونچ گئی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کامل نہایت بیک کہ تین اُسکے نزدیک
 مال و اولاد اور جان سے زیادہ عزیز و محبوب نہ بنجاؤں حضرت امام ربانیؒ کا ال ایمان کے امتحان
 اور محبت رسول و محبت اولاد و مال و جان میں مقابلہ کے بہتیرے واقعات پیش آئے مگر الحمد للہ چھوٹا
 یا بڑا ایک قصہ بھی ایسا نہ ملے گا جس میں جب رسول مغلوب ہوئی ہو یا وہ جب لال و الولد یا حسب النفس
 غالب رہی ہو سارے واقعات کا احاطہ کرنا نہ میری طاقت میں ہو ورنہ سوانح کا یہ مقصود یہ ہے کہ فناء
 تخلق و اخلاق اللہ یہ ظاہر کرنا تھا کہ سچا خلق جسکا مفہوم کمال اتباع شرع اور انتہاء اتباع و نفی
 سنت ہے حضرت امام ربانیؒ میں اس درجہ غالب اور ظاہر تھا جسکی نظیر نظر آتی مشکل ہو خلاصہ یہ ہے کہ
 آپ شریعت نگر کی متابعت اور سنت بیضاء کی محبت میں ایسے فنا گئے کہ اپنے نفس کی باگ جناب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دیدی تھی کہ جدھر آپ چلنا پھا جن اُدھر قدم اٹھے اور جن جانب
 سے منع کریں اور روکیں فوراً باز آجائے اور تم جائے حق تعالیٰ نے آیت متدبرہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ
 فَاتَّبِعُوْنِیْ مَن چو کہ اسی اتباع کامل پر محبوبیت کا وعدہ فرمایا ہے اے اے آپ اپنے دعوے محبت
 خداوندی کو پورا فرمایا اور ایسا پورا فرمایا کہ موقوف قبل ان موقوف کے مصداق ہو گئے اپنے اختیاراً
 بالکلیہ سلب فرمائے اور اپنی عزیز جان کو نہایت شوق اور محبت کیساتھ آستانہ محمدیہ پر ڈال کر حق تعالیٰ
 کے نام پر بچھا اور نثار کر دیا آپکی روح اور آپکا بدن دونوں خدا کے ہونے کے تھے آپ کے ہاتھ اور
 آپ کے پاؤں دونوں دیگر اعضا کی طرح شریعت کی سنگین قید میں مقید ہو کر آپ کے اختیار اور ارادہ سے
 باہر ہوئے تھے دنیا آپ کے لئے قید خانہ بن گئی تھی اور آزادی یعنی اپنے خود مختار ارادہ کا کام میں لانا آپ جانتے
 ہی نہ تھے کہ کسکو کہتے ہیں؟

ماشتی چیت کو بندہ جانان بودن	پادستے دگرے دست بدستے دگرے
اطاب اللہ شراہ و جعل الفردوس مثلاً۔۔	

حسن صورت اور ادراک حواس

کمال حسن سیرت کے مناسب خلاق عالم نے حسن صورت بھی آپ کو اندر جہ عطا فرمایا تھا کہ
ہی کم کسی کی نظر سے گزرا ہو گا آپ کا سراپا نہایت خوش انداز اور خوبصورت تھا آپ نے اس لیے اعضا صین
و جمیل اور اسد ربہ و جیدہ تھے کہ ہر سے مجمع بین پہچانے جاتے تھے آپ کا قد متوسطی اور سیانہ تھا بلکہ وہاں
نرم و بارک متوسط بال نرم اور ان کے زمانہ میں نہایت سیاہ تھے پتیلیانی کشادہ اور آئینہ کی طرح
شفاف تھی خدیں سپتہ معیہ و کی عبادت کا نشان دکھاتا تھا دونوں ہتھوڑیں گنجان اور کمان کی طرح
خمیدہ ایک دوسرے سے علیہ تھیں آنکھیں بڑی اور شریکین تھیں جن میں سپیدی کے اندر سرخی کے
دور سے جھلکتے تھے پتیلی سیاہ اور جس زمانہ میں بینائی قائم تھی اس وقت دور بین اور نہایت تیز نظر
تھی ننگے بدر کہہ والد کی طرح روشن اور چمکتے ہوئے ہتھوڑاں دراز اور کھلی رشتہ دار سے نرم و نازک اور
پر گوشت پتیلی، وار اور درازی نایل لب کشادہ اور سرخی نایل دھن جردانہ اور تھیں گویا موتیوں کی
لڑی سپید و چمکدار تھیں ان سب سبب سے مدق و ریش مبارک گنجان اور نیچے چھوٹی ہونے لڑی چمکدار گویا
چاندی کی ہوائی تیز و فراخ اور شکم کے ہموار ہاتھ سڈول اور ہر سے ہوسے ہتھیلی فراخ اور نرم انگلیاں
سیدھی اور پر گوشت پتیلیاں شفاف و لطیف پائے مبارک چکنے اور بلند آواز نہایت لطیف اور بلند
تھی کربات سمجھتے ہیں کسی کو کلفت نہ تیا تھا خوش زبان و بزم کمان راست گراور فصیح و بلیغ تھے شجاعت
و قوت میں شہو و تواضع اور حسن و عافیت میں امام تھے ہی ذکر و فکر میں ہر وقت مستغرق عقیل و مدبر تھے
الائے اور عادل سخی رہا و حلیم صابر و عفت ماریک شا کر جمیع اوصاف حمیدہ سے منصف اور تمام فضائل
زلیہ سے طبعاً متصف تھے۔

خلق طوری پر آپ کی طبع نفاست پسند تھی اور کثرت ذکر کے سبب لطافت کا یہ عالم تھا کہ ادنیٰ اعتراض
سے متاثر ہوئے تھے اگر تیرہ استنباطیے بیت ان تشریف لے جاتے تھے گویا یہ قریب ہونے پر تھے
اور فرمایا کہ تبا کو کی بوائی ہے آپ تو یہ فرما کر چاہے گئے خادم نے خود کیا تھ دیکھا آپ ان کی کیا پڑی
ہوئی تھی جو خشک ہوئی تھی غرض اسکو کھڑا اور زمین کو صاف کر دیا آپ تشریف لائی تو فرمایا
اب نہیں ہو مگر اسکے ساتھ ہی ضبط اس کمال کا تھا کہ جہاں اظہار سے کسی کی تاؤی کا احوال تھا
تو تحمل اور سکوت فرماتے یا بلج اشارے سے کسی غلط خادم پر ڈھاکر فرمادیتے تھے کہ نصیحت کر دے

ہو جاوے اور ناگوار بھی نہ گزرے ایک مرتبہ چند آدمی آپ کے پاس بیٹھے تھے جنکے کپڑوں سے میلے اور عرق آلود ہونیکی وجہ سے بو آتی تھی آپ دشکنی کے اندیشہ سے انکو توصاف طور پر فرمانہ سکے مولوی محمد یحییٰ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا ”میان مولوی کی کبھی نہما بھی لیا کرو“ دیکھو بدن میں پسینہ کی بو آنے لگی ہے۔“

آپ کی خوش الحانی کے متعلق حضرت مولانا خلیل احمد صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کی قرأت قرآن و خطبہ وغیرہ سنکر بے اختیار زبان سے نکلتا تھا ”لقد اوتیت عزاداً من مزا میرا ل داؤد“ آپکو کبھی نہیں سنا کہ شعر خوش الحانی سے پڑھا ہو یا نمازوں میں قرآن شریف اور جمعہ عیدین میں خطبے پڑھتے ہوئے سنا آپ اگرچہ کس قدر تیز اور چلتا ہوا ارمان پڑھتے تھے تاہم طبعی و خلقی خوش الحانی کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ گویا تمام بدن میں سے روح سمٹ کر کانون میں آگئی ہے آپ آواز میں تصنع سے نہایت درجہ احتیاط اور احتراز فرماتے تھے اور جب قرأت تمام ہوتی تھی تو دل یہ چاہتا تھا کہ اور بھی پڑھتے خوش الحان دیکھے اور مختلف خوش آوازین سنی ہیں مگر میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے ایسی خوش آواز نہ ہند میں سنی نہ عرب میں۔

آپ کا خط نہایت پاکیزہ تھا آپ قلم برداشتہ اور جلد لکھتے تھے تاہم آپ کی لکھی ہوئی سطریں مٹیوں کی لٹاریاں یا پتھولوں کی کلیاں معلوم ہوتی ہیں قلم پر مھینوں قط کی نوبت نہ آتی تھی تاہم خط کے حسن انداز میں فرق نہ آتا تھا اسوقت آپ کے قلم کی تحریریں خطوط و قوائے صدہا موجود ہیں جنکواب لوگوں نے تعویذ بنا کر حفاظت رکھ چھوڑا ہے نمونہ دکھانے کیلئے رسالہ مکاتیبے شہید میں ایک خط کو مجسٹہ عکسی فوٹو لو کر مثال بھی کر دیا گیا ہے جسکا جی چاہیے دیکھ لے۔ آپ تعلیق لکھتے تھے خط نسخ آپکا نظر سے نہیں گذرا۔ اکثر تحریریں آپ کی باریک بین جنمیں ایک عجیب کمال یہ ہے کہ طویل مضامین میں بھی کسی جرت کے کاٹنے یا چھیلنے کا نشان نہیں ہوا اکثر لکھتے لکھتے آپ حاضرین سے باتیں کرتے اور سوالات کے جواب دیتے رہتے تھے با این ہر دقیق عبارتوں کے اسلوبے ربط میں ہمیں مطلق فرق نہیں انتشار و فکر کی حالت کے لکھے ہوئے خط طوطو قوائے یوں معلوم ہوتا ہے کہ بہت ہی غور و فکر کے بعد اطمینان و یقون سے لکھے گئے ہیں۔

حسن تقریر میں بھی آپ بڑی تفسیر تھے آپکا کلام مختصر اور جامع ہوتا تھا جن میں جو اسع الکلم کا پورا نقشہ

جھلکتا تھا جب آپ سلسل تفریر فرماتے تو وہ گویا موتیوں کی سلسل لڑی ہوتی تھی آپ کے بعض شاگردوں نے آپ کی تقریرات کو جو درس احادیث کے وقت فرماتے تھے لکھ بھی لیا ہے وہ ان کے پاس موجود ہیں۔ چنانچہ مولانا محمد نجی صاحب کا ندھلوی مقیم گنگوہ اور مولانا ماجد علی صاحب مدرس مدرسہ ریاست مینڈھوکے پاس موجود ہیں اور اگر حق تعالیٰ کو منظور ہو تو شائع بھی ہوگی۔

آپ کی تحریر کا انداز بھی مثل تقریر تھا یعنی مختصر اور جامع حسب ضرورت مقام مالہ و ما علیہ پرتل چنانچہ آپ کے رسائل و تحریرات شاہد ہیں جس کا جی چاہے دیکھے علاوہ مسائل دین کے دنیاوی معاملات میں بھی آپ کی تحریر لاجواب اور بے نظیر ہوتی تھی بیعت کے بعد جب آپ کو تھانہ بہون آئے جلسے کی نوبت آئی اُن ایام میں مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمات ہو رہے تھے جب اُن کو حضرت امام ربانی کے حسن لیاقت اور حسن تحریر کا حال معلوم ہوا تو مقدمات کے متعلق آپ ہی سے تحریرات لکھواتے تھے یہاں تک کہ آپ نے مجبور ہو کر اور تنگ آ کر حضرت حافظ صاحب شہید کے ذریعہ سے اپنا بیچھا پتھر پایا اور حافظ صاحب نے فرمادیا کہ یہ اس کام کے لئے نہیں آتے

حق تعالیٰ شانہ نے غنا اور وقار آپ کے اندر ودیعت رکھا تھا آپ کے اوصاف سے لجاجت کا شائبہ بھی پیدا نہ ہوتا تھا علی الخصوص امر او دولتمندوں سے تو اس درجہ غنا اور بے نیازی ظاہر ہوتی تھی کہ روکھاوٹ سمجھی جاتی تھی ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کوئی دولتمند حضرت کیندرست میں حاضر ہوئے تو ان کے ادا لے لیکر آئے تھے اسلئے حضرت نے ضیافت کی اتفاق سے مولانا محمود صاحب اُس روز وہاں حاضر تھے وہ پہر کو جب سترخان کچھا اور حضرت عہمان کو لیکر کھانا کھانے بیٹھے تو مولانا کھانا دیا ان سے سر کے مبادائیں عہمان کو میری ساتھ کھانا لگا اور ہر حضرت نے پیچھے بیٹھے دیکھا تو فرمایا آتے کیوں نہیں مولانا صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے فرمایا ہم بعد میں کھالینگے حضرت سمجھ گئے اور بیباختہ فرمایا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم ساتھ نہ کھاؤ اگر ان کو تھکے ساتھ کھانا لگاؤ انہو یہ اٹھ جائیں مجھے اسے کیا لینا ہو تھکے ساتھ تو میری موت زندگی کا ساتھ ہوتا سنتے ہی مولانا صاحب سترخان آ بیٹھے کہ مبادا حضرت کی ریقہ ریطویل ہو اور عہمان کی دلکشی کا سبب بنے بعض وہ لوگ جو اپنی آؤ بہکت اور عظیم و تکریم کے متوقع ہو کر آتے تھے ان کو آپ کی اس خصلت محمودہ پر یہ خیال ہوتا تھا کہ معاذ اللہ آپ تنگہ جڑیں لانا کہ آپ میں کچھ کا شائبہ بھی نہ تھا یہ صرف آپ کا استغنا تھا جس نے دنیا زربار احدیت کی جیسائی کے طفیل مخلوق کی جانب احتیاج و لجاجت کو اطوار و اضاع تک سے سلب کر لیا تھا مولوی نور محمد فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں

مجھے نگاہ کی حاضری نصیب تھی اور حضرت سے حدیث پڑھا کرتا تھا دیکھتا تھا کہ طالب علم ہو یا مسافر جو بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا اسکو تین روز تک ہفت روز تک اپنا مہمان سمجھتے اور دسترخوان پر پاس بیٹھا کر یا مکان سے کھانا منگا کر اپنے روبرو کھلایا کرتے تھے جب طلبہ کی آمد زیادہ ہوتی اور حضرت کے مشاغل بہت بڑھنے لگتے تو طلبہ کو کھانا کھلانا دیکھا وہ تمام آپ سے تھوڑا سا جو کبھی کبھی انہوں نے سنا فرما دیتا تھا اگر تین دن تک خالی ضرورتاً تمہی اتفاق سے ایک پنجابی طالب علم آئے اور خدا جاسے کیا وجہ پیش آئی کہ مکان سے کھانا کھانا نہ آیا چونکہ یہ طالب علم میرے پہلے ملاقاتی تھے اسلئے مجھے رنج ہوا اور میں نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر دیکھا کہ انہوں نے غصہ کیا تھا عرض کیا کہ طلبہ کیا مہمان نہیں ہیں دوسرے لوگ ہی مہمان ہیں آخر اس نے کہا کہ جو کبھی مہمان آتا ہے آپ اسکو خود کھانا کھلاتے ہیں اور ان سے پیار و نگوہ و سرفروشی پھونکاتے ہیں کبھی نہیں دیکھتا کہ ان سے کھانا نہ لایا نہیں؟ بعد میں مجھے اس حرکت اور سنگین برکت پر بہت ہنسا مست ہوئی کہ اسوقت میں وہ کہتا تھا کہ ان سے کھانا نہ لایا نہیں ہی اس طرح پناہ حضرت نے خدمت کیساتھ گزرنے کی جگہ لی اور مجھے ناکارہ ہے کہ ادنیٰ اگر دستاویزات نایہ فقہ فرمایا کہ بیشک میری غلطی پر انشاء اللہ آئندہ دیکھو گے اس تاریخ سنہ میں نہ دیکھو اگر نہ سرنگ طالب علم کی مہمانی کسی معتد سے متاثر شخص کے حوالے نہیں کی جو کہ فی الواقع اسکو کھانا کھلایا آپ کی یہ نفسی اور لافست دیکھ کر مجھے یقین ہوا کہ حضرت بڑے پایہ کے شیخ ہیں۔

تیس زمانہ میں تعلیم کا دور اڑھ کھلا ہوا تھا اور بڑے زور شور کیساتھ دورہ ریشہ ہوتا تھا دورہ میں بچا بچاس طالب علم مختلف ملکوں کے ہونے لگے اور ان میں ہر قسم کے غلط فہمیوں کی وجوہ مستند بہرہ مستند جمع تھے اس زمانہ میں بھی آپ کے اخلاق کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی سے نہ کوکشا ہی نہ عیارت نہ پڑھتا یا سمجھنے میں کتابی کیوں نہ لگتا ہوا اور کتنا ہی بے موقع سوال کر کے وقت ضائع کرتا آپ کو جی بے اختیار اور چین بہ چین نہوتے تھے اور نہ اسکو روکتے تھے اسقدر اخلاق کیساتھ درس دینا شاید دوسری جگہ نظر نہ آئے گا حقیقت میں آپ نے جناب مولانا علی اسد علیہ وسلم کے ارشاد فاسق صوابہم خیرا کی پوری تعمیل کر کے دکھلائی آپ کی کسب نفسی و تواضع یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ عام مسلمانان سے اپنے لئے دعا کرتے اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کے حسن ظن کی وجہ سے نجات کی امید ہے من آثم کہ من دائم مبیوں خطوط میں آپ کے یہ الفاظ موجود ہیں کہ مجھے دعا میں نہ شامل نہ کرنا اور

خدا کرے کہ تمہارے ظن کی موافق مجھے حق تعالیٰ کا معاملہ ہو ایک بار مولانا حکیم محمد حسن صاحب نے اپنے حال قلب کی کچھ شکایت کی کہ مجھے کچھ نفع اور اثر محسوس نہیں ہوتا جیسا ہوتا ہے کہ چھوڑ دوں آپ کے انکوشنی دی اور فرمایا کہ میان کام کئے جاؤ ہمت نہیں ہارئے چلتے کام کا چھوڑنا کسے بتایا ہی بہتر کچھ ہو رہا ہے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے کیونکر اطمینان ہو جبکہ میں دیکھتا ہوں کہ قلب میں کچھ اثر نہیں ہے اُس وقت آپ کی آنکھوں میں آنسو کھراٹے اور بھڑائی ہوئی آواز میں یوں کہا کہ خدا کے بندے تمہیں اپنے بڑے کے کہے پر بھی اعتماد نہیں مجھے نہیں دیکھتے کہ عام مسلمانوں کے حسن ظن پر جی رہا ہوں۔

مرکاتب رشیدیہ میں ایک خط ہے جسکے اندر حکیم عبدالعزیز خان کو آپ نے یوں تحریر فرمایا ہے کہ بھئی! اپنے علم میں کجفہ کتنا ہوں کہ تمہارے واسطے ہر روز تودعا یقیناً کرتا ہوں مگر پانچ وقت میں شاید کسی وقت ترک ہوتی ہو لیکن آپ کے اس حسن ظن سے سخت پریشان ہوتا ہوں کہ ٹکویرے ساتھ اس قدر عقیدت بے محل ہوگئی مجھے جیسے صد ہا عالم میں موجود اور بہتر بھی بہت ہیں بندہ کا حال تو اسی سے واضح ہو جائیگا کہ تا اندیم شب و روز آپ کے باب میں دعا کرتا ہوں اور کچھ اجابت کے آثار نہیں جس سے صاف روشن ہو کہ مثل دیگر عوام مومنین کے میں بھی ایک ہوں کوئی شخص اپنی تعریف کو برا نہیں جانتا میں بار بار اپنا عیب اور حقیقت جو ظاہر کرتا ہوں سو اس سبب سے کہ میرے سبب تم اپنے مقصود سے نہ رہ جاؤ میری عقیدت تکمومضرت ہو جاوے ناقص کے ساتھ ہو کر اپنا نقصان ہوتا ہے دوسرے قیامت کو جب اپنا حال ظاہر ہوگا تو مجھ کو ندامت نہو کہ خلاف توقع ظاہر ہووے گا الخ اس تحریر سے نفسی و تواضع کی سچی کیفیت اور راسخ القلب حالت کا جسدِ ربیہ لگ رہا ہے وہ خود ناظرین کے سامنے ہے مجھ میں طاقت نہیں کہ لفظ لفظ کا کمال ظاہر کروں۔ مرکاتبِ مقدسہ میں سیکڑوں فقرات نظر آئیں گے جسے اس صفتِ خاصہ کا کمال علو ظاہر ہے یہ بات مسلم ہے کہ حضرت امام ربانی کے نزدیک مایعِ دوام یحسان تھا جس قدر لوگ آپ کی خدمت میں محبت و تعظیم اور تواضع و تکریم کرتے اسی قدر حق تعالیٰ کی جناب میں آپ تواضع و الحاح زیادہ کرتے اور یوں دعا مانگتے تھے کہ یا اللہ میں جیسا ہوں تو جانتا ہے لیکن میرے ساتھ انکے حسن ظن کی موافق معاملہ فرمانا۔

آپ کی شان رفیع تکلف اور شان و شوکت سے بالکل عاری تھی آپ کی طبیعت نہایت سادہ اور سادگی پسند تھی باوجود غایت ثقی اور کرم و ملطف کے حق تعالیٰ نے آپ کو ایک رعب عطا فرمایا تھا کہ ہمیشہ

حاضر ہونے والے مزاج شناس خدام بھی بعض دفعہ بے تکلف بات کر نیکی طاقت نہ رکھتے تھے اور جو آپ کی خدمت میں رہنے لگ جاتا تھا وہ آپ کی محبت میں دنیا و مافیہا سے یکسو ہو جاتا تھا اور اخلاق کا شدید و شیفہ نجاتا تھا کسی نے کبھی نہ دیکھا ہو گا کہ آپ کے کسی کو مارا ہو یا برا بھلا سخت کہا ہو یا این ہمہ آپ کے چہرہ مبارک پر وہ ہیبت و عظمت نمایاں تھی کہ حاضرین دربار پر ایک عالم سکوت طاری رہتا تھا بڑے بڑے جہانزیدہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دم بخود رہ گئے مولانا اشرف علی صاحب تخریر فرماتے ہیں کہ ۱۲۹۰ھ میں جب میرا نکاح ہوا والد صاحب مرحوم کی درخواست پر شیخ غلام محی الدین مرحوم یعنی حافظ عبدالکریم صاحب رئیس لال کڑئی کے بڑے صاحبزادہ شادی میں شامل ہونے کے لئے میرے ہمراہ سے تشریف لائے اور گنگوہہ بھی تشریف لے گئے تھے نکاح حضرت قدس سرہ نے پڑھا تھا جب حضرت مولانا مجلس نکاح سے تشریف لے گئے تو شیخ صاحب مرحوم بھی ساتھ ہوئے ایک موقع پر خود احقر سے فرماتے تھے کہ میں نے بہت سے بزرگ دیکھے بڑے بڑے حکام سے ملا اور کھل کر باتیں کیں لیکن جو عرب و ہیبت حضرت کی دیکھی وہ کسی میں نہیں دیکھی یہ حالت تھی کہ بات کرنی چاہتا تھا مگر ہمت نہ پڑتی تھی بڑی مشکل سے اتنی جرأت ہوتی کہ نذر پیش کر سکا شیخ صاحب مرحوم مردم شناس و عالی حوصلگی میں مسلم و معروف تھے ان کی یہ شہادت ایک با وقعت شہادت ہے اسی ہیبت کے باب میں کہا ہے۔

ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

ہیبت حق است و این از خلق نیست

حضرت امام ربانی تمام حاستوں کے اعتبار سے نہایت زکی الخواص تھے پیسوں بے تحجب انہیں قہرے آپ کی زکات و حس اور کمال اور اک کے مشہور ہیں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے لکھا ہے کہ بھائی عبدالرحمن صاحب فرماتے تھے مجھے پناہ کا بہت شوق تھا اور اپنے ہاتھ سے پکایا کرتا تھا حضرت جب پناہ پیتے تو فرماتے کہ چارہ میں کچے پانی کا ذائقہ آتا ہے میں نے ایک روز دلیں کہا اچھا آج اس قدر پکاؤں گا کہ بھائی پانی بن جائے چنانچہ کسی گھنٹہ تک پکائی تیار ہوئی اور حضرت کو پلائی فرمایا کہ کچے پانی کا ذائقہ تو آسمین بھی ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ وہم کا درجہ ہے پھر مجھے خیال ہوا کہ میں نے آسمین کچھ دودھ گھر سے لا کر ڈالا تھا جو کڑھا ہوا تھا پوچھوں کہ میں آسمین تو پانی نہ تھا آخر گھر جا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ گھر کے لوگوں نے آسمین کچھ پانی ڈال دیا تھا۔

مولوی سید احمد صاحب مدنی ایک دن چاء کو ٹھنڈا کر ٹینکی غرض سے ایک پیالی سے دوسری پیالی میں لوٹ پوٹ رہے تھے کچھ دیر میں حضرت نے فرمایا اسکی ہلکے سے معلوم ہوتا ہو کہ پینے کے قابل ہوگئی جن ایام میں مولوی حبیب الرحمن صاحب دیوبندی حضرت کیلئے چاء پکایا کرتے تھے کئی دن ایسا قصہ پیش آیا کہ جب حضرت کو چاء پلائی حضرت نے فرمایا کچے پانی کی بوتلی ہے ہر چند مولوی صاحب نے چاء کو جو شش دینے میں کوشش کی مگر جب فرمایا حضرت نے یہی فرمایا کہ کچے پانی کی بوتلی موجود ہے آخر بہت پریشان ہوئے کہ یا اللہ کیا بات ہے پانی کو بہتیرا پکاتا ہوں دودھ اونٹا ہوا ڈالتا ہوں پھر کچا پانی کیسا؟ آخر بہت غور کے بعد پتہ چلا کہ جس پیالی میں چاء نکالی جاتی ہے وہ دھوکہ خشک نہیں کیجائی چنانچہ اسدن پیالی کو دھوکہ کر پڑے سے صاف کیا اور چاء لیکر حاضر ہوئے حضرت نے چاء پی اور فرمایا آج کچے پانی کی بوتلی نہیں ہے۔

حضرت کے مہمان سہ درمی میں بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے حالانکہ دسترخوان اٹھا کر بورہ جھاڑ دیا جاتا تھا مگر حضرت تشریف لاتے تو جو کھانا کھایا جاتا اسکا نام لیکر فرمادیتے کہ فلاں شے کی خوشبو آتی ہے ایک مرتبہ کھانا کھاتے میں آپ نے فرمایا کہ امین کو تھمیر کی خوشبو آتی ہے ہر چند غور کیا مگر جمع میں سے کسی کو احساس نہوا تحقیق کیا تو بکیتی ہانڈی میں پانچ چار پتہ ڈال دئے گئے تھے۔

آپ کے ادراک کے متعلق ایسے ایسے عجیب اور حیرت انگیز قصے لوگوں نے دیکھے کہ بغیر دیکھے غالباً کہنے والے ایک یقین بھی نہ آتا ایک مرتبہ جمعہ کے بعد مجمع کثیر آپکی خدمت میں حاضر تھا کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب کے چھوٹے بھائی مولوی محمد الیاس جنکی عمر اسوقت دس گیارہ برس کی تھی دبے پاؤں آئے اور چپکے ہی ایک کونہ میں بیٹھ گئے مگر حضرت نے گردن اوپر اٹھائی اور فرمایا ”بچے کا سا سانس ہے“ اسوقت کسی نے کہا کہ حضرت محمد الیاس تھے جن۔ ایک بار منبر دار فضل حق کالہ کا اکرام الحق بعد نماز مغرب حاضر خدمت تھا حضرت کو خبر نہ تھی کہ کون کون موجود ہے جب کھانا کھانے کو مکان جانے لگے اور اکرام الحق کے قریب پہنچے تو حضرت ٹھہرے اور فرمایا منبر دار کی ہی بوتلی ہے تب کسی نے کہا کہ منبر دار کا لڑکا اکرام کٹر ہے مولوی محمد یحییٰ صاحب فرماتے تھے کہ عرصہ ہوا میری یہ عادت تھی کہ جب حضرت مکان تشریف لیجاتے تو میں آپکے تنکے پر سر رکھ کر لیٹ جاتا اور آپکے پاؤں کی آہٹ پاتے ہی اٹھ جاتا تھا دو ایک بار تو ایسا ہو گیا حضرت نے کچھ نفرمایا ایک مرتبہ تنکے پر سر رکھ کر لیٹے تو فرمایا کہ بچہ کی بوتلی ہے

اسکے بعد میں نے آپ کے تجزیہ پر کبھی سر نہیں رکھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام ربانی حسن سیرت اور حسن چہورت دونوں سے بہرہ ور اور بہمہ صفت موصوف تھے آپ کی ذات مقدس ایسی مجموعہ محاسن تھی کہ ظاہر و باطن جس پہلو پر نظر ڈالی جاتی ہے عقل کو متحیر ہوتا ہے ہر اہل بصیرت صاحب ذوق سلیم رات دن کے جو بیس گھنٹوں میں جبوقت بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے کمال حسن سیرت کا معترف و شیداء ہو کر بے اختیار پکار اٹھا کہ ماہذا بشکل ان ہذا الاماثل کی دھرا سی طرح حسن صورت کے قدر شناس صاحب بصارت شخص نے طفولیت و شباب اور کمولت و پیری کے چاروں زمانوں میں جس زمانہ کے اندر بھی آپ کو دیکھا آپ کے حسن صورت کا عاشق و شیفتہ بن کر کہہ پڑا کہ ۵

آقا قسماً اگر دیدہ ام عمر چنان در دیدہ ام | بسیا نوجوان دیدہ ام لیکن تو چیزی دیگری

عادات مرضیہ اور معمولات

کُلُّ امْرِءٍ فِي اَمْرِ الدِّهْرِ مُشْتَغَلٌ | وَأَنْتَ عَنْ كَلَامِي احْسَنُ الشَّغْلِ

ہاڑ گوز بخند و از یاران بخند | تادرو دیوار را آری بوجہ

یاد یاران یار را میسون بود | خاصہ کان لیلے و این مجنون بود

انسان سے جو کام باقضاء طبع ہمیشہ یا اکثر صادر ہوتے ہیں وہ انسان کی عادات اور خو کھاتے ہیں۔ حق تعالیٰ کا فرمانبردار مسلمان بندہ جب اپنے اعضا اور جوارح سے کام لیتا ہے تو جن کاموں میں حق تعالیٰ کی خوشنودی و رضا جوئی اور امتثال و اطاعت حکم خداوندی مطلوب ہوتی ہے وہ عبادت کہلاتے ہیں اور جن کاموں میں بے نیابت و بیحد و بجا و بجا و بجا و بجا ہوتی ہے وہ عادات محضہ کہلاتے ہیں مگر تفریق گذشتہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ خاصان خدا کے دل حبوقت مشکوٰۃ نبوت کی روشنی سے جگمگا اٹھتے ہیں تو طلبہ رضای حق قلب میں مستحکم اور وہ نسبت یادداشت ثابت و قائم ہو جاتی ہے جو تمام اعضا کو حرکت سے قبل ٹوکتی اور متنبہ کیا کرتی ہے کہ ”دیکھو بندہ بنے رہو اور اس رضائی عظیمہ کو خدا کے سوا کسی دوسرے کے کام میں نہ لاؤ“ پس کسی سماج بدل اور اہل اللہ کے حق میں کہنا کہ فلاں عمل انکا عبادت میں داخل ہے اور فلاں کام عبادت میں شامل ہے محض صورت

کے اعتبار سے ہے ورنہ درحقیقت ان حضرات کی تو یہ شان ہے کہ ان کے پاس اختیار ہے اور نہ ارادہ ان کی زندگی کے جملہ احوال میں جو کچھ بھی ایسے ظاہر ہوتا ہے یا عبادت ہوتا ہے یا ذریعہ عبادت اور چونکہ وسیلہ عبادت بھی عبادت ہے اس لئے ان کا کوئی تحرک اور کوئی سکون عبادت مقصود یا غیر مقصود سے باہر نہیں نکلنے پاتا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اولیاء اللہ سے معصیت نہیں ہوتی حاشا و کلابندہ خاکی نشرا و سوا کا فہرت خطا وار ہے صدر و معصیت سرداران اولیاء امت یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے دیگر اولیاء امت کا تو کہنا ہی کیا مگر بات یہ ہے کہ غلبہ نفس باقتضائے ضعف بشریت مجرم ضرور بنا دیتا ہے لیکن اصل ایمان جس کو نسبت سے تعبیر کیا جاتا ہے معصیت پر فوراً متنبہ کرتا اور متور و سبدا و قلب پر اس سیاہ و دھبہ کو نمودار پا کر کھٹکتا اور ملکا اٹھتا ہے تو یہ کرتا ہے اور نادم ہوتا ہے روتا ہے اور پلپلا اٹھتا ہے پس ان حضرات کی معصیت بھی شان غفاری کی منظر اور صدور تو بہ و زیادہ خشیعہ کا سبب بن کر باعث ترقی مراتب و قرب خداوندی ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل اللہ کی عادات یہ شب عبادت میں داخل ہیں اور ان حضرات کے صبح سے شام تک نوم و قیظہ اکل و شرب بول و براز سکوت و تکلم راحت و محنت حرکت و سکون وغیرہ جملہ افعال ذریعہ عبادت ہونے کی حیثیت سے طاعت میں داخل ہیں اور چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ اس صفت میں اپنے زمانہ کی اس پاکباز جماعت کے پیشوا اور سردار تھے اس لئے آپ کی عادات کا عبادت ہونا تو اظہر من الشمس ہے۔ اتباع سنت جبکہ اصل عبادت ہونا سلم ہے وہ سرنامہ ہے جس کی تفصیل حضرت مولانا کے اعضا اور حوارج کے افعال قرار پائے ہیں آپ کی خدمت میں حاضر ہونیوالوں کی تعداد ہزاراں ہے اسے متجاوز ہے انہیں سے ایک تنہا بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ کا فلان کام آداب شرع کی چار دیواری سے باہر نکل گیا تھا۔ اتباع شریعت آپ کا ایسا طبعی امر ہو گیا تھا کہ غفلت سے بھی کوئی امر خلاف شرع صادر نہ ہوتا تھا اور چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلنے اور محکوم و تابع بول بنکر زندگی گزارنے سے مقصود محض رضای حق تعالیٰ شانہ تھی اس لئے آپ کی حیات کے زمانہ کو اگر سترپا عبادت کہیں تو بیجا نہیں ہے شریعت پر استقامت اور ثبات قدم آپ کو اس درجہ جاہل تھا کہ بلا عذر شرعی کبھی بھول کر بھی آپ سے ترک مندوب یا ارتکاب مکروہ نہیں ہوا۔ رات اور دن کے اٹھنا اور پڑھنا جیسے قدر احوال و افعال آپ سے سرزد ہوتے تھے وہ یقیناً یا نفع رسائی یا نفع میں

ہوتے تھے یا رضائے خالق میں پس نفع رسانی خلّاق کام اور کلام کا نام اگر عبادت رکھ لیا جائے اور رضائے خالق کو عبادت کہا جائے تو اس صوری تفریق سے آپ کی عادت اور عبادت میں تشقیق ممکن ہو اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ خلق کی نفع رسانی بھی جزو مریضیات خالق ہی بلکہ مثلاً ہی مجدد دار کیلئے رعایا پروری ہی بڑی خدمت اور اعلیٰ رضا کے حصول کا سبب ہے تو پھر عادت اور عبادت میں امتیاز دشوار پڑ جائیگا آپ کا بیدار دل سمجھ چکا تھا کہ زندگی کا مقصود اپنے خالق کی بندگی ہے اسلئے یہی عبودیت آپ کی عادت تھی اور یہی اطاعت آپ کا معمول ۵

گر تو خواہی حری و دل زندگی	بندگی کن بندگی کن بندگی
زندگی مقصود پھر بندگی است	زندگی بے بندگی مشر بندگی است
جز خضوع و بندگی و اضطراب	اندرین حضرت ندارد اعتبار
ہر کہ اند عشق یا بد زندگی	کفر باشد پیش او جز بندگی
ذوق باید تا دہر طاعت بر	مغصنہ باید تا دہر دانہ شجر

حضرت امام ربانی قدس سرہ کا روزمرہ جو مشغلہ تھا اسکو حاضرین نے آنکھوں سے دیکھا اور غائبان نے کانوں سے سنا ہے کہ آپ کہیں ملازم نہ تھے اور نہ دنیا میں کسی کے محکوم و پابند آپ کی متوکلانہ گذرانے کسب معاش کے مخصوص سے مستغنی اور آزاد بنا کر آپکو مخلوق کا سرپرست و راہبر بنا بٹھایا تھا کہ تَبْتَکُلُ الْيَدِیْ بِیَدِیْ تَسْتَسْرِکُ کے محکوم بنکر ہدایت و رشد خلّاق میں بالکلیہ مشغول ہو جائیں۔ آپ کی استقامت اور دین پر جاؤ کے استحکام نے جو معمول آپ کا قرار دیا تھا اسکو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مظلّم باین الفاظ تحریر فرماتے ہیں :-

جب کبھی مجھکو حاضری کا شرف حاصل ہوا ہو آپکا معمول اس طرح دیکھا کہ نماز فجر سے فارغ ہو کر آٹھ نو بجے تک ذکر و فکر میں خلوت کے اندر مشغول رہتے تھے بعد ازاں نوافل پڑھتے اور اسکے بعد طلبہ کا سبق شروع کر دیتے تھے آپ ابتداءً صرف علوم دینیہ یعنی فقہ اصول تفسیر حدیث کی تدریس تعلیم فرماتے تھے اور آخر میں دورہ صحاح ستہ کی تدریس پر انحصار رکھیا تھا۔ لیکن جب ظاہری بینائی نہ رہی تو تدریس ترک ہو گئی اور ارشاد و تحقیق کا باب زیادہ کھل گیا تھا۔ اثناء سبق میں اگر کوئی مریض دوا پوچھتا تو اسکو دوا بھی بتلا دیتے تھے آپ نے علم طب اُستاد سے نہیں پڑھا تھا اور

اور نہ کسی طبیعت سے حسب قاعدہ معمول کیا تھا مگر آپ کا ذہن و حافظہ اس درجہ تیز اور قوی تھا کہ جب آپ نے چند کتب طب کے محکمہ مطب شروع کیا ہے تو سبحان اللہ پڑنے کے تجربہ کا طبیب بھی ایسا طب نہیں کر سکتے۔ اول باقاعدہ مطب فرمایا بعد ازاں قارورہ دیکھنا چھوڑ دیا لطافت نسبت آپ کی تحمل نہ ہو سکی صرف نبض اور بیان حال پر تشخیص کا مدار رہا پھر جب صاحبزادہ حافظ مولوی سکیم مسعود احمد صاحب دہلی سے طب حاصل کر کے آگئے تو مطب بالکل ترک فرما دیا تھا اور تدریس کا مشغلہ بھی بڑیا بڑ گیا تھا۔ تدریس سے فارغ ہو کر خطوط اور استفتا کے جوابات تحریر فرماتے آپ کی عادت تھی کہ جو خطوط و استفتا خدمت میں آتے ان کے جواب جلد بھیجتے تھے آپ کی خدمت میں اس قدر خطوط و استفتا آتے تھے کہ باوجود اس قدر مشاغل کثیرہ کے سب کا جواب لکھنا اور دن کے دن کام کا نمٹا دینا آپ کا ہی کام تھا جب تک بنیائی قائم رہی تمام جوابات اور فتاویٰ اپنے قلم سے تحریر فرمائے بعد ذاب بصر مولوی محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی اپنی طرف سے جوابات خطوط و فتاویٰ لکھنے لگے تحریر سے فارغ ہو کر آپ کھانا کھاتے اور پھر تھوڑی دیر قیلولہ و استراحت فرماتے تھے نماز ظہر سے فارغ ہو کر قرآن شریف میں دیکھ کر تلاوت فرماتے اور جب ظاہری بنیائی نہ رہی تو حفظ پڑھتے تھے پھر تاعصر تدریس ہوتی تھی۔ عصر سے مغرب تک مجلس عام ہوتی تھی حسب موقع کلمات نصائح اور قصص کا بر بیان فرما کر عوام خواص کی تربیت فرماتے تھے بعد مغرب نوافل ادا بین پڑھ کر مکان پر تشریف لیجاتے اور بعد فراغ عشاء استراحت فرماتے تھے اسکے بعد جب وقت السجود چاہتا آپ بیدار ہوتے اور ضروریات سے فارغ ہو کر نوافل تہجد میں مشغول ہو جاتے تھے ابتدا میں آپ آٹھ رکعت پڑھتے تھے اور آخر میں دس رکعات آپ کا معمول تھا۔ رکعات آپ کی طویلہ ہوتی تھیں قرآن شریف اُن میں زیادہ زیادہ پڑھتے تھے قبل صبح تک آپ نوافل سے فارغ ہوتے بعد فراغ اگر کچھ کسل طبع محسوس ہوتا تو ذرا لیٹ رہتے تھے ورنہ ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔ علی الدوام اسی طرح آپ کا معمول تھا البتہ رمضان المبارک میں آپ کی مشغولی عبادات کے اندر خصوصاً شب کو زیادہ بڑھ جاتی تھی۔

اپنے معاملہ میں آپ کا تقویٰ اور احتیاط اس قدر تھا کہ مسئلہ مختلف فیہا میں قول بلایع اور اقرب الی الاحتیاط کو اختیار فرمایا کرتے تھے یا وجود ضرورت کے احتیاط کو ہرگز نہیں چھوڑتے تھے۔ آپ کی احتیاط کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ آپ نے اپنے امراض میں کیسا ہی شدید مرض کیوں نہ ہو کبھی

بیٹھ کر نماز نہیں پڑھی۔ مرض الموت میں جب تک اس قدر حالت رہی کہ دو آدمیوں کے سہارے سے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اس وقت تک اسی طرح پڑھی کہ دو تین آدمیوں نے بمشکل اٹھایا اور دونوں جانبوں سے کمر میں ہاتھ ڈال کر لیکر کھڑے ہو گئے اور قیام و رکوع و سجود ان ہی کے سہارے سے نماز ادا کی ہر چند خدام نے عرض کیا کہ حضرت بیٹھ کر نماز ادا کر لیجئے مگر نہ کچھ جواب دیا نہ قبول فرمایا ایک روز مولوی محمد سجلی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر اس وقت بھی جائز نہیں تو پھر وہ کونسا وقت اور کونسی حالت ہوگی جس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے آپ نے فرمایا کہ امام صاحب کے نزدیک قادر بقدرۃ الغیر تو قادر ہوتا ہے اور جب میرے دوست ایسے ہیں کہ مجھ کو اٹھا کر نماز پڑھاتے ہیں تو میں کیونکر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہوں آخر جب نوبت ضعف اس قدر پہنچ گئی کہ دوسروں کے سہارے بھی کھڑے ہونے کی قدرت نہ رہی تو اس وقت چند وقت کی نماز میں آپ نے بیٹھ کر پڑھیں گویا بتلادیا کہ اتباع شرع اس کو کہتے ہیں تقویٰ اس کا نام ہے اور اختیار احوط اس طرح ہوتا ہے۔

لباس آپ نے گاڑھا دھو تر بھی پہنا اور شال وغیرہ اعلیٰ قسم کا بھی استعمال فرمایا آپ کے نزدیک دونوں برابر تھے نادانی سے کراہت و نفرت اور نہ اعلیٰ سے رغبت و محبت مگر چونکہ طبع میں نفاست و لطافت زیادہ تھی اس وجہ سے میلے لباس سے ٹکدر ہوتا تھا لہذا آپ کا معمول تھا کہ آپ ہر روز غسل فرماتے تھے حق گوئی میں آپ کسی ملامت گر کی ملامت کا اندیشہ نہیں فرماتے تھے بلکہ اگر حق گوئی پر لوگ آپ کو برا کہتے تو اُس پر نہایت فرحت و سرور ہوتا تھا جس زمانہ میں آپ نے دیسی کوڑے کی جملت کا فتویٰ دیا اور آپ پر جہلا میں شور و غوغا اٹھا ہے تو آپ نے بار بار فرمایا کہ ”مجھ کو کیا خبر تھی کہ امین حق تعالیٰ نے اس قدر اجر رکھا تھا“

آپ کوہ تھل تھے خلافت طبع امر پر کبھی طبع میں تغیر پیدا نہ ہوتا تھا بعض مبتدعین نے خطوط میں سب و شتم لکھ کر بھیج دیئے تو آپ نے فوراً خط چاک کر دیا اور خدام کے اصرار پر یوں فرمایا کہ ”سیرے دوستوں کی اگر نظر پڑ جاتا تو ان کو صدمہ ہوتا“ ۱۱ انتھی التحریۃ الشریف۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی عادت جاریہ اور معمول دائمی کے اظہار میں ایک تحریر اور ہدیہ نظر کرتا ہوں جو حضرت کے شاگرد رشید اور مجاز طریقت عالم العظیم صاحب دل شیخ مولانا الحاج المولوی

محمد اسحاق صاحب نٹھوری دام مجرہ کے قلم کی لکھی ہوئی ہے وہ ہونڈا ۔

”مادت شریف یوم بلیلہ میں اس طرح تھی ابتدا سے بعد نماز صبح خلوت خانہ میں مشغول بن کر فکر و مراقبہ جاڑوں میں نو بجے تک اور گرمیوں میں آٹھ ساڑھے آٹھ بجے تک رہتے پھر حاجت ضروری سے فارغ ہو کر آبشار توفیق سے وضو فرما کر اشراق و چاشت کی نوافل ادا کرتے کبھی چار رکعت اور کبھی آٹھ رکعت کبھی اشراق خلوت خانہ میں پڑھ کر یاہ تشریف لاتے اور چاشت گیارہ بجے کے قریب ادا کرتے پس بعد اداے صلوٰۃ صبحی جو چاشت و اشراق دونوں کو شامل ہر مشغول بتدریس ہوتے دو گھنٹہ یا کچھ کم یہ شغل حدیث رہتا پھر کھانا تناول فرما کر بارہ بجے وقت استوا کے ڈھوپ گٹری اور دائرہ ہندیہ سے گٹری کو مطابق و درست کراتے پھر قیلو لہ فرماتے جاڑوں میں ایک بجے اور گرمیوں میں ڈیڑھ بجے سے پہلے بیدار ہو کر نماز ظہر سے سردیمین ڈیڑھ بجے تک فارغ ہوتے اور گرمی میں دو بجے تک فارغ ہوتے بعد نماز ظہر تلاوت قرآن شریف کا معمول تھا اور خطوط کا ملاحظہ اور انکا جواب مع فتویٰ نویسی صبح کو بعد صلوٰۃ صبحی قبل تدریس معمول تھا اگر جواب خطوط باقی رہتے تو بعد تلاوت یا بعد نماز عصر پورا فرماتے اور موسم گرما میں قبل نماز ظہر غسل فرمایا معمول تھا اور کبھی دوسری بار قریب عصر کے بھی غسل فرماتے پھر بعد تلاوت تدریس طلبہ میں عصر تک مشغول رہتے بعد عصر تنبیح لیکر طالبین کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جاتے اس میں کوئی مسئلہ پوچھتا کوئی کچھ حال عرض کرتا کوئی مراقبہ میں مشغول ہو کر مستفید ہوتا بعد نماز مغرب صلوٰۃ اوابین چھ رکعات ادا فرماتے ان میں کیس قدر قرآن شریف آدھے پارہ سے لیکر ایک پارہ تک تخمیناً پڑھتے بعد فرائع نوافل صحن حجرہ میں درادیر مہمانوں سے بات چیت کر کے گھر میں تشریف لیجاتے وہاں سے کھانا تناول فرما کر قریب اذان عشا تشریف لا کر زائرین و حاضرین سے مخاطب ہوتے کبھی لیٹ جاتے اور کبھی بیٹھ رہتے نماز عشا جاڑوں میں آدھ بجے گرمیوں میں دس بجے شروع کرتے اگر نمازی جلدی جمع ہوتے تو دیر فرماتے خصوصاً اس نماز میں تجدید مخصوص تھی بعد فرائع نماز عشا ذرا بیٹھ کر لیٹ جاتے اور گیارہ بجے کے قریب تک خلوت خاص پانودہائے اس میں بعض خواص کو تحجیب غریب کیفیات اور انوار شاہد ہوتے بعد گیارہ بجے یا ساڑھے گیارہ بجے سب کو خدمت کر دیتے پھر قدر مقدور استراحت فرما کر بیدار ہوتے

اسوقت بنفس نفیس سب کام خود کرتے اسوقت استعانت و خدمت غیر کو پسند نہ فرماتے تہجد کو بقراءۃ طویلہ بجمہر غیر مفروضہ بلحجہ اوادی ادا فرماتے اسوقت اٹھنے میں عادت شریف مختلف تھی کبھی بالکل نشوونے جب خدام کو رخصت کیا اور جاناکہ سب لوگ لیٹ گئے ہونگے اور ٹھٹھ پٹھتے اور عشاء کے وضو سے نفلین ادا فرماتے جب تھک جاتے قاعدہ استراحت فرماتے بعد اشراحت پھر نفلین شروع کرتے صبح تک یہی طور رہتا۔ باوجود ضبط کامل کبھی گریہ استغدر مستولی ہوتا کہ تمام شب گریہ میں گزری جاتی عدد رکعات اور قدر قراءۃ کا حال معلوم نہیں الغرض کچھلی رات نوافل مسنونہ اور ذکر و فکر و مشغولی میں گزرتی تھی پھر نماز صبح بوقت ابتداء یا توسط اسفار ادا فرماتے فرض نماز آنحضرتؐ بہت مختصر اور کامل پڑھاتے تھے پارہ عم کی سورتوں کے سوا دوسری سورتیں شاذ و نادر پڑھتے تھے صبح کی نماز میں سورہ عم سے لیکر لا اقصیٰ تک کوئی سورت دو سورتیں پڑھتے اور عشاء میں اکثر الوضیٰ سے لیکر العادیات تک پڑھتے مغرب میں القارۃ سے آخر تک اکثر چھوٹی سورتیں پڑھتے تسبیح رکوع و سجود کے فرائض میں پانچ بار کہتے اور قومہ جلسہ فرائض میں ادعیہ ماثورہ پڑھتے تھے لیکن نوافل میں اکثر پڑھتے اس رات دن کے عمل میں مریضوں کی دوا اس طرح ہوتی تھی کہ اسکے واسطے وقت ممتاز نہ تھا معمولی مشغولی میں جب کوئی مریض آتا آپ اسوقت اکثر دوا و سفردہ بلا کر رخصت کر دیتے تھے نسخہ لکھنے اور مرکب دوا بتلانے کا اتفاق بہت کم ہوتا تھا آپ کی برکت سے مریضوں کو بکثرت شفا ہوتی اور امراض عسیرہ و ممتدہ کا علاج بھی بطور مختصر فرماتے اور ہر قسم کے مریضوں کو شفا ہوتی یہ معمول دوازدہ ماہ کا تھا لیکن رمضان شریف میں صبح کو دیر میں خلوت خانہ سے برآمد ہوتے موسم سرما میں اکثر درس نجی تشریف لاتے نوافل و قراءۃ قرآن و سنوت مراقبہ میں بہ نسبت دیگر ایام بہت زیادتی ہوتی سونا اور استراحت نہایت قلیل کلام بہت کم کرتے بعد نماز مغرب ذرا دیر خلوت نشینی کا ذائقہ لیکر کھانا تناول فرماتے تراویح کی بیس رکعات اوّل میں خود پڑھتے تھے اور آخر میں صاحبزادہ مولوی حافظ حکیم محمد مسعود احمد صاحب کے پیچھے پڑھتے بعد وتر دو رکعات طویل کبھی اکثر سے ہو کر کبھی بیٹھ کر پڑھتے پھر دیر تک متوجہ بقبلہ بیٹھ کر کچھ پڑھتے رہتے پھر ایک سجدہ تلاوت کر کے کھڑے ہو جاتے بندھے بعض الفاظ سنکر انداز کیا ہو

کہ اس درمیان ہی سورہ تبارک الذی اور سورہ سجدہ اور سورہ دخان پڑھتے تھے اکثر تمام عشرہ ذی الحجہ اور عاشوراء اور نصف شعبان کا روزہ رکھتے تھے۔

۱۰

آپ اپنے نفس کو جو کبھی غصے نہوتے البتہ خلاف شرع پر آپ کو سخت غضب آتا اگر کوئی آپ کو اپنی شقاوت کی وجہ سے برا کہتا آپ کو ہرگز پرواہ نہوتی اور اصلاً تغیر نہ آتا اور اگر کوئی آپ کی طرح کرتا تو کچھ خوشی نہوتی اور اصلاً تغیر نہوتا۔ قسم کھانی کی ہرگز عادت نہیں تھی۔ اگر نہ نظر کشت و فراست حضرت کو معلوم ہو جاتا کہ نذر دینے والا خود حاجتمند ہے تو اس کا نذرانہ اس طرح رد فرماتے کہ نذر دینے والی کو گرانہ گذرے ایسا امر کا تب الحروف کے ساتھ بھی کبھی پیش آیا ہے اسی طرح قرآنی اور غیر معتقد کا نذرانہ بھی قبول نفرماتے البتہ مخلصین کا ہدیہ بطیب خاطر منظور فرماتے۔ بعد ذہاب بصر ظاہری جو وقت تدریس کا تھا وہ بھی ملاحظہ اور مراقبہ میں گزرنے لگا اور اس قسم کی مشغولی بہت زیادہ بڑھ گئی آپ کے حالات سے کبھی یہ معلوم ہوتا کہ آپ کو اس وقت کسی کا بولنا یا کچھ پوچھنا مکروہ معلوم ہوتا ہے اور کبھی معلوم ہوتا کہ اس وقت آپ کو باتوں کی طرف رغبت ہے۔

آپ کی مجلس مبارک کو غور کر کے دیکھا ہے تو نمونہ مفضل سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پایا آپ کی مجلس مبارک میں بے ضرورت کوئی کلام نہ گزرتا جو سقت آپ کوئی بات فرماتے سب خاموش متوجہ ہو کر سنتے اور جب کوئی شخص کچھ سوال کرتا جب بھی سب خاموش رہتے آپ جواب دیتے مجلس مبارک میں شور و شغب غل غپاڑا لغو باتیں ہرگز نہوتیں اکثر مسائل کا تذکرہ یا آیت و حدیث کی تحقیق یا توضیح کسی مسئلہ تصوف کی ہوتی یا تذکرہ اولیاء اللہ و علماء کرام کا کسی کی ہجو یا غیبت اس مجلس شریف میں ہرگز نہوتی بعض جہال جو اپنے شومی سے اس ذات بابرکات سے عداوت کھلم کھلا رکھتے ان کا تذکرہ بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجلس میں نہوتے دیتے اگر احیاناً کسی نے اس بے ادب کا ذکر کیا تو آپ نے جھٹ روک کر دوسری طرف متوجہ کر دیا چونکہ اس مجلس شریف میں حسب ضرورت تکلم ہوتا تو اکثر اوقات حاضرین ساکن و ساکت کائن علی رؤسہم الطائر رہتے برکات و انوار و خیرات سے مجلس شریف معمور اور مشرور و فساد سے بمرحل دور تھی چونکہ آنحضرت خود ہر وقت با وضو رہتے تھے تو حاضرین مجلس بھی چارونچا بار با وضو اور بخوف و

تو بہ حضرت دل سے رجوع الی اللہ رہتے بعض حاضرین ذکر خفی لسانی اور بعض ذکر قلبی میں مشغول رہتے اور بعض فکر و مراقبہ میں غرق رہتے تھے اور بعض بندہ جیسے صرف منتظر کہ یا حضرت خود کوئی کلام فرماویں یا کسی سائل کا جواب ارشاد فرماویں مجلس کا لطفت نااہل مع فارغ القلب کو بھی معلوم و محسوس ہوتا تھا رحمۃ اللہ علیہ علیٰ اخرا بہ وجعلنا فی ذمہ ۱۰

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی عادت شریفہ زیادہ بولنے اور باتیں کرنا کی نہ تھی آپ کم گو تھے قلت کلام اور کثرت ذکر کا مصداق اتباع سنت کی حدود کیساتھ آپ کی برابر کسی دوسرے میں شاید کسی کم دیکھا ہوگا ذکر کا یہ عالم تھا کہ سب تک تشریف لائے اور وہابی میں حجرہ تک تشریف لیجائے میں بھی ذکر ہی کے اندر مشغول پائے جاتے تھے۔ یوں تو ہر وقت ہی ذکر میں مشغول اور مہم رہتے تھے سوئے سوئے آنکھ کھلتی تو بے اختیار کلمہ توحید یا استغفار زبان سے نکلتا تھا جس گفتگو سے کوئی دینی نفع حاصل نہو اسکا سننا بھی آپ کو گوارا نہ تھا۔ جب کوئی شخص آپ سے کوئی سوال دریافت کرتا یا بات کہتا اور اس میں ضرورت سے زیادہ تقریر ہوتی تو آپ اسکو روک دیتے اور یوں فرمایا کرتے کہ ”اچھا اچھا اس قصہ سے کیا فائدہ بات کہو“ لغو و فضول گئی تھی آپ کو کمال درجہ نفرت تھی ذکر اللہ اور دین میں کام آئیوالے لاشغلہ کے علاوہ دوسرے جھگڑے میں مصروف ہونا اپنے خدام کا بھی آپ کو پسند نہ تھا مولانا مولوی سراج احمد صاحب نے ایک جہ جپا یا کہ مولوی احمد رضا صاحب کی فحش گوئی کا بڑی بے ترکی جواب دین ہر چند حسن تقریر سے انہوں نے کوشش کی کہ حضرت رحمتہ حکم نہ دین تو اپنا ہی فرما دین مگر حضرت نے فرمایا تو یہ فرمایا میان کیا دہرا ہے ان قصوں میں انہی تحریر کا جواب لکھنے سے کوئی نفع نہیں تبضیع اوقات ہے امید نہیں کہ وہ مانیں ”ایسی صورتوں میں جب آپ کے خدام کی خواہش جواب لکھنے کی ظاہر ہوئی تو آپ نے انکو روک دیا اور یوں ارشاد فرمایا کہ ”آدمی جب قدر وقت کسی کی برائی میں صرف کرے اتنے وقت اگر اللہ اللہ کرے تو کتنا نفع ہو۔“

خدام کی تربیت و اصلاح اس درجہ آپ کو محبوب تھی کہ کسی وقت ہمت و توجہ سے غفلت نہ فرماتے تھے بڑا و اس درجہ سادگی کا تھا کہ کوئی پاؤں دبائے کھڑا ہو گیا تو منع نہیں فرمایا اور نہ کھڑا ہوا تو فرمائش نہیں کی آخر شب میں حالانکہ آپ تعانت غیر کو پسند فرماتے تھے لیکن اگر کوئی مخلص خدام اسکا متکفل ہو گیا کہ وقت پر پانی کا بہرا ہوا لوٹا مسواک وغیرہ چوکی پر لارکھے تو آپ نے انکا بھی

۱۰
بہانہ عبادت
مولانا مولوی
محمد بن
محمد بن
محمد بن

نہیں فرمایا اور اگر کسی روز خادم کی آنکھ نہ کھلی تو اس خدمت کا انکی انتظار بھی نہیں فرمایا یہی صوفی کرم حسین صاحب فرماتے ہیں کسی زمانہ میں یہ خدمت میں نے اپنے دوسرے رکھی تھی اتفاق ایسا ہوا کہ ایک شب میری آنکھ دیر میں کھلی گھر اگر حاضر خانقاہ ہوا تو دیکھا کہ حضرت بیٹھے وضو فرما رہے ہیں مجھے اپنی غفلت پر ندامت تھی کہ باوجود تکفل نیاہ نہو سکا اور آج حضرت کو خود پانی بھرنا پڑا میں خاموش پاس کھڑا تھا کہ حضرت نے خاص شفقت کیسا اتھ فرمایا میں ان بات ہی کیا ہے بندہ بھڑکے آنکھ لگ ہی جاتی ہے۔

عبادات میں جملہ مستحبات و آداب کا لحاظ رکھنا آپکی خاص عادت تھی نماز آپ خود پڑھتے اور آنیوں کے معاون کی اس امر میں عام ائمہ کی طرح خاطر و مدارات نہیں فرماتے تھے ہاں آپ کے اُستاد زاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب تشریف لاتے تو عموماً انکو مصلے پر کھڑا کرتے اور اقتدار فرمایا کرتے تھے طبع میں چونکہ نفاست زیادہ تھی اسلئے عموماً روزانہ قبل ظہر غسل فرماتے اور گرمی میں بعد عشا بھی اکثر نہایا کرتے تھے جمعہ کیدن غسل ہی کے وضو سے نماز پڑھنے کی عادت ستمبرہ تھی۔ نماز آپ کو تمام مرغوبات سے زیادہ مرغوب اور محبوب تھی اسکا اہتمام جسدرجہ آپ کے یہاں دیکھنے میں آیا شاید دوسری جگہ کسی کم بلکہ نہ دیکھا ہوگا طلوع و غروب کا دوازدہ ماہی نقشہ لکڑی کے چوکھٹے میں لگا ہوا چارپائی کے قریب ہمیشہ لٹکا رہتا اور شہر سی مہینہ کی پہلی تاریخ کو بدل دیا جاتا تھا بجز اس نقشہ کے انگریزی مہینوں اور تاریخوں کا آپ کے یہاں کہیں پتہ نہ تھا حجرہ شریفہ میں کئی کئی گھڑیاں اور گھنٹے رہتے تھے جنکو روزانہ دھوپ لکڑی سے ملایا جاتا تھا اگر ایک بگڑ جاتا تو دوسرا کام دیتا اور دوسرا خراب ہو جاتا تو تیسرا وقت بتلایا کرتا تھا خانقاہ میں سہ دری کے سامنے والے حجرہ کی دیوار پر دھوپ لکڑی لگی ہوئی تھی جب تک لکڑی بینائی قائم رہی اسکا اہتمام خود فرماتے تھے کہ پورے بارہ بج گھڑیاں ملانی جائیں بعد میں یہ خدمت مولوی محمد یحییٰ صاحب کے سپرد ہوئی اگر دیکھا گیا کہ جب تک دھوپ لکڑی سے گھنٹے ملا نہیں لئے گئے اُس وقت تک حضرت کو نیند نہیں آئی یا تو بیٹھے رہتے تھے اور اگر لیٹ بھی گئے تو کوڑھیں بدل بدل کر بارہا دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کیا بجا ہے بارہ بجے یا نہیں۔ لٹکے ہوئے نقشہ میں بیٹھ لکھنے کی غیوریت کا حساب بھی مسطور تھا اسکے مطابق پورے سنی وقت پر نماز پڑھی جاتی اور دن کی روزانہ ایک منٹ یا کچھ کم و بیش زیادتی و کمی کے باعث گویا روزانہ ہر نماز کا وقت آپ کے یہاں نیا ہوتا تھا۔

لباس اگرچہ کم قیمت ہو مگر صاف ستھرا آپکو پسند تھا خصوصاً نماز کو کپڑے ہوتے وقت عمدہ سے
 عمدہ لباس جو آپ کے پاس موجود ہوتا اسکو زیب تن فرماتے اور یوں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ خدا
 کی دی ہوئی نعمتیں اس کے دربار میں حاضر ہوتے وقت بدن پر ہونی چاہئیں یہ تعمیل تھی جناب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد **فَلْيُرَافَتْ نَجْمَتُهُ عَلَيْكَ** کی حق تعالیٰ کی حلال و لذت نعمتوں
 سے آپکو نفرت نہ تھی آپ نے معمولی کھانا بھی کھایا اور عمدہ سے عمدہ غذائیں بھی استعمال فرمائیں
 کبھی کسی خاص غذا کے پابند نہ ہوئے نہ کسی شے کا بذات خود کوئی اہتمام فرمایا ہاں البتہ ٹھنڈا
 پانی آپکو نہایت مرغوب تھا اور اسکا آپکی خانقاہ میں اہتمام بھی خاص کیا جاتا تھا گرمی کے موسم
 میں مشکیزہ گولر کے درخت میں لٹکایا جاتا اور جو تدبیر سہولت ہو سکتی پانی ٹھنڈا کر نیچے لئے اسکو
 عمل میں لایا جاتا تھا ٹھنڈا پانی سپکیر آپ بہت خوش ہوتے اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ یہ
 بڑی نعمت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھنڈا پانی بہت مرغوب تھا اسی لئے
 آپ نے دعا فرمائی **يَا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حَبَابَكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ مَنَاجِيٍّ وَاَهْلِيٍّ**
وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ ادا کیا قال خمیری روٹی اور شوربہ بھی آپکو خاص رغبت تھی کیونکہ ملائم اور بریلہ اہضم
 ہونیکے وجہ سے معدہ میں گرانی اور عبادت میں کسل نہیں ہونے پاتا تھا۔

خوشبو کیسا تھ آپکو بہت محبت تھی ہر قسم کے عطر کا بر غبت استعمال فرماتے خصوصاً گلاب۔
 ایک مرتبہ مولوی محمد اسماعیل صاحب گنگوہی سے خطاب فرمایا کہ مولوی محمد قاسم صاحب کو گلاب سے بہت
 محبت تھی سمجھتے بھی ہو کہ اسکا سبب کیا تھا انہوں نے عرض کیا کہ حضرت شاید یہ وجہ ہو کہ ایک حدیث
 ضعیف میں آیا ہو گلاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرق مبارک سے بنا ہوا ہے آپ نے فرمایا ہاں
 اگرچہ حدیث ضعیف ہے مگر ہے تو حدیث۔ ابتداء میں اگر کوئی اصرار کرتا تو ہاں آپ کھالیتے جب دانت بڑے
 تو پھر پان آپکو کبھی کھانے نہیں دیکھا چونکہ پان میں جائز فرماتے تھے مگر ممکن ہے کہ خود احتیاط فرماتے ہوں آپ پیچھے
 مگر عادی نہ تھے کسی نے پلا دی تو انکار نہیں فرمایا اور نہیں پلائی تو کبھی مانگی یا پکوانی نہیں اکثر ایسا
 اتفاق ہوا ہے کہ ہتھوں ہوا تر آپ نے چاؤ پی اور دفعۃً چھوڑ دی پھر کبھی پینے کے وقت پر اسکی جانب
 خیال بھی نہیں کیا۔ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت کیا پینے کی چیزیں پھونک مار کر پینا منع ہے
 آپ نے فرمایا ہاں مگر چاہے کہ اسکا نفع ہی گرم پینے میں ہے۔

حلاوت ایمان کا ایک ثمر یہ بھی تھا کہ آپ کو میٹھے سے زیادہ رغبت تھی عام آدمی دودھ یا چائے پینا میٹھا کافی سمجھتے ہیں آپ اسکو پھیکا فرماتے یا کم میٹھا بنا کر پکارتے تھے پھلون میں قلمی آم اور لالہ آبادی دمریزی امرود بھی آپ کو مرغوب تھے مگر ایک دو فاش سے زیادہ نہیں کھاتے تھے شیریں لوکاٹ اور ملائم آڑو بھی آپ رغبت سے کھاتے تھے اور یوں تو کسی فصلی پھل سے آپ کو نفرت نہ تھی سلسلے آگیا اور خواہش ہوئی تو کھالیا ورنہ جس شغل میں آپ مشغول رہتے تھے وہ کسی شکر کا خیال بھی نہیں آنے دیتا تھا۔

بینائی جانے پر بھی حضرت کی یہ عادت نہ تھی کہ لاٹھی کوئی تھامے یا راستہ بتاتا ساتھ ساتھ چلے آپ کو اول تو اٹکل تھی دوسرے لاٹھی ہاتھ میں رہتی تھی کہ دیوار تھا مکر اور ٹوہر چلتے تھے۔

کھلکھلا کر سنسنے کی آپ کی مطلق عادت نہ تھی زیادہ سے زیادہ خفیف تبسم فرماتے تھے حق تعالیٰ کا خوشیہ آپ پر اس درجہ غالب تھا کہ ہر وقت غموم و مخزون نظر آتے تھے مگر باوجود اسکے طلاقۃ وجہ اور لطفت و مدارا کا یہ عالم تھا کہ اکثر ایسے تھے نقل فرماتے کہ سامعین ہنستے ہنستے لوٹ جلتے تھے جن باتوں پر سنسنے والوں کے پیٹ میں بلی پڑتے اور درد ہونے لگتا تھا آپ پر ہلکی مسکراہٹ سے زیادہ اور وہ بھی کبھی کبھی مطلق اثر نمایاں نہ ہوتا تھا تقریر کا سادہ لہجہ کچھ ایسا عجیب تھا کہ بڑے بڑے ضبط والے ہنسی کے ہاتھوں مجبور ہو جاتے تھے جو لطیف اور خاص کیفیت آپ کے بیان کے وقت آتی تھی وہ کسی دوسرے کی نقل یا تحریر میں نہیں آسکتی تاہم ایک قصہ عرض کرتا ہوں جسکو بندہ کے سامنے جبکہ پندرہ سولہ خدام کا مجمع تھا حضرت نے بیان فرمایا اور شاید کوئی بچا ہو جسکے پیٹ میں ہنستے ہنستے درد نہ ہو گیا ہو رومات کا تذکرہ تھا کسی شخص نے دریافت کیا کہ حضرت مردوجہ فاتحہ کی ابتدا کیونکر ہوئی فرماتے لگے میان کسی مسجد میں ملّا رہتا تھا محلہ بھر کی روٹیاں اسکے پاس جمع ہوتی تھیں اسنے ذہنون میں ڈالنا شروع کیا کہ میں کھانے پر پڑ کر مردوں کو ثواب پہنچاتا ہوں محلہ والے ان پڑھ اور جاہل یوں سمجھتے تھے کہ ثواب پہنچانے کی کوئی ترکیب ہوگی جو ہر کسی کو نہیں آتی ایک دن کوئی بڑھیا روٹی لیکر آئی تو ملان جی موجود نہ تھے بچا یہ ایک مسافر بیٹھا تنگ رہا تھا اسکو ترس آیا اور اسکو روٹی دیدی کہ لومیا بچی یہ میری بیٹی کو ثواب پہنچیکا مسافر نے لیکر کھانی شروع کر دی کہ اتنے میں ملان جی آگئے دیکھا تو ساجھی بیٹھا انکا حق گل رہا تھا تن بدین غصہ کی آگ لگ گئی تو مردوش بجان درویش کچھ بوسے تین چھوہ میں گئے اور موٹا سا ڈنڈا نکال کر لاسے مسجد میں آکر دیوانہ وار دیواروں کو چھیننا شروع کیا ادھر آئے دھم دھم بھاگے دھم مجھوٹا لہجہ اس سے یہ ہوتا

سر کے بال بکھیرے بیٹی کے سے بیسیوں چکر لگائے اور ساتھ میں بکواس بھی کہتیں جانی کی گڑی تیرہ
 لچکھ مزا غرض محلہ والوں نے جو شور مچا تو بھاگے ہوئے آئے کہ ملاں جی کو جنوں ہو گیا لوگ ہیں کہ ملاں
 جی کو کوئی بھرتے ہیں اور ملاں جی ہیں کہ آپ سے یا ہر آنکھ ہاتھوں سے نکل نکل کر اسی سونٹہ بازی
 اور بکواس میں سرگرم ہیں آخر جب تھک گئے تو لگے پسینہ پور چھنے محلہ والوں نے جو ہوش میں آیا دیکھا تو
 پوچھا ”ملاں جی کیا ہو گیا تھا؟“ کہنے لگے ہو گیا تھا تم جاہلون نے آج مجھے مروا کے چھوڑا ہوتا کوئی
 کج بخت فاتحہ کی روٹیاں لٹائی اور اجنبی اناڑی آدمی کو دیگئی جسے نہ محلہ کے فردوں کی خبر نہ اتر ہی
 رہے تو مردوں کی مشناخت بھی ہونا واقف آدمی پہنچائے تو کوئی نہ پہنچائے آخر ساری روچھیں جمع ہوئیں
 اور لگیں باہم لڑنے وہ کہے میرا سہ وہ کہے میرا جس بیچاری کو پہنچانی تھیں اُسکے ہاتھ سے پتے پتے یوں
 جب ڈنڈا لیکر نکلا تو مارنے بہ گانے اور بڑبڑاہی کی لونڈیا کا بیچھا چڑھانے میں خون پسینہ ایک ہو گیا خدا
 خدا کر کے فتح پائی اگر ایک دفعہ اور ایسا ہوتا تو میں تو مرٹا ”محلہ والوں پر اس ڈھونڈ کا اتنا اثر ہوا کہ کچھ
 ٹھیک نہیں سب کو یقین ہو گیا کہ میان ہمیشہ کا رہتا ملاں سبکی روحوں سے واقف ہے جسکو پہنچای
 اوسیکو پہنچے ہے اجنبی آدمی کو کھانا دینا تو ضایع ہی کرنا ہی جیسے مردہ ہی معلوم نہیں تو پہنچا لگا کسے؟
 گو حد بات متواترہ نے آپکو شکستہ خاطر بنا دیا اور باقضائے بشریت آپکو مجسم حزن و غم بنا چھوڑا تھا۔
 تاہم آپ اسد رجز زندہ دل تھے کہ بعض اوقات اپنے خدام کیساتھ اس قدر انبساط اور خوش طبعی فرماتے
 کہ اجنبی آدمی آپ کے مرتبہ کے خلاف سمجھتا یوں تو عام مخلصین کیساتھ ہی تکلف خوش خلقی کا برتاؤ ہوتا
 تھا مگر بعض اہل خواص کیساتھ تو بہت ہی کھلکھلاتیں ہونے لگتی تھیں آپکی طبع کا اسوقت یہ انداز دیکھکر
 خواص کا انبساط بھی بڑھ جاتا اور سنون مزاح کی حد میں داخل ہو کر سب اجر و ثواب بجاتا تھا ایک
 مرتبہ جبکہ حضرت قدس سرہ عشا کے بعد پلنگ پر لیٹ رہے تو مولوی محمد کبیری صاحب پاؤں دبا کر کھڑے
 ہو گئے حضرت نے فرمایا ”میان کیوں شرمندہ کرتے ہو تم ایسے کام کرتے ہو تو بہت ہی شرم آتی ہے“
 مولوی کبیری صاحب بولے کہ حضرت ایک خادم تھا مولوی محمد اسماعیل صاحب کا جب اُس کا انتقال ہو گیا
 تو کسی نے اُسکو خواب میں دیکھا کہ سارے بدن میں آگ لگی ہوئی ہے مگر بتیلیاں سالم اور محفوظ ہیں اسنے
 پوچھا کیوں نہ ہی کیا حال ہے اُسنے کہا کیا کہنوں اعمال کی سزا مل رہی ہو سارے بدن کو کالیفت ہو مگر
 یہ ہاتھ حضرت مولانا کے پاؤں کو لگے تھے سائے حکم ہوا کہ انہیں آگ لگاتے ہیں شرم آتی ہے ”بیاضہ“

حضرت نے جواب دیا ”کیا خوب اسکا تو میہ طلب ہوا کہ تم لیٹ جاؤ اور میں بدن دباؤں اچھا سناں یہ بھی ہے“
ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ پلنگ پر بیٹھے تھے اور بیٹھے ایک مونڈھا پڑا تھا آپ کے دو خادم بچے پر لگے
جھگڑنے ہر ایک یوں چاہے کہ میں مونڈھے پر بیٹھ کر حضرت کو پٹکھا جملوں حضرت نے تھوڑی دیر اس
جھگڑنے کو سنا پھر فرمانے لگے ”دو پیر زادے ایک خانقاہ کے دروازے پر بیٹھا کرتے تھے جو کچھ آتا انصاف
نصف بانٹ لیتے بعض چیزوں میں جھگڑا بھی ہوتا وہ کہتا میں لون وہ کہتا میں لون ایک مرتبہ ایک
شخص کو دیکھا ہاتھ میں پیالہ لئے سبج سبج آ رہا ہے مجھے کہہ دی ہے لگے باہم جھگڑنے یہاں تک کہ سب
ہو گئے جب وہ قریب آیا تو ایک کی نظر چاڑھی دیکھا کہ خالی ہر بڑا نام ہو کہ سوٹ نہ کیا اس عیال ہے
سے لٹھ لٹھا فوراً الگ ہو کر لگا کہنے ”اچھا ابھی تو ہی لے لے“ اتنا فرما کر حضرت مولانا نے پاؤں نیچے لٹکائے
اور فرمایا لو میں تو گھر جاؤں ہوں تم دونوں لڑے جاؤ۔

ایک مرتبہ بیت الخلا سے تشریف لائے مولوی محمد یحییٰ صاحب حجرہ میں بیٹھے کھڑے تھے فرمایا یونہی
ایک بات پوچھیں تم بڑے ذہین کھلاؤ ہو بسلا اسکی نحوی ترکیب کیا ہے ”اللہ کہ تو مر جا“ مولوی صاحب
بولے حضرت میں بتا دوں گا آپ نے فرمایا ہاں ابھی یہ واسطے تو تھے پوچھا ہی مولوی یحییٰ صاحب نے کہا
الشفات ہی اول دعا ہے کہ یا اللہ تو ایسا کر اور پھر اسکی طرف تو جیسے یعنی یہ کہ تو مر جاوے ”حضرت مسکرائے
اور خاموش ہو رہے۔

مولوی محمد یحییٰ صاحب کی اہلیت و سعادت خاصہ کے سبب حضرت امام ربانی کو جس درجہ قدر
اور محبانہ و محبوبانہ تعلق انکے ساتھ تھا اسکی نظیر شاید حضرت کے متوسلین میں دوسری جگہ نظر نہ
آئیگی انکے ساتھ بہترے واقعات ایسے پیش آئے جنکو مزاج محمود اور انبساط مسنون کی مثال بنایا
جاتا ہے ایک مرتبہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مولانا عبد الرحیم صاحب اور حافظ قمر الدین صاحب
تینوں حضرات کھانا کھانا نیکو سہ دری میں بیٹھے مولوی محمد یحییٰ صاحب جو آئے تو مولانا نے فرمایا میا
مولوی یحییٰ جب جانیں کر آج حضرت کیساتھ کھانا کھلاؤ انہوں نے جواب دیا جناب بہت اچھا
یہ کون بڑی بات ہے اتنا کہا اور اندر جا بیٹھے قلم ہاتھ میں لیکر اس طرح کھنا شروع کیا کہ حضرت قلم
نے محسوس فرمایا اور بولے کون؟ مولوی یحییٰ؟ عرض کیا جی حضرت! آپ نے فرمایا کیوں ستھنے کھانا
کیوں نہ کھایا؟ کہنے لگے حضرت کوئی کھانے بھی دے یوں فرما دین میں کہ اگر حضرت کو ہمراہ کھلاؤ تو

تو بھی کھا ورنہ تو بھی اٹھ جا حضرت امام ربانی نے مولوی محمد یحییٰ صاحب کی یہ فقرہ سنا اور مسکرا کر یہ فرمایا ہوئے اٹھے چھامیان (ایں ہم اندر عاشقی بالائے عنہائے دگر) یا ہر تشریف لائے اور کھانے میں شرکت فرمائی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت نے مولوی محمد یحییٰ صاحب کو ایک تعویذ بتایا پھر فرمائیے گئے ”ایک پیر زادے تھے انہوں نے ایک شخص سے کہا ”ہمارے ساتھ رہا کرو جو کچھ ملا کر لگیا آدھا ہوا آدھا ہمارا اتھوڑی دو روپے ملتے تھے کہ ایک چنا پڑا پایا بولے لومیاں اوٹھاؤ چھیلو آدھا ہمیں دو آدھا تم لو اس کے بعد فرمایا دیکھو یاروں کے ساتھ رہو گے تو یہ مرنے ہیں۔

ایکجا مولوی ولایت حسین صاحب حاضر خدمت ہوئے جب مصافحہ کیا تو حضرت کی حسب عادت شریفہ پوچھا کون؟ انہوں نے جواب دیا ولایت! آپ نے فرمایا سیدھا ولی کیوں نہیں کہتے؟۔ آپ کے مزاج میں صداقت کی شان چونکہ جلوہ گر تھی اس لئے نبوی مزاج کا پورا نمونہ تھا ایک مرتبہ پوسٹے سعید احمد سلمہ جامن کھا رہے تھے حضرت نے فرمایا تجھائی گٹھلی بست نگلیو باقتضائے طفولیت و ناز انہوں نے جواب دیا کیوں؟ ہم تو گٹھلی بھی کھا جاتے تھے حضرت نے فرمایا ”گٹھلی سے درخت آئی ہے“ سعید احمد ڈر گئے اور لگے گٹھلی تھوکنے آپ کی ظرافت میں جمدہ لطافت تھی اس کی نظیر بھی دوسری جگہ کم ملیگی ایک بار حدیض کے درس میں اہل جنت کا ذکر آیا کہ مرد سبزہ آغا زبے ریش ہونگے ایک طالع علم نے عرض کیا کہ حضرت مرد کے چہرہ کی زیبائش تو ریش سے ہوتی ہی جنتیوں کیلئے یہ سن کیوں تجویز ہوا؟ میا ختمہ آپ نے مسکرا کر جواب دیا ”اسکا مزہ اُن سے پوچھو جو ڈاڑھی منڈالتے ہیں۔

مولوی محمد سہول صاحب ایک بار کسی مسئلہ پر حجت کرنے لگے اعتراض پر اعتراض اور شبہ پر شبہ جب تقریر طویل ہوئی تو فرمایا تمھارا نام سہول کس نے رکھا تم میں سہولت بالکل بھی نہیں ہمارا نام ہونا چاہئے سؤل کہ سوال بہت کرتے ہو۔

تالیف قلب اور متوسلین کا رنج و فکر ذلیل کر دینے لے یہ انبساط اکثر ظاہر ہوتا تھا ایک بار آپ سخت علیل ہوئے مولوی حکیم محمد اسماعیل صاحب آپ کے معالج تھے دوران علاج میں اتفاقاً حضرت کو تکلیف بڑھ گئی جس کی بنا پر صاحبزادہ حضرت مولوی حکیم مسعود احمد صاحب نے انکا علاج چھوڑ کر باپ کا سوا لمحہ جسمانی اپنے ہاتھ میں لے لیا حکیم اسماعیل صاحب کو رنج ہوا اور دو ایک وقت محو بمانہ حاضر خدمت نہ ہو سکے حضرت امام ربانی نے انکو بلوایا اور نہایت شفقت کیساتھ فرمایا ”بھائی محمد اسماعیل کیا خفا ہو گئے؟ ادا

یہ فرما کر شعر پڑھا: ”صحفی یاد بھی ہو روضہ کے جانا اٹکا“ اور یہ کہنا کہ میں اب سنائے کوئی۔ ”حکیم محمد اعلیٰ صاحب کا سارا بیج و نکل دفع ہو گیا ہنس نے اور عرض کیا کہ حضرت میں تو آپ کا خادم ہوں جس عنوان سے آپ کو راحت پہونچے میری عین آرزو ہے۔“

اشعار پڑھنے یا تصنیف کرنے سے حضرت مولانا کو مناسبت مطلق نہ تھی خلق نبی کریم و ما علمنا کا اللہ تعالیٰ نے منع کیا آپ کو خط وافر عطا ہوا تھا اسی وجہ سے آپ کی زبان اور قلم پر تقریر و تحریر میں اشعار شاذ نادر ہی کہیں آئے ہیں اور جہاں آئین ہیں بسیاختہ و بلا تکلف آگئے ہیں جیسا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے الفاظ کا صدور حسین بلا فکر و تکلف سجع اور موزونیت پیدا ہو گئی۔ حضرت امام ربانی کی سوانح میں اگر وہ اشعار جمع کئے جاوین جو بر محل آپ کی زبان سے گاہے ماہے صادر ہوئے تو شاید مشکل میں بچ پس کی گنتی پوری ہوتا ہم جہاں آپ کے شعر پڑھایا لکھا ہی باوجود بلا غور و تامل مستحضر ہو جائیکے ایسا بر محل اور باموقع ہو کہ گویا خاص اسی جگہ کیلئے شاعر نے یا خود آپ نے تصنیف فرمایا ہے۔ مرض الموت سے چند سال قبل جب آپ سخت مرض میں مبتلا ہوئے اور ہر چند کہ ہر قسم کا معالجہ کیا گیا مگر صورت افاقہ نہ ہوئی تو بعض خدام کا خیال اس طرف گیا کہ کیا عجب سے کسی سحر کیا ہو چنانچہ یہ خیال صحیح بھی تھا اس شبہ پر آپ کے جہاں نثار خدام حضرت مولانا خلیل احمد صاحب وغیرہ حضرات نے ایک شخص کو دیوے بتا چکی خدمت میں روانہ کیا جسکو سحر وغیرہ کے معالجات میں کمال تھا جب وہ معالجات بنا کر لگوا دیے تو حضرت امام ربانی کو مرزا اللہ معلوم ہوا کہ یہ تو سحر کرنا الیہ کا مرید اور شاگرد ہے اسلئے اسکو واپس فرما دیا اور جب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ حاضر خدمت ہوئے تو مصافحہ کرتے وقت آپ نے یہ شعر پڑھا:

سیر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جسکے سبب | اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں | غ

ظہر کے بعد جب حضرت غلو تخانہ میں تشریف لیجاتے اور حجرہ کے کواڑ بند ہو جاتے تھے تو بعض مرتبہ آپ پر وہ کیفیت غالب ہوتا کہ دیر تک خلوت پسند رہتے اور کسی کا آنا اچھا معلوم نہوتا تھا یہ مزاج شناسی حق تعالیٰ نے کچھ مولوی محمد یحییٰ صاحب ہی کو عطا فرمائی تھی اور یہی وجہ تھی کہ حضرت اس خاص محبت کیساتھ جسکو یک گونہ عشق کہا جائے تو شاید نازیبا نہو مولوی محمد یحییٰ صاحب اپنی خدمت میں رکھتے تھے چنانچہ بارہا آپ نے فرمایا کہ ”مولوی یحییٰ تو میری آنکھیں ہیں“ خدا مبارک کرے مولوی محمد یحییٰ صاحب کو وہ نرالا انداز جسکو ناز کہا جاسکتا ہے شاید انکے علاوہ دوسرے کو نصیب

نہیں ہوا ایک مرتبہ گھر والوں کے بار بار باہر ربلانے پر حضرت سے عرض کیا کہ اجازت ہو تو ایک روز کیلئے ہوگا
 کئی مرتبہ تو حضرت نے ٹال دیا کیونکہ مولوی محمد یحییٰ صاحب کا اجازت طلب کرنا بھی کچھ ایسا ہی تھا
 ایک خودی نہ چاہتا تھا کہ حضرت کی خدمت سے ایک لحظہ کیلئے بھی علیحدہ ہوں اور نہ حضرت ہی کا
 دل چاہتا تھا کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب ایک لمحہ کو کہیں جا میں باہر ایسا ہو اور اتفاقاً کسی ضرورت
 کیلئے مولوی محمد یحییٰ صاحب لال مسجد تک گئے یا ادھر ادھر ہوئے تو حضرت یحییٰ ہو گئے اور بار بار
 پکارا آخر حجب آئے تو یوں فرمایا "میاں کمان چلے گئے تھے؟ ایک مرتبہ کسی کام میں مولوی محمد یحییٰ صاحب
 کو دیر زیادہ لگی اس اثناء میں حضرت نے کئی بار پکارا اور فرمایا خدا جانے کمان بیٹھ رہے آخر حجب
 تو اپنے فرمایا ۵ مت آئو اور وعدہ فراموش تو اب بھی جس طرح کٹا روز گذر جائیگی شب بھی۔
 غرض جب اللہ کے متعدد تقاضے آئے کہ یحییٰ کی صورت دیکھنے کو دل تڑپتا ہی تو مجبوراً ناکو گھر جانا پڑا
 اور حضرت نے خود ہی فرمایا کہ کبھی ہو آؤ" نصرت کی وقت مصافحہ کیا تو عرض کرنے لگے حضرت دعا دعا
 کہ جلد واپسی نصیب ہو بے ساختہ حضرت کی زبان سے نکلا "کیا تمہارے کہنے سے؟" میان اپنی لگی کو آپ
 نکلیں۔ حضرت کی مزاج شناسی مولوی محمد یحییٰ صاحب میں اس درجہ بڑھ گئی تھی اور واقعہ میں یہ بھی حضرت
 ہی کی جوتیوں کا طفیل تھا کہ جب کبھی حضرت کو معمول سے زیادہ خلوت پسند ہوتی تو مولوی محمد یحییٰ
 صاحب کے قلب پر اسکا اثر پڑا اور انہوں نے حجرہ نہ خود کھولا نہ کسی کو کھولنے دیا ایک بار ایسا ہی اتفاق
 پیش آیا اور مولوی یحییٰ صاحب دیر کے بعد کو آڑ کھول کر اندر آئے دیکھا حضرت بیٹھے سنبھلے ہوئے ہیں
 فرمایا اب تک کمان تھے انہوں نے عرض کیا حضرت جی نہ چاہا کہ ابھی حجرہ کھولوں فرمایا پھر اب کیون
 آئے عرض کیا کہ اب دفعۃً جی چاہا کہ کو آڑ کھولوں آپ مسکرائے اور یہ شعر پڑھا ۵

وہ نہ آئیں تو تو ہی چل رہی ہیں	اس میں کیا تیسری شان جاتی ہے
ایک مرتبہ آپ دولتانہ میں تشریف لیگے کہیں سے غیری روٹی اور تورمہ آیا تھا نوش فرما کر اتفاقاً میں تشریف لائے پہرہ پر بشارت تھی اور قلب پر انسا ط حجرہ میں آکر بیٹھے تو مولوی محمد یحییٰ صاحب مخاطب ہو کر فرمایا میان نہیں بھی کچھ بھاوے ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت کچھ نہیں ایک ارہر کی دال تو بھاتی نہیں باقی جو کچھ مل گیا سب پسند ہی آپ نے بیساختہ یہ شعر پڑھا ۵	
کیا کمون جبروت کہ کچھ بھاتا نہیں	کچھ تو بھاتا ہے کہ کچھ بھاتا نہیں

ایک بار آپ نے فرمایا بھی نہیں تو حضرت کے در و نالہ میں ایک شعر بہت بھایا ۵

مرا اک کھیل خلقت نے بنایا | تماشہ کو بھی تو میرے نہ آیا

۱۲۷۰ھ میں بعد رمضان دوسری سواک نکالی گئی تو مستعمل سواک کیلئے مولوی مخلص الرحمن صاحب بنگالی نے عرض کیا کہ مجھے عطا فرمادیتے مولوی ولایت حسین بولے کہ اسکی نسبت تو میرا خیال تھا مولوی مخلص الرحمن نے کہا تم تو پاس کے رہنے والے ہو پھر لے لینا یہ تو مجھے ہی لے لینے دو مولوی ولایت حسین صاحب بولے اچھا اور کا حصہ ہم کاٹ لیں باقی تم لے لو دونوں کی گفتگو حضرت سن رہے تھے فرمانے لگے کسی شخص نے مکان تقسیم کیا اس طرح ۵۷۰ مربع فٹ نہ تیار کیا اور ۱۲۷۰ھ میں مرض کی حالت میں معالجہ کرنے اور دوا پینے کے متعلق بھی آپکی عادت وہی تھی جو دیگر اسباب دنیاویہ کے متعلق تھی یعنی محض توکل پر مدار تھا اگر کسی نے دوا تجویز کی اور طبیار کر کے پیش کر دی تو سنت سمجھ کر بے تکلف پی لی ورنہ اپنی طرف سے کبھی اہتمام نہیں فرمایا بعض دفعہ پاؤں میں یا کسی جگہ چینٹ آگئی ہو تو کبھی سے بچانیکو آپ نے صرف ذرا سا کاغذ لگا کر اُس پر رکھ لیا ہے جب سے آگ لگیا پھر کبھی خیال آگیا یا ہاتھ جا پڑا اور احساس ہوا تو پھر کاغذ لگا لیا ورنہ یوں ہی آرام ہو گیا البتہ نیلی گجائے پر خنجر آپ کے ستوسلین نے کوشش کی کہ آنکھیں بنوائی جائیں مگر آپ نے نہ مانا کبھی تو یوں فرمایا کہ ”آدمی اپنے قوی کو دیکھے آنکھ ہی درست ہو کر کیا ہوگی دیکھو قاری عبدالرحمن صاحب مرحوم نے آنکھ بنوائی چھ مہینہ کے بعد انتقال ہو گیا“ اور کبھی یہ جواب دیا کہ آنکھ بنوائے میں بڑی سخت تکلیف ہوتی ہے نماز پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے اتنی تکلیف کون اٹھائے؟ اور بعض وقت یہ فرمایا کہ کبھی میں نہیں بنواتا سنا ہوں کہ آنکھیں بننے پر چند روز حرکت کر نیکی طلبیب مانعیت کرتا ہے اور مجھے بڑھاپے میں نماز نہیں چھوڑی جاتی لیکن جب ڈاکٹر سبحان علی خان سول سرجن نے جو اس فن میں مشہور ڈاکٹر اور ماہر و سند یافتہ طبیب ہیں خود حاضر خدمت ہو کر دلائل و عدہ کیا کہ حضرت نماز آپکی کوئی بھی قصا نہ ہوگی صرف چند گھنٹہ متحرک سے پرہیز کرنا ہو گا جو فخر و ظہر کے مابین مکن ہے آپ بخوشی رکوع و سجدہ کے ساتھ نماز ادا فرمائیں تب آپ کے دوسری طرح ٹالا اور یہ فرمایا کہ مجھے تکلیف برداشت نہیں ہو سکتی اور آنکھوں بغیر میرا کوئی کام چرج بھی نہیں ہے پھر خواہ مخواہ کیون تکلیف اٹھاؤں غرض آپ نے قبول فرمایا مولوی عبید اللہ صاحب نے جب عرض کیا تو آنکو آپ نے یوں جواب دیا کہ حدیث قدسی میں آتا ہو کہ خدا تعالیٰ جسکی آنکھ لے لے اور وہ اُس پر صبر کرے تو اُس کا

بدنہ جنت ہو سو شاید یہی ایک ذریعہ حصول جنت ہو واسطہ مجھے تو اندھا رہنا ہی پسند ہے اور خاص لوگوں سے
ایک مرتبہ یوں بھی فرمایا کہ میان پہلے تو انکھیں بند کرنی پڑتی تھیں الحمد للہ اب خود بند ہو گئیں پھر ان کے
گھلوانے کی تمنا کیسی؟

کوئی لفظ آپکا تنکیہ کلام نہ تھا جسکو جاؤ بیجا بلا قصد و اختیار برتنا جاتا ہے اور نہ قسم کھانی کی آپکی
عادت تھی عمر بھر میں شاید ایک دو مرتبہ واللہ یا خدا کی قسم آپکی زبان مبارک سے نکلا ہو تو نکلا ہو
دو معینین فقرات کا استعمال کہیں کہیں آپسے ضرور ثابت ہو مگر ایسی جگہ جہاں اسکی ضرورت تھی ورنہ
عموماً آپکا جواب نہایت صاف اور گہلا ہوا دو ٹوک ہوتا تھا جہاں آپنے دو معینین لفظ کا استعمال
فرمایا ہے وہ اسد رحیم علیہ السلام کہ اگر یہ تکلف بھی ہوتا تو داخل کمال تھا چہ جائیکہ بر محل باموقع
بسیاختہ و بلا تکلف زبان پر ایسا فقرہ آئے صاحب ذوق سلیم اس ملاحظت کی لذت حاصل کر سکتا ہے
ایک بار مولوی بدال الدین صاحب نے درخواست کی کہ حضرت میر تقی حسیل علم ختم ہو چکی اب چند روز خدمت
میں رہ کر ذکر شغل کرنا چاہتا ہوں آپنے فرمایا "میان پڑھ چکے ہو تو اب پڑھاؤ تاکہ یاد رہی یہاں تو
وہ آوے جسے اپنے علم پر پانی پھیرنا ہو۔"

ایک شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے انکے دلیں دوسرے آیا کہ یہاں تو امیرانہ ٹھاٹھ ہے اس انداز
کو درویشی سے کیا مناسبت؟ باوجود اس دوسرے انہوں نے بیعت کی درخواست کی حضرت نے انکار
فرمایا کہ ابھی نہیں پھر دیکھا جائیگا تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے پھر عرض کیا اور باصرار کہا کہ حضرت میں
تو مرید ہونے ہی کو آیا تھا اتفاق سے آمید وقت کسی شخص نے آپکو چار یا پانچ روپیہ بد تعمیر مسجد میں دئی تھے
جنکو حضرت نے جیب میں ڈال لیا تھا جب اس شخص نے بیعت پر اصرار کیا تو آپنے جیب کو ہلایا اور
روپیوں کو چھٹکار کر فرمایا "میلن یہاں کیا دھر رہے ہیں تو روپیوں کا آدمی ہوں" اسکے بعد یہ شعر پڑھا۔
دست زر آلود سیہ میشود ہر قلب زندا کو دلا احوال حسیت + سائل کے باب میں آپکی ایا انداز معلوم
ہوا کہ گواپنے نفس پر تشدد فرماتے اور احوط و بلا خلاف مشق معین فرماتے مگر مستفتی کو جہانگشاہ
نکال سکتی سہل صورت بتایا کرتے تھے البتہ بدعات و معصیات میں آپکو تشدد پسند تھا اور سنا للہا
مبادی و مقدمات پر بھی عدم جواز کا فتویٰ دیتے تھے ایک مرتبہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ حضرت درویش
مردم کو اگر شہادت کا سہما قصہ پڑھایا سنا جائے تو آمین تو کہہ حرج نہیں؟ آپنے فرمایا "ناجاہیر کہہ

رض کا مقدمہ ہر اگر جھوٹی روایت کے گناہ سے بچا تو رفاض کی مشابہت تو کی مَن شَبہہ یقوم یقول
 منہم۔ حق تعالیٰ نے چونکہ آپ کو نہ سنا کر بھیجا تھا اس لئے آپ مخلوق پر تنگی نہیں فرماتے تھے شریعت
 جہان تک سہولت نکال سکتی تھی آپ اس کو ظاہر فرماتے تھے اور عموم بلوئے کا بہت خیال رکھتے تھے ایک مرتبہ
 حقہ نوشی کا مسئلہ چڑا آپ نے فرمایا اللہ پنا کر وہ ہے کیونکہ منہ میں بدبو آتی ہے اور حقہ پر کیا منحصر ہے بدبو
 کی اور چیزیں مثلاً پیاز اسن مولیٰ وغیرہ سب کچھ کھانا مکروہ ہیں مولوی محمد جمیل صاحب نے عرض کیا کہ
 حضرت حقہ کے باب میں تو مولویوں نے بہت غلو کیا ہے بعض نے تو مثل شراب کے حرام بتایا ہے آپ نے
 ارشاد فرمایا کہ سب غلط ہے تمباکو مثل اور یا کولات کے سبب ہر اسپر کسی خادم نے عرض کیا کہ حضرت
 رمضان شریف میں جو حقہ دم لگاتے ہیں وہ تو اکثر بیہوش ہو جاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ تمباکو نوشہ
 کرتا ہے آپ نے فرمایا خلو معدہ میں کالی مرچ سنگھائی جلے تو وہ بیہوش کر دیتی ہے میان تمباکو نوشہ
 نہیں کرتا بلکہ اس کی تیزی خلو معدہ کی وقت، البتہ بیہوش کر دیتی ہے جس زمانہ میں رنگت کی پوڑیہ شایع
 ہوئی اور آپ کو یوں محقق ہوا کہ اس میں شراب کی آمیزش ہے تو آپ نے اس طرح فتویٰ دیا کہ اقل تو اس رنگ
 سے کپڑے مت رنگو اگر رنگنا ہی ضرور ہے تو بعد رنگنے کے خوب دھو ڈالو اسپر ایک خادم نے عرض کیا کہ
 حضرت دھونے کے بعد ہر جزا رنگ سے کپڑے میں باقی رہینگے وہ بھی تو ناپاک ہیں آپ نے فرمایا نہیں کپڑا
 پاک ہو گیا چونکہ سائل حضرت کے خاص شاگرد اور بے تکلف تھے بولے حضرت میرے نزدیک تو ناپاک ہی
 ہے آپ خاموش ہو گئے مولوی اسماعیل صاحب جو اس مجمع میں حاضر تھے انہوں نے سائل کو الزامی جواب دیا
 اور کہا کہ فقہائے لکھنؤ نے لکھا ہے اگر کوئی غیر کپڑے کو رنگ جائے اور اچھی طرح دھو ڈالے تو جو رنگت کپڑے پر رہ جائیگی وہ
 معاف ہے اسپر حضرت نے فرمایا درست ہے۔

احباب کیساتھ حضرت کی بڑی تکلفی اسد رجب ۱۲۷۵ ہجری میں تھی کہ اس کی نظیر ملتی مشکل ہے جب کبھی آپ کا اور حضرت
 مولانا قاسم العلوم یا حکیم شہداء الدین صاحب اجتماع ہوتا تو باہم مزاح اور مہذب تین انبساط کا جو عالم ہوتا تھا
 اس کو دیکھنے اور سننے والوں کا دل آج چار طرف ڈھونڈتا ہے اور نہیں ملتا چھوٹے چھوٹے چٹکلے اور رنگ مہر
 لگے ہوئے فقرات حضار جلسہ کو پھر کالے اور بیداری کیساتھ خوش طبعی مخلصانہ توافق کا سبق پڑھایا کرتے تھے
 مولوی نظر محمد خان آہرہ کے رہنے والے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد اور ربیعہ کے
 متبع تھے حضرت مولانا قاسم العلوم عادت شریفہ کی موافق ٹالتے اور ادھر ادھر کی باتوں میں دل بہلا دیتے

تھے ایک مرتبہ انہوں نے اپنی خواہش پر چرچر مفصل لکھی اور مولانا محمد قاسم صاحب کے حضور میں پیش کی مولانا نے چرچہ کو پڑھا اور حبیب میں رکھ لیا اسکا بھی کچھ جواب دیا یہ سمجھے کہ حضرت مولانا نے توجہ فرمائی اتفاق سے تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہ ناؤتہ تشریف لائے تو مولوی نظر محمد خان صاحب بھی خبر پا کر حاضر ہوئے اب انہوں نے دوسری بار درخواست کا اعادہ کیا اور چرچہ پر یہ ہی مضمون لکھ کر حضرت امام ربانی کے حضور میں پیش کیا اس تحریر میں اتنا اور لکھ دیا کہ یہ درخواست ایک چرچہ پر لکھ کر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کیجڑست میں بھی پیش کی مگر مولانا نے کچھ جواب نہیں دیا جو وقت یہ تحریر حضرت کے سامنے کی گئی حضرت مولانا ظہر کیلئے وضو کرنے بیٹھے تھے آپ نے چرچہ لے لیا اور پڑھ کر حبیب میں رکھ لیا ہی تھا کہ مولانا محمد قاسم صاحب بھی پانی کا بہرہ لیا لیکر وضو کر کے حضرت کے پاس آ بیٹھے مولوی نظر محمد خان سے اس کے کہنے سے کہ حضرت نے مولانا قاسم معلوم کی طرقت دیکھ کر تہنم فرمایا اور مولوی نظر محمد خان سے اس طرح فرمایا "ایسے گونگے پیر کو خط کیوں یا تھا جنہوں نے جواب بھی نہ دیا" مولانا محمد قاسم صاحب بھی ہنسے اور فرمایا "لو اب بولتے پیر کے پاس گیا آپ جواب دیں۔"

یہی مولوی نظر محمد خان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت راہپور تشریف لائے اور صحبت حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ میں قیام فرمایا میں بھی خبر سن کر حاضر ہوا صبح کو جب ایک بڑی چار پائی پر حکیم صاحب اپنا صندوقچہ لکھو لکھو حسین ادویات و عطریات وغیرہ اور دوات قلم تھا سامنے رکھ کر بیٹھے تو حضرت نے مسکرا کر فرمایا حکیم جی دنیا کی طرف بہت ہاتھ پھیلانے لگے ہو حکیم صاحب نے فرمایا "نہیں حضرت" اتنے میں ایک شخص قارورہ لیکر آیا اور حکیم صاحب کے سامنے پیش کیا حضرت ذرا فاصلہ پر بیٹھے تھے اپنے دور ہی سے قارورہ پر ایک نظر ڈالی اور خاموش ہو گئے جب وہ شخص قارورہ پھینکنے گیا تو اپنے فرمایا حکیم جی اس شخص کا علاج ذرا سنبھال کر کیجئے" حکیم صاحب حیران ہوئے اور فرمایا حضرت کیوں آپ نے فرمایا "اسکا حال ابتر ہے" عرض جب وہ شخص قارورہ پھینک کر واپس آیا تو حکیم صاحب نے مریض کا حال پوچھا اس نے بھلی وغیرہ کی وہ حالت بیان کی جو جان لی کے وقت ہوتی ہے تب تو حکیم صاحب گھبرائے اور اسکو حیلہ بھاتا ملا راہپور کے قیام میں آپ کی خوش طبعی و انبساط کا حال معلوم کر کے طالب علم آپ کو آگھیرے بہتری ادھر ادھر کی باتیں پوچھا کرتے تھے ایک بار عشا کے بعد آپ چار پائی پر لیٹے تھے طلبہ نے آگھیرا پاؤں دبا سوالات کرنے شروع کئے ایک طالب علم بولا حضرت ارڈ کی دال کے خواص کیا ہیں؟ آپ نے اٹکی

ہے اور طحانی پیغمبر کا اتباع مسلمان کا اصل مقصود اور رضائی شائق کا مضبوط وسیلہ۔

حق تعالیٰ نے آپ کو جس مشغلہ میں لگا یا تھا اُس کے اندر آپ کو اس درجہ پختلی عطا کی گئی تھی کہ کبھی فسق نہیں آیا۔ آفتاب عالم تاب صبح کو طلوع ہوتا اور شام کو افق مغرب میں غروب ہو جاتا تھا مآہتاب بھی ہلال بنکر نکلتا اور کبھی بدر بنتا کبھی دکھائی دیتا اور کبھی عالم کی نظروں سے چھپ جاتا تھا کبھی روز روشن ہوتا تھا اور کبھی شب تاریک کی بوقت سردی بھلوہ گر ہوتی اور کبھی بوقت گرمی غرض عالم حادث ہر روز مختلف ہوتا اور دنیا اپنے انقلابِ عظیم کو ہر لحظہ پلٹتی اور بدلتی رہتی تھی مگر حضرت امام ربانی قدس سرہ کا ایک دم تھا کہ مضمون واحد یعنی خدا ہی تھا اور وحدہ لا شریک معبود کی عبادت میں یکسان مصروف تھا آپ اپنے نفسِ نفیس کی حیثیت سے اس خاصیت میں فرو گئے کہ متغیر عالم کے تغیرات کا اثر آپ کے مستحسن مشغلہ پر نہ پڑا۔ آپ کے حالات زمانہ کے ماتحت بنکر بیشک مختلف تھے مگر سنت کے اتباع کا امر مشترک سب کو شامل اور ہر حالت میں موجود تھا آپ کا دل اندر سے یوں چاہتا تھا کہ دنیا میں ایک متنفس بھی ایسا ہو جس سے حق تعالیٰ کی معصیت اور جنابِ رسول اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ظاہر ہو آپ شغفِ حق کے درجہ میں اپنے نفس ہی کے خیر طلب نہ تھے بلکہ تمام عالم کیساتھ آپ کو یہ ہمدردی تھی کہ کاش دوزخ میں جانیو والا ایک بشر بھی نہ رہے آپ اس درجہ رفیقِ القلب تھے کہ کسی کی حالتِ تنگین یا تنگی و بد حالی سنتے تو بے چین ہو جاتے تھے واقف ہو یا ناواقف یگانہ ہو یا بیگانہ کسی شخص کی بد حالی و شہرت آپ کو گوارا نہ تھی جس طرح دنیا کی عسرت و بد حالی آپ کو صدمہ پہنچاتی اس سے زیادہ آخرت کے افلاس پر آپ تنگدل اور بے چین ہوتے تھے کسی شخص کی معصیت اور بددینی سنکر آپ کو جسدِ رنجِ حزن لاحق ہوتا اور اُس کے لئے آپ کا دل رو یا اور دعا کیا کرتا تھا شاید اپنے فقر و افلاس پر بھی ایسا کسی کو رنج نہ ہوتا ہو گا دشمن سے دشمن کیلئے بھی آپ نے کبھی بددعا نہیں کی اور اگر منجانب اللہ آپ کا دشمن کسی آفتِ سماوی میں مبتلا ہوا تو اُس کو سنکر آپ کبھی خوش نہیں ہوئے بدگوئی و خرافات نویسی کی جتنی ایذا میں آپ کو مولوی احمد رضا صاحب بریلوی سے پہنچیں شاید اتنی نہ دوسرے کو مولوی احمد رضا صاحب نے پہنچائی ہوں اور نہ دوسرے سے حضرت امام ربانی کو پہنچی ہوں مگر اللہ اعظم کہ حضرت کی زبان سے عمر بھر میں کبھی ایک کلمہ بھی ایسا سننے میں نہیں آیا جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ حضرت ان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں جس زمانہ میں مولوی احمد رضا صاحب کو مرضِ جِذام لاحق ہوا اور نون میں سدا

آیا تو بعض لوگوں کو مسرت ہوئی کہ سب و شتم کا ثمرہ دنیا میں ملتا ہے ہر ہوا مگر جو قدرت کسی شخص نے حضرت
عزیز کیا کہ ”بریلوی مولوی کوڑھی ہو گئے“ تو حضرت گھبرا اٹھے اور یہ الفاظ فرمائے کہ میان کسی کی
مصیبت پر خوش ہونا چاہئے خدا جانے اپنی تقدیر میں کیا لکھا ہے لیکن آپ کا کہنا ہے کہ یہ خط
سننے بیٹھے سب پہلا خط جوڑھا گیا بیٹی سے آیا ہوا کاڑھ تھا جس میں لکھا تھا کہ مولوی ہدایت رحل کو ایک منکوحہ عورت
نکل کر نیک جرم میں لے کر قید کا حکم سنایا گیا بعض سامعین کو مسرت ہوئی کہ حضرت کے بڑے مخالف مگر آپ کی زبان سے نکلا
زیادہ سے زیادہ رنج کا اثر جو کسی بدگوشت کی طرف سے آپ کو پیش آتا یہ ہوتا تھا کہ آپ اُس کے لئے
دعا کرنی چھوڑ دیتے تھے مگر یہ بھی اُس کے لئے جسکی ایذا رسانی آپ کی ذات سے متجاوز ہو کر آپ کے
مخلصین اور احباب تک جا پہنچی ہو ایک بار کسی شخص نے آپ کو خط لکھا اور کسی مصیبت میں مبتلا تھے
اُس سے رہائی کی دعا کرنی چاہی آپ نے بیساختہ یہ الفاظ فرمائے کہ یہ وہی تو ہیں جنہیں مولوی
خلیل احمد سے عداوت ہے میرے دوستوں سے دشمنی رکھیں اور مجھ سے دعا کرنی چاہیں یہ مجھ سے
نہیں ہو سکتا اگرچہ کسی کے لئے بد دعا بھی نہیں کرتا۔

جس زمانہ میں آپ کی بیٹی کا قیام اور دہن مبارک میں دانت ہو جو تھے اُس وقت کھانا مکان سے آتا
اور آپ مہمانوں کیساتھ بیٹھ کر نوش فرماتے تھے مگر بیٹی بھانیکے بعد آپ دولتانہ میں کھاتے اور مہمانوں
کیلئے کھانا باہر آجاتا تھا مگر آپ کو مہمانوں کا اس درجہ خیال تھا کہ نوالہ توڑنے سے پہلے مہمانوں کو کھانا بھیجتے
اور پھر باہر آکر بھی دریافت فرمایا کرتے تھے کہ سب کھالیا کوئی رہا تو نہیں؟ سادگی چونکہ آپ کی عادت و
طبیعت میں غل بھی اسلئے مٹی اور تانبے کے برتن آپ کے نزدیک برابر تھے گھر میں جو کچھ بچتا وہ مہمانوں کے
سامنے لا کر رکھ دیا جاتا اور ایک برتن میں دو دو بلکہ کبھی تین تین کو شریک کر دیا جاتا تھا۔

یہ نمونہ ہے عادات و معمولات اور مثال وخصائل میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع تاوم
اقتداء کامل کا جو حق تعالیٰ نے حضرت امام ربانی کو عطا فرمایا تھا چونکہ احاطہ مقصود نہیں اور نہ ہو سکتا
ہے محض نمونہ دکھانا مطلوب ہے اور امید ہے کہ انشاء اللہ اتنی بات کیلئے سطور مذکورہ کافی ہوں اسلئے
اس عنوان کو ختم کرتا ہوں حق تعالیٰ توفیق دے ہم ذیل مرقوم ہمت و جفا کا رضاء م کو کہ انتساب کی
شرم رکھیں اور جہانک ممکن ہو نبوی ہمت کو دانتوں سے مضبوط تمام لیں کہ اسی میں نجات محض
اور فلاح آخرت محدود ہے واللہ الموفق والمستعان الیہ الا نابتہ وعلیہ التکلیل

انذہبیت

داسن رہبر بکیر و پس بر آ
تا بیابی گنج عسرفان را کلید
عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

گر ہوا سے این سفر داری دلا
در ادا دت ہاں صادق اسے فرید
بے ریفقے ہر کہ شد در راہ عشق

ایک تحریر طبیب امت حضرت مولانا الحافظ الحاج القاری شاہ اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ العالی نے سوانح شریفہ میں اندراج کیلئے یاد کیا کہ ان کے نام سے موسوم فرما کر کمترین کے پاس ارسال فرمائی تھی جس میں تیس تذکرہ تھے جو بصورت عنوانات مختلفہ میں اپنے اپنے موقع پر درج کئے گئے بیعت کے متعلق اس تحریر کے مضمون کو تبرکاً مقدم کرنا ہوں وہ ہوا۔

سب سے اوّل اس نااہل کو اس مرکز دائرہ ارشاد کی زیارت اسوقت میں جب میں مدرسہ دیوبند میں پڑھتا تھا اور وہاں حضرت اپنی تشریف آوری سے اہل مدرسہ و اہل شہر کو گاہ گاہ مشرف فرمایا کرتے تھے سنہ یازدہم رہا۔ دیکھنے سے میرے قلب میں جو حقیقت و نور پیدا ہوئی وہ میرے لئے باعث اسکی ہوئی کہ باوجود حقیقت و غایت بیعت کی نہ سمجھنے کے میں سلفیہ کی دفعہ بہت کی۔ چونکہ طبیب حاذق کو مریض کی رائے کا اتباع ضرور نہیں بلکہ اگر ایسا کیا جائے تو مریض کیلئے مضر بھی ہے اسلئے اپنے ارشاد فرمایا کہ جب تک علم سے فراغ نہ ہو جاوے اسوقت تک اسے اسخرا الی و موسومہ شہنامی ہے اسوقت میرے ذہن میں اس جواب کی حقیقت اور غلطی اور حکمت شائق نہ آئی اور غلط فہمی سے اسکو دفع الوقتی پر محمول کیا لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب حضرت ابی اعلیٰ درہم کی شان ارشاد و تربیت کی دلیل ہی تفصیل اسکی یہ ہے کہ شیطان کا اصل مقصود انسان کو غرہ پہنچانا ہی اور نہ کچھ معصیت ہی میں منحصر نہیں اگرچہ وہ اعلیٰ درجہ کا ضرر ہی لیکن ایک فرد ضرر کی یہ بھی ہے کہ کسی لماعی سے اور اس کے ثواب سے محروم کر دے گو اس سے کم درجہ طاعت میں مشغول کر دینے ہی سے کیوں نہ ہو پس ضرر قسم اول کا ادراک تو اکثر صلحاء بلکہ عامہ مسلمین کو بھی ہو جاتا ہے لیکن دوسری قسم کے ضرر کا ادراک کرنا مخصوص پر محققین بلکہ صدیقین کے ساتھ اسی لئے حدیث میں ہے فِقِيْهُ وَاجِدٌ اَشَدُّ عَلٰی الشَّيْطَانِ مِنَ الْفَقِيْهِ عَالِمٌ فَقِيْهُ اَيْسَهُ هِيَ شَخْصٌ كُوْكَتَهُ يَنْبَغِيْ حَقَائِقُ دَعْلٍ خَفِيْهِ وَدَقِيْقَهُ كُوْكَتَهُ هِيَ

پس شیطان اس طریقہ اغوا کو بڑی گہری نظر کے بعد تجویز کرتا ہے اور واقع میں ہنر بھی گہری بات گیونکہ جہاں گناہ کرا سکے پر قادر ہونے میں کامیابی کی امید نہ وہاں نقص و ثواب ہی کو غنیمت سمجھنا نہایت گہرے درجہ کی عداوت ہے اور یہ فقیہ مبصر نور وہی ہے اسکا ادراک کر کے اسکی قلعی کھول دیتا ہے اور اسکا بنا بنایا منصوبہ ایک دم میں غلط کرتا ہے پس اسپر نہایت شاق ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ تحصیل علوم دینیہ بوجہ اسکے کہ خود بھی انسان کیلئے بہت مواقع زلت میں آلودہایت ہے نیز اسوجہ سے کہ اسکا انفع متعدی بھی ہے لاریب کثرت نوافل و وارد و نحو ہا سے افضل ہو اور تجربہ سے یہ بات بھی تقریباً متیقن ہے کہ بیعت کے خواص لازمہ عادیہ سے ہے کہ اسکے بعد ان امور کی طرف میلان و رغبت کی زیادتی ہوتی ہے اور عقلی مسئلہ ہے کہ **لَا تَقْبَلُ إِلَّا الشَّيْئَاتِ فِيْ اَيِّ قَبْحٍ** پس اس مجموعہ کا لازمی نتیجہ علوم دینیہ سے بغیبتی ہوتا ہے اور کسی امر کی تکمیل یا رغبت ہوتی نہیں پس ضرور ایسی حالت میں علم ناقص رہے گا جیسے کبھی تو بوجہ جل بعض امور ضروریہ میں ضرر اعتقادی یا عملی مرتب ہو جاتا ہے جو ضرر قسم اول ہے اور اقل درجہ حالت اعظم سے حرمان تو ضروری ہی ہوتا ہے جو ضرر قسم دوم ہے اس مضمون کی بعض مثالیں حضرت قطب الوقت ابن عطاء کندی نے اپنے رسالہ تنویر میں خوب لکھی ہیں اور اسی مضمون پر حضرت عارف محمود بک فرماتے ہیں ۔

اے قوم بچ رہتے کجا سید کجا سید	معتشوق در این بیاست بر این بیا سید
--------------------------------	------------------------------------

سو ہمیں خطاب عام نہیں ہے بلکہ خاص ان لوگوں کو ہے جن پر حج فرض نہیں اور اس سے زیادہ ضروری طاعت صلاح نفس کہ چھوڑ کر حج کو جاسنہ ہیں حقیقت ہی حضرت قدس سرہ کے جواب یا بصورتاً کی **فَلِلّٰهِ ذِكْرُهُ وَلِلّٰهِ يُرْكَ** انھی شریعہ الشرائع ۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے دربار گہریار میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں واقعات پیش آئے کہ کسی شخص نے بیعت کی آپ سے درخواست فرمائی اور آپ نے انکار فرمایا پھر آپ کے انکار فرمائی کے بھی اتنے مختلف مراتب اور متعدد درجے تھے کہ اسکی کیفیت اور کہنہ کا ادراک کرنا ہر شخص کا کام نہیں آپکا کجا آپکا انداز گفتگو آپ کا طرز انکار کچھ ایسا متفاوت ہوتا تھا کہ صاحب وجدان سلیم البتہ سمجھ جاتا تھا کہ کیسا انتہا ہے ۔ عام افہام کیا جانیں کہ ماہر و مرشد عالم کے انکار بیعت میں کیا صحت ہے ؟ چونکہ آپ کی سوانح شریف میں بعض کج فہم اصحاب کے نزدیک انکار بیعت کسی درجہ میں واقع ہو گیا اور اسی

کے رفع کر نیکو طبیب اُمت مولانا تھانوی مدظلہ نے اپنی تحریر کو مبسوط فرمایا ہے اسلئے نظر توضیح بقدر ضرورت
اسکا اظہار مناسب معلوم ہوا۔ بات یہ ہے کہ تصوف حقیقت میں نام ہے روحانی امراض کے علاج
کا پس جس طرح کسی لائق طبیب کو جسمانی امراض کے معالجہ میں اپنی حذاقت و دانائی سے کام لینا
پڑتا ہے اس سے زیادہ شیخ طریقت کو روحانی علاج میں اپنی بصیرت و فقاہت سے کام لینا پڑتا ہے
جسم جو نیکو ظاہر ہے اسلئے اسکے امراض واضح اور علاج و تدبیر بھی ظاہر ہو کر روح چونکہ باطنی شے کا نام ہے
اسلئے اسکی بیماریاں غبی ہیں اسکی شناخت و معرفت بھی انہیں باطنی آنکھوں سے ہوتی ہے بلکہ بصیرت
کما جاتا ہے اور جو فقیر و حکیم صاحبِ دل کے قلب میں کھولی جاتی ہیں۔ امراض جسمانی کو معالجہ
کی صعوبتیں کسی ایسے طبیب کے دریافت کرنی چاہیں جو مخلوق کی جان و ناکہ دہ دار بنکر طبیب میں آ بیٹھا ہو
اور سہل و دشوار ہر قسم کی بیماریوں والے مریض اسکی نظر اور ہاتھ کے نیچے سے گزرتے ہوں یہی طبیب غیب
سمجھ سکتا ہو کہ کس مریض کا کیونکر معالجہ کرنا چاہئے اور کس مرض کو کس قسم کی دوا یا تدبیر سے نفع ہوگا اسی
طرح روحانی معالجہ کی دشواریاں اُس حکیم سے معلوم کرنی چاہئیں جو مخلوق کے ایمانوں کا محافظ و
نگران بنا یا گیا ہو اور ہادی و مرشد قرار دیکر دنیا کے کسی خطہ میں بھیجا گیا ہو۔

بہتیرے امراض مزمنہ ایسے لا علاج ہیں جنکی دوا تجویز کرنا نسخہ لکھنا اور معالجہ کرنا طبیب کو اپنے
بیش قیمت وقت کا ضائع کرنا معلوم ہوتا ہے بجز اسکے کہ اپنا وقت دوسرے مفید معالجہ میں صرف
کر نیکے لئے صاف انکار یا حیلہ حوالہ سے ایسے بیمار و نکوٹا لاجائے انکا اور کچھ علاج نہیں ممکن ہے کہ
ناواقف و کوتاہ نظرین اس طبیب کو مختارت کے ساتھ دیکھیں اور سخت دل یا بے رحم مہین گن جسکو
فن طبابت سے کچھ بھی مناسب ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ مرض لا علاج کا یہی ایک علاج ہے اسی طرح
خدا کی بہتری مخلوق حکیم امت راہبر کے ہاتھ پرسعیت ہوئی اکثر طلبگار ہوئی مگر شیخ کی باطنی خدا
نے اسکے روحانی امراض کو لا علاج پاکر ہمیشہ انکار سے کام لیا اگرچہ جہلائے یوں کہا کہ گمراہ کو ہدایت
پر لانے سے گریز کیا گیا جو معصیت ہے مگر اس فن سے ادنیٰ التعلق رکھنے والے صاحب بصیرت ہی کو
اسکا اور اک ہو سکتا ہے کہ انکار ہی اس بلغیب کا آخری علاج تھا جس طرح بہتیرے صحیح الاعضاء
موٹے تازے آدمی بسا اوقات تندرستوں کی طرح باتیں کرتے اور چلتے پھرتے محسوس ہوتے ہیں مگر
حاذق طبیب شناخت کر لیتا ہے کہ حق میں مبتلا اور چند روز کا دنیا میں مہمان ہر جانب سری دشوار اور جفا

مستعار کا بقا محال ہے اسی طرح بہتیرے وجہ و شکیں پڑے لکھے صاحبِ حشوتِ شخاص اپنے محالِ علم و فضل کے مدعی اور سلامتِ روح کی صورت لئے ہوئے ہیں مگر بمصرِ فقیہ فوراً ادراک کر لیتا ہے کہ تکبرِ خود ستائی کے اُس دریائے ناپید اکنار میں غرق ہو جس سے نکلنا دشوار اور رہائی کے بغیر حیاتِ آخرت کا حصول ناممکن و محال ہے ۷

یاد مدعی گوئیہ اسرارِ عشق و مستی | بگزار تا بمیسر از سرخِ خود پرستی

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سرِ پا سعادت کو جو جو بون بُعد ہوتا جاتا ہے دونوں دو برکات و فیضانِ نبوت میں اضمحلال اور روح کی اہلیت و استعداد میں تنزل و انحطاط ہوتا جاتا ہے جو دن آتا ہی باعتبارِ دین گذشتہ یوم سے بدتر آتا ہے اور جو لحظہ گذرتا ہے بحیثیتِ عروجِ روح لمحہ ماضیہ سے کمزور اور ضعیف گذرتا ہے مگر افسوس کہ اُسکا احساس نہیں ہوتا اور احساس ہو کیونکر آخرِ مرض سے آگاہی یہ بھی تو قوتِ حس ہی کا ثمر ہے جب قلبِ سر تا پا مرضِ نجاتِ خود مرض کا احساس و ادراک بھی شواہد ہے اس عدمِ احساس ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ ہر شخص اپنے آپ کو اہلِ صلاح اور صالحہ سے متغنی سمجھے ہوئے ہے اوّل تو طبیب کے پاس جانے اور مرض کی تشخیص کرانے یعنی بیعت کر نیکی ضرورت ہی نہیں سمجھتے اور اگر کسی طبیب کو لوگوں سے بھرپور دیکھ کر نیز نظیرِ کج جان کا اتفاق بھی ہو گیا تو نبض دکھاتے شرم آتی ہے کہ مریضوں کے رجبِ زمین نام درج ہو جائیگا اور اگر ہمت کر کے یہ بھی کر گذرے تو طبیب کے معمولی ایک امتحان کی بھی برداشت نہیں کر سکتے اگر کسی ایسے شخص سے جسکی آنکھوں میں پانی اُتر آیا طبیب یوں کہتے کہ اسوقت علاج نہ کروں گا پھر کبھی آنا اور آنکھ دکھا نا جسوقت قابلِ علاج سمجھوں گا اسوقت بناؤں گا تو وہ شخص جسکو واقعی علاج کرنا مقصود ہے اور جو یہ سمجھ ہوئی ہے کہ آنکھیں بڑی نعمت ہیں بیسیوں بار حاضری دینا اور جسکو طبیب کا مذاق ہی اڑانا مقصود تھا وہ بیشک اس جانب رخ کر کے بیٹھ جائیگا بھی نہیں اسی طرح اس زمانہ پر آشوب کی یہ حالت عموماً دیکھی جاتی ہے کہ شیخ کا یہ کہہنا کہ اُسٹو مرید نہ کروں گا پھر کبھی آنا بھالا اور برہمی بنا کر لگ جاتا ہے اور یہ کلمہ اسدرجہ ناگوار گذرتا ہے کہ دوبارہ آنا تو درکنار پہلے انکار پر عمر بھر سب شتم کریں تب بھی اُسکی تلافی نہو سکے یہی خود ستائی و انفیس کی بڑائی دلیل ہے اُس نا اہلیت کی جسے مرض کا علاج ہونا ظاہر کر دیا مگر اُسی کیلئے نافع ہو سکتا ہے جس میں شہور و احساس ہو اور جو سر تا پا مرضِ کبر کا بیمار بننے کے باعث اپنے کو متکبر ہی نہیں سمجھتا وہ اس شخص

غیر ذات کو کیونکر گوارا اور پسند ہو سکتا ہے۔ آپ کے قلب مبارک کو مشکوٰۃ نبوت کا جو چمکتا و مکنا نور عطا کیا گیا تھا اُس سے طالبین کے قلوب کو روشن کرنے کی اجازت دینے میں آپ کو مطلق تامل نہ تھا اگر تامل ہوتا تو آج تیس سے زیادہ آپ کے خلفاء کی تعداد کیونکر پہنچتی مگر ہاں اسکے ساتھ ہی آپ یہ بھی اچھی طرح سمجھے ہوئے تھے کہ منفعت حاصل ہو جائیو الا مال بے رحم و فضول خرچ شخص کا اسراف زیادہ کر دیتا ہے اسلئے کہ وہ اُسکی قدر نہیں پہچان سکتا پس بغیر پوری محنت لئے اور بلا مشقت تادم برداشت کر اسے مشعل تہمت و فیضان قدسی کسی نا قدر دان کے حوالہ کر دینا اُس لاشربیک نور السموات والارض شاہنشاہ کو کہہ سکتے ہیں۔ جس کا یہ سب ظہور ہے۔

آپ کے شاہراہ ہدایت بالکل کھول دی تھی مگر آپ کسی ایسے جس ذی روح کو آپ چلنے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے جو راستہ کو خراب اور مکدر و بودار بنائے آپ عن تعالیٰ کی طرف سے امین تھے اور اُس دنیا میں بھیجے گئے تھے کہ قسام ازل کی لذیذ نعمتیں لذت پسند اور صاحب ذوق سلیم جماعت پر تقسیم کریں اہل حق کو حق پہنچائیں اور امانت داری کا حق پورا ادا فرما دیں سخاوت و جوش دیگر اوصاف کے اس حالت بعد کا نام ہے حسین بن نخل و تنگ دلی کا نام ہو کہ باوجود ضرورت کے خرچ نہ کیا جائے اور نہ اسراف و فضول خرچی کا شائبہ لگنے پائے کہ بلا ضرورت یا ناوقت و بے محل صرف کیا جائے منصب ارشاد میں زیادہ قابل اہتمام سمجھی گئی ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے سخاوت کا مفہوم اپنی سوانح میں پورا ظاہر فرما دیا آپ کی فراست اس درجہ ذکی تھی کہ دوسری جگہ شاید دیکھنی نصیب نہ ہو سکی فہم جسکو فقہاء کہتے ہیں کہ جانتا ہے ایسی قوی اور وسیع الادراک تھی کہ نظیر ملی مشکل ہے آپ اہل زمانہ کے سرتاج اور اہل حق کے پیشوا تھے (ایضاً) فی حقہ اللہ کو صلۃ لا ینقطع علیہم ایکی شان تھی اگر آپ کے قلب میں بڑائی کا جسکو تکبر کہتے ہیں ذہ کی برابر بھی اثر ہوتا تو حاضر آستانہ ہونیوالوں میں ایک متنفس بھیجتے سے محروم نہ آتا۔ مرید بنا لینا اور ہاتھ پکڑ کر توبہ کر دینا آخر ایسا کون بڑا کام ہے جسکو حضرت امام ربانی نہ کر سکتے ہوں۔ جو کام آپ نے کئے وہ تو ایسے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں کسی دوسرے سے ہو سکے آپ اپنی ہمت و طلب کے اعتبار سے جس طرح فرد تھے ایسے ہی مشاغل و مثرات سعی کی حیثیت سے یکنائے زمانہ تھے انہیں کمالات علیہ فرود کے ضمن میں یہ کمال بھی داخل ہے جو حقیقت میں مشرر حذاقت و فراست اور فریضہ منصب ارشاد و ہدایت تھا یعنی یہ کہ ہر شخص کو آپ نے بیعت نہیں کیا

بلکہ جسکو طلب کے امتحان میں ثابت قدم پایا اُسکو سلسلہ میں داخل کیا اور اس کو سوئی پر پرکھنے سے
 کھوٹا پایا اُسکو صادق جواب دیدیا یا طلب کے صادق ہونے تک تحصیل دینے رکھا۔ اسی حدت
 کی ایک شاخ یہ بھی تھی جو طبیب اُمت حضرت مولانا اشرف علی صاحب دہلوی نے تحریر فرمائی کہ دو
 کے مفید ہونیکے وقت کا انتظار فرمایا اور متعدی نفع یعنی علم دین کی تعلیم کے زمانہ میں نفع لازمی
 یعنی ذکر و شغل تھیں نہیں فرمائے خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلے طالب کی طلب کا آپ امتحان لیتے
 تھے کہ صادق ہے یا کاؤب؟ اگر کچھ بھی اچھیں کی ہوتی تو آپ کی فراست و نگاہ بصیرت فوراً اُسکو
 ادراک کر لیتی اور آپ اُسکی بیعت سے ہاتھ کھینچ لیتے تھے اس امتحان کے بعد عطا و نعمت کیلئے
 وقت و حال کی مناسبت طبع کا انداز مہلت گنجائش مشغلہ صحبت ملازمت سب کچھ دیکھا
 بھالا جاتا اور تلقین و ارشاد کا جو طریق اُسکے لئے نافع ہوتا وہ اُسکے لئے تجویز کیا جاتا تھا جس طرح
 مطلق غذا کے لئے اشتہار صادق کی ضرورت ہے کہ سچی بھوک کے بغیر کوئی غذا کیسی ہی بیش قیمت
 اور لذیذ کیون نہ کھا نیوایکے لئے نافع نہیں بلکہ منہر ہے البتہ اشتہار صادق کے بعد طبیعت کے میلان
 گنجائش وقت و موسم و فصل اور مہلت و ملکین وغیرہ دانقون کا لحاظ ہوتا ہے سب طرح تعلیم باطنی طلب
 جملہ اذکار و اشغال کی منفعت کیلئے اصل الاصول ہے اور جب یہ کامل ہو جائے تو طرق الاربعہ میں
 چشمتہ و نقشبندیہ اور قادریہ و سہروردیہ کی مناسبت اور ذکر و فکر و مراقبہ و پاس انقاس وغیرہ کی
 ملازمت بلحاظ وسعت وقت و فرصت اور اطمینان و سکون و معیشت ایک خاص طریق پر طالب کو
 چلا دیا جاتا ہے۔ مولوی ولایت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ بندہ جب طالب علمی سے فارغ ہو کر نکلتا ہے
 میں بعد امتحان مدرسہ عالیہ دیوبند سے گنگوہ بغرض زیارت حاضر ہوا اور بذریعہ تحریر بیعت کیلئے عرض کیا
 تو ارشاد فرمایا کہ اسوقت نہ بیعت جائز اور نہ نافع آخر ایک روز ہر کہ جب روانگی کی وقت رخصت کیلئے
 حاضر ہوا تو فرمایا کہ یہ سب شیطان دھوکے ہیں کہ مشغول علم سے باز کر دے و ظاہر کی طرف مشغول کرتا ہے
 تم نے حدیث میں پڑھا ہے کہ شیطان پر ہزار عابد سے ایک عالم زیادہ بھاری ہے جاؤ اور توبہ دیکھو پڑھو
 آخر بے نیل مرام واپس ہو یا ابن ہمہ جو در حضرت نے فرمائی وہ تو ظاہر ہی ہے۔ دوسری وجہ یہ معلوم
 ہوتی ہے کہ اسوقت میرے دل میں تردد تھا کیونکہ مولوی فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی حضرت
 علیہ السلام کی عقیقت خاص تھی اور تذبذب تھا کہ یہاں مرید ہوں یا گنج مراد آبادی پس بیعت سے انکار

فرمانا میرے خیال میں برسبیل کرامت تھا آخر جب دلیمن ادھر کا خیال بچتے ہو گیا اور کیسوی حاصل ہوئی تو حضرت نے درخواست منظور فرمائی اور بیعت کر لیا۔

حضرت امام ربانی کے دربار گہر بار میں بیعت کا طریق اس طرح دیکھنے میں آیا کہ اکثر گنوار اور ان پڑھ یا سپاہی پیشہ طالبین کو درخواست کرتے ہی بیعت فرما لیتے تھے کیونکہ انہیں کج و کاؤ کی تعداد نہیں ہوتی اور عموماً اپنے آپکو ناکارہ و نادار اور شیخ کے دامن پکڑنیکا عاجز مند سمجھتے ہیں اور صاحبان سلیقہ و شعور خصوصاً طلبہ علماء اور پیرزادوں کو چند روز ٹال کر بعد دریافت پختگی بیعت فرمایا کرتے تھے اسلئے کہ اس گروہ میں عموماً اپنی سیادت و بڑائی ہوتی ہے خواہ بلحاظ پیرزادی ہو کہ اولیاء اللہ کی اولاد میں ہیں یا بنظر علم و فضل ہو کہ جہلم کے سرپرست و سردار اور نائب رول ہولوی ہیں۔

ایک نوجوان شخص جنکی صورت پر صلاحیت برستی تھی ایک مرتبہ گنگوہ آئے اور حضرت سے بیعت کی درخواست کی آپ نے صاف جواب دیدیا کہ میں تمہیں ہرگز بیعت نہ کروں گا مولوی یحییٰ صاحب نے انہوں نے سفارش بھی کرائی مگر منظور نہ ہوئی حضرت امام ربانی کے نام ایک خط پہنچا جو خوش گالیوں اور بے تہذیبیگی سے لبریز تھا مولوی یحییٰ صاحب نے جنکے ہاتھ میں خط طوطا آتے تھے اس خط کو پڑھنا اور سنانا شروع کیا مگر ایک دو فقرہ پڑھتے ہی پر جب دیکھا کہ بدگوئی کے سوا کچھ نہیں اسلئے علیحدہ کیا حضرت نے ارشاد فرمایا "تمہیں معلوم بھی ہے کہ کیسے بچنے والے کون بزرگ ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت کیا خبر؟ آپ نے آہستہ سے فرمایا وہی تو ہیں جنکے مرید کر لینے کی ہر سون تم سفارش کر رہے تھے سہارنپور میں پوچھ کر عقیدت ظاہر کی ہے۔ ایک ہولوی جنکا نام لینا خلافت مصلحت ہے ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ نہ او بہکت ہے نہ تعظیم و تکریم اسلئے بہت ہی رنجیدہ ہوئے بادل ناخواستہ بیعت کی بھی درخواست کی آپ نے انکار فرمایا اور کہا "یہاں کیا دہرا ہے میں مرید نہیں کروں گا" یہ صاحبیت تک رہے نہ کسی سے بات کی نہ کہنے آخر چلے گئے اور پھر جس کسی سے ملے تو یوں بولے کہ "میاں کیا دہرا ہے بس دور کے ڈھول ہیں جسکا نام غلق ہے اسکا پتہ بھی نہیں ہم تو امتحان لینے گئے تھے جب یہ رنگ دیکھا تو چلے آئے مرید ہو کر لیتے کیا؟ سچ ہے اگر مولوی صاحب کی تعظیم و تکریم ہوتی تو آپ ہی سب کچھ بچائے اتنی والے روحانی مریض کی خاطر و مدارات ہی تو طلبیب کی صداقت کا معیار ہے اگر یہ نہیں تو حکیم حکیم نہیں" **۵** گردنہ بیند بروز شہرہ چشم + چشمہ آفتاب راجہ گناہ +

ایک دن دو شخص خانقاہ میں آئے اور حضرت مصافحہ کر کے بیٹھ گئے آپ نے دریافت فرمایا کون انہوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم آپ کے مرید ہیں، بیساختہ آپ نے فرمایا نہیں تم میرے مرید نہیں انہوں نے پھر عرض کیا کہ حضرت آپ کو یاد نہیں رہا مگر حضرت نے پھر وہی ارشاد فرمایا کہ نہیں تم میرے مرید نہیں انہوں نے پھر عرض کیا کہ حضرت آپ کو یاد نہیں رہا مگر حضرت نے پھر وہی ارشاد فرمایا کہ نہیں تم میرے ہرگز مرید نہیں آخر دونوں صاحب حجرہ سے باہر آئے اور مولوی کفایت اللہ صاحب کے پاس بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے اسی اثنا میں کہنے لگے کہ ”مولوی صاحب یہاں کھانا بھی ملیگا یا نہیں؟“ مولوی کفایت اللہ صاحب اس سوال پر چونکے اور کہا کہ میں لنگر تو یہاں ہے نہیں کہ جسکا جی چاہے کھائے حضرت کے مہمان جو آتے ہیں وہ کھانا بھی کھالیتے ہیں باقی خیر صلا ہے خدا کا شکر ہے کہ آئیو لے مسافر بھی تھے صاف گو یہ صاف گوئی کا جو باب سکر بولے ”میان ہمنے تو کھانیکے واسطے یہ ڈھنگ ڈالے تھے مگر مولوی صاحب پہچان گئے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب شریف لائے اور اس درجہ اخلاص و عقیدت کا اظہار کیا کہ سننے والے بھی سمجھے کہ کوئی بڑا ہی جان نثار اور حضرت کا والد و شیدا شخص ہے جسوقت حضرت کے سامنے آئے اور لجاجت کے ساتھ بیعت کا قصد ظاہر کیا تو حضرت نے ہڑکدیا اور فرمایا ”جاؤ میرے یہاں ہمارا کام نہیں میں ہرگز مرید نہیں کروں گا“ سائل رو دیا اور مخلصین سے گڑ گڑا کر سفارش کرائی مگر جس نے بھی سفارش کی اُسکو بھی گھڑکی ملی اور یوں ارشاد ہوا ”میں کہہ چکا مرید نہیں کروں گا اُس سے کہدو یہاں نہ ٹھیرے روٹی کا کہیں فکر کرے“ اگر نہ جائے تو نکال دو اسباب باہر پھینک دو حضرت امام ربانی کی خلاف عادت اس بے توجہی پر دوسروں کو بھی کچھ افسوس ہوا مگر تعمیل کے بغیر چارہ نہ تھا اسباب خانقاہ سے باہر کر دیا اور مسافر سے کہدیا گیا کہ حضرت کے مکان سے ہمارا کھانا نہیں آئیگا اس پر تاؤ پر بھی مسافر نے جس عقیدت کا اظہار نہ چھوڑا اور رو کر کہا کچھ ہی ہو میں تو بیعت ہی ہوں گا حکیم محمد یوسف صاحب کو یہ حالت دیکھ کر ترس آیا اور مسافر کو اپنی بیٹھک میں ٹھیرا کر تسلی بخشی کے کلمات کہے کہ بوقت مناسب میں سفارش کر کے تمہیں مرید کرادوں گا۔ اگلے دن حکیم صاحب نے قصد کیا کہ حضرت سے عرض کریں ابھی کچھ کہنے نہ پائے تھے کہ حضرت نے خود ہی فرمایا آئیو لا کہاں ہر تھے اُسے کیوں ٹھیرا کھا ہی ٹھو کر یہ کر دو

اور کہہ دو کہ چلتا ہو اب یہ کہیں تو کیا کہیں خاموش چلے آئے کہ دوسرے وقت کہو گا عصر کے بعد پھر جاہا کہ تقریب کریں مگر حضرت نے بولنے سے پہلے ہی فرمایا اُسکو ابھی چلتا نہیں کیا؟ دینی زبان سے حکیم صاحب بولے کہ حضرت آئے مہمان کو کہیں اُطرح نکالا جاسکے ہے آپ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا ”کیسی مروت“ آخر پھر چپکے چلے آئے بیٹھک میں قدم رکھا تو دیکھا کہ مسافر کتاب کھولے کچھ لکھ رہا ہے حکیم صاحب کے آتے ہی جلدی سے کتاب بند کر جزدان میں لپیٹ حایل بنا کر گلے میں ڈال لی ابقی انکا دل کھٹکا اور فکر ہوا کہ کسی طرح حایل دیکھوں کہ اس میں کیا ہے؟

بآسانی محفوظ کتاب کا معائنہ حکیم صاحب کر نہیں سکتے تھے اسلئے تدبیر کو کام میں لائے اور رات بھر مسافر کو باتوں میں لگائے رکھا یہاں تک کہ نیند کے غلبہ سے عاجز آگیا جب انہوں نے دیکھا کہ اب حواس بجا نہیں تو یہ کہہ کر اُٹھے ”اچھا اب سو رہے مسافر لیٹا اور لیٹتے ہی گہری غفلت کی نیند سو گیا اسوقت انہوں نے گردن میں سے حائل نکالی لپکے سامنے لاکر کھولی دیکھا تو کہیں انگریزی ہے کہیں فارسی کہیں اردو اور کہیں عربی عجبت کیسا تھوڑا درق گردانی میں ایک جگہ کسی انگریز کا نام چٹھی کی نقل نظر پڑی جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ میں نے گورنمنٹ کی خیر خواہی میں جان تو جان اپنے ایمان کی بھی پروا نہیں کی مگر افسوس کہ میری قدر جیسی ہونی چاہئے تھی وہ نہ ہوئی“ اس عبارت کو دیکھ کر حکیم صاحب کانپ اُٹھے اور کتاب کو بند کر اسی طرح حائل مسافر کے گلے میں ڈال کر باہر چلے آئے علی الصبح کرایہ کا ٹو بیٹھک کے دروازہ پر لا کھڑا کیا اور مسافر سے بولے کہ جناب سواری تیار ہے مہربانی فرما کر سوار ہو لیجئے ٹھنڈے ٹھنڈے پہنچ جائیگا۔ اس روکھے انداز پر مسافر بھی کچھ سمجھا کہ رات بیہوشی کی نیند میں ہکاری کھل گئی معلوم ہوتی ہے اسلئے کچھ بولے نہیں بہتر بغل میں داب کر کھڑے ہو گئے اور گردن اُٹھکائے خاموش وہاں سے رخصت ہوئے۔

حکیم صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت مسکرائے اور آہستہ سے فرمایا ہم نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ اُسکو چلتا کرو ہم ہی نے نہ مانا۔“

غرض ایسے واقعات ایک دو نہیں سیکڑوں ہیں کہ حضرت امام ربانی نے بہتیرے معجزات کی درخواست کر نیوالو کو کوراجو ایدیا اور بعد میں ظاہر بھی ہو گیا کہ حقیقت میں یہ لوگ اہل سنت تھے عوام نے جس طرح اس سنہ شریعت میں غلطی کھائی کہ سائل کو بھیگنا یا ثواب ہے اِنَّا السَّكَلُ فَلَا تَقْرَبُوْهُ

کا مطلب یہ سمجھ کر قوی ہو یا کمزور تندرست ہو یا مَعذور و مکار و غافل باز ہو یا واقع میں عاجز و ناتوان جو بھی بھیک مانگے اور سوال کرے اُسکو جو کچھ مقدور ہو دیدینا چاہئے کسی کا بھی سوال رد کرنا جائز نہیں حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صاحبِ قوت سب کو سوال کرنا حرام فرماتے ہیں اور ہر آدمی کی اعانت حرام ہی اسلئے ایسے سائل کو بھیک دینے کی حرمت بھی شریعت سے ثابت ہو گئی ہے۔

بیضی بہترین ہے بعض اہل ارشاد کے توسع محدود و ممنوع کی محض صورت، بلکہ اگر اس بحث میں بھی غلطی کھائی ہے کہ ہر طالبِ بیعت کو مرید کر لیا جائے عام ہے کہ اہل ہونا نا اہل سنگبر ہو یا خاشع و متواضع فقیرت میں اللہ کے نام کا طلبگار ہو یا دیارِ دیکھے دکھائے اور سننے سنائے خواہش ظاہر کرنے والا ہو حالانکہ نا اہل علم پڑھائی عافیت خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمائی ہے کہ جو اہل نہیں اُسکو پڑھانا گو یا خنزیر کے گلے میں جوتیوں کا پار پہنانا ہے خصوصاً علم باطنی جو افضل العلوم اور خلاصہ عالم و عالمانِ صاحبِ عز و شرف علم الٰہی ہے اُسکو عام بنا دینا اور کن ناکس یعنی اہل و نا اہل کی تمیز اٹھا دینا بدترین معصیت اور شانِ ارشاد کے بالکل خلاف ہے جس حکیم امت میں یہ استعداد اور قابلیت فہم و معرفت نہیں وہ حاذق اور سند ارشاد راہبری کا اہل نہیں اور حرجِ طبیب روحانی میں تشخیص نہیں اُسکا معاالجہ ناکافی مطلب غیر مفید اور نسخہ نویسی و دوا وانا مکمل بلکہ مضر ہے۔

اس زمانہ میں دنیا کے اندر اکثر سائل وہ ہیں جو محض صورتِ سوال اور باوجود عدم احتیاج کے اپنے کو محتاج و تنگدست بنائے ہوئے ہیں اس سوال پیشہ جماعت کو بھیک دینا شرعاً حرام و معصیت ہے اسی طرح اس عصر پر فتن میں بہتیرے طالب حق وہ ہیں جنکو حق کی طلب کے معنی بھی معلوم نہیں ہوا نفسانی کام طلب رکھ لیا اور اس پاک فن کو منجمد دیگر رسومات عادیہ کے ایک رسم ٹھہر لیا ہے کسی شے کی طلب اسکے حصول کی جن تدابیر اور اسباب کے اختیار کرنے پر مجبور بنا دیتی ہے اگر ان طالبوں کو معلوم ہو جائے تو واللہ طلب کا نام بھی لینا چھوڑ دیں۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میں لاؤ چاہتا ہوں مگر جو وقت اس سے کہا جائے کہ نکاح کرنا پڑ گیا مگر دنیا ہو گا بی بی کے نان نفقہ کی فکر کرنی ہو گی اسوقت گھبرا اٹھے اور کہے کہ ان بکھیڑوں سے معاون رکھئے پس ایسے شخص کی طلب طلب نہیں بلکہ بوالہوسی ہے ایسے ہی بیعت کا طالب جو وقت ظاہر کرے کہ میں رسول الی اللہ تعالیٰ چاہتا ہوں مگر جو وقت اسکے کان میں ڈالا جائے کہ اپنے کو ملیامیٹ کرنا پڑ گیا شبِ روز ایک دھن میں لگنا ہو گا

قدم قدم پر سنت کے اتباع اور جواز و عدم جواز کی محافظت و مراعات کرنی پڑی اسوقت یہ کہے کہیں
جناب تو یوں کہنے لگے کہ ہاتھوں میں اور پیروں میں بیڑیاں ڈال کر جیل خانہ میں مقید ہونا پڑیگا معاف کیجئے
ہمے تو دو وقت کھانہ کی برسوں سے پڑی ہوئی عادت بھی نہیں چھوٹ سکتی پس ایسے شخص کو طلب کیا
کہنا جہل مرکب ہے ہاں بواہوس کہیں تو جابا ہے۔

حضرت امام بانی قدس سرہ کے یہاں اسی طلب کا امتحان ہوتا تھا۔ اسی ایک کسوٹی پر شخص کرا
اور خالص اُترا وہ سلسلہ میں داخل ہوا اور کچھ نہ کچھ لے ہی آیا اور جو کھوٹا نکلا وہ بد نصیب بیعت ہی
سے محروم نہیں رہا بلکہ اُس لازوال دولت سے محروم رہا جسکی طلب کا مدعی ہوا تھا۔ اس باطنی امر میں
امتحان کے اندر کامیابی یا ناکامی کا عوام پر ظاہر ہونا کچھ ضرور نہیں ہے حکیم امت شج کی بصیرت کا اور اک
کافی ہر پر تین ضرور نہیں کہ جہاں حضرت نے بیعت لینے سے انکار فرمایا ہے سب جگہ وجہ اور سبب تلاش
کریں اور جدا جدا علت و کھوٹ بیان کریں۔

غربا و مساکین کی مراد آپ کے دربار میں عموماً بخلہ پذیرا ہوتی اور امر اور دُسا کو ذرا تال کے بعد
فرمایا کرتے تھے بلکہ حتی الوسع بچتے اور احتیاط و احتراز مناسب سمجھا کرتے تھے ذی وجاہت اور
خاندانی لوگوں میں چونکہ عموماً نخوت کا اثر ہوتا ہے اسلئے انکی بیعت بھی آپ کے ہاتھ پر بدشواری ہوتی
تھی مستورات کے بیعت فرماتے میں اکثر آپکو مطلق تال نہیں ہوا جب کوئی سوال کرتا آپ غلو
فرماتے اور توبہ کر دیا کرتے تھے مگر پردہ کے پیچھے بٹھاتے اور ہمیشہ نظر سے اوجھل رکھا کرتے تھے کبھی
رو مال کا ایک گوشہ خود تھانتے اور دوسرا گوشہ بیعت ہونیوالی کے ہاتھ میں پکڑا دیتے اور کبھی اس علاقہ
سے بھی احتیاط فرمایا کرتے تھے مولوی نظر محمد خان صاحب فرماتے ہیں کہ میری اہلیہ جسوقت آپ سے
بیعت ہوئیں تو چونکہ مجھے طبعی طور پر غیرت زیادہ تھی اسلئے عورت کا باہر آنا یا کسی اجنبی مرد کو آواز دینا
بھی گوارا نہ تھا اسوقت بھی یہ دوسوہ ذہن میں آیا کہ حضرت میری اہلیہ کی آواز سننے لگی مگر یہ حضرت کی
کرامت تھی کہ کشف سے میرے دل کا دوسوہ دریافت کیا اور یوں فرمایا کہ اچھا مکان کے اندر بیٹھا کر
کوٹ بند کر دو چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جب حضرت گھر میں تشریف لائے تو اُس مکان کے دروازہ کی
جانب پشت کر کے بیٹھ گئے جہاں میری اہلیہ بیٹھی تھی اور کپڑا بھی نہیں دیا بلکہ زبانی اس طرح فرمایا کہ ”دیکھو
جو کچھ میں کون تم بھی نہ ہی کہتی رہتا مگر آواز تمھاری میرے کانوں تک نہ آوے“ پنچون کو بیعت

کرنیکی آپکی عادت مطلق نہ تھی اگر کوئی خادم اپنے بچہ کو لاتا اور عرض کرتا کہ اسکو بیعت فرمائیجئے تو اُسکے سر پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی دعا فرماتے یا کچھ ٹپھکڑ دم بھی کرتے اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ جب وقت آئیگا دیکھا جائیگا ابھی یہ کیا جانے پیری مریدی کیا شے ہے؟

مستورات کا بلا ضرورت شدیدہ سفر کرنا چونکہ آپکو ناگوار تھا اسلئے بیعت کی غرض سے علم عورتوں کا گنگوہہ آنا بھی آپکو زیادہ پسند نہ تھا اگر اپنے شوق سے کوئی آگئی تو آپ اُس سے ناراض بھی نہیں ہوئے کہ دلگہنی ہو اور نہ آئی تو آپ نے اس طرح جواب لکھوا دیا کہ یہاں آنے اور خواہ مخواہ سفر کرنیکی ضرورت نہیں ہے بس میں نے مہتین بیعت کر لیا یہ بیعت عثمانی کملائی ہے اور شرفاء کی مستورات میں اس نوع کی زیادہ مثالیں ملینگی۔

بیعت سے قبل اکثر طالبین کو آپ استخارہ کا حکم دیتے اور یوں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ بطریق مسنون اس نیت سے دو رکعت پڑھو اور دعائے استخارہ وہی ہو جو حدیث میں آئی ہے یعنی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِکَ جَلَمَاتٍ وَاَسْتَغْفِرُکَ بِقُدْرَتِکَ اَلْاِسْتِخَارَہُ کے بعد جب دوبارہ خواہش ظاہر کرتا تو آپ اسکو بیعت فرمالتے تھے بعض لوگوں کو آپ نے دو دو بلکہ تین تین مرتبہ استخارہ کرایا اور پوری پختگی اور سچی طلب ظاہر ہونے پر سلسلہ میں داخل فرمایا ہے۔

ذی شعور یا پڑھے لکھے جسوقت آپ سے بیعت ہونا چاہتے تو اول آپ اُنکو مالتے اور یہ فرما کر مجھے کیا آتا ہے اور یہاں کیا رکھا ہے اُنکی طلب کا پہلا امتحان لیا کرتے تھے اگر اسپر بھی اُنکی خواہش قائم تھی تو پھر اُنکو بیعت کی غایت سمجھاتے اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ بیعت کا مقصود تو یہ ہے کہ آدمی کچھ کرے اور دو چار مہینہ یہاں آکر رہے اگر یہ نہ کر سکے تو پھر مرید ہونے سے کیا نفع؟ اسکے بعد اگر سائل کا سوال پھر ہوا کہ حصول برکت سلسلہ بھی بڑا نفع ہے تو آپ اسکو داخل سلسلہ فرماتے اور توبہ کرا دیا کرتے تھے طلبہ کو جب تک کہ علم دین میں کتب درسیہ ختم نہ کر لیں آپ بہت کم بیعت فرماتے بلکہ یوں کہتے کہ بیعت ہی نہیں فرماتے تھے ایجاباً کوئی طالب علم پانی پیت سے آیا آپ نے فرمایا اول تحصیل ختم کرو اسکے بعد دیکھا جائیگا طالب علم کی عموماً حجت کرنیکی عادت ہوتی ہے اسلئے انہوں نے بھی عادت سے کام لیا اور کہا کہ حضرت فراغت کے بعد خدا جانے کیا ہو کون مرے کون جائے؟ آپ نے فرمایا دین کا کام بند نہیں رہتا اگر مہتین توفیق ہوئی تو میرے بعد دوسرے مہتین بیعت کرینگے طالب علم نے پھر جواب دیا کہ

حضرت مکن ہر کہ میں ہی مر جاؤں اپنے فرمایا مطلب میں مر جاؤ گے تو اچھا ہے اجر ملیگا جب اسپر بھی طالب علم کی تقریر ختم نہوئی اور بار بار یہی سوال ہوا کہ میراجی چاہتا ہے مجھے تو مرید کر ہی لیجئے تو آپکو غصہ آگیا لیٹے سے اوٹھ بیٹھے اور فرمایا تم طالب علم ہو اچھا بتاؤ مرید کے کیا معنی؟ طالب علم نے جواب دیا کہ ارادہ کرنا والا کسی کام کا۔ آپ نے فرمایا جیسی تو کہتا ہوں تمہیں ابھی مرید کے معنی بھی نہیں معلوم اور مرید ہونے آگئے یہ باب افعال ہو جزو سلب کا ہے مرید کے معنی ہیں مسلوب الارادہ کہ جو پیر کے وہی مان لے! اپنی طرف سے ارادہ ہی نہ کرے۔ اس تقریر پر طالب علم نادام اور خاموش ہو گئے پھر نہیں کہا کہ مجھے مرید کر لیجئے۔ اکثر طلبہ کی عادت تھی کہ مدرسہ سے فارغ ہو کر سند لیتے اور وطن جلتے وقت حضرت کی خدمت میں بیعت ہونے حاضر ہوتے تھے کہ چلتے چلائے اس سے بھی فارغ ہوں میں یہ طلب بھی حضرت کے نزدیک معتبر نہ تھی اکثر ناپسند فرماتے اور بہترین کو صاف انکار بھی فرمادیتے تھے خصوصاً بنگالیوں میں یہ شان یا دہ تھی اور اسپر طرہ ہتھا کہ بعض جماعتیں بیعت پر وطن جا کر دوسروں کو مرید بنانے لگتے تھے ایک مرتبہ کسی شخص کے اس حال کی حضرت کو اطلاع ہو گئی تھی آپکو غصہ بھی آیا اور بیچ بھی بہت ہوا اسکے بعد بنگالیوں کو بیعت کرنے میں عموماً آپ تامل فرماتے لگے کئی باریوں ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ گھر جا کر پیر بنجالتے ہیں خود گمراہ ہوتے اور مخلوق کو گمراہ کرتے ہیں۔

بیعت کو با وضو آپ محبوب سمجھتے تھے اور چونکہ آپ اکثر با وضو رہتے تھے اسلئے بیعت کا آپ کے یہاں کوئی وقت مخصوص نہ تھا جس وقت بھی آپ کا منشا ہوا طالب کو وضو کرنا حکم دیا اور جب وضو کر کے حاضر ہوا تو اپنے توبہ کرادی مگر پھر بھی صلوٰۃ مکتوبہ کے بعد خصوصاً عصر یا جمعہ کے بعد آپ اکثر بیعت فرمایا کرتے تھے۔ جس خوش نصیب کی تقدیر میں آپ کے دامان عاطفت سے وابستگی حق تعالیٰ نے لکھ دی تھی وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے انفرادی اشتراک کی کوئی قید ملحوظ نہوئی کبھی آپ نے ایک ہی کو بیعت فرمایا اور کبھی آٹھ آٹھ دس دس لوگوں کو ایک بار توبہ کرادی اور کسی وقت تو بیعت ہوئیوا لون کی تعداد بیسیوں تک پہنچ گئی ہر ایک کی اکثر یہ عادت تھی کہ طالبین کے دو فون ہاتھ ملا کر اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھام لیتے اور کئی آدمی ہونے تو سب کے ہاتھوں کو باہم ملا کر ہر دوست مبارک کے بیچ میں لے لیتے تھے مگر بعض وقت ایسا بھی التزام آپ نے تو دیا ہر طالبین کے جمع کو سامنے بٹھا کر توبہ کرادی اور داخل سلسلہ فرمایا ہے۔

بیعت کرنے وقت عموماً آپ کے الفاظ ایک ہوتے تھے ہاں اگر کسی طالب میں کوئی خاص مضمون

قابل اصلاح سمجھایا کسی خاص نصیحت میں ابتلا محسوس فرمایا تو الفاظ معمولہ کو کچھ بدلا اور نہ خیال تو بہ کے
لفظ کہلوائے میں اور بیعت کے بعد بھی خصوصیت کیساتھ اسی امر کی نصیحت فرمائی جو سبکی اس موقع پر
خاص ضرورت تھی یعنی اگر کوئی مرد یہودی والا شیخ نفس ہوا کہ حج نہیں کیا یا زکوٰۃ نہیں دیتا تو اسی کی نصیحت
فرمائی اور اگر کسی عورتی خاندان کا ہو تو بدعت کے متعلق وعظ فرمایا غرض جو نہ مقصود اصلاح حال اور مافاقا
کی تلافی تھی عبادت کا وہ ہونا یا الفاظ رٹانا اور کہلوانا مطلوب نہ تھا اس لئے ہمیشہ اور ہر جگہ ایک طریق
آپسے کافی نہیں سمجھاتا ہم جن الفاظ سے آپ تجدید ایمان اور توبہ کا عہد و بیان کر یا کرتے تھے وہ اسدہ
جامع مانع تھے کہ تمام ضروریات پر مشتمل تھے اس لئے فرق کی شاذ نادار حاجت پیش آتی تھی۔

پچھلے حقیقت میں تجدید توبہ کا نام ہے جس پر اللہ کے مقبول بندہ شاہد عدل یعنی شیخ گوگاوا بنایا جاتا
ہے اس لئے اس مضمون میں آپ شرع کے پابند بن کر اسی آیت مقدسہ کا ترجمہ کیا کرتے تھے جو حق تعالیٰ نے اسی
ضرورت کیلئے قرآن میں نازل فرمائی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رہا جو وقت آپ
کسی کو بیعت فرماتے تو گردن نیچے جھکا لیتے اور طالب کو مخاطب بنا کر یوں فرمایا کرتے تھے کہو ایمان
لایا میں خدا پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے نبیوں پر اور تقدیر پر کہ بھلا برابر خدا ہی کی طرف
سے ہے اور میرے لئے بعد از یہ جو سب سے پہلے کی میں نے کفر سے شکر سے بدعت سے اور ساری تعصبات
عہد کیا میں نے جھوٹ نہیں بولوں گا چوری نہیں کروں گا زنا نہیں کروں گا کسی پر جھوٹا بہتان نہیں باندھوں گا
پانچ وقت کی نماز پڑھوں گا رمضان کے روزے رکھوں گا اگر مال ہو گا تو حج کروں گا زکوٰۃ واجب ہوگی تو
زکوٰۃ دوں گا اگر کوئی قصور ہو جائیگا تو فوراً توبہ کروں گا بیعت کی میں نے رشید احمد کے ہاتھ پر خاندان شریف
نقش ہند یہ قادریہ سہروردیہ میں۔

اسکے بعد آپ ہاتھ چھوڑ دیتے اور مختصر مگر جامع نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ بیعت نام عہد کا ہے جو خدا سے کیا جاتا
ہے سو اس کا دیان رکھنا چاہئے کہ ٹوٹنے نہ پائے اہل بیعت یہی ہے کہ لایا اپنے وعدہ کا پکارو اور حق تعالیٰ کی رضا
کا طالب رہنا نہنت کا اتباع ہر وقت ملحوظ رکھے اس سے قدم نہ ہٹائے اسکے بعد بزرگوں نے جو طریق ذکر شغل کا
تجویز کیا ہے وہ اس کی مضبوطی کیلئے ہے جسکو بہت ہودہ کرے اور منوسکے تو اپنی غائزہ ناکو دست رکھ ہی سب کچھ ہے
بیعت کی وقت اپنا گردن مبارک جھکا تا اس باطنی توجہ کیلئے ہوتا تھا جسکی ہر وقت اور اس حالت میں خصوصیت
کیساتھ طالب کو ضرورت ہوتی ہے اپنی اس گردن جھکانیکا قرعہ آج نظر آتا ہے کہ وہ شخص جسکو اس وقت کے علاوہ

کبھی دوسرے وقت آپکی زیارت کا بھی اتفاق نہیں ہوا وہ کبھی اس معاہدہ کا پاس دلچاہہ کسی نہ کسی درجہ میں
لئے ہوئے ہے خدا ہی خوب جانتا ہے کہ اس توجہ میں کیا مقناطیسی اثر تھا جس نے سیکڑوں سخت دلوں کو ایک نگاہ
میں آپکا اس درجہ عاشق بنادیا کہ آج انکی نظریں آپکو دھونڈ سکتی پھرتی ہیں منشی ممتاز احمد صاحب محرر مال تحصیل
آنولہ کی جو تحریر میرے پاس آئی ہے اس میں وہ خود لکھتے ہیں کہ مجھے صرف اربع جلدی الا قول مستند ہجری کو حضرت کی
زیارت کا اتفاق ہوا ایدن میں بیعت ہوا اور واپس چلا آیا اسکے بعد حاضری نصیب نہوئی مگر اسپر بھی انکی تحریر کا
لفظ لفظ پکارا ہوا ہے کہ حضرت امام ربانی معشوق میں اور وہ عاشق آپ طلب میں اور وہ طالب چنانچہ ایک
رباعی جو اسی حالت میں انہوں نے لکھی ہے درجہ ناظرین ستہ۔ رباعی

گنگوہ میں ایک خدا رسیدہ دیکھا	اللہ کا برگزیدہ بندہ دیکھا
کیا وصف کروں میں اسکا ممتاز	انسان کی شکل میں فرشتہ دیکھا

حضرت امام ربانی کی ہمیشہ عادت تھی مجھے علم نہیں کہ کبھی اسکا خلافت ہوا ہو آپ اپنے متوسلین سے تعارف
حاصل فرماتے اور کیسا ہی اجنبی نفس کیوں مرید ہو کم سے کم اسکا نام ضرور دریافت فرمالیا کرتے تھے اسکے بعد اگر
کوئی مرید کچھ پڑھنے کیلئے دریافت کرتا تو حدیث کے اور ادا تعلیم فرماتے اور یوں ارشاد فرمادیا کرتے تھے کہ اپنی
گنجائش دیکھ لینا جتنا ہو سکے اور تاکرنا چاہا ہے تھوڑا ہو مگر ہمیشہ ہونا ہٹری چہرہ یہ بات تھیک نہیں کہ آج
کیا اور کل چھوڑا کوئی کام ٹھانے بغیر نہیں سنوڑنا خاص کر دین کا کام آئیں تو بڑی سختی کی حاجت ہے پیری
بٹھھی میں کو پڑھنا دہرا ہوتا کہ مریدوں کو پکڑا دے پیر کا کام تو بتا دینا ہے کرنا اپنا کام ہر بندہ سے جو کچھ ہو سکے
کرے اور کوتاہی کی توبہ کرتا رہے کہ بشر ہر وقت خطا وار ہے۔

ذہباتی مخلصین جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ ان سے بہت ہی بٹاشاٹ کیساتھ باتیں کیا کرتے
تھے اور چونکہ صحابہ کرام کی سادگی کا نمونہ آپکو انہیں میں نظر آتا تھا اسلئے جب کسی گمانوں کا کوئی باشندہ آپکی
خدمت میں حاضر ہوتا تو یوں معلوم ہوتا کہ آپ اپنے آپ بھجنس کو پالیا عموماً آپ انکے ساتھ دیہاتی زبان میں گفتگو
فرماتے اور بہت ہی سادہ عام فہم چھوٹے چھوٹے لفظ استعمال فرمایا کرتے تھے یہ نگارہ بھی حیرت انگیز اور
فردت بخش اور دیکھنے کے قابل ہوتا تھا یہ مخلص بربا سائے اور بربکلف خادم جس نے تکلفی کیساتھ امام
ربانی سے گفتگو کرتے تھے اسکو شاید شہری حضرات معیوب اور کسی درجہ میں گستاخی سمجھتے ہوں مگر سچی بات یہ
ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک کا نمونہ اسوقت آنکھوں کے سامنے پھر جاتا تھا اور

ان مبارک قدموں کے طفیل حاضرین کو اکثر ظاہری و باطنی وہ منافع حاصل ہو جاتے تھے جنکا حصول اس صورت کے بغیر دشوار تھا۔ اس جماعت کو حق تعالیٰ نے اس درجہ بھولا بنایا ہے کہ بعض دفعہ حق کہلاتا اور مدعی تہذیب گروہ کے خیال میں لڑائی و حیوانیت معلوم ہوتا ہے ایک بار بھرے مجمع میں حضرت کی کسی تقریر پر ایک نوجوان دیہاتی نے کلفت پوچھ بیٹھا کہ حضرت جی عورت کی شرنگاہ کیسی ہوتی ہے؟ اللہ عز و تعالیٰ سب حاضرین کے گردن میں خنجر جھکالیں مگر آپ مطلق چین بہ چین نہ ہوئے بلکہ بیباختہ فرمایا جیسے گھوٹا کھانا نہ کچھ و کاڑا اور تصنع و بناوٹ کی منافقانہ جھلک سے چونکہ یہ جماعت عموماً معفونہ ہوتی ہے اسلئے انکے بیعت کرنے میں کبھی حضرت کو تامل فرماتے نہیں دیکھا اکثر جمعہ کی نماز کیلئے یہ لوگ گنگوہ آتے اور بعد فراغ گوہار کی گواہ حضرت کی خدمت میں جمع ہو جاتے تھے "حضرت جی سلام" کہا اور جہان جگہ پائی بیٹھ گئے جو مسئلہ پوچھنا ہوا کھول کھول کر پوچھا اور جو شبہ رفع کرنا ہوا صاف صاف رفع کیا جو کوئی نیا آیا اور بیعت ہونا منظور ہوا وہ پاس آ بیٹھا اور کہا کہ حضرت جی مجھے مرید کرواؤ مہیوقت حضرت اسکو توبہ کراتے اور سلسلہ میں داخل فرمالتے تھے ایک مرتبہ چند دیہاتی آپ سے بیعت ہوئے اور مسئلہ مسائل پوچھا کر تھوڑی دیر بعد نصیحت ہوئے کہ دعویٰ پر پلانٹیاں رکھ حضرت جی سلام کہتے ہوئے چلے گئے سلام کے جواب میں امام بانی کے چہرہ اور لہجہ سے بشارت شکیبائی تھی جب تک چلے گئے تو آپ نے فرمایا "بس بیعت تو انکی ہر کہ سہلا ڈھونڈ لیا اور بیٹھا ہو گئے۔ منتسب ہیں سے نذرانہ قبول فرمایا میں بھی حضرت قدس سرہ کا انداز مختلف دیکھا گیا کسی کی نذر بخشی قبول فرماتے اور کسی کی بالکل رد کرتے اور صاف انکار فرما دیا کرتے تھے البتہ بعض مخلص حاجتمند خدام جو وقت کچھ پیش کرتے تو اول آپ انکار فرماتے کہ مجھے حاجت نہیں اور تم حاجتمند ہوا اپنے صرف میں لاؤ مگر جب دیکھتے کہ خادم کا دل ٹوٹا اور روئے دیتا ہے تو آپ قبول فرمالتے اور لیکر پاس رکھ لیا کرتے تھے۔

غیبی فتوحات سے حضرت امام بانی کو نفرت نہ تھی متوکل کی شان یہی ہے کہ جو شے بلا طلب ملے اس کے لینے سے ناک نہ چڑھائے کہ نصرت رہے کسی وقت ہمتنا نہیں ہو سکتا ہاں اگر نہ ملے تو نفس کو اس کے پیچھے نہ لگائے سو یہ شان جسدِ برحق امام بانی میں بھی گئی شاید دوسرے میں کم نظر آئیگی باوجودیکہ آپ کے متوسلین میں اکثر خدام گویا آپ کے جان شاعر شاق تھے مگر انکی واقفیت ایسا نہ بلکہ کہ کبھی کسی خادم سے اپنے کسی خاص شوق کی فرمائش کی ہو یا اپنی حاجت و ضرورت ظاہر فرما کر یا جو کہ کچھ معاونت و ملکہ کریں یا جو کوئی اخلاص کیساتھ بطور خود اور بطیب نفس کچھ لے آیا تو اسکو آپ نے رد بھی نہیں فرمایا یا اور ایسی بشارت

مولوی دلائی خان صاحب مدظلہ العالی

کیساتھ لیا کہ دینے والیا جی خوش ہو گیا۔

آپ کا قلب چونکہ محبت خدا و رسول کی لازوال دولت سے مالا مال تھا اسلئے دنیا اور دنیا کے فانی مال و متاع سے آپ کو ہتھنار تام حاصل تھا۔ غنا و قلبی کا اثر آپ کے چہرے چھپ نہ سکتا تھا ہر چند کہ ہدایا اور تحائف کے بخوشی قبول فرمانے سے آپ متعنا کی مانند وہی کیفیت کو مستور و مخفی رکھنے کی بہتیری کوشش فرماتے تھے مگر جو پیمانہ کسی خاص شراب سے لبریز ہو چکا ہو اسکا چمکنا اور اپنی تہنک بھیلانے بغیر رہنا دشوار ہے آخر عمر میں آپ بہتیرے مخلصین کے تحائف و ہدایا اور نذر وں کے قبول فرمانے سے بھی گھبرائے اور صاف انکار فرمانے لگے تھے ایک مرتبہ مولوی اہل صاحب نے نذر پیش کی اور چونکہ بچپن سے مورد عنایات خاصہ رہے اسلئے کہہ مائے تو مارا کہ گستاخ بار بار باصرار عرض کیا کہ یہ تو آپ کو لینا ہی ہوگی مگر آپ نے نہ مانا اور ہر بار یہی فرمایا میان مجھے ضرورت نہیں ہے ایک دوسرے مخلص نے نذر گرائی تو انکو بھی آپ نے انکار فرمادیا اور یہ الفاظ کہ مجھے حق تعالیٰ نے اتنا دی رکھا ہے کہ مجھے اور میرے مہمانوں سے کھایا بھی نہیں جاتا میں لیکر کیا کرونگا؟ تیسرے خادم سے جبکہ انکی نذر بھی منظور ہوئی یہ ارشاد فرمایا اس سے کیا نفع کہ اسکو بھی دوسرے روپیوں میں ملا کر کہدوں ہمارے تو اب سے بیسیوں کام نکلیں گے میرے پاس بجز جمع کر نیکی کس کام میں آئیگا؟ آخر جب انکا اصرار بہت ہی زیادہ ہوا تو آپ نے روپیوں پر ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا لو میں نے لے لی اب اسکو میری طرف سے تم لیکر یاں بچہ نہیں خرچ کر دو۔ زمانہ کی رسم کے موافق بیعت کے وقت ٹھٹھائی کا ہونا آپ کو پسند خاطر نہ تھا بلکہ اسکا اہتمام و التزام پر عین سمجھتے اسلئے عموماً آپ کے ہاتھ پر بیعت ہونا نہایت سادہ ہوتا تھا جو وقت مناسب سمجھا طالب کو بلا کر بطریق مسنون آپ نے بیعت فرمایا یا ان اگر اخلاص کیساتھ بسہولت تھوڑی بہت ٹھٹھائی کوئی شخص لے آیا تو جمع پر اسکو تقسیم کر دینے میں آپ نے مزاحمت نہیں فرمائی غرض ہر انداز میں دَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْكِلِيْنَ کا نوز عکس گاتا اور ہر امر میں سادگی تھی کہ نسبت قلب میں ہو ہو جاتا تھا بقول شاعر

اس سادگی پر کون نہ رہ جائے اسے خدا	لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں
------------------------------------	--------------------------------------

حضرت امام ربانی کے متوسلین کی جماعت میں بافراو عالم کے چیدہ اور ایسے منتخب حضرات موجود ہیں کہ ایک ایک فرد پر جماعت کا اطلاق صحیح اور ہم غفر کا مصداق بنانا مسلم ہے خصوصاً وہ علماء و ربانی کہ جنکی شان میں فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَالِمِ كَفَضْلِ عَلِيٍّ عَلَى آدَمَ كَمْ حَدِيثٍ مِّنْ وَرْدٍ هُوَ أَوْجَعُ بَارِعٍ مِّنْ فِقْهِهِ فَاجِدُ أَشَدَّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِّنَ الْكَفِّ عَائِدٍ جَنَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بیان فرمایا جو باغ عالم میں ۱۲ ملام کا

گروہ اگر تحتہ گلاب سے تو امام ربانی کے فیض و سند یافتہ متوسلین کا ہر ہر فرد بمنزلہ روح گلاب سے جس کا ایک قطرہ
منون اور ان گنت پھول کی پتیوں کا خلاصہ و ماحصل ہو چہ جائیکہ گنتی اور شمار کے اعتبار سے بھی آپ کے
متوسلین کی تعداد غالباً پچاس ہزار سے کم نہوگی جن میں کئی ہزار سے زیادہ حاملین علم دین علماء و طلبہ
شامل ہیں۔ آپ کے یہاں کوئی جبر نہ تھا جس میں متوسلین کے نام درج ہوتے ہوں اس لئے صحیح تعداد کا بیان کرنا
محال ہو مگر آپ کی عمر شریفہ کا پچاس سال سے زیادہ زمانہ مخلوق کی رہبری اور دستگیری میں صرف ہوا اس
درازدت میں اکثر دن ایسے واقع ہوئے ہیں جن میں پچاس پچاس سے زیادہ طالبین کو اپنے بیعت فرمایا ہے
آخر عمر میں جبکہ آپ کا مرجع خلافت ہونا عالم پر کھل گیا تھا اس وقت مخلوق کی گنگوہ کی جانب متانہ دار گرد و مار گروہ
پہنچے اور مرکز دائرہ ارشاد کی طرف جوق جوق کھینچے ہوئے چلے آئی کی جو کیفیت تھی اس کا احصاء و شمار کسی سے
ہو نہیں سکتا آپ کے خلفاء اور چند مشاہیر متوسلین کے نام بابائندہ میں بیان ہونگے مگر بیان صرف اتنا ظاہر
کرنا ہے کہ جو پاکباز جماعت آپ کے دامان عاطفت سے بلا توسط وابستہ ہے اس میں زیادہ تر علماء ہیں اور سب
کم امرا باقی شہری و دیہاتی مشرق و وسطاء و شعراء تاجروں و زمیندار قزوق و کاشتکار اہل حرفت و صنعت ہر ملک اور
ہر صوبہ کے آپ کے متوسل اور منتسب ہیں۔ آپ کی ہدایت عاتقہ اور قطبیت نے فیضان سے ہندوستان ہی
نہیں بلکہ سرزمین کا خلاصہ اور اصل الاصول ملک حجاز بھی بہرہ مند ہوا۔ ہند کی زرخیز زمین کے آفاق و
اطراف اور ساتون مہو بون میں کوئی کنارہ ایسا باقی نہیں جہاں آپ کا انتساب نہ پہنچا ہو بنگال و پنجاب
جس طرح اس دریائے سواج سے سیراب ہوئے اسی طرح سندھ و دکن اور مداس و ممالک متوسطہ سرسبز و شاداب
ہیں اس احاطہ اور خصوصاً ان چند اضلاع کا تو پوچھنا ہی کیا ہے جہاں سے مخدوم العالم نے مسکن سبیل فکلن کو
حتیٰ قربے اتصال بھی حاصل تھا۔

بمقتضائے اِنْ اَنْزَلْنَا لَكَ دَلِيلًا سِرًّا يَأْتِيَنَّكَ سَيِّعًا كَمَا بَدَأَ بَيْنَكَ وَغَرِيبِ الْوُطْنِ مَذْهَبِ السَّلَامِ
بے یار و مددگار جہاد و ید نہمت کے متعلق ہمیشہ یہی حالت رہی کہ فقر و مساکین نے دامن پھیلانے اور سیٹ
سیٹ کر پٹے باندھنے میں جلدی کی ہے اس لئے مشکوٰۃ نبوت سے روشن ہونیوالی گنگوہی شعل کا چمکتا نور
بھی زیادہ تر انہیں میں پھیلا ہوا متوسلین کی کو فنا ہو جانے والی بیچ در بیچ لذتوں میں مشغولیت کے باعث اس
جانب نگاہ کرنے کی فرصت ہی نہیں ملی وہ عالیشان آقا کے نور سے تنفیض نہو سکے الا میں شاہ اللہ بس
رئیس یار ثبوت کو قسام ازل نے فقر و سکنت کی محبت کے باعث اسی زمرہ میں شمار کیا ہے جنکی شان میں

سرور عالم نے فطوٰی اللغز بکاء ارشاد فرمایا ہے وہ بیشک آسمانی نوان کی پائدار لذت سے بہرہ مند اور
ستفیض ہوئے ذکر لک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۝

رسول قبول سلی اللہ علیہ وسلم نے زمین تعلیم دی تھو کہ ہر قوم کے معزز امیر کا اکرام کرین خصوصاً وہ امیر جو
خاص اپنی جماعت کا ہو اسلئے اعلیٰ طبقہ و سارو الیان مملکت میں حضرت امام ربانی کی بیعت کا شرف حاصل
کر نیوالوں میں اگر مثال بیان کی جائے تو جناب نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ فرماؤ اسلئے ریاست
بھوپال خلد اللہ ملک کی بیعت کا قصہ یہ ناظرین ہو گا کہ حق تعالیٰ نے رئیسہ مدوہ دام اقبال ہا کو دنیا دی جاہ و
اقتدار اور شایانہ سرت و جلال کیساتھ دین کی سدا بہار عزت کیساتھ بھی مالا مال فرمایا اور فقر و سلعہ کی
محبت کا یہ غرہ ملا کہ تخت و تاج حاصل ہو نیلے اگلے سال مخدوم العالم قطب الوقت شیخ سے بیعت عثمانی کا شرف حاصل
ہو گا مالیکو ابتداء زمانہ دلیعہ دی سے شیخ کامل کی تلاش تھی اور اس خیال میں یقین کر مکہ معظمہ کا سفر
ہو تو اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کرین مگر ادھر مدوہ
کو سفر حجاز میں غفلت کا موقع نہ ملا اور ادھر اعلیٰ حضرت وصال فرما گئے اسلئے اب رئیسہ مدوہ کو اعلیٰ حضرت کے
خلفاء میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کے واسطے کسی کی طرف عقیدت نہ ہوئی چنانچہ مراست شروع ہوئی
اول حضرت امام ربانی نے حسب عادت انکار فرمایا اور درخواست کے جواب میں تلج طرز و طلب کا امتحان لیا مگر خوش
نسیب صفت اب خاتون کی طلبتہ تہیت میں تھی اور پختہ طلب تھی اسلئے درخواست پر اوائل ربیع الثانی ۱۲۳۳ھ
ہجری نبوی میں حضرت نے غلصہ قبول جناب ولانا قاضی محی الدین صاحب مراد آبادی قاضی ریاست بھوپال
مدوہ کا و الا نامہ لیا وکیل و سفیر بنار کنگوہ تشریف لائے اور حضرت قدس سرہ نے رئیسہ کی بیعت قبول فرمائی۔

یہ شریف علی صاحب پیشی دام مجرہ کی وساطت سے یکے بعد دیگرے دو خطوط اسی درخواست میں
حضرت امام ربانی کے پاس پہنچ چکے تھے اسکا جواب جو حضرت قدس سرہ کی طرف سے بھیجا گیا تھا چونکہ اسی
میں والیہ مدوہ کی طلب کا امتحان تھا اسلئے اسکو یہ ناظرین کرنا مناسب معلوم ہوا ہو ہذا۔

ازبندہ رشید احمد کنگوہی عفی عنہ عنایت فرمائے بر حال بندہ۔ بعد سلام سنوں الاسلام مطالعہ فرمائند
بندہ بخیریت ہر آپ کیلئے دست بدعا ہو آپکا عنایت نامہ شکر استعدای بیعت نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ
کئی روز ہوئے آیا تھا مگر چونکہ مقتضائے سن و جوہر و مرض و عارض مختلفہ میری طبیعت مشغول رہتی ہے نیز وریاہ
تحریر جواب مجھے تر و دہی تھا اسلئے تحریر جواب کی ہنوز نوبت نہ آئی تھی کہ آپکا دو ساعنایت نامہ بغرض تھا

جواب آگیا اسلئے اب جواب لکھواتا ہوں کہ بیعت دُودجہ سے کی جاتی ہے ایک تو بغرض تحصیل نسبت و حصول بگاڑ طریقت۔ اسکے نکلنے ایک مدت دراز مرشد کے پاس رہنا ضروری ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نہ میں ہاں آسکتا ہوں نہ بیگم صاحبہ کی یہاں تشریف آوری مناسب ہے اور بدون اسکے یہ بیعت بیکار ہے دوسری بیعت بغرض شرکت و تعلق بزرگانِ جمیع محض دخول سلسلہ ہوتا ہے اور اسکو اقل تو بندہ کچھ مفید نہیں جانتا دوسرا سوجہ سے رئیسہ ام قباہا کو جو میرے حال پر نظر عنایت و توجہ اور التفات ہوگی اُس سے مجھے محنت نہ امت ہوگی نیز اسکی شہرت سے اہل حاجات بھی بندہ کو روز روز تنگ کرینگے جنہیں سے کسی کی سہی و سفارش مناسب ہے کی کسی غیر مناسب پھر یہ کہ جب رئیسہ ام قباہا کو میرے ساتھ محبت و اخلاص ہو تو یہ تعلق و اتحاد حاصل ہو رہا اینہم اگر اصرار ہو تو دوسرے شرط سے مجھے منظور ہے ایک یہ کہ میرے ساتھ قدیمی برتاؤ میں کوئی تفاوت نہ آوے اور میرے ساتھ کسی قسم کی محبت و احسان نہ ہو دوسرا اس امر کا اظہار نہو اگر یہ دونوں امر منظور ہوں تو میں انکی بیعت اس امر پر قبول کرتا ہوں کہ اتباع سنت اور اجتناب بدعت کو اپنا شعار رکھیں اور حق پرستی و عدل گستری و انصاف سے رعایا پروری میں مصروف رہیں والسلام۔

آس والا نامہ کے جواب میں قاضی محمد الدین صاحب ممدوح کا جو مکتوب لیکر آئے یہ تھا۔

بجناب فضایل آب حقیقت انتساب حضرت مولانا رشید احمد صاحب دامت برکاتہ۔ بعد سلام سنت الاسلام
انجام مرام آگے۔ مکرمت نامہ سامی میرے منشی سید نصیب علی کے نام صادر ہوا۔ اسکے جواب میں نصیب علی کا ریفیہ
مولوی محمد محمد الدین احمد صاحب قاضی ریاست حاضر خدمت ہوا پابرت ہوتے ہیں میرا مدعا منصب علی کی بنگارش اور
قاضی صاحب معزز کی زبانی گلداز سے میرے برحق طرعا طرہوگا امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ فیضان والا سے ضرور مستفیض
ہوگی باقی والسلام مع الاکرام فقط مؤخرہ دویم ربیع الثانی ۱۲۸۲ ہجری۔

مہر

رئیسہ عالیہ کی خوش تقدیری تھی کہ زیارت حرمین سے مشرف ہو کر قطب العالم قدس سرہ کے وصال سے دو ماہ
قبل اس میں ہے و اسبگی ہو گئی اگر خدا نخواستہ آٹھ ہفتہ کی تاخیر ہو جاتی تو ممدوح کا وہ فحوس دو چند ہو جاتا
جو ۱۲ جمادی الاخری ۱۲۸۲ ہجری کو اٹھ حضرت حاجی صاحب کے وصال پر ہوا تھا مگر فرزندہ بخت صاحب نصیب ممدوح کی
تقدیر میں کاتبانِ نزل نے دنیاوی زرو مال کے ساتھ جاوید نعمت کے اس بھر پور خزانہ سے بالامال ہونا چونکہ لکھ بایا تھا اسلئے
ممدوح سے اس کو ہر شہوار کی تحصیل میں میر ہنوس کا اور پے در پے نہ ملوٹ آتے رہے یہاں تک کہ غالباً یا اربعہ الثانی
کو حضرت امام ربانی نے بشارت قاضی صاحب ممدوح بیعت کی قبولیت کا اظہار فرمایا اور اسی سال بتایا
۸ جمادی الثانی کو حلت فرمائے عالم جاودانی ہوئے۔

حسن بصری از امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ از سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نیز اس سلسلہ عالیہ کی اجازت حضرت امام ربانی قدس سرہ کو آیات اللہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے بھی حاصل ہو یا بن طور کہ مرشد ناگنگوٹی قیس سرہ از علیہ حضرت حاجی امداد شاہ از میاں بھونور محمد از حضرت سید احمد شہید از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی از شاہ ولی اللہ از شاہ عبدالرحیم از سید عبد اللہ از سید آدم بنوری از امام ربانی شیخ احمد مجدد الف ثانی از خواجہ باقی باللہ از خواجہ اگلگی از مولانا درویش از مولانا زاہد از خواجہ عبید اللہ از احراز مولانا یعقوب چرخئی از خواجہ علاء الدین عطارا از امام الطریقہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند تاسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور اس سلسلہ کا نام نقشبندیہ مجددیہ ولی اللہیہ ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب کو نسبت و محبت و خرقہ و اجازت جن طرق متعدد سے حاصل ہو وہ مفصل و مبسوط شاغین قول جمیل میں مذکور ہیں وہاں دیکھ لیجائیں ان تمام شعب و شجرات کو بحسنہا حضرت امام ربانی قدس سرہ کے شجرات و اسانید سلسلہ کہا جا سکتا ہو۔ تطویل کے اندیشہ سے یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔ خواجہ ابوعلی قاری کی نسبت اویسیہ حاصل ہو ابو الحسن خرقائی کیساتھ اور انکو بانیہ یاسطامی سے روحی فیض پہنچا اور انکی تربیت امام جعفر صادق کی روحانیت سے ہوئی اور امام جعفر صادق کو اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق کیساتھ انتساب حاصل ہو اور انکو حضرت سلمان فارسی کیساتھ اور آپکو حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابی قحافہ کیساتھ اور حضرت صدیق سے جو کچھ حاصل کیا سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا اس نسبت اویسیہ کو صدیقیہ نقشبندیہ نظامیہ قدوسیہ کہہ دیتے ہیں۔

نیز حضرت امام ربانی قدس سرہ کو اس سلسلہ عالیہ کی اجازت اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ شاہ صاحب سے باہن طور بھی حاصل ہو کہ مرشد ناگنگوٹی از اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب از سابق مرشد خود حضرت مولانا نصیر الدین دہلوی از شاہ محمد آفاق دہلوی از خواجہ ضیاء اللہ از خواجہ محمد زبیر از خواجہ عجمۃ اللہ نقشبند ثانی از خواجہ محمد مصوم از حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سہروردی تاسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور اس سلسلہ کا نام نقشبندیہ مجددیہ نصیریہ ہے۔ نیز چونکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو اجازت اور بیعت تمام طرق چشتیہ قادریہ سہروردیہ بکریہ مداریہ اور قلندر یہ کی اپنے پیرو مرشد شیخ عبدالاکبر سے حاصل ہو اور انکو اپنے مرشد شیخ کرن الدین گنگوہی سے اور انکو اپنے مرشد والد ماجد شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے اسلئے حضرت امام ربانی کا سلسلہ نسبت باہن طریق تمام خاندانوں جناب مولانا صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ قریب تر ثابت ہو گا۔

(خاندان علیہ السلام) در مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ اس سلسلہ میں نسبت بحیثیت وارث باط صحت و خرقہ و اجازت حضرت مرشدنا گنگوہی قدس سرہ کو انحضرت حاجی صاحب کے ساتھ بوسائط مذکورہ شیخ عبدالقدوس قس سرہ سے باین طور حاصل ہوا کہ قطب العالم عبدالقدوس گنگوہی از درویش محمد بن قاسم از سید بزرگوار بہرائچی از سید اجل بہرائچی از سید جلال الدین بخاری از شیخ کریم الدین ابو الفتح از والد خود شیخ صدر الدین از والد خود شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی از امام الطريقة شیخ شہاب الدین سروردی از شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سروردی از شیخ وجیہ الدین عبدالقادر سروردی از شیخ ابو محمد بن عبداللہ از شیخ احمد دینوری از شیخ متشاد علود دینوری از حضرت جنید بغدادی از معروف کفری از شیخ داؤد طائی از خواجہ حبیب عجمی از امام الاولیاء حسن بصری از امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ از سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نیز سید اجل بہرائچی قدس سرہ کو طریقہ مداریہ اور قلندریہ میں امام الطريقة شیخ بدیع الدین شاہ مدار قدس سرہ سے اجازت و نسبت بلا واسطہ حاصل ہوا اور شاہ مدار کا سلسلہ اس طرح ہوا کہ شاہ بدیع الدین از شاہ طیفور شامی از شاہ عین الدین شامی از شاہ عین الدین شامی از حضرت بدیع الدین علم بردار از امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ از سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ کا نام مداریہ قلندریہ قدوسیہ امادیہ رشیدیہ ہے۔

نیز شیخ جلال الدین بخاری کو سلسلہ کبریہ کی ابتداء از شیخ حمید الدین سمرقندی سے باین سلسلہ حاصل ہے کہ شیخ حمید الدین از شیخ شمس الدین بن ابی محمد بن محمود بن ابراہیم بن ادہم از شیخ خطا یا خالیدی از شیخ احمد بابا کمال نجدی از شیخ نجم الدین کبری از عماد الدین از ابو النجیب سروردی از شیخ احمد غزالی از ابو بکر تنوچ از ابو القاسم گرگانی از خواجہ ابوالعثمان غزالی از ابو علی کاتب از شیخ علی رود باری از سید الطائفہ جنید بغدادی از معروف کفری از شیخ داؤد طائی از خواجہ حبیب عجمی از امام الاولیاء حسن بصری از امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ از سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و جمیع احبابہ و جمعین بر جہتک یا ارحم الراحمین۔

سلاسل مشہورہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کا سلسلہ ارتباط و اجازت بطریق مشہور یہ ہے جو مذکورہ ان سلاسل میں جو بحیثیت اصل ایک ہونے اور فیوضات و برکات کے باہم وابستہ اور ایک کے دوسرے کی جانب منتقل ہوتے رہنے سے جو شاخیں پیدا ہو گئی ہیں وہ اس کثرت سے ہیں کہ احاطہ و شواہد اس لئے ان سے بحث نہیں کی گئی حضرت امام ربانی قدس سرہ کا تربیت باطنی و فیوضات روحانی میں قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کی ذات بابرکات کیساتھ زیادہ مناسبت رکھنا نسبت اویسیت

وفیضان بروحانیت کے علاوہ اسلئے بھی ہو کہ سلاسل اربعہ مشہورہ میں حضرت شیخ کا واسطہ غالباً قائم ہے حضرت امام ربانی کی بافیض و مجمع برکات ذات سے متوسلین کو حسب نصیب مقدر ہر خاندان اور ہر سلسلہ میں فیض پہونچا مگر چونکہ چشتیہ خاندان کا فیضان زیادہ ہوا اسلئے شجرات میں یہی شجرہ زیادہ تر طبع اور شائع ہوا اور متوسلین کی جماعت کثیرہ کے پاس یہی موجود بھی ہو اگرچہ شیخ عبدالقدوس قدس سرہ کا واسطہ اس سلسلہ میں آنیکے سبب کہہ سکتے ہیں کہ چاروں خاندان بلکہ تمام شاخیں اور فروعات اس میں شامل ہو گئے مگر اوپر جا کر اس سلسلہ کا ارتباط چونکہ امام الطریقہ حضرت معین الدین اجمیری قدس سرہ سے ملتا ہے اسلئے صورتہ فیضان کا انتساب چشتیہ کی جانب منسوب ہے مگر ہمیں حضرت امام ربانی قدس سرہ کو شعر گوئی کا صرف ایک بار اتفاق ہوا اور اس حالت میں آپ نے وہی شجرہ نظم فرمایا ہے جو عام طور پر آپ کے متوسلین کی دعاؤں کا توسل قرار پاتا ہے تبرکاً اُسکو ہدیہ ناظرین کر کے اس عنوان کو ختم کرتا ہوں شجرہ منظومہ

<p>عبدی بادی عبد ہادی عصفہ دین کی ولی ہم نظام الدین جلال و عبد قدوس احمدی شمس دین ترک علاؤ الدین فرید جو دھنی ہم بیہ دود و ابو یوسف محمد و احمدی ہم حذیفہ و ابن اوہم ہم فضیل مرشدی سید المکوثین فخر العلین بیکری نبی بہر ذات خود شفا یم دہ زامراض دلی</p>	<p>بہر امداد و بتو حضرت عبد الرحیم ہم محمد شی و محبت اللہ و شاہ یوسف سعید ہم محمد عارف و ہم عبد حق شیخ جلال قطب دین ہم معین الدین عثمان شریف بوسحاق و ہم بمشاد و ہمیرہ نامور عبد واحد ہم حسن بصری علی فخر دین پاک کن قلب مرآتو از خیال غیر خوش</p>	<p>بہر امداد و بتو حضرت عبد الرحیم ہم محمد شی و محبت اللہ و شاہ یوسف سعید ہم محمد عارف و ہم عبد حق شیخ جلال قطب دین ہم معین الدین عثمان شریف بوسحاق و ہم بمشاد و ہمیرہ نامور عبد واحد ہم حسن بصری علی فخر دین پاک کن قلب مرآتو از خیال غیر خوش</p>
---	--	--

حضرت امام ربانی کے متوسلین کی استدعا پر جناب قاری نعیم الدین صاحب دھوری مدظلہ نے اول میں اسی بحر پر دو شعر لکھا کہ حضرت مخدوم العالم قدس سرہ کا اہم مبارک شامل شجرہ کر دیا ہے خدام استثناء گنگوہیہ کیلئے جو بھی شجرہ کے ہر دو طرف حاشیہ پر درج ہیں۔ اب نہایت ادب خلوص کے ساتھ بدرگاہ دہلیب لطایف دعا و مناجات ہے کہ وہ ذات قاضی الحاجات اس مولف نامراد و سیکر ادھر حضرت ناظرین حوالہ کو اس جماعت مقبولہ و حزب مبرور کے فیوضات و برکات بہرہ مند و فائز المرام بنائے اور اپنی سچی و نافع محبت کا شمع عطا فرمائے انتساب کو ثبات و قرار بخشنے اور میدان حشر میں ان حضرات کی شمولیت و ہم کار بنی نصیب ہوا میں بجاہ سید المرسلین ﷺ

حضرت امام ربانی مدظلہ العالی کے متوسلین کی استدعا پر جناب قاری نعیم الدین صاحب دھوری مدظلہ نے اول میں اسی بحر پر دو شعر لکھا کہ حضرت مخدوم العالم قدس سرہ کا اہم مبارک شامل شجرہ کر دیا ہے خدام استثناء گنگوہیہ کیلئے جو بھی شجرہ کے ہر دو طرف حاشیہ پر درج ہیں۔ اب نہایت ادب خلوص کے ساتھ بدرگاہ دہلیب لطایف دعا و مناجات ہے کہ وہ ذات قاضی الحاجات اس مولف نامراد و سیکر ادھر حضرت ناظرین حوالہ کو اس جماعت مقبولہ و حزب مبرور کے فیوضات و برکات بہرہ مند و فائز المرام بنائے اور اپنی سچی و نافع محبت کا شمع عطا فرمائے انتساب کو ثبات و قرار بخشنے اور میدان حشر میں ان حضرات کی شمولیت و ہم کار بنی نصیب ہوا میں بجاہ سید المرسلین ﷺ

تلقین تربیت

مردہ را ز ایشان حیات است و نما چون لصاحب دل رسی گوهر شوی کار و دنان حیلہ و بے شرمی است تفرقہ آرد دل اہل حد با سخن ہسم نور را ہمرہ کند	بین کہ اسر ائیل وقت اند او لیا گر تو سنگ خارہ و مر مر شوی کار پاکان روشنی و گرمی است از حد بیٹ شیخ جمعیت رست شیخ تو رانی ز رہ آگہ کند
---	---

حضرت امام ربانی قدس سرہ کو حق تعالیٰ نے علم ظاہری میں جس طرح مجتہدانہ استعداد عطا فرمائی تھی اسی طرح تربیت باطنی میں بھی آپ کا انداز مجتہدانہ تھا یعنی آپ کی خدا داد فہم و فراست اور زکا و حدیث کے آثار و ثمرات شریعت و طریقت دونوں علم میں بدرجہ مساوات ظاہر ہوتے تھے۔

مولف ناکارہ اس کو چھپے بغض نابلد اور اس بحث سے بالکل نا آشنا ہے اس لئے لکھتے ہوئے قلم حرکت ہے مگر اپنے بزرگوں سے سنی سنائی اور خالصان خدا کی تحریرات میں کبھی بھالی باتوں کا خلاصہ مجھ ناجھ کی فہم میں جو کچھ آیا ہی تھیں گاہد یہ ناظرین کرنا ہوں بات یہ کہ نسبت لغت عرب میں نام ہے دو شے کے ارتباط کا اور چونکہ مخلوق کو اپنے خالق جل و علی شانہ کیساتھ ربط ہر وہ ربط کہ جسکی کوئی انتہا نہیں اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ جقدر اسما و صفات ہیں اسقدر حق تعالیٰ اور اس کے بند و عین نسبتیں قائم ہیں مثلاً خالق و مخلوق میں نسبت خلق ہر رازق و مرزوق میں نسبت رزق ہر جیم و مرجوم میں نسبت جمت ہے علی ہذا پس نسبت واقع میں کوئی بھی خالی نہیں اور خالی کیونکر ہو کہ خلوص حال ہو اس نسبت کا سرسری لحظہ کو نفس علم کم کہیں سبب وی العقول کو حاصل ہو ورنہ ایمان ہی نہ رہے ظاہر ہے کہ ہر عامی سے عامی مسلمان حق تعالیٰ کو خالق و رازق و جیم جانتا اور سمجھتا ہے بلکہ اس ربط کا علم کسی درجہ میں کفار کو بھی حاصل ہو کہ اصل فطرت ہر اگرچہ عند اللہ اتنی واقفیت معتبر اور کافی نہیں سمجھی گئی اور کہہ وجہ سے خطاب کفر کے مستحق اور عذاب الہی کے سزاوار قرار پائے الغرض یہی ربط و نسبت جو حق تعالیٰ شانہ اور اس کے بندہ میں قائم ہے صوفیہ کے نزدیک نسبت کے نام سے مشہور ہے اور اس کے حاصل ہونیکے معنی یہ ہیں کہ قلب میں راسخ و پیوست ہو کر موثر بن جائے اور وہ علم جو سرسری تھا علم یقین بن کر حضور کے درجہ پر پہنچ جائے جسوقت یہ اذعان بفضل اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو

جہل ہو جاتا ہے اسوقت وہ سالک اصطلاح اہل اللہ میں صاحب نسبت کہلاتا ہے جسکا حصول محض ہر کسی
اگرچہ طرق و وسایل کسی اور اختیار ہی میں یُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ

نوع انسان کو حق تعالیٰ نے طبائع مختلف عطا فرمائی ہیں اور طبیعت چونکہ فطری امر ہے اسلئے اسکی
تبدیل انسان کے اختیار میں نہیں پس نسبت معتبرہ پیدا ہونے پر کبھی طبیعت وہی رہتی ہے جو اس سے
قبل تھی مگر اسکے آثار و مقتضائات پلٹ جاتے ہیں مثلاً اگر طبیعت کیسی تشدد پسند ہو تو صاحب نسبت
بیکری تشدد کا مضمون قائم رہیگا مگر مان اہل حق کیساتھ تشدد و سختی کا برتاؤ تھا تو اب عصاة اور
اہل باطل پر تشدد ظاہر ہوگا یا مثلاً طبیعت میں بڑی پروائی تھی تو اول طاعات اور فکر آخرت سے بڑی پروائی
تھی اب ایک فکر کے پیچھے پڑ کر دنیا اور ساری مخلوق سے ہٹنا ہوگا علیٰ ہذا القیاس تمام امور طبعیہ اسی مضمون کو
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو کہ اللہ ہم فی الجاہلیۃ اشد ہم فی الاسلام۔

خلاصہ یہ ہے کہ نسبت متبرہ کا اثر اخلاق و عادات پر تبدیل کے درمیں ظاہر ہوتا ہے کہ جنصائتیں اہل
ہو جاتی اور نیک عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور تمام خصایل رذایہ خصایل حمیدہ سے بدل جاتے ہیں مگر طبائع اور
جملہ امور فطریہ پر صرف اتنا اثر پڑتا ہے کہ مصرف و محل پسندیدہ بن جاتا ہے اور چونکہ طبائع بذریعہ عہدہ مختلف
اور متنوع ہیں اسلئے نسبت کے آثار بھی جنکو رنگہائے نسبت کہا جاتا ہے بکثرت پیدا ہوئے اور یہی تنوع کچھ فہم
اور کوتاہ بینوں کیلئے سبب محرومیت بن گیا کہ وہ اختلاف کو خلاف سمجھ کر کسی نہ کسی گروہ کی شان میں بڑا دب
اور گستاخ بن گئے اور مقصود کی بوجھ کر کیساتھ انجام کار نفس ایمان میں حیران نصیب قرار پائے اعاذنا اللہ منہ
انسان کی طبیعت کا خاصہ ہے کہ تمثیل کیساتھ مضمون اچھی طرح سمجھ لیتا ہے اسلئے یوں سمجھنا چاہئے کہ نور
سورۃ قلب لک میں نور چراغ کے ہے تاریک مکان میں اگر کسی مکان میں اگر چراغ روشن ہو تو اسکے چاند نے میں کاروبار
کر نیوالا شخص جو کچھ کر رہا ہے ظاہر ہے کہ دیکھا بھالا کام کر رہا ہے اگرچہ خود اسکو اپنی روشنی میں ہونی سے
ذہول ہوا اور اختتام کام تک اسکا خیال بھی نہ گذرا ہو کہ میں چاند نے میں بیٹھا ہوں اسی طرح صاحب
نسبت عارف اپنے قلب میں نور ہدایت کی مشعل لئے ہوئے جو کچھ کر رہا ہے حق اور اجر و ثواب کے کام
کر رہا ہے اگرچہ خود اسکو اپنے افعال و حرکات کے صادر ہوتے وقت اس امر کی جانب اور بھی نہیں دیکھتا
کہ میرے عضو کا فیض قلبی روشنی سے مستفیض و ترشح ہو کر صادر ہوا ہے اس بنا پر اہل البصر کے وہ حالات
جو باقتضائے طبعی صادر ہوتے اور نظام ہر غمیر محض معلوم ہوتے ہیں قابل گرفت و مواخذہ نہیں ہوتے

اسلئے کہ انکا منشا یعنی وہ قوت باعثہ جو اس فعل کی مرض اور سبب قرار پائی ہر مستحسن پنہی اور محمود تسلیم کر لیگئی ہو اسکو غلبہ حال کہتے ہیں اور مغلوب الحال عقلاً و نقلاً بہر صورت معذور ہر یہ دوسری بات ہے کہ معذور کا اتباع اور اسکے فعل کی تقلید غیر معذور کو عقلاً و نقلاً کسی حال صحیح و درست نہیں طالب علم جسوقت اپنے استاد سے درسیات پڑھ کر فارغ ہوتا اور اُستاد اُسکو قابل اور اہل سمجھ کر دستار فضیلت عطا کر دیتا ہے تو گویا اسکی اجازت دیتا ہے کہ جو علم مجھ سے حاصل کیا ہے اُسکو دوسرے دونوں ذالوا اور اس افاضہ کی جو تدبیر مناسب سمجھو اسے اختیار کرو اسی طرح صاحبِ بیت سالک جسوقت اپنے راہنما شیخ سے مجاز طریقت ہوتا ہے تو گویا مرشد اُسکو اجازت دیتا ہے کہ یہ نسبت سلسلہ یعنی اذعان و علم یقین جو تمکو حاصل ہوا ہے اسکے طلبہ کا مسلمانوں کے قلوب میں پیدا ہو جائیگا جو طریق مناسب سمجھو اُسکو عمل میں لانا اس اجازت کے بعد حسبِ عملی حالت شروع ہوتی ہے تو شان ارشاد میں طبعی حذاقت و دانائی اور فطری زکاوت و فطانت کو دخل ہوتا ہے اور ہر مرشد و عارف اپنی فہم و استعدادِ افاضہ کی موافق مریدین کی تربیت کرتا اور مخلوق کو تحصیلِ نسبت و توجہ الی اللہ میں مستفیض و فایز بناتا ہے اسدرجہ میں ممکن ہے کہ مرید عارف شخص طایع میں جو شان ارشاد کا کرکن انعم ہے اپنے شیخ عارف سے اپنی حذاقت کے سبب بڑ بجا سے اور طریق تربیت میں تجدید و تحالف ان مترشدین کے رشد و فلاح میں زیادہ مفید ثابت ہو۔ جنگ کا مقصود سب کو معلوم ہے کہ دشمن پر فتح پانا ہے پس جو تدبیر باقضاء وقت و حال مناسب ہوئی ہو وہ عمل میں لائی جاتی ہے ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں تیر و تفنگ سے مقصود حاصل ہو اور دوسرے زمانہ میں توپ اور بندوق سے نیز یہ بھی ممکن ہے کہ دو بہادر سرداران فوج اس مقصود متعین کے حاصل کرنے میں اپنی اپنی تدبیر مختلف کریں اور نو تعلیم یافتہ کی تدبیر پر اپنے تجربہ کار کے خلاف ہو مگر یہ خلاف وہ خلاف نہیں جسکو بغاوت و مخالفت کہتے ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ مسائلِ شریعت و طریقت کی تعلیم کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو طریق تھا وہ آج نہیں ہو اُس زمانہ میں اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے مسائل کا بتادینا اور ضروریات پر تنبیہ کر دینا یا رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے خدام و متبعین صرف اپنی صحبت میں بیٹھ کر البنا ہر دو مقصود کے انتہائی مرتبہ پر پہنچا دینے کو کافی تھا مگر آپ کے بعد اسی مقصود کے اہل رکنیکو آپ کے سچے شاگردین و آپس کی مشعل ہدایت سے منور ہونے والے خلفاء و ائمہ نے اسی مقصود کے حاصل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کا دوسرا طریق اختیار کیا کہ تعلیم شریعت کیلئے

مدارس و قوت کتب درسیہ اور طریقت کیلئے ذکر و شغل و مراقبہ پس یہ خلاف وہ خلاف نہیں جسکو بدعت کہا جاسکے اور ضلال و ضلال میں نہ اہل ہو ہی طرح ہمیشہ اور ہر زمانہ میں اہل اللہ نے مقصودین کے پھیلانے اور اسکے حصول تکمیل کے واسطے ہو جانے پر اپنے جانشینوں کو مختار و مجاز بنایا ہے کہ جو طریق مناسب سمجھو عمل میں لاؤ عام ہو کہ وہی ہو جو حصول کیوقت اپنے ساتھ بڑا ہوا دیکھا ہے یا دوسرا آسان انداز تربیت و طریق ارشاد میں تجدید و تنوع کو شیخ یا مشائخ کا خلاف معیوب کہنا مقصود کے معین ہوتے ہوئے کسی طرح مناسب نہیں اسلئے کہ زمانہ سراپا برکت سے آج تک اہل اللہ میں ہمیشہ ایسا ہوا اور قیامت تک قائم رہیگا۔ صاحب نسبت شیخ اور عارف باللہ مرثیہ چونکہ روحانی بیماریوں کا معالج اور قلبی بڑے اعتدالیوں کا مصلح طبیب ہے اسلئے تشخیص امراض و لحاظ طبایع اور تجویز دو اور طریق اصلاح میں جس طرح طبیب جسمانی کو اپنی حذات و فہم اور قوت فکریہ سے کام لینا پڑتا ہے ایسا ہی بلکہ اس سے زیادہ حکیم امت اور طبیب جمعی کو طالبین کی اندرونی حالت کے سنوارنے میں دانائی سے کام لینا پڑتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مکرر علاج معنی صحت و شفاء امراض کے درجہ میں جس طرح شاگرد طبیب کا اپنے استاد سے بڑھنا ناممکن اور واقع ہے اسی طرح صلاح و رشد و خلافت کی منفعت کے مرتبہ میں بسا اوقات صاحب نسبت مرید اپنے پیر سے بڑھتا ہے کہ فوق کل ذی علم علیم حق تعالیٰ شانہ کا فرمان واجب الاذعان ہے۔

مقدمات مذکورہ کے ملحوظ نظر رہنے پر یہ امر واضح ہو جائیگا کہ کسی شیخ کی شان ارشاد کا تذکرہ جسمیں روشن چراغ کے چاند نے میں واقع ہونیوالے حرکات و سکنات اور تدابیر و معالجات کا بیان کرنا لازمی ہے دیگر حضرات کی توہین و تنقیص یا معاذ اللہ تنکے بے حرمتی سے بمرآل دور ہے چونکہ حصہ اول کے بعض مضامین پر اسی اہل پر مرتب ہوئیوالے عوام کے بعض شبہات سننے میں آئے اسلئے بصورت ہمدردیت کے عنوان میں اس توضیح کی ضرورت ہوئی تاکہ معلوم ہو جائے کہ جو شخص اس فن شریف سے ادنیٰ مناسبت رکھتا ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ اہل اللہ کے طبیب کا اختلاف رنگمائے نسبت کا تنوع خداداد حذاقت و تفقہ کی فطرۃ کی بیشی اور خدایات و مناصب کا تفرقہ و تعدد امور دیگر ہیں اور نفسِ نبی کا حصول یا ولایت و کمال علم دوسری چیز ہے اگرچہ وہ چوبیس صدی کے کسی قطب الارشاد کے تذکرہ میں یہ بات لکھی جائے کہ حق تعالیٰ نے اسکو مرجعِ خلائق بنایا اور یقین میں ہر برکت و شفاء عطا فرمائی کہ دیگر اہل اسکی صحبت مستفیض ہو سکتے والے بھی انجام کار یہاں حاضر ہو کر بامراد و کامیابی

ہوئے تو اس تقریر سے ہم عصر یا گذشتہ اولیاء اللہ کی گستاخی و بے ادبی کا الزام لگانا اس شخص کا کام ہے جسکو اس علم شریف سے مناسبت نہیں یا ہرگز کمزور۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ آہمین شگنہ میں کہ اپنے زمانہ میں اہل شریعت و طریقت کے مقتدا و پیشوا اور دونوں شریعت علم و فن کے امام تھے۔ ظاہری علم میں حج بطرح آپکو وہ مجتہد نہ مرتبہ عطا ہوا تھا جسکے سبب آپ مرجع علماء بنے باطنی علم میں بھی اسی طرح آپکو وہ مجددانہ بلند و عالی درجہ عطا ہوا تھا جسکی وجہ سے اولیاء زمانہ کے آپ مربی و سرپرست قرار پائے آپکی نسبت کا رنگ اسدرجہ لطیف تھا کہ اسکا ادراک لوگوں کو دشوار تھا۔ نیابت نبوت اور منصب ارشاد و ہدایت سے چونکہ آپکا سراپا عباد اور بندہ معبود تھا شانہ ہونا ظاہر کر دیا تھا اسلئے آپ امتثالاً للامر سچے طالب کو بیعت کرنے میں تامل نفرماتے تھے مگر تاہم آپکی طبعی غیرت اور نسبت کی لطافت چاہتی تھی کہ مرید جب تک سرتاپا طلبہ بنجائیں گے اور مقصود کو قابل قدر محبوب سمجھ کر اسکی طلب اور توجہ میں سچیں نہوگا اسوقت تک مراد یا ب نہوگا۔ آپکی سوانح شریف میں ایک واقعہ بھی شاید نہ ملے جس میں یہ ظاہر ہوتا ہو کہ آپنے کسی کو اسکی درخواست کے بغیر کچھ بتایا ہو۔ اس مضمون میں آپکی غیرت یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ تعلیم و تلقین میں کسی درمیانی شخص کا توسط آپکو ناگوار گذرتا اور سچی و سفارش کردہ معلوم ہوتی تھی اکیمرتبہ حضرت مولانا خلیل رحمۃ اللہ علیہ دم مجربہ حاضر آستانہ ہوئے آپکے ہمراہ عزیز محمد یار میں سلمہ آپکے داماد بھی تھے انہوں نے حضرت مولانا سے عرض کیا کہ مجھے اعلیٰ حضرت سے بیعت کرادیکھ چنانچہ موقع پا کر حضرت مولانا نے عرض کیا کہ محمد یار میں دال سلسلہ ہونا چاہتا ہے حضرت قدس سرہ نے خفیف اعراض کیساتھ ارشاد فرمایا "خود بہکا کر لائے ہو گے؟" مولانا دام مجربہ نے جرات کر کے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو اس امر میں ایسی غیرت ہو کہ کبھی اشارہ بھی کسی سے یوں کہنا گوارا نہیں کہ حضرت کی طرف رجوع کرو۔ میں تو اپنے شیخ کو آفتاب سمجھے ہوئے ہوں لاکھ دفعہ کیسکا جی چاہے وہ آستانہ پر حاضر ہو ورنہ بہا چاہے مارا پرے کیسکو ہلانے پھسلانے اور اپنے شیخ سے بیعت کی طرف توجہ دلانے میں مجھے تو عربی عام آتی ہے" حضرت مولانا دام مجربہ ارشاد فرماتے تھے کہ جسوقت میں یہ عرض کر رہا تھا دیکھتا تھا کہ حضرت کے چہرہ مبارک پر بشارت کے آثار ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہ کا اس تقریر پر سرور ہونا صرف اسوجہ سے نہ تھا کہ آپکی نسبت لطیفہ اور طبع غیور کا منشا پورا ہو گیا بلکہ اسوجہ سے بھی کہ آپ اپنے روحانی بیٹے کی طبیعت کو اپنے طبع کے موافق پارہے اور نسبت سلسلہ و معتبرہ میں اپنا انداز بعد وصال بھی باقی

رہنے والا کانون سے سن رہے تھے وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

حضرت قدس سرہ کی غیر شایع کایہ انداز عنوانات گزشتہ و آئندہ مین بیسیوں واقعات کے ظاہر ہو جائیگا اور بعض اہل ارشاد کا ذوق اسکے خلاف بھی ہمیشہ رہا کہ تحشیر جماعت حق کی محبت مین مغلوب ہو کر دوسروں کو اپنے شیخ کی طروت متوجہ کرنا پسند نہ سمجھتے رہے مگر اسکو کوئی کیا کرے کہ آپ کی طبیعت کا یہ رنگ نہ تھا۔ آپ کی محبت کا شرف یہ کہ طالب کی اونٹنے کے غنیمتی آپ کو شاق گذرتی اور یوں فرما دیا کہ اگر مجھے کہ کوئی پوچھنے کیلئے آئے تو بتایا جاوے یوں ہی کسی کے سر چپکنے کی توبہ نہیں ہے۔ ”جہانگیر یہ امر طبعی ہے اسلئے ہر دو فریق اپنے خیال پر باجور و مثاب مین تاہم یہ نہ دیکھتے کہ حضرت قدس سرہ کے اس طبعی امر کا اثر آپ کے متوسلین پر چھا پڑتا اور نفع دن بدن بڑھتا جاتا تھا۔

آپ کے اس طبعی انداز اور رنگ نسبت کا اقتضا یہ تھا کہ متوسلین کی تعداد بہت ہی کم ہوتی اور پھر تنقہ اور فایز الحرام تو بہت ہی قابل شکستے مگر یہ حق تعالیٰ کا محض فضل اور آپ کی کرامت ظاہر تھی کہ متوسلین اور فایزین کی شمار سیکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں تک پہنچ گئی اسی کو برکت منجانب اللہ اور شفا خداوند سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ اسباب کا مقتضی کچھ اور ہے اور نتیجہ و ثمرہ کچھ اور۔

آپ عموماً متوسلین کو بیعت کرنیکے بعد یہ تعلیم فرماتے تھے کہ فجر و مغرب کی نماز کے بعد سبحان اللہ والحمد للہ و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر سو سو بار پڑھ لیا کرو اور ایک تسبیح استغفار کی جسوقت فرصت ملے پڑھ لو اور اگر سوتے وقت یعنی بعد نماز عشا تمام کاروبار سے فارغ ہو کر پڑھا جائے تو بہتر ہے۔ استغفار کوئی مخصوص نہ تھا جو الفاظ بھی ہوں وہ پڑھے جائیں بعض متوسلین کو آپ نے فرمایا کہ سوتے وقت کم سے کم دس مرتبہ پڑھا کرو اسکے بعد یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ”یا اللہ میری توبہ ہے“ اس طرح کہنا بھی کافی ہے غرض جس طرح اور جن الفاظ سے توبہ استغفار کر لے بہتر ہے تاہم سید الاستغفار کیساتھ آپ کو زیادہ انس تھا اسلئے کہ وہ حدیث مین منقول ہے اَسْتَغْفِرُ اللہَ الَّذِیْ لَا اِلَہَ اِلَّا ہُوَ الْقَبِیْضُ مُرَّاوُتِبُ اِلَیْہِ

نیز عموماً متوسلین کو درود شریف پڑھنے کی تعلیم فرماتے تھے کہ کم سے کم تین سو مرتبہ روزانہ پڑھا جائے اور اتنا نہ ہو سکے تو ایک تسبیح مین تو کی ہنونی چاہئے آپ فرمایا کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا احسان ہی پھر آپ پر درود بھیجنے مین بھی بخل ہو تو بڑی سیہ مردنی کی بات ہے درود شریف آپ کو زیادہ تر پسند وہ تھا جو نماز مین پڑھا جاتا ہے اور اسکے بعد وہ الفاظ صلوة و سلام جو انادیتھ تین قول مین

باقی دوسروں کے مولفہ درود تاج و کبھی وغیرہ عموماً آپ کو پسند نہ تھے بلکہ بعض الفاظ کو دوسرے معنی کا مسموم ہونے کی سبب خلاف شرع فرما دیتے تھے۔ یہ اوراد قریب قریب تمام متوسلین کو آپ نے تعلیم فرمائی اور چونکہ متوسلین کی فراغت و شغولیت کے حالات مختلف تھے، اسلئے مقدار کی بھی بیشی و کمتری کے حسب حال آپ فرما دیا کرتے بلکہ اجازت دیدیا کرتے تھے کہ جس وقت ہو سکے اور جتنا بھی بہولت ہو سیکے پڑھا کر یا البتہ دوام پر آپ کی توجہ زیادہ تھی ایک یہ کہ گو تھوڑا کام کیا جائے مگر نیا بہار کر یا التزام کیا جائے آپ نے بار بار فرمایا کہ وہ قلیل جیسا کیا نہ ہو بہتر ہے اس کثیر سے جو کبھی ہوا وہ کبھی نہ ہو دوم یہ کہ جو وقت کسی ورد کا تجویز کیا ہوا ہے اس کی پابندی کی جائے اس میں یہ بھی مصلحت ہے کہ انضباط وقت معمولات کے نیاہ کا وسیلہ بنجا تا ہے اور رد و قضا نہیں ہونے پاتا رہنا اس کے کہ وقت معین نکلیا جائے اس میں اکثر سہو و نسیان پیش آجاتا ہے اور نیاہ نہیں ہوتا۔

اوقات مختلفہ میں جب صلح ادعیا اور ہ کے آپ پابند تھے اسی طرح اپنے متوسلین کا پابند بنانا آپ کو پسند تھا اور وقتاً فوقتاً تعلیم بھی فرماتے تھے مثلاً مسجد میں داخل ہوتے وقت پڑھا جائے رب اغفر لی و اغفر لی ابواب رحمتك اور باہر نکلنے وقت رب اغفر لی و اغفر لی ابواب فضلك یا خانہ جائے وقت پڑھا جائے اللھم انی اعوذ بک من الخبیث و الخبائث اور باہر نکلنے وقت غفرانک الحمد للہ الذی اذہب عني الاذی و عافانی اگر کسی مریض یا پریشان حال پر نظر پڑے تو پڑھا جائے الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ و فضلت علی کثیر من خلق تفضیلا سوتے وقت داہنی کروٹ الٹ کر آیۃ الکرسی معوذتین اور آخر آیات سورۃ البقرہ پڑھی جائیں اور اسکے بعد اللھم یا سہل یا معون و رحیم صبح کو جاگتے وقت الحمد للہ الذی اخرجنا بعد ما امانا و الیہ النشور غرض جملہ حالات اور حرکت و سکونت میں حدیث کے اندر وارد ہونیوالی دعائیں آپ خود پابندی کیساتھ پڑھنے کے عادی تھے اور اپنے متعلقین و متوسلین کو اسی کی تعلیم فرماتے تھے اسکے بعد اگر طالب آگے بڑھنا چاہتا اور سلوک کا مستثنی ہو کر ذکر کا ملتی ہوتا تو آپ ذکر و شغل تعلیم فرماتے اور پوری توجہ کیساتھ اس کی رہبری فرمایا کرتے تھے اذکار و شغال میں آپ کسی خاص طریق کے پابند نہ تھے طالب کی طبیعت کارنگہ دیکھ کر اس کی تربیت فرماتے اور جو صورت اسکے لئے نفع اور انس خیال فرماتے وہ عمل میں لایا کرتے تھے کسی کو چشتیہ خاندان کی تعلیم فرماتے اور کسی کو نقشبندیہ کی اور کبھی دو دو خاندانوں کی مجموعی تعلیم ترکیب کام سے عمل میں لاتے اور مرکب شغل کا پابند بنایا کرتے تھے۔

آپکا مجتہد نہ انداز کسی خاص طرز میں محدود نہ تھا آپکی خداقت و رسائی ذہن اور فراست و خدا داد استعداد
اسد رجب بڑھی ہوئی تھی کہ مناسب طبع کی تشخیص میں غلطی نہ ہونے پاتی تھی بہتیرے قصے ایسے پیش آئے
کہ کسی شخص کو آپ نے چشتیہ تعلیم کے مناسب پاکر اس خاندان کی تعلیم شروع فرمائی اشنا تعلیم میں طالب کو
دوسرے اہل اللہ کی خدمت میں حاضر ہونیکا اتفاق ہوا تو انہوں نے یا تو اول ہی تصدیق فرمائی اور یا
دوسری تعلیم شروع کرانے پر جب اثر خلافت طبع دیکھا تو پہلی تعلیم پر پورا کر یہ الفاظ فرمائے کہ تمہیں وہی
تعلیم نفع دیگی جو حضرت مولانا نے فرمائی ہے۔

ایک مقصود کے حاصل کرنے کے متعدد دوائ گنت طریقوں میں آپکا طریق تربیت اسد رجب سلم تھا کہ رزنی
و قطع کا اندیشہ کمزور پڑ گیا تھا شاقہ محنتیں چلے کشیان ریاضات اور کثرت نوافل و عبادات کا اہتمام
آپکی تعلیم میں نظر نہیں آتا آپکی عالی نظر سالک کو ذات حق تعالیٰ شانہ کی طرف توجہ دلائیکلی جانب زیادہ
متوجہ تھی جسکے طرق مختلفہ میں یہ طریق آپ نے زیادہ پسند فرمایا تھا کہ ذکر اللہ سے تمام تعلقات ماسویٰ الہ
مغلوب ہو جائیں اور ایسے دب جائیں کہ گویا کسی سے کوئی علاقہ ہی نہیں ہو آپ سالک کو دوزدہ تسبیح تعلیم
فرماتے اور اتنا اہتمام کرایا کرتے تھے کہ اگر شب کو نہ سو سکے تو دن کو پوری کیجا میں اور آج نہ سو سکین تو کل کو قضا
کیجا میں بالجہر نہ سو سکین تو آہستہ آہستہ ہون بیچھکر نہ پڑھی جا سکین تو لیٹ کر پوری کیجا میں وضو قائم نہ
رہ سکے تو بے وضو پڑھ لیجا میں غرض جہاں تک ممکن ہو اور جس طرح بھی ہو سکے ناغہ نہ کیجا میں اسکے بعد جب
سالک کو ذکر اللہ کی طرف رغبت پیدا ہو جاتی تو اسم ذات اللہ اللہ یا نفی اشبات لا الہ الا اللہ کی
تعداد بڑھاتے اور ایک ہزار سے بارہ ہزار بلکہ چوبیس ہزار تک ذکر بالجہر کی تعلیم فرمایا کرتے تھے اسکے ساتھ ہی
پاس انفاس تلقین فرماتے اور سانس کی محافظت بذکر اللہ کا طریق سمجھاتے تھے۔

کسی طالب کو پاس انفاس کی جگہ ذکر قلبی تعلیم فرماتے اور ذکر لطیفہ قلبیہ و دہنیں اسلئے بلا تعین ہر
و شمار ہر وقت اس خاص یہاں میں لگا دیتے تھے اس تعلیم کی چند روزہ تعمیل پر جو کیفیت کا لبد خاکی کے اندر مٹی
و بیرونی گوشت و پوست اور نیز قلب کو حاصل ہوتی تھی وہ بیان کی حد سے باہر ہے نہ اسکے بیان کی کسی میں قدرت
ہے نہ اسکے اظہار کی ضرورت یہ ابتدا تھی اس جمال جہان آرا سے تعلق محبت کی جسکے تقاکی تمنایں یک یومون
بندگان خدا کو تخت و تاج پر خاک ڈالنی سہل معلوم ہوئی اور مقدمہ تھا اس شاہنشاہی اطاعت کی لذت کا
جسکے پیچھے پڑ کر آباد جسم کی ویرانی کو ہزار ماعلوق نے منتہا سے مرادات سمجھا کر ان الملوک اذا دخلوا

قَرْنَةً اَكْسَدُ وَهَا وَجَعَلُوا اَعْرَۃً اَهْلَهَا اَذْلَةً

پاسِ انْفاسِ یا ذِکْرِ قَلْبِ کا اثر جب آپ اپنے متوسل سالک پر محسوس فرماتے تو ہر اقبہ ضروری معیتِ تعلیم فرماتے یا جو شغل اُسکے لئے نافع خیال فرماتے وہ اُسکو بتلاتے تھے اس مختصر اور چند روزہ تعلیم کے آثار و ثمرات جو کچھ پیدا ہوئے وہ اُنکے دلوں سے پوچھئے جن پر یہ قصے گزرے مگر اُنکی زبانوں پر بھی نقل لگے ہوئے ہیں اُنکو حاجت کیا کہ بیان کریں ہاں اتنا ظاہر ہے کہ طاعات کیساتھ اُنس بڑھتا اور معصیت سے تنفر و استکراہ زیادہ ہوتا چلا جاتا تھا شرم و حیا کا مضمون پیدا ہو کر حق تعالیٰ شانہ کی نافرمانی میں چلے گئے تامل ہوئے لگتا اور کوئی روکنے والا دربان بن کر قلب پر کھڑا ہو جاتا تھا کہ ماسوی اللہ کو آنے سے روکتا تھا ذِکر کا لطیف بین سریاں ہوتا اور دل و دماغ ہی کو نہیں بلکہ بدن کے روئیں روئیں اور بال بال کو ایک ایسا خط حاصل ہوئے لگتا تھا جسکی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی اخلاق رذیلہ آہستہ آہستہ خود بخود کمزور ہو کر معصوم بننے جاتے اور اخلاق حمیدہ سب سے قوت پا کر راسخ اور محکم الہل ہوتے جاتے تھے۔ دلوں کو ایک بیکلی محسوس ہوتی تھی گو یا کسی شے کا متلاشی اور طلبگار ہے۔ قلب میں ایک ٹوہ اور تمنا محسوس ہوتی کہ خارج از فہم و ادراک ذات و راء الوراء کے بندہ بننے کی سچی آرزو ہے یہاں تک کہ وہ نور حاصل ہو جاتا جسکو نسبت سے تعبیر کرتے ہیں اور وہ حضورِ قایم ہو جاتا جسکو یادداشت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ متوسلین کی طبائع کے اختلافات کی بنا پر آپ کی تعلیم کے آثار بھی مختلف ظاہر ہوتے تھے کوئی کسی رنگ پر چلتا تھا اور کوئی کسی انداز پر کسی پر کوئی کیفیت پیدا ہوتی تھی اور کسی پر کوئی حالت نمودار۔ یہ حضرت قدس سرہ کا محال علو تھا کہ سب کا نباہ اُنکی کیفیات طبائع کے موافق کرتے اور ہر ایک کی تکمیل اُسکے انداز و طرز پر فرماتے تھے واردات جن سے سالک کا قلب بہت کم خالی ہوتا، آپ کے متوسلین پر عجیب و غریب انداز پر واقع ہوتے اور آپ ہر منتسب کو اُسکی حالت اُسکے ذوق اُسکی طبیعت اور اُسکے ادراک و فہم کے مطابق اُسکی رہنمائی فرما کر اوپر چڑھاتے اور آگے بڑھاتے تھے۔

حق تعالیٰ نے خلق کے انداز و خواص جدا رکھے ہیں کسی درخت کا نشو و نما کیلئے آفتاب کی شعاعوں کا محتاج ہے اسلئے عالم آشکارا ہونے سے اُسکو مضرت نہیں اور کسی سایہ پرورد درخت کی شادابی و سرسبزگی اخفا و کتمان کی حاجت مند ہے کھلی ہوئی دھوپ سے کھلاتا اور مَر جھایا جاتا ہے۔ چونکہ قلبی واردات کما لسانہ اور تشر و اخفا و دست ہونیکے سبب اسی درجہ میں ہیں کہ اُنکو زبان سے نکال کر عالم آشکارا بنا یا جائے

اسلئے میں کسی صاحبِ حال کی حالت بیان نہیں کر سکتا۔ مولف ناکارہ کا منصب سوانح میں اپنے جہاں کی زبانی سنی سنائی باتوں کے بیان کر دینے کا ہے مگر اس صحبت میں خود کچھ آیا نہیں اور دوسروں نے کچھ سنایا نہیں اور اگر ادھر ادھر سے کچھ معلوم ہوا تو اس کے اظہار کی اجازت نہیں ملی اسلئے واقعا غریبہ و لطائف عجیبہ و ثمرات نادرہ و واردات غیبیہ کے اظہار سے یہ عنوان خالی رہا مگر عنوان کیلئے اتنا عرض کرنا ضرور ہے کہ حضرت قدس سرہ کے دامانِ عاطفت میں پرورش پانچوالے تئیسوں کے قلوب پر عجیب عجیب واردات طاری ہوتے تھے تبشیرات منامیہ اور رویائے صالحہ سے انکی تسلی جدا کیجاتی آتا۔ سلاسل و راہنمایان خاندان کے فیوضات و برکات کے آثار جدا محسوس ہوتے۔ کہیں جوشِ دولہ اپنا رنگ جاتا اور کہیں سکر و تخیر اپنا کیفیت دکھاتا تھا کسی پر قہقہہ کی کیفیت غالب ہوتی کہ جاوید بخا ہنسنے لگا کھلکھلانے میں بے بسی اور کسی پر گریہ کی حالت طاری ہوتی کہ بجز آٹھ آٹھ آنسو رونے اور رخسارہ محوہ کو آنسوؤں سے دھوینکے دوسرا کام نہیں جس زمانہ میں حضرت قدس سرہ بیمار تھے اور طبیعت جنگلی کوثر کا گوشت آپکی غذا قرار نہ رکھی تھی اس خدمت کو آپکے ایک خادم نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا ان پر قہقہہ غالب تھی کہ جہاں بیٹھے قہقہے مارتے اور ہنستے ہنستے لوٹے جاتے تھے حضرت کے سامنے حاضر ہوتے تو منہ میں کپڑا ٹھوستے اور قہقہہ کے ضبط کی کوشش کیا کرتے تھے مگر بھر بھی کبھی آواز نکل ہی جاتی تھی ایک بار جنگلی کوثر کپڑے جنگل گئے ایک غار نظر پڑا ہمارا ہی سے یہ کہہ کر کہ یہاں ضرور کوثر ہیں ہنستے ہوئے اس کے اندر ہاتھ ڈال دیا اتفاق سے اُس میں کالا سانپ تھا وہ بھینچنا کر باہر نکلا ساتھ ہی خوفزدہ ہو کر ایک طرف لوگئے مگر یہ کھڑے ہوئے قہقہے اڑاتے رہے آخر ادھر ادھر دو تین بار ہاتھ ڈال کر دو کوثر نکال ہی لائے اور قہقہے مارتے ہوئے واپس آگئے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے صحت کے بعد انکا یہ قصہ سن کر انکو دعادی اور فرمایا جانی جو کوئی کچھ کرتا ہے اپنے ہی لئے کرتا ہے۔

ایک اور شخص تھے جن پر یہ کاغلیہ تھا کہ بہوت و تخیر مجنونانہ وار چہنچہ اور چلائے رہتے تھے عاشقانہ شعاں پڑھتے اور زار قطار بلبل بلبل کر دیتے تھے گو یا کسی غایتِ صدمہ سے مصدوم اور کمالِ کلفت میں مبتلا ہیں کہ ضبط ناممکن اور صبر محال و متمنع ہو انکی زبان حال ہر وقت پیشتر پڑھتی تھی کہ

کتاب حسن تو روزے قصداً سغواً اندر گوتم	شدم از خویش بریگانہ نہ عقلم ماندن بوشم
--	--

کوئی اس طلب میں پڑ جانا ہی حصولِ مراد سمجھتا اور اس تمنائیں مرجا نا ہی زندگی اور عینِ حیات یقین کئے ہوئے تھا۔

۵	برویش تا نظر کردم دل از کونین برکندم ز بستان بصال او اگر چہ نیستم خطے	بریدم از ہبہ عالم چو شد یادوست پوندم بہ شریف خیال او بچہ اللہ کہ خرسندم
دن کی چمکتی شمع اون اور شب کی ہنسان گھڑیوں میں اگر زبان سے کچھ نکلتا تو یہ نکلتا تھا کہ ۵		
اگر زنا دراجل نشد پیوند با شیرین		ہم آخر جان شیرینش برآمد رتنانش
بعض ایسے بھی تھے کہ حسرت و افسوس میں جان کہاتے اور اشتیاق قہار محبوب میں فنا ہوئے جاتے تھے با مراد ہوتے اور اپنے کو نامراد سمجھ کر ترپتے اور بزبان حال کہتے ۵		
آخر اے شاخ ترو تازہ نو بر تاج شد		خار حسرت خرم و جانب خرمایہم
الغرض کسی کے باطن کا حال کیونکر بیان ہو کسی پر غلبہ خضوع تھا کسی پر غلبہ تحیر و تفکر کوئی درجہ صبر میں تھا کوئی دایم الحزن و البکا کسی پر آثار عشق و مودت تھے کسی پر آثار سکینہ و اطمینان قلب کوئی شغف و دلہ میں سرگرم تھا اور کوئی غیرت و کتمان میں مشغول و منہمک ہاں مطاوعت امر محبوبہ متنازعہ حصول مطلوب بصورت امر مشترک سب کے حالات میں قایم اور ہمہ کھنپات میں موجود تھا ہر سالک منتجب کسی حال میں مبتلا اور کسی کیفیت میں مغلوب کیونکہ ہوزبان حال سے اپنے آقا سے لاشریک کو مخاطب کیا کر یوں عرض کرتا تھا کہ ۵ تو بادشاہی میں گداہر چمکنی باشد رجاۃ من بندہ فرمان تو ہاں تاجہ فرما لیکن ہم امام ربانی قدس سرہ کی مقدس دیار برکت جماعت میں ایسے نفوس بھی تھے جو آپ کی طبع کے مناسب طبع لیکر دنیا میں آئے اور نسبت عبدیت کے رنگ سے مانوس ہو نیاوے انداز پر ابتدا سے انتہا تک قایم رہے نہ ان حضرات پر کبھی کسی حال کا غلبہ ہوا نہ کبھی کیفیت عارضہ کا طربان ایک سادہ اور عالمائے طرز پر طاعت میں مشغولیت اور درس و تدریس یا تعلیم و تعلم شریعت میں مصروفیت اور حضور و یادداشت قایم ہو کر نسبت حاصل ہو گئی انکی کیفیت قلبی کا اثر و بجز اس کے کچھ نہ تھا کہ جو تعالیٰ شانہ کے احکامات قضا و قدر کے سامنے سر تسلیم خم ہو گیا اور اپنی رضا و خواہش رضائے محبوب کے تابع ہو گئی ۵		
اگر مراد تو اے دوست نامرادی است		مراد خویش ازین پیش من نخواہم خواست
مطاوعت و امتثال و امر میں لذت آنے لگی اور بندہ نواز آقا کی بندگی سے حریت ہو کر دل کیوں چاہا ہوا کہ		
۵	از من گمان مبر کہ دل باز دوست بر کنم گر بیشنوی کہ قلے مراد و رغبت	تا جان ہدین تن است ہم از عشق مینم اقول کہنے کہ جان و ہر از بہر تو منم

آپ کے بعض متوسلین ایسے بھی تھے جن پر جدا اور حال کی کیفیت طاری ہوتی اور سجدہ کے فرش پر گھٹنوں کو ٹاٹا کرتے اور ستانہ و اپنے جنین بارا کرتے تھے اور بعض ایسے بھی تھے کہ اپنے بھائیوں کی رشتہ و بیتابی کا یہ عالم دیکھ کر حیران ہوتے اور سوچا کرتے تھے کہ کیفیت کس طرح پیدا ہو جاتی ہے غرض اپنا اپنا نرالا رنگ تھا اور اپنا اپنا جدا گانہ انداز ایک حضرت امام ربانی قدس سرہ کا دم تھا کہ مختلف الطبائع اور مختلف الاعمال منتسب ہیں کے حالات کی نگہداشت فرماتے اور یہ کیفیت کیسا تہہ اسی کیفیت کے طرز کا برتاؤ فرما کر روحانی تربیت کیا کرتے تھے آپ کی دلی خواہش تھی کہ قلب پر جو کیفیت وارد ہو سکی قدیجا اور عالم الغیب الشہادۃ کا احسان سمجھ کر شکر گزاری کیساتھ اُس کا تحفظ کیا جائے الیکثر تہہ ایک شخص کے قلب پر ایک کیفیت طاری ہوئی جسکو وہ ضبط فکر کے اور گو نہ تفادیر کیساتھ اُس کا اظہار غیور پر شروع کر دیا لوگوں میں اس کا چرچا ہوتا تھا کہ وہ کیفیت زایل ہو گئی۔ نعمت کا زوال ایسا نہیں کہ سالک کا قلب اسکو ادراک نہ کرے اور مللاوے نہیں چنانچہ انہوں نے حضرت کی خدمت میں اپنا حال لکھ بھیجا آپ نے جواب تحریر فرمایا ”لطیف غیبی مہمانیت نازک مزاج کہ بادی بے التفاتی رو میگرداند“۔

اسکے ساتھ ہی آپ اپنے متوسلین کو ان حالات و واردات کی طرف متوجہ ہونے دیتے بلکہ یوں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ یہ امور مقصود نہیں ہیں اصل مقصود حق تعالیٰ شانہ کی اطاعت اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا اتباع ہے اس تعلیم کا یہ نتیجہ ہوتا تھا کہ آپ کے متوسلین کیفیت حاصل پر بس نہیں کرتے تھے جو ان واردات پیش آئے انکو غیر مقصود سمجھ کر اپنے کام میں لگے رہتے اور آگے بڑھے چلے جاتے تھے یہاں تک کہ وہی سادگی کا انداز یعنی اذعان و یقین کیساتھ بطوع و رغبت اتباع شریعت کا مضمون حاصل ہو جاتا تھا جس میں راہزن شیطان کی راہزنی کا اندیشہ کمزور ہے۔ آپ کے بعض متوسلین پر ابتدائی حالت میں وہ عجیب کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں کہ دوسری جگہ بہت وضع بیکر مشہور ہوئیں مگر آپ کے یہاں کوئی کمال کا درجہ نہیں سمجھا گیا اور آپ نے غیب فرمایا یہی فرمایا کہ توجہ نہ کرو۔ ایک شخص بذریعہ خط آپ سے بیعت ہوئے اور تحریری تعلیم پر ذکر میں مشغول ہو گئے چند روز بعد ان پر یہ کیفیت طاری ہوئی اولیاء و سلاسل کی ارواح طیبہ سے لقاح حاصل ہوا اور پھر کچے بعد دیگر کچے انبیاء علیہم السلام کی پاک روحوں سے ملاقات ہوئی رفتہ رفتہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ سر سے لیکر قدم تک رگ رگ اور بال بال میں ارواح طیبات و بائستگی ہر اسی حالت میں ایک مدہوشی اور شکر کا عالم

پیدا ہوتا جسمین بغیات کا انکشاف اور مجلس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی درباری کا اعزاز حاصل ہوتا
 تھا بسا اوقات مجذوبانہ بیہوشی طاری ہوتی اور بے حس حرکت پڑے رہتے مگر نماز کا وقت معین آتے ہی
 ہوش آجاتا اور فرض پڑھتے ہی پھر بیہوشی طاری ہو جاتی تھی اسی بیہوشی میں کبھی بے اختیاری کی
 صورت میں دفعۃً اوٹھ کھڑے ہوتے اور دوٹی مانگتے تھے اور جب وقت حاضر فوراً پیش کیا جاتا مجنونوں
 کی طرح دو چار لقمے کھا کر آخری لقمہ تھوک دیتے اور بیہوش ہو جاتے تھے انداز سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ
 حکماً کھاتے اور حکماً ختم کرتے ہیں۔ مہینوں انکی یہ حالت رہی اور حضرت کو اطلاع بھی لگینی مگر جب جواب
 لکھا آپ نے یہی لکھا کہ یہ سب امور غیر مقصود ہیں یہاں آنا ہو تو ساتھ لیتے آنا اور علم شریعت پڑھانی کی
 تدبیر کرنی چاہیے چنانچہ انکے والد ماجد انکو لیکر گنگوہ حاضر ہوئے تو حضرت قدس سرہ نے اپنے پاس ٹھاکر
 گردن جھکالی حضرت کی اس توجہ کا اثر دیکھنے والوں کو صرف اتنا معلوم ہوا کہ مغلوب الحال پر خواب کی
 حالت طاری ہوئی اور اونگھنے کے طرز پر گردن جھک کر گویا زمین سے لگ گئی چند لحظہ کے بعد حضرت
 بھی باتین کرنے لگے اور وہ بھی سیٹھو سائے سلمان ہو کر بیٹھ گئے آخر دیوبند کے مدرسہ میں طالع علم بنے
 اور پھر کبھی کوئی کیفیت پیدا نہ ہوئی مگر اسکے ساتھ ہی توحید الی اللہ اور غیبت فی الطاعۃ میں ترقی ہو گئی۔
 بعد مخر صلوۃ الاوابین میں جب وقت آپ مشغول ہوتے تو بعض متوسلین پر اکثر کیفیت غالب ہوتا اور وہ
 میں آکر بیٹا بانہ جیختے ہوئے فرش پر لوٹا کرتے پُر درد اشعار پڑھتے اور مخزون و غمزدہ دل سے استغاثہ کیا
 کرتے خصوصاً جب وقت آپ فارغ ہو کر چلنے لگتے تو بے اختیار فریاد کی آواز میں بلند ہوتین اور عشاق جاننا
 باین الفاظ دھاڑیں مارا کرتے کہ حضرت خدا کی واسطے رحم فرماؤ ترس کھاؤ آپ نہایت منتقلال کیسا تھا
 یہ کلمات سنتے اور جھپکے چلے جاتے تھے چونکہ یہ احوال کسی درجہ میں واقع نہ تھے اسلئے ظاہر کوئی توجہ
 التفات آپ کا ظاہر نہ ہوتا تھا مگر اسکے ساتھ ہی چونکہ نیک راستہ کے نظارے اور قابل تفریح منظر تھے اسلئے
 آپ بنگاہ نفرت بھی نہ دیکھتے تھے ظاہر ہے کہ جو کچھ پیش آتا تھا اسی پاک ذات کی طلب میں پیش آتا تھا
 جسکے لئے مخلوق نے جانیں کھپا دیں پس طلب میں مرجانا بھی بمقتضای دمن ینخرج من بیتہا جلا
 اللہ ورسولہ فقد وقع اجرہ علی اللہ کسی درجہ میں مطلوب کا حاصل ہو جانا ہی ہر اسلئے آپ کا جی
 چاہتا تھا کہ اچھا ہے اسی حال میں مرجائیں اس موت پر لاکھ زندگیاں قربان اور اس فنا کو ہزاروں بھاپر
 ترجیح ہے ایک بزرگ نے آپکے ایک متوسل مغلوب الحال کی کیفیت لکھی اور اس حالت پر ترس کھا کر سفارش کی کہ

حضرت کی توجہ سے انگوٹیں تکلیف کی حالت سے نجات پجائے تو بہتر ہے آپ کے پلنگ پر لیٹے ہوئے سارا خط
اول سے آخر تک سنا اور خاص لہجہ میں یون ارشاد فرمایا کہ اچھا ہے میان ہر جائیں اسی حال میں اسکے
بعد دوسری جانب کروٹ لیلی اور بات کو نسبتاً ملسیا بنا دیا ۵

اسے دل بہوش برسر کار سے نرسی	تا غم نخوری بنگار سے نرسی
چون رخشانہ بزمیراۃ تاق نہ منی	ہرگز بسر زلفت نگار سے نرسی

شرطین شہزادہ بیٹائی سب کچھ تھا مگر آئی نگہداشت کا ٹھہر تھا کہ جون جون صحبت بڑھتی دو
دون اشتیاق وصل کی آگ بھڑکتی اور بیابان ناپید کنار میں مسافرت بے سرو سامانی کی شہرقت
فوز مرام و حصول مقصود نظر آتی تھی طلب سے ہمت ہارتی نہ تھی اور مردانہ دار قدم پیچھے ہٹنے کے بجائے
ہر لمحہ آگے بڑھتا چلا جاتا تھا ۵

گرم صد دل بود ہر دم شود صد پارہ از غم	بحسنت ہر زمان شود بمیدارت بود افزون
---------------------------------------	-------------------------------------

حال وجد اور کیفیات کے طریاں و طور پر چونکہ رخنہ انداز شیطان کی رخنہ اندازی کا اندیشہ قوی تھا
اسلئے منتسبین کے حالات مبارک کی آپ تصدیق فرماتے تسلی دیکر ڈھارس بندھاتے اور بڑی تاکید
اہتمام کیساتھ متشکک بالشریعت اور اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امر فرمایا کرتے تھے آپ نے ہمیشہ اپنی
تحریر سے تقریر سے ترغیباً و علماً و عملاً اپنے تمام متوسلین اور خصوصاً اصحاب حالات ارجمند منتسبین کے
دل و نہیں یہ اعتقاد گویا پلا دیا تھا کہ شریعت مصطفویہ کا دامن عاطفت چھوڑ کر کوئی حالت اور کوئی کیفیت
کیسی ہی لذیذ اور ہل کیوں بخلوم ہو بیچ و بیچ اور قابل رد و رد ہے ۵

محال است سعدی کہ راہ صفا	توان رفت جز در پے مصطفیٰ	خلافت پیمبر کے رہگزید	کہ ہرگز بمنزل خواہ رسید
--------------------------	--------------------------	-----------------------	-------------------------

سالک کو زمانہ سلوک میں جو کچھ آپ تعلیم فرماتے تھے اسکا خلاصہ صرف اسقدر تھا کہ حق تعالیٰ کی وہ
سچی محبت سودا و قلب میں سلخ ہو جائے جسکا ٹھہر ہر حال میں اتباع شرع اور قدم قدم پر محبت بندگان
کا اقتدار ہے اسلئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی جانب قبول اور اپنے حصول کا یہی ایک طریق بیان فرمایا اور
وہی متلونہ کرا صدق و مصدوق محبوب کی معرفت ہم تک پہنچایا ہے اسی طریق کی تعلیم کا خلاصہ انبیاء
سرد عالم کو حکم دیا گیا تھا اور اسکی یاد دہانی اپنے منتسبین کو امام ربانی فرمایا کرتے تھے پس اگر یوں کہا
جائے کہ آپ کی تعلیم نائب رسول ہوئی وجہ سے نیابت اسی امر کی تبلیغ و ترویج تھی جسکو آیہ مقدسہ قل ان

لَكُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ يُغْفِرْ لَكُمْ اللَّهُ مَن ذَكَرَ كَيْفَ كَانَتْ حَقٌّ هُوَ۔

آپ اپنے متوسلین کی اصلاح و ترقی حال سے کبھی غافل نہیں ہوتے تھے یوں تو آپ کی عملی حالت اور سرتاپا آپ کا وجود باوجود استقلال طور پر رہا ہر اور رہنما تھا کہ ہر خادم استناء کو آپ کے اتباع کی رغبت ہوتی اور کام میں مشغولیت اور نباہ و محافظت کی ہمت بڑھتی تھی مگر آپ اس پر کتنا فرماتے اور زبان فیضیت و تحسین اور باطنی تصرف و توجہ سے خدام کی معاونت فرمایا کرتے تھے ایک شخص دلائی آپ کی خدمت میں رہتے اور ذکر شغل کیا کرتے تھے چند روز بعد ان پر ایک کیفیت پیدا ہوئی کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کا چہرہ مبارک انکو بدر کامل سے زیادہ روشن اور چمکتا ہوا آفتاب جیسا معلوم ہوتا تھا جسکے سبب حبشہ بڑھتی اور رغبت و اعتقاد کا مضمون مستحکم ہوتا تھا یہ صاب جس وقت اہل خانقاہ کے پاس آتے تو انکو دریافت کیا کرتے کہ مجھے تو حضرت کا چہرہ ایسا روشن معلوم ہوتا ہے تمکو بھی معلوم ہوتا ہو یا نہیں؟ خانقاہ میں رہنے والے ذاکرین شاغلین پر کیا ضرور ہے کہ یکساں حالت طاری ہو جو جب دوسروں سے نفی کا جواب نہ تو شیطان نے تفاخر و تکبر کا مضمون ملین ڈالا اور انکو یہ خیال پیدا ہوا کہ ذکر کا جو اثر مجھ طاری ہوا یہ سب لوگ اس سے محروم ہیں میری محنت مقبول ہو گئی اور مجھے بڑی بات حاصل ہو گئی اس دوسرے واقعہ کا یہ اثر ہوا کہ ذکر شغل میں کسل و کلامی پیدا ہو گئی دو ایک دن اس حال میں گزرے ایک رات عشا کے بعد حضرت کے پاؤں دبا رہے تھے چند خدام اور بھی تھے کہ انہیں صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ اس آیت میں لفظ ما عام ہے جملہ اشیاء ذی روح و غیر ذی روح کو تو کیا ساری چیزیں خدا کی تسبیح کرتی ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں جمیع اشیاء حق تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں یہاں تک کہ چوٹی اپنے بھٹ میں اور یہ حالت اکثر سالکوں پر نکشفت بھی ہوئی ہے کہ ہر چیز سے اللہ کا ذکر نکل رہا ہو لیکن انسان ہی ایسا کم ظرف ہے کہ ایک دو دن ذکر کر کے پھول جاتا اور یوں سمجھنے لگتا ہے کہ میں کچھ ہو گیا کچھ انوار معلوم ہوئے اور کہہ دیا کہ میں بھی کسی رتبہ پر پہنچ گیا یا دیکھو ایسے خیالات مردود بارگاہ بنا دیتے ہیں حقائق کے ہمراہ تھے احسان ہیں کہ ایک نعمت کا شکر یہ بھی کسی طرح ادا نہیں کر سکتے تھوڑا بہت ذکر شغل کر کے اپنے کو مقرب اور کسی درجہ کا مستحق سمجھنا تو کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اسکے بعد یہ قصہ بیان فرمایا کہ پچھلے زمانہ میں ایک شخص بڑا عابد زاہد تھا اس نے اپنی ساری عمر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گذاری اور عبادت

بھی اخلاص سے کرتا تھا ہماری تو عبادتیں ہی کیا ہیں کہ ریابہرا پڑا ہے اس شخص کی عمر ہزار سال کی تھی اتنا کثیر زمانہ ہمہ تن اللہ کی یاد میں صرف ہوا آخر وقت میں مرنے سے قبل اسکے دل میں یہ خطہ آیا کہ میں نے حق تعالیٰ کی عبادت بہت کی ہے ساری عمر اسکی یاد میں مشغول رہا ہوں مجھے خدا کے یہاں بڑا مرتبہ ملیگا جب وہ شخص مر گیا اور حق تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوا تو ملائکہ کو حکم دیا گیا کہ اسے جہنم میں جھونک دو فرشتے حکم کے بندے اسکو کشتان کشتان لے چلے اسنے عرض کیا کہ بار اہا میں نے تیری عبادت ہزار برس کی ہو میں تو جنت کا مستحق تھا اسوقت فرشتوں کو حکم ہوا کہ اچھا سا حل جہنم پر کھڑا رکھو چنانچہ وہ دوزخ کے کنارہ کھڑا کر دیا گیا اسوقت اسکو بڑی شدت کی پیاس لگی بیتاب ہو کر اسنے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار معبود مجھے پانی پلا دینے کی اجازت دیجئے کہ میں پیاس کے مارے مر جاتا ہوں حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اس شخص سے کہو یہاں پانی نعمت کا نہیں ہے ہزار سال عبادت کے معاوضہ میں ایک کٹورا پانی خریدنا چاہیے تو خرید کے در نہ خاموش رہے یہ سنکر اس پیاس عابد نے بڑی خوشی سے عرض کیا کہ مجھے منظور ہے پانی تو مل جائے کہ جان بچ جائے اگر کئی ہزار سال کی عبادت بھی قیمت قرار دیجائی تو میں غنیمت سمجھتا اور منظور کرتا اسوقت حق تعالیٰ نے ملائکہ سے ارشاد فرمایا کہ اس شخص سے پوچھو دنیا میں ہزار سال تک ہزار ہا کٹورے ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے پیچا ہے پہلے انکی قیمت کا حساب کرے اسکے بعد اس ایک کٹورے کے بدلہ ہزار سال کی عبادت لی جائیگی۔

یہ حکایت نقل فرما کر حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا سو میان ہم تو حق تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے ایک کٹورہ پانی کا بھی شکریہ ادا نہیں کر سکتے جو ہزار ہا سال کی عبادت کے معاوضہ میں بھی ہزار ہا ہے چہ جائیکہ ہزار ہا انعام اور لکھو کھا احسانات انسان پہلے پیشگی لی ہوئی تو بیباک کرے تب ہی آئینہ چڑھاؤ کا استحقاق قائم کرے آپکی اس تقریر سے مخاطب متوسل کے دل سے شیطانی وسوسہ ایسا نکلا کہ نام کو بھی اثر باقی نہیں رہا اس قصہ کے چند روز بعد ان پر گریہ کی حالت طاری ہو گئی اور اپنی پھرانی و نا کاری کا اذعان بڑھتا چلا گیا۔

بعض متوسلین پر جبکہ ذکر و شغل کا اثر اپنے خیال میں ظاہر ہوتا نہ دیکھتے تو شیطانی رخنہ اندازی یاس کی صورت میں ہویدا ہوتی اور یہ وسوسہ پیدا ہوتا تھا کہ میں نون گذر گئے کوئی کیفیت اور کسی قسم کی لذت ہی محسوس نہیں ہوتی آئندہ ہی کیا امید ہے اس نقص کو آپ امیرین بندھا کر اور بڑھا کر چڑھاؤ

دیگر رفع فرماتے اور انکی فہم و سمجھ کے موافق یوں ارشاد فرمایا کرتے کہ بعض اہل اللہ کو کئی کئی برس بعد خفیف سا اثر محسوس ہوا حضرت جلال تھا نیسری رحمۃ اللہ علیہ نے درس تدریس چھوڑ کر دو سال برابر ذکر باجمہر کیا اور کوئی اثر محسوس نہوا بجز اسکے کہ صوت سرمدی کا شروع معلوم ہوتا تھا اپنے شیخ حضرت شیخ اشینخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنا حال لکھا کہ حضرت برابر دو سال سے ذکر میں مت مکن کر رہا ہوں اور حضرت کو معلوم ہے کہ درس تدریس چھوڑ کر میں نے اس کام کو شروع کیا ہے لیکن ابھی تک ذکر کا کچھ اثر معلوم نہیں ہوتا فقط ایک آواز سر سے دراز آتی ہے شیخ نے جواب تحریر فرمایا گھبراؤ مت استقلال کیساتھ کام لے جاؤ ہر چند کہ دیر بہت آہو بچنگ شیر است ان

حضرت امام ربانی قدس سرہ اس قسم کی حکایات صاحبین سے طالبین کی تسلی فرماتے اور متوسلین کی ہمت کمزور نہونے دیتے تھے بار بار آپ یہ شعر پڑھتے اور خطوط کے جوابات میں تحریر فرماتے کہ ۷

کار کن کار بگذر از گفتار	کاندرین راہ کار باید کار
--------------------------	--------------------------

آپ کے متوسلین میں وہ علماء جو آپکی تلقین کی موافق درس تدریس میں مشغول رہتے تھے یہی خدمت دین میں انکے لئے ریاضت و مجاہدہ اور ذکر و شغل کا کام دیتی اور مقصود پر پہونچا دیتی تھی بعض وقت ذکر و شغل میں رات دن لگے رہنے والے اہل صفہ کو یہ بھی خیال ہوتا کہ یہ لوگ گاہے ماہے حاضر خدمت ہوتے اور بہتر کچھ لیجاتے ہیں ہمیں باوجود محنت و مشقت اٹھانے اور مہینوں ایمان پڑے رہنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا حضرت امام ربانی ان وسوسوں پر مطلع ہوتے اور کسی دوسری تقریر کے ضمن میں ارشاد فرمایا کرتے کہ مقصود ذکر و شغل سے حق تعالیٰ کی یاد اور اس طرف لگاؤ ہو چونکہ علماء کو درس و تدریس میں یہ بات حاصل ہوتی ہے اسلئے دل و دماغ کا یہ مجاہدہ اور شب روز قال اللہ وقال الرسول میں لگا رہنا انکی مصلح کا بڑا ذریعہ بنجاتا ہے علماء کو یوں سمجھنا کہ ذکر و شغل نہیں کرتے سمجھ کی غلطی ہو۔

ایک مرتبہ آپ کے کسی متوسل نے شکایت کی کہ ذکر و شغل کرتے مدت گزر گئی مگر اثر کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا آپ نے یہ شعر پڑھا ۷ کار کن کار بگذر از گفتار ۷ کاندرین راہ کار باید کار ۷ اسکے بعد فرمایا میان پہلون نے تو بڑی ثبری شقتیں اٹھائی اور برسوں محنتیں کی ہیں تم اتنے ہی میں گھبرائے جلتے ہو معلوم بھی ہو حضرت جلال تھا نیسری کو تین سال کے بعد سلطان الادکار شروع ہوا تھا غرض آپنا یوں ناامید نہونے دیتے اور کمزور دلوں کو لو بھارا اور بھار کر کام میں لگائے رکھنے کی سعی فرمایا کرتے تھے اسلئے کہ ذکر و شغل

اصل نفع یہی ہو کہ حق تعالیٰ کی یاد قائم ہے اور جب انسان کریم آقا کی درباری پرستند رہتا ہے تو ایک نظر میں نواز بھی لیا جاتا ہے کیا خبر ہے کہ وہ نظر کرم کسوقت ہو ۱۰

ہر چند نہ ام لائق درگاہ سلاطین۔ نامیدیم | کا خبر کرم ہم بنوازند گدرا۔ گاہے نہ بچا ہر

حصول ثمرات مجاہدہ و ظہور آثار ریاضات میں محبت و تقاضہ کہ نوالی طبیعتیں چونکہ اپنے ہادی پر فرمایش کرتی ہیں جو ایک قسم کی گستاخی و بے ادبی ہونیکے سبب محرومیت و خسران کا وسیلہ بن جاتی ہے اسلئے اس مضمون کی اصلاح سے امام ربانی بے توجہی نفرماتے تھے تقریر سے تحریر سے ارشاد سے اکابر کے قصود اور سبکے ساتھ باطنی توجہ اور قلبی تصرف سے آپ اس خیال بد کو طالع کے قلب سے نکالتے اور یہ مضمون ذہن میں جلاتے تھے کہ دنیا میں ہر کمال کا حصول بتدریج ہوتا آہستہ آہستہ برسوں میں جاکر ہوتا ہے بچہ کتنے دنوں میں جوان بنتا اور جاہل کتنی مدت میں عالم ہوتا ہے پھر بہا حق تعالیٰ شانہ کا قرب جسکی برابر عزیز و وقیع اور باحرمت مرتبہ کوئی ہو ہی نہیں سکتا چند روز میں کیونکر حاصل ہو سکتا ہے اس صاحب فضل و شرف اور قابل قدر جوہر کا حصول اگر عمر فرج خرچ کرنے پر بھی ہو جائے تو بہت جلدی اور خوش نصیبی کی علامت ہے

۱۱ قرضا باید کہ تائیک کود کے از لطف طبع
ساہما باید کہ تائیک سنگ صلی آفتاب
ماہما باید کہ تائیک مشبث شمشاد
ہفتہ باید کہ تائیک پنبہ از آب و گل
روز باید کشیدن انتظار بیشمار
عاقبت کامل شود یا فاضلے صاحب سخن
لعل گردد در بدخشان یا عقیق اندرین
صوفی را فرد گردد یا حمارے را رسن
شاہد سے را حلقہ گردد یا شہید سے را کفن
تا کہ در جوت صدف باران شود در عدن

بندہ کا کام بندگی ہے اور بندگی نام ہے بچا رگی کا کہنے بتایا ہے آقا پر فرمایش کرنا اور کون جانیہ بچتا ہے محبوب پر نگاہ لطف و وصال کا تقاضہ ۱۲

اگر بر و صلت یلے بر غبت خاطر و داری | جو غمخوار فرزند بد شد ہم از خوشی ہم از غمنا

اس پاک راستہ میں تو جلد آرزوؤں کا مشا دینا ہی سچی آرزو ہے اور تنہا لوں کا غم نہ کر دینا ہی عین تنہا ہو یا تو اس طلب کا نام نہ لے اور نام لے تو مردانہ وار جان کسپا دینے کے ارادہ میں پختہ ہو کر دھن کا پکا بنے ۱۳

بادل گفتم مرا میر بر در او | کہ باد شہت نہ بخاہم ملو | دل گفت ہر حدیث بہنو کہن | یا بر در او کشند در باد

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی تعلیم میں حق تعالیٰ کے ایسی برکت اور خاص تاثیر عطا فرمائی تھی کہ مہینوں

بلکہ ہفتون میں وہ بات حاصل ہوتی تھی جو پہلے میں بھی اگر حاصل ہوتی تو ازراں تھی آپکی خدمت میں چند خط کا حضور اور قلب میں آپکے ساتھ کسی درجہ کا تعلق اور وابستگی نفع میں چلے کشی سے بہتر اور ریاضات و مجاہدات سے زیادہ سودمند تھا صوفی کرم حسین صاحب نے کچھ اپنا حال لکھا ہے کہ جب حضرت نے مجھ کو ذکر تعلیم فرمایا تو یوں ارشاد فرمایا کہ یکہزار مرتبہ نفی اثبات اور یکہزار مرتبہ اثبات اور تین ہزار مرتبہ اہم ذات بالجہر آخر شب میں کیا کرو اور چوبیس ہزار مرتبہ اہم ذات نفی مختلف اوقات میں پورا کرو جو سوقت حضرت قدس سرہ تلقین فرما رہے تھے اُسوقت میرے قلب میں حق تعالیٰ کی عبادت کا ایک جوش پیدا ہوتا معلوم ہوا اُسکے ساتھ ایک حرارت محسوس ہوئی جو قلب سے متجاوز ہو کر تمام بدن میں سرایت کرتی اور پھیلتی گئی شب کو جب میں نے ذکر خیر ختم کیا تو بیٹھے بیٹھے کچھ غنودگی طاری ہوئی اور عالم واقعہ میں یہ حالت محسوس ہوئی کہ گویا بارود میں آگ لگا دی گئی میں دیکھتا تھا کہ زمین آسمان اور آسکا درمیانی خلا آگ کا ایک شعلہ ہے اور اُسکو میرے جسم نے اس طرح بھردیا کہ زمین پر بیٹھا ہوں اور سر آسمان سے لگا ہوا اور دونوں ہونڈھے جنوب شمال سے ملحق ہیں اور جسم پتھر جیسا بنگیا زبان اسقدر بڑھ گئی کہ اسنے سارا موندہ بھردیا اور بات کا ٹکنا مشکل پڑ گیا تھوڑی دیر میں یہ حالت رفع ہو گئی مگر اُسکے آثار بدن میں موجود تھے صبح کو حضرت قدس سرہ سے حالت عرض کی تو آپنے فرمایا ”بارک اللہ ذکر کا اثر شروع ہو گیا“ اسکے بعد مختلف رنگ کے انوارات ذکر کرنیکی حالت میں نظر آتے اور ہم ذات کا خیال بڑھتا جاتا تھا۔

حضرت کے ایک خادم ذکر بالجہر کیا کرتے تھے چند ہی روز گزرے تھے شب کو حضرت کے پاؤں دبانے کھڑے ہوئے قلب پر ایک کیفیت محسوس ہوئی اور بڑھتی رہی دفعۃً حضرت نے اسی جانب کروٹ لے لی اُسوقت تو کیفیت اتنا بڑھا کہ ضبط مشکل ہو گیا حضرت نے فرمایا بس جاؤ یہ حجرہ میں آکر لیٹ رہے اور چراغ گل کر دیا وہ اثر جو پاؤں دبانے میں پیدا ہوا تھا یہاں تک بڑھا کہ جسم معدوم معلوم ہونے لگا صرف اتنا محسوس ہوتا تھا کہ کہیں ہے ضرور پھر ایک حجاب سا اٹھا اور خاکی نور ظاہر ہوا جسکی وسعت زمین و آسمان سے زیادہ معلوم ہوتی تھی اور اُسکا رنگ مثل صبح کے وقت کے تھا حجرہ حالانکہ تاریک تھا مگر میں معلوم ہوتا تھا کہ خلق صبح کھلی ہوئی ہے اسکے بعد اسی میں سے سرخ نور ظاہر ہوا اُسکی وسعت بھی یہی قدر تھی اسکے بعد دیگر الوان اور رنگ رنگ کے انوار ظاہر ہوئے آخرین لطیف خفی کا نور محسوس ہوا صبح کو جب انہوں نے حضرت سے حال عرض کیا تو آپنے فرمایا بارک اللہ یہ لطایف کے انوارات تھے۔

اسی درمیان میں صوت سردی شروع ہو گئی ابتداء اسکا ورود اس شدت کیساتھ ہوا کہ بدن میں لرزہ پڑ جاتا تھا کبھی مثل برقی کے اور کبھی زنجیر کی کھڑکھڑاہٹ کے اور کبھی دوسری آوازوں میں اسکا احساس ہوتا یہاں تک کہ ہر عضو سے یہی آواز محسوس ہوتی اور اس آواز میں سے لفظ اللہ نکلتا ہوا معلوم ہوتا تھا اسکے چند روز بعد یہ حالت ہوئی کہ ہر چیز سے یہی آواز نکلتی ہوئی مسجع ہوتی اور آخر کار اپنے قلب سے نام مبارک اللہ اس طرح مسجع ہونے لگا کہ گویا کوئی دوسرا شخص پاس بیٹھا ہوا ذکر کر رہا ہو اور یہ حالت بھی یہاں تک بڑھی کہ بدن کے ہر حصہ اور عضو عضو سے ذکر کی آواز محسوس اور مسجع ہونے لگی۔

بعض متوسلین پر چند روز کے ذکر و شغل میں انوارات کا اس درجہ ورود ہوتا تھا کہ شب کو تار یک منجر ہو جاتا اور غلبہ کے سبب راستہ چلنا مشکل پڑ جاتا تھا کبھی کبھی یہ انوارات انسان کی شکل میں ہر بنا پر شمع پھول نظر آتے اور اپنے قریب ذکر میں شمول یا نماز پڑھتے ہوئے معلوم ہوتے تھے بعض وقت یوں محسوس ہوتا کہ انوارات میں تشکر کو نماز یا ذکر میں کیفیت آکر سی ہے یہ دیکھ کر صاحب انوار سالک متوسل کو بھی جوش آتا اور لذیذ کیفیت پیدا ہوتی تھی۔ الغرض امام ربانی قدس سرہ کی تعلیم کے برکات و آثار اور ثمرات و نتائج ان کے دل مانے ہوئے ہیں جنہوں نے اس غیبی خوان نعمت کی قدر پہچانی اور تھوڑے یا بہت مستمتع و منتفع ہوئے جو لذیذ پستانی اور مزہ دار اضطراب و خشک آہنی ابتدائی تعلیم پر پہلی شب عمل کرنے میں قلب کج حاصل ہوتی تھی وہ حدیاد کا لاسبہ بن کر طایر دل کو مقید بنا کر ایسا جکڑ لیتی تھی کہ اسی پر مرٹنے کو سنتا ہے مرادات اورین حصول حیات سمجھا جاتا تھا۔

دل بسوے دلبرے ہر خطہ مارا میکشد | آنجا کہ مارا میکشد این دل ہما نجا میکشد

یہ قصہ تو ایسا لذیذ ہے کہ چھوڑ نیکو جی نہیں چاہتا اور طویل اتنا ہے کہ ختم ہونا دشوار بہ عنوان سے مقصود یہ تھا کہ آپ کی تعلیم میں سب سے بڑا اہتمام اتباع سنت مصطفویہ کا تھا اور اسکے بعد تہجد اشتہا اہل اسکے ادب و وفور کی کہ کسی خاندان کی تعلیم کا باندہ کیون نہ ہو جملہ سلاسل اور تمام اولیاء کے ساتھ حسن بن و عقیقت اور محبت رکھے اسکے بعد جو کچھ ذکر یا شغل پاس انفاس یا مراقبہ آپ تلقین فرماتے اسپر نباہ کرنا اور کام میں لگنا یا ثمر برکات اور وسیلہ حصول فیضات بننا تھا اب طبائع کے اختلاف کی بنا پر اپنا اپنا رنگ تھا اور اپنے اپنے انداز کسی کے حالات کچھ تھے کسی کے کچھ کسی پر واردات غیبیہ کا ہجوم تھا اور کسی پر اطمینان و سکون کیساتھ غلبہ مقصود و انتقامت فی الدین کوئی وجہ و حال میں ہر گرم ہوتا اور کسی پر جبرج و فزع اور گریہ

زاری کا طریق ان کوئی سکرو تھیر میں بہوت بنتا اور کوئی اضطراب و حزن میں مبتلا اور ستانہ وار گرفتار مختلف کوائف اور متنوع احوال نہ کسی کی فہم میں آسکیں نہ اظہار و بیان کے قابل نہ طریق و تدبیر معالجہ کا تذکرہ نہ ہو نہ کوئی خاص اور محدود طرز و روش معین کہ جسکو مسلسل ہدیہ ناظرین کر دیا جائے اسلئے ان سے سکوت کیا گیا اور کیسوی محمود سمجھی گئی مگر بان اتنا عرض کرنا ضرور ہے کہ آپ کے فیضان میں جوش و خروش بہت ہی کم طبائع پر پیدا ہوتا تھا اور جنبہ ہوتا تھا اکثر چند روز کے بعد ہی سکون کیساتھ بدل جاتا تھا چونکہ آپ کی نسبت کارنگ بہت ہی مخفی اور بھاری بھر کم تھا آپ کی عالی ظرف ذات اپنے منتسبین میں بھی اسی سادگی کو زیادہ پسند کرتی تھی جسکی قانون کا کسی کو خبر نہونے پائے چنانچہ آپ کے صاحب نسبت خلفاء میں اکثر اسی رنگ میں رنگے گئے اور الحمد للہ یہ سلسلہ باین طریق جاری و ساری ہے۔

تجدو و ترک تعلقات کارنگ آپکو چونکہ پسند نہ تھا اسلئے متوسلین پر اگر یہ حالت طاری ہوتی تو آپ اس کے سلب کی کوشش فرماتے تھے منشی قادی بخش صاحب بلند شہری جو وقت بیعت ہو کر اپنے مکان پر واپس ہوئے اور حضرت کا تعلیم فرمایا ہوا ذکر و شغل شروع کیا تو چند ہی روز میں کیفیات عجیبہ اور حالات غریبہ کا ورود شروع ہو گیا۔ آخر اس لذت میں مسرور ہو کر یوں خیال ہوا کہ دنیا کے جھگڑوں میں مبتلا رہ کر تھوڑے سے ذکر و فکر میں جب یہ لذت ہے تو سب کو چھوڑ چھاؤ کسی پہاڑ کی کھومیں یا انسان جنگل کے گوشہ میں بیٹھ کر اللہ کی یاد میں کیا کچھ خطا ہوگا؟ اس خیال کے آتے ہی عزالت و غلوت کا شوق بڑھتا اور اہل و عیال کی محبت کا کم ہونا شروع ہو گیا یہاں تک کہ بچوں سے جی گھبرائے رشتہ داروں سے نفرت اور تعلقین کے پاس آنے جانیسے وحشت ہونے لگی طبیعت کا یہ رنگ اقرار بنے دیکھا تو پریشان ہوئے اور سمجھے کہ ایک مرد کا دم نظر آتا ہے وہ یوں چلا سنتے سماعت سے سمجھائے خوشامدین کرتے ہاتھ جوڑتے اور رو کر پوچھا کرتے کہ آخر ہم سے کیا قصور ہوا جو ہر وقت رنجیدہ اور الگ تہلگ رہتے ہو وہ شدہ شدہ سب کو معلوم ہو گیا کہ ذکر کا اثر ہے اور تنہائی کی ایسی محبت ہو گئی ہے کہ زبائل ہونی مشکل ہو جب بلو قین ہو گیا کہ غفریب ہمیں چھوڑ کر جنگل کو نکلیں گے تو طعن تنبیح شروع کئے کہ شاید غیرت ہی کے مارے یہ خیال دور ہو بی بی کہنے لگی کہ معلوم ہوا اب تم سے کمایا نہیں جاتا اسی وجہ سے سب چھوڑ کر اپنا دم لیکر کہیں نکل جانے کا قصد ہے مان بولی کہ مولوی صاحب نے مرید کیا کیا میرا بیٹا ہی مجھے چھوڑ دیا میں ایک سہانا تھا وہ یوں ہاتھ سے چلا میں تو مولوی صاحب کو لکھوئی کہ تم نے بیٹے کو مان سے جدا کیا ہے تم ہی بتاؤ ہم عورت ذات کیا کرین غرض سب کچھ تدبیریں کی جاتی تھیں مگر یہاں ذرہ برابر اثر نہ تھا

آخر حضرت امام ربانی قدس سرہ کو اطلاع ہوئی آپ نے نشی قادخیش کو بلا بھیجا جس وقت وہ حاضر ہوئے آپ انکو تنہا حجرہ میں لیگئے اور پاس بٹھا کر قلب پر اثر ڈالا اسکے بعد ارشاد فرمایا میان قادخیش کیا وہ کام کرنا چاہتے ہو جو سلسلہ کے بزرگون اور خدا و رسول کے خلاف ہے، بھلا انکی مخالفت کر کے کہاں رہو گے اور کیا پھل پاؤ گے میں سنتا ہوں تمہیں یہ بات ٹھان رکھی ہو کہ بی بی بچون اور بوڑھی مان کو چھوڑ کر کہیں نکل جاؤ سو سن رکھو یہ بات ہرگز نہیں ہو سکتی حضرت قدس سرہ جس وقت یہ تقریر فرما رہے تھے مان بی بی بچون کی محبت کا ایک جوش انکے دلیں ابل رہا اور بیوقوف پیدا ہو رہا تھا کہ کسی طرح جلد مکان پر لوٹوں اور انکی صورتیں دیکھوں آخر مکان پر واپس ہوئے اور آج تک اسی تعلق و محبت کیساتھ مکان پر مقیم ہیں اس قسم کے بعد کبھی تجدد و رہبانیت کا وسوسہ بھی نہیں گذرا۔

طبایع کی تشخیص اور ضعف و قوت کی مراعات میں آپکو خاص ملکہ تھا آپکی مقبولیت کے طفیل میں آپ کے نا تجربہ کار راہروان جادہ طریقت منتسبین پر بھی رحمت خداوندی کا ابر چھایا ہوا تھا اور آپ کے عبد غلص ہو کر بدولت آپ کی ناز پروردہ روحانی اولاد اور پرخطر سفر میں قدم اٹھانے والے نا واقعت و نا تجربہ بچون کا قدم قدم پر حق تعالیٰ کا لطف و فضل شامل حال تھا آپ کے ظل شفقت میں بن غایت کیساتھ آپکی بچون نے تربیت پائی اور پھلے پھولے اسکی واقعی قدر حق یہ کہ خود انہوں نے بھی نہ پہچانی تفسیر درازر استہدین چلنے کا نام لیتے بہتیرے جوان مرد ہر ہر اٹھے الحمد للہ کہ آپکی اولاد نے اس اہل دینان کیساتھ اُسکو ملے کیا کہ مکان بھی محسوس نہ ہوا اور اس خطرناک گھمسانِ جنگل میں بڑے بڑے شیر دل بہادروں کے پتے پانی ہوتے ہیں خدا کا شکر ہے کہ آپ کے لاڈلے بچون نے ایسی راحت اُسکو عبور کیا کہ کانون کا نون کسی کو خبر نہ ہوئی دوسروں کا کیا ذکر خود انکو پتہ نہ چلا کہ راہ میں کسی راہزن کا اندیشہ ہے یا نہیں؟

منتسبین کی تحصیل معاش کے حلال و پاک و سایل کا بلا وجہ قوی ترک کرنا آپکو پسند نہ تھا اور استشارہ پر بھی کبھی یہ رائے نہ دیتے تھے کہ مسلمان بالقصد اپنے نفس کو توکل مستحب کے امتحان میں ڈالے ہاں جرنی اصحاب کی طبایع قوی پائے اور یوں سمجھتے کہ مشاق و صعوبات پر صبر کر سکتا ہے اُسکو اشارہ کیا فرمایا کرتے کہ اسباب معیشت سے مستغنی ہو کر متوکل بنکر بیٹھ جاؤ چنانچہ حضرت مولانا اثر فعلی صاحب کے استشارہ پر آپ نے صاف فرما دیا کہ جاہل و وغیرہ رکھو تو مباح ہے اور نہ رکھو تب بھی حق تعالیٰ تمکو روزی سے کبھی پریشان نہ کرینگے اور مولوی محمد اسماعیل صاحب گنگوہی نے گوالید کی ملازمت سے گھبر کر ترک تعلق چاہا تو آپ نے انکے خط کا جواب

اس طرح تحریر فرمایا لگے تعلق کا ترک کرنا اُس کو زیبا ہے کہ بے تعلقی پر صبر کر سکے اہل علم کا منصب مسجد میں بیٹھ کے فقر و فاقہ پر گزرا نہنے کا ہو اگر آپ صبر کر سکتے ہیں ترک کر دو مگر اپنی طبیعت کو جانچ لو کہ اس وقت کیسے معاملہ پڑیگا اور نہیں تو وہاں کی مشاق کو گوارا کر کے وہیں پڑے رہو اور بندہ آپ کے واسطے دعا کرتا ہے اور تم یَا مُعْنٰی کو بعد نماز فجر کے گیارہ سو بار اور یَا بَاسِط کو بعد نماز عشا کے گیارہ سو بار ہر روز پڑھتے رہو“

چنانچہ حضرت مولانا تھانوی نے اُس ارشاد پر عمل فرمایا اور ہر قسم کی دولت سے مالا مال ہوئے اور مولوی محمد اسماعیل صاحب نے اس حکم کی تعمیل کر کے وظیفہ شروع کیا تو چند ہی روز میں پریشانیاں برفع اور حالت درست ہو گئی کبھی تنگدستی پیش نہ آئی سلوک میں چونکہ سب سے زیادہ نظر قلب پر ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی کام اطمینان اور سکون کے بغیر نہیں سنوڑتا اسلئے سالک کی یکسوئی کا لحاظ آپ کے دربار میں مقدم تھا۔ پریشان حالی اور فکر اور تشویش کے دور کر نیکی جو تدبیر صحب آپ عمل میں لا سکتے وہ لایا کرتے اور اس مبحث میں عجیب عجیب طریقوں سے طالبین کی دستگیری فرمایا کرتے تھے معاش ایسی چیز ہے کہ جسکے وسائل حصول کی بیڑیوں میں انسان چاروں طرف سے جکڑا ہوا ہے اور عموماً اسی ایک حال کی ابتری میں مخلوق کو وہ پریشانیاں پیش آتی ہیں جنکی اصلاح کا اگر فکر نکیا جائے تو مومن کا ایمان بھی خطرہ میں پڑ جاتا ہے اسلئے قوی القلب مشائخ کی فتوحات اور یکسوئی پر بھیجہ کر ابتدا سلوک میں مباح ذریعہ معاش کے ترک کا جو دلولہ پیدا ہوتا ہے وہ حاذق طبیب روحانی کے نزدیک مطلق قابل اعتبار نہیں سمجھا گیا اور روزی کمانے کی صعوبتوں کو ترک کے بعد پیش آنی والی مملکت تباہ کن تشاویش سے بہتر قابل برداشت مانا گیا ہے اسلئے حضرت امام ربانی قدس سرہ کی جماعت کثیرہ میں ایسی فریق کی شمار پڑھی ہوئی ہے جو عالم الاسباب میں اسبابِ حیثیت کے پابند اور دل بیار و دوست نگار کے مصداق بنے ہوئے ہیں بان وابستگی تعلقات میں جو افکار اور یکسوئی پر حملہ کر نیوالے عوارض پیدا ہوتے ہیں انکی مدافعت دوسرے مناسب طریقوں سے آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کبھی بزرگوں کے قصے اور صالحین کی حکایات سے تسلی دیتے کبھی صبر کی ترغیب اور احزان و آلام پر اجر و ثواب کے وعدے یا دلا کر سرور و جری بناتے کبھی دعا فرمایا وعدہ کر کے دعا رس بندھاتے اور کبھی کوئی وظیفہ تعلیم فرما دیتے تھے ادھر یہ عارضی امور ہمت پڑھاتے رہتے اور اُدھر آپ کا تعلیم فرمایا ہوا ذکر و شغل قلب کو قوی بناتا اور حق تعالیٰ شانہ کیساتھ علاقہ محبت کو مضبوط کرتا رہتا تھا آخر کار یہی افکار جو یکسوئی کے مزاحم جنکر راہزنی کے درپے ہوتے تھے محبوب کا مرسلہ ہر یہ جنکر لذیذ معلوم ہوئے اور سبب ترقی مراتب نجات تھے۔

آن محض رحمت مرا عین عافیت	ہر درد و رنج گز تو رسد بردل حزین
غم جو کسی زمانہ میں سبب ہجر و دوری تھا اب علامہ وصل و نشان قرب ہو جاتا تھا ۵	
مکمل نہ بود کہ راست گرد	کا بن غم و محنت و بلا شد
قدے کے ز عاشقی دو تاشد	بیگانہ شد از نشاط ہر دل
کو با غم عشق آشنا شد	
بلا و مصیبت جو کسی وقت میں وحشت ناک منظر بنا ہوا تھا اب شعاع قرین و لباس ابرار دکھائی دیتا اور	
زمرہ محبین میں شمولیت کی خبر دیتا ہے ۵	
عشاق از دو دیدہ کشد ابتلا و ما گر تیغ بر حسین زند کبریا و ما کس را چراؤ چون نرسد در قضاء و ما بیچہ کشیم و دم نرزد در بلا و ما	سر لیست در حروف محبت برائے ما گہ زہر را نصیبہ خلق حسن کنیم ما پروریم دشمن و ماے کشیم دوست ازہ بتارک زکر یا فسر و کنیم
<p>فکر معیشت و بلا، تنگدستی سے گھبرا جانوالی بعض طبیعتیں کیمیا کی طلب یا دست غیب کی تلاش میں اپنے تباہ کر نیکی خواہشمند بنتی تھیں اور اسکو سہل الحصول حلال و طیب طریقہ معاش سمجھ کر سرگردان ہوتی تھیں چونکہ یہ علاج جداگانہ مرض ہر کہ ایک پریشانی کا دغیہ دوسری پریشان حالی سے اسلئے امام ربانی اس حالت سے بھی جلد نکالنے کی تدبیر فرماتے تھے کیمیا کے پیچھے پڑنیکی بد حالی و ناکامی یاد دلاتے اشارۃً اوصرحۃً اس واہیات مشغلہ میں مبتلا ہونیسے منع فرماتے اور حکایات صالحین کے ضمن میں اپنے قلبی تصرف اور باطنی ہمت کو کام میں لا کر ان سادس سے طالب کے قلب کو فایز اور خالی الذہن بنادیا کرتے تھے منشی قادر بخش تحریر فرماتے ہیں کہ ملازمت نہ ملنے اور اہل و عیال کا خرچ زیادہ ہونے کی وجہ سے پریشان حال رہتا تھا طبع کو ذکر و شغل پر مجبور کرتا مگر یہ فکر ہر وقت سوار رہتا اور انبساط کو ملکر کر دیتا تھا آخر ایک دن یہ سوچ کر لنگوہ روانہ ہوا کہ حضرت سے دست غیب کا عمل دریافت کرونگا تاکہ بے فکری سے گھر میں بیٹھ کر یاد الہی کیا کروں آستانہ علیہ پر حاضر ہوا عرض محروم کا موقع نہ ملا آخر ایک دن حضرت قدس سرہ حجرہ میں تنہا تشریف فرما تھے اسوقت کو غنیمت سمجھ کر میں نے چاہا کہ درخواست پیش کروں ابھی کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ حضرت نے ارشاد فرمایا ”بہی قادر بخش و طیفہ پڑھ لیا کرو تمکو بہت نفع دیگا اور انشاء اللہ کبھی کبھی طرح کی تنگی پیش نہ آئے گی“ اسوقت میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو کوئی دست غیب بتا دیجئے آپ نے فرمایا ”ہاں یہی کافی ہے“ آخر کار یہ واپس وطن ہوئے جس دن</p>	

اُسکا ورد کیا ہے اُسودگی کیساتھ گذران کر رہے ہیں کیسا ہی دشوار کام پیش آئے منجانب اللہ اُسکے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں اور سکون و راحت کیساتھ ضرورت رفع ہو جاتی ہے ۵

بندگان خاص سلام اغیوب	در جهان جاں جو آیس القلوب
پیش او مکشوف باشد سر حال	در درون دل در آید چوں خیال

غرض ایمان کی بات یہ ہے کہ سالک جو نام ہے روندہ راہ خدا کا اُسکی تربیت چونکہ محافظۂ خیالات و معالجاتِ اندرون اور تدابیر اصلاحِ قلب کو متضمن ہے اسلئے درکنون کی طرح مخفی و مستور ہے قطع نظر اس سے کہ وجدانی مضمون پر جسکو وجدان ہی سمجھ سکتا ہو عالی بھی اسدرجہ ہے کہ مجھ جیسے نااہلون کی فہم سے بھر اہل دور ہے وہ ظاہری مصلحات جتنکے کسی روحانی مرض کیلئے نافع ہونے پر اطلاع ہو گئی خود ایسے دقیق ہیں کہ سمجھنا دشوار ہے حق تعالیٰ شانہ جو وقت کسی بندہ کے قلب کی نگہیں کھول دیتے ہیں وہ خود بخود سمجھ جاتا ہے کہ حق کس مرض میں مبتلا ہے اور اُسکی صحت کا بہتر طریق کونسا ہے اس عنوان سے نہ طریق تربیت کی تعلیم مقصود ہے نہ یہی طاقت و قدرت محض یہ بات ظاہر کرنی مراد ہے کہ امام ربانی قدس سرہ کو منصبِ ارشاد میں حذاقت و فہم خدا داد کی بدولت وہ پایہ علیا عطا ہوا تھا کہ اس فن کا بھی آپکو مجدد و کنازیسا ہے اس سچا نفس خداوندی نعمت کے ہاتھوں جتنے مردہ دل زندہ ہوئے وہ ایک کرشمہ تھا قدرت خداوندی کا جسکی کنہ کا ادراک اور نہ تک پہنچنا دوسروں نہیں تو میری فہم سے ضرور ظاہر ہے جسمانی امراض کے معالجہ کی طرح ان روحانی امراض کی تدابیر آپ ضرور عمل میں لاتے تھے مگر تدبیر محض تدبیر ہے اور ظاہر فقط ظاہر ہی حق یہ ہے کہ سب کچھ ثمرہ تھا اس اندرونی قوت سے سلبِ امراض کا جسکو باطنی تصرف اور ہمت اور توجہ سے تعمیر کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہو کہ آپکی تعلیم و تربیت کا خلاصہ یہ تھا کہ روندہ راہ خدا مسلمان اپنے آقائے وحدہ لاشریک کا ایسا بندہ بیچارہ بن جائے کہ اُسکی رضا ہر مرغوب سے مرغوب ہے پر فائز و غالب ہو اور اُسکی اطاعت ہر محبوب سے محبوب کے استیصال سے بڑھی چڑھی ہو۔ بندہ طفل نوزائیدہ ہو اور یدِ قدرت اُسکی راہ بندہ مردہ ہو اور حکم باری اُمکا غسال کہ جس کروٹ چاہے اٹھائے اور جس پہلو چاہے بٹھائے لطمائی پیغمبر کی لائی ہوئی شریعت سر تا پا اعضاء و جوارح کے حرکات و سکنات ہوں اور وقت و ولادت سے لحد کی آغوش میں پہنچنے تک جو زمانہ حیات کمالات ہے نقشہ مجسم تصویر بن جائے اس عالیشان شاہی محل و مکان کا جسکی تعمیر فخر عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس سالہ زمانہ نبوت میں فرمائی ہے اپنے ارادہ سے سکون ہونہ اپنے قصد سے

حرکت اگر سووے تو امتثال امر رسول میں سووے اور جاگے تو تعمیل ارشاد پیغمبر میں جاگے اسی کا نام محبت ہے اور اسی کا نام عشق ہی سلوک کہلاتا ہے اور یہی طریقت ہے

عاشقی چسیت گلو بندہ جانان بودن	پا پدستے دگرے دست بدستے دگرے
--------------------------------	------------------------------

یہی وہ تعلیم ہے جو خلاصہ اصلاحات و زبدہ تعلیمات بنا کر قرآن مجید میں باین الفاظ وحی کی گئی ہے قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم ان الله غفور رحیم۔ اسی محبت کی طلب پر اتباع محبوب رب العالمین متفرع ہے اور اسی مطاوعت پر محبوبیت و مطلوبیت کے نفع بے بہا کا وعدہ ہے یہی اصل ولایت و قرب ہے اور یہی مغفوریت و مقبولیت کا پروانہ اسی کے حصول میں لکھنوں اپنی جانیں کہائیں اور اسی کی تعلیم و تعلم پر عالم کا بقا موقوف ہے اسی میں مر کھنا عین حیات ہے اور اسی پر مرنا لاکھ زندگیاں کی ایک زندگی اسے کاش کہ مولف نامہ را بھی ایک شہد اس مضمون کا حاصل کرے اور اس دور و دراز راہ پر خطر کے راہرو جماعت کا دامن پکڑے ہوئے مراد یاب بنجائے کہ

زندگانی نتوان گفت حیلے کمر	زندہ آست کہ بادوست وصالے دار
----------------------------	------------------------------

تزکیہ و تصرفات

بر نویس احوال پیر راہ دان آن رشید را چہ شہ بر ناو پیر زندہ دل زندہ نفس الاصفیات حجتے بر خلق از رب الفسق ظلی او زندہ کند مردہ دلان باحذر از او نیاز و لگداز	از حدیث شیخ شوطب اللسان قلب عالم غوث دوران و مثال تشنہ گان عشق را آب حیات ذیل او از فضل داماد آک تاب او روشن کند قلب جہان گر بجویم تا قیامت لغت او	دستگیر بیکسان روشن ضمیر گنج عرفان نور ایقان خوش خصال ہادی گم گشتگان راہ حق طالبان را مے برو تا پیش گاہ بے نیاز از خلق آن خادم نواز بہج آن را مقطع و غایت مجو
---	---	---

آب جیحون را اگر نتوان کشید	ہم ز قدر تشنگی نتوان برید
----------------------------	---------------------------

اس بحث کا مدار چونکہ ادراک باطنی پر موقوف ہے اور اس مضمون سے لذت پانا وجدان کا کام ہے اسلئے پوری توضیح پر قلم یا زبان قادر نہیں تاہم اتنی بات ہر شخص سمجھتا ہے کہ انسان کو جس طرح حواس خمسہ عطا کئے گئے ہیں جنکے استعمال سے مرغوبات کی طرف میلان اور مکروبات سے تفرہ ہوتا ہے مثلاً آنکھ کو

حسین اور عمرہ صورت کے دیکھنے سے لذت آتی ہے اور بدشاہل کے نگارہ سے نفرت ہوتی ہے کان کو خوش الحان میں مزہ معلوم ہوتا ہے اور برسی آواز سے وحشت ہوتی ہے زبان کو مزہ دار کھانے اچھے لگتے اور بد مزہ سیٹھے یا کڑے پھل ناگوار گذرتے ہیں علیٰ ہذا القیاس قوتِ شامہ کو خوشبو سے رغبت اور بدبو سے نفرت ہے اور قوتِ لامہ کو نرم و نازک شے کے مس میں لذت اور کڑخت و سخت چیز کے چھونے سے کراہت ہے کراہت ہی طرح انسان کو ایک چٹا حاشہ عطا ہوتا ہے جس کا محلِ قلب ہے اسکو بھی عواہرِ ظاہری کی طرح اپنی مرغوبات میں لذت آتی ہے اور کربوہات سے نفرت و وحشت ہوتی ہے اور صبرِ حواس ظاہری کی تندرستی کا یہ مطلب ہے کہ واقعہ میں لذت والی شے سے لذت حاصل کرے اور حقیقت میں قابلِ تفریح چیز سے گھبرائے اور مانوس نہ ہو اسی طرح ادراکِ قلبی کی صحت سے یہ مراد ہے کہ اپنے خالق جل و علیٰ شانہ کی طاعت و رضا جوئی سے مانوس ہو اور لذت پائے۔ غافل انسان حق تعالیٰ کی مصیبتوں میں مبتلا ہو کر گناہوں کی بد پرہیزی کا جس وقت خوگر ہو جاتا ہے تو قلب کا ذوق منعکس ہو کر بالکل پلٹ جاتا ہے جس طرح بخار زدہ شخص کی زبان مٹھی شے کو کڑوا اور اک کرتی ہے اسی طرح نشہ غفلت کا شکار بندہ محصیت میں لذت پاتا اور طاعت کو گراں بار سمجھ کر اس سے اتانے اور گھبرانے لگتا ہے۔ قلب کے اس اور اک کو اپنی حالت پر لے آئیکا نام اہتدایہ ہے اور اسی پر دین بلکہ دنیا کے بھی وجود کا توقف ماری ہے۔ اللہ کے مقبول بندے جسکا باطنی ادراک صحیح و تندرست ہو چکا سلیم القلب بنکر طاعات کی لذتِ غذاؤں کا جملہ جملہ احتمال کرتے ہیں وون وون انکا قلب قوی و زور آور ہوتا جاتا اور اپنے ادراک میں جلاؤ صفائی بڑھاتا ہے یہاں تک کہ جس طرح جسمانی قوت اجسام محسوس میں تصرف کرتی اور زبردست شخص اشیاء ظاہری میں تغیر و تبدل کر دیتے ہیں بچوں اللہ قادر ہو جاتا ہے اسی طرح قلبی قوت جسکو قوتِ قدس کہتے ہیں قلوب میں موثر ہوتی اور ان تارک و زنگلہ لودِ دلون کے صیقل کرنے پر باذن اللہ قادر ہو جاتی ہے جسکے دفع ہونے بغیر باطنی ادراک حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی قوتِ قدس کے کام میں لائیکا نام تصرف ہے اور یہی وہ تزکیہ ہے جسکو منصبِ نبوت کا تبلیغِ احکام کے بعد دوسرے کام ظاہر کیا گیا ہے کہ تشریف علیہم السلام کے بعد جو تعلیم ہوتی ہے وہ موزن حکمت و استقامت فی الدین بخاتی ہے و علیہم السلام کتابِ حکمہ ہر موثر کیلئے متاثر کی قابلیت و اہمیت کا ضروری ہونا تو ظاہر ہے اور تصرفات کا دار و مدار جو کہ تصرفِ شیعہ کے قلب کی قوت اور روحانی طاقت ہے اسلئے بعض اہل اللہ کے تصرفات اس درجہ

بڑھ گئے ہیں کہ جو انعام اس مضمون سے بالکل بے بہرہ ہیں مانگو یقین آنا بھی محال ہے اور بات بھی درست ہے جو شخص جو اس غم سے علاوہ اس اندرونی چپٹے حاسہ سے آگاہ ہی نہیں وہ اس کے تصرفات کو کیا جائے گے تو کیونکر یقین کرے اسی بنا پر ان مضامین کا تعلق اس وجدان پر دکھا گیا ہے جو ہر صاحبِ فوق و تسلیم مسلمان کو حاصل ہے اور جو شعلِ ہر حق کا راستہ و کملا نیکی۔

امام ربانی قدس سرہ کو حق تعالیٰ نے نائبِ سول بنا کر چونکہ اس پر آشوب زمانہ میں تعلیم احکاماتِ حق اور تزکیہ و تطہیرِ قلوب کیلئے بھیجا تھا اسلئے آپ کی قوتِ قدسیہ کا پوچھنا کیا کہ کس حد پر تھی اپنے پیغمبر سے تیرہ سو برس بعد پیدا ہونے والی اُمت جسکو زمانہ کی رسومات نے جگر و کفر ایض کی جگہ اپنا پابند غلام بنا لیا ہو وہ جس درجہ بھی باطنی ادراک سے بے بہرہ ہو ظاہر ہے خصوصاً جبکہ خواہشاتِ نفس نے بدعات کو عبادات بنا کر دلوں میں پلا دیا اور دنیا دار مولویوں نے مقدس اہلِ اللہ کے مجمع کو وہابی کے خطاب سے مشہور کر کے انکی صورت دیکھنے سے مخلوق کو بیزار اور انکے پاس بیٹھنے سے متفرک کر دیا ہو ایسی حالت میں انکے نفرت کھائے ہوئے دلوں کا کھینچ لینا بہت بڑے قوی القلب شیخ کا کام ہے مولوی نظر محمد خان آجھ کے رہنے والے ہیں انکے والد بیچارے دیندار شخص تھے مگر یہ سن کر کہ دیوبندی مولوی وہابی ہیں ان حضرات کی صورت دیکھنے سے بیزار تھے ایک مرتبہ حضرت امام ربانیؒ مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے ہمراہ نانوتہ تشریف لائے جمعہ کا دن تھا آجھ سے بھی چند آدمی نماز جمعہ کیلئے نانوتہ چلے نظر محمد خان صاحبؒ اسوقت پہنچے تھے مگر مسجد اراکے باپ کے گھر گئے کہ میں بھی نانوتہ جاؤنگا سنا ہو کئی مولوی آئے ہوئے ہیں باپ نے منع کیا اور کہا نا بھائی وہ تو وہابی ہیں وہابیوں کی جمعیت سے بچنا چاہئے انہوں نے کہا ہاں وہابی تو ہیں مگر میں نے کبھی وہابی دیکھے نہیں جی چاہتا ہے دیکھوں وہابی کیسی صورت کے ہوتے ہیں؟ باپ نے صاحبزادہ کو غیروں کے ساتھ بھیجنا پسند نہ کیا آخر خود ساتھ ہو گئے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا چلو دیکھ لین غرض جبوقت جامع مسجد میں قدم رکھا تو سب سے پہلے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ پر نظر پڑی۔ مولانا غسل فرما کر باہر کمرے بال سکھا رہے تھے اوّل تو حسین تھے ہی اس پر وہ انوار و تجلیات کا اسلئے ستیر ہو کر دیر تک کمرے سے نکلتے رہے کہ وہابیوں کی صورت تو شیعیہ سے زیادہ مخمونی ہے اسلئے اور یہ تو سرتاپا نور کے ٹکڑے ہیں ملحق سے چلے تو حضرت امام ربانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں اندر ہی اندر دلوں پر کچھ اور اثر پڑا اور محبت کا مضمون پیدا ہو گیا بعد نماز جمعہ اعلان ہوا کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا حفظ ہو گا حضرت مولانا چونکہ

امام ربانی کا ادب بہت فرماتے تھے اسلئے انکا فرمایا مگر جب حضرت ہی فرما سنا لگے کہ نہیں مولانا ہی فرمادیئے تو مولانا قاسم العلوم نے فیضانِ چہر کننا شروع کیا۔

مولوی نظر محمد خان خود فرماتے تھے ہمارے کانوں میں یہ بات ڈلی گئی تھی کہ یہ دیوبندی گروہ رسولِ کامل کے اور بے ادب و ہابی گروہ ہے حضرت مولانا کی کرامت تھی کہ وعظ شروع کیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب ہی بیان فرمائے خوش بایں تو مولانا کی ظاہر ہی ہے مگر اس وعظ میں تو وہ نکات بیان فرما کر بیچارے مولود پڑھنے والوں نے خواب میں بھی نہ سنے ہونگے۔ دل تھا کہ چھوٹا کھڑا تھا ہاتھ لگا کر دین نے والد صاحب سے کہا کہ جناب اگر وہابی ایسے ہی ہوتے ہیں تو میں تو وہابی بن گیا والد نے جواب دیا یاں بھی بڑی غلطی میں پڑے رہے اگر یہ لوگ وہابی ہیں تو میں بھی پکا وہابی ہوں انکا ساتھ مجھ سے نہیں چھوڑا جاتا خلاصہ یہ کہ آئے تھے معترض بکرتا شدہ دیکھئے اور اٹھے غلام و خادم محمد جمال متعبد بنکر اس کے بعد اخلاص اللہ کے جو ثمرات پیدا ہوئے وہ دن بدن بڑھتے اور پھلتے پھولتے ہی رہے۔

اس قسم کے واقعات ایک دو نہیں بلکہ سیکڑوں ہیں نمونہ ایک قطعہ صرف اسلئے بیان کیا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ غیر معتقدین پر تصرف کتنی قوت حق تعالیٰ نے اسی مقدس گروہ کو عطا فرمائی ہے ورنہ دوسروں کو باوجود خلق و تملط کا جال پھیلائیے اپنے معتقدین کا بھی سنبھالنا دشوار ہے۔

امام ربانی قدس سرہ کے متوسلین کی جماعت کثیرہ میں کثرت وہ لوگ ہیں جو کسی زمانہ میں یہ عقیدہ لے گئے ہوئے تھے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی قوتِ قدر کی سلسلے میں ایسے مغلوب ہوئے کہ خوش عقیدہ ہی نہیں بلکہ جان نثار خادم بن گئے انہیں پر آپ کے تصرفات عامہ کا جب یہ حال ہو تو کسی قسم کا انس پیدا ہو جانے یا خادم و متاسب بن جائیں بعد ازاں پر جو ثمرات ظاہر ہوتے تھے انکا تو شمار کرنا بھی دشوار ہے کوئی مسلمان کہی دنیا دار کیوں نہ ہو جو وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اپنے قلب میں توجہ الی اللہ اور حق تعالیٰ کی طاعت کا وہ شوق ضرور پاتا تھا جسکا وہ درحاضری استنان سے قبل خواب میں بھی کبھی نظریہ آیا تھا وہ قلوب جو نکار و مشتاقانِ فیض میں نہک اور شکر تھے آپ کی صحبت میں بیٹھ کر اس رقت اور بیداری کا اثر نمایاں دیکھتے تھے جو گویا آئینہ دریا میں نظر کرتے تھے کہ ناپائیدار جمہات میں کب تک پڑے رہو گے اور پائیدار لذتوں کے حصول سے کیوں بے خبر ہو؟ گزشتہ عمر کے بیکار گزرنے پر زدامت و پیشانی پیدا ہوتی اور رغبت الی الآخرۃ کی جہلک نظر آتی تھی اور چونکہ یہی زمین ہے حصولِ ثمراتِ آخرۃ کا اسلئے جوں جوں اس میں ترقی ہوتی وہ

دون طلب حق کا شوق دو بالا ہوتا اور قصد و ہمت کا میلان حصول الی اللہ کی جانب بڑھتا چلا جاتا تھا
 امام ربانی قدس سرہ کے تصرفات باطنیہ ایسے قوی ظاہر ہوئے کہ انکی کنہ کا اور اکٹھا ہوا اور چونکہ
 آئین زیادہ دخل متوسل کی مناسبت و تعلق مودت کو ہے اسلئے آپ کی قوت تہذیب کے سامنے قریب
 و بعید اور حاضر و غائب اس انتفاع میں یکساں تھے صوفی کرم حسین ایک بار اپنے وطن میں مقیم تھے نماز فجر
 سے فارغ ہوئیے بعد دنیاوی ایک کام میں ایسے مشغول ہوئے کہ ظہر کی اذان ہو گئی مجبوراً کام چھوڑ کر
 انہوں نے ظہر کی نماز پڑھی اور پھر اسی کام میں لگ گئے یہاں تک کہ عصر کا وقت ہوا مغرب کا وقت ہوا
 اور نماز عصر و مغرب ادا کر کے پھر اسی دھند سے میں مصروف ہوئے خلاصہ یہ کہ ایسی دھن لگی کہ دن
 کے اوراد و اذکار سب قضا ہو گئے فرض نماز ضرور ادا کی مگر وہ بھی اس طرح کہ جسم خدا کے حضور میں اور
 دل کام میں پڑا ہوا تھا بعد مغرب یہ اپنے کام میں لگے ہوئے تھے کہ دفعۃً قلب کسی بیرونی اثر سے
 متاثر ہوا جو چاہتا تھا کہ یہ کام چھوڑو اور اوراد کی قضا کرو صوفی کرم حسین جون جون اس خیال کو
 دفع کرتے اور اپنے دھندے میں لگنا چاہتے وزن وزن وہ بڑھتا اور زور کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ
 اثر موملادھار بارشش کی طرح قلب پر اس زور سے برسا کہ اسکے ہاتھ پاؤں بے قابو ہو گئے اور کام
 چھوٹ گیا آخر عشا کی نماز پڑھی اور کئی گھنٹے کامل ندامت و انابت الی اللہ کی لذت قلب کو حاصل
 ہوتی رہی حافظ عبد العزیز صاحب بریلوی نے اکیس سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا تھا دو تین
 مجرا میں بھی سنائیں مگر اسکے بعد حصول معاش کے دھندے میں ایسے مبتلا ہوئے کہ کلام اللہ کی تلاوت بھی
 چھوٹ گئی ظاہر ہے کہ یاد کا دارمزا دولت پر ہے اور جب یہ ہی نہ ہو تو قرآن شریف یاد کیونکر رہے چند سال
 میں سب بھول بھال گئے اول اول کچھ افسوس ہوا کہ محنت سے حاصل کی ہوئی نعمت ہاتھ سے جاتی
 رہی مگر آخر کار یہ حسرت بھی جاتی رہی پورے بائیس برس اسی حالت میں گزر گئے اور کبھی دوسو سبکی
 نہ آیا کہ کیا دولت حاصل تھی جو چھین گئی اور فقیر بنا گئی پینتالیس سال کی انکی عمر تھی کہ حضرت کی محنت
 میں حاضر ہوئے اور معیت کی چند روز کے بعد انکے والد کا انتقال ہو گیا اور بجائے اسکے کہ دنیاوی فکا
 کا بوجھ بڑھے دفعۃً انکو خیال پیدا ہوا کہ افسوس مجھ پر نصیب ہے حفظ کلام اللہ کے منافع سے محروم ہوا
 کہ بھی محروم بنایا یہ خیال اس درجہ بڑھا کہ کیوقت دہیان سے دماغ اپنی عمر پر نظر کرتے تو دماغ مرنے
 اور بارے قوی خصوصاً ذہن حافظہ کو یا جواب دیکھا تھا مگر شوق تھا کہ یہ نہیں کہئے ہوئے تھا چونکہ

اس عمر میں دفعۃً اس خیال کا پیا ہونا تصرف تھا شیخ کا اسلئے اسی نے ہمت بندھائی اور حضرت
انکو اطلاعی خط کا جواب تحریر فرمایا کہ مننت کرو خدا مالک ہے ورنہ دخل سب چھوڑ کر اسی میں مشغول ہو جاؤ
مرد باید کہ ہر اسان نشود + مشکلی نیست کہ آسان نشود + غرض توکل بخدا قرآن شریف کے
دوبارہ یاد کرنے میں مشغول ہوئے اور چند ماہ میں کامیاب ہو گئے کئی محرابیں سننا چکے ہیں اور اب باوجود
مشاغل دنیویہ کے ملاوت سے گویا عشق ہے کہ ایک منزل کسی دن ناغہ نہیں ہوتی۔

مولوی محمد رسول صاحب جس زمانہ میں مدرسہ شاہجہانپور کے مدرس تھے ایک دن عثا سے قبل لے گئے
اور انکے لگ گئی خواب دیکھا کہ گویا گنگوہہ حاضر ہیں جماعت ہو رہی ہے اور حضرت نماز پڑھا رہے ہیں یہ
بھی شرکت جماعت کیلئے وضو کرنے لگے مگر وضو پورا نہ ہونے پایا تھا کہ سلام پھیر گیا اور یہ معہ چند آدمیوں
کے جماعت سے محروم رہے نماز سے فارغ ہو کر حضرت امام ربانی قدس سرہ مسجد کے صحن میں کھڑے ہو کر
ان لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے جو جماعت سے نماز نہ پڑھ سکے اور غصہ کیا تھا یوں ارشاد فرمایا کہ لوگ
میری طرف منسوب ہو کر نماز سے اس قدر غافل رہتے ہیں اس ارشاد پر مولوی رسول صاحب اپنی غفلت
نادم ہوئے اور فوراً انکے کسلگی دیکھا تو شب کے بارہ بج چکے تھے اسی وقت آٹھ گناز پڑھی اور آئندہ کیلئے احتیاط کی۔
داروغہ اسد علی صاحب ابدا دین کے دنیا دار تھے ظاہر ہے کہ پولیس کی ملازمت اور اسمین اونیس ہندوؤں کا
حاصل کرنا کسی معمولی کارگذاری کا نتیجہ نہ تھا وہ خود معترف ہیں کہ میری طبع نہایت تشدد پسند اور ظلم میں
جری تھی سرتاپا انگریزی لباس تو بیرون کا شعار ہو گیا تھا جائز و ناجائز اور وضو دارو بیگناہ میں شیر باقی نہ رہی
تھی اسی حالت میں حضرت سے بیعت ہوئے جس وقت جلسے ملازمت پر واپس ہوئے تو دنیا سے دشت
اور آخرت کی طرف رغبت کا وہ سمنون اتھ لیکر آئے جس نے کانہ غضب کی انجام دہی سے بھی دل اچھا کر دیا کہ
کر عہد کی امتاعت کا افسوس پیدا ہوتا اور یوں جی چاہتا تھا کہ نوکری چھوڑ چھاؤں کسی بہاؤ کی کموائی بشر
اللہ کریں خود بخود شریعت کے اتباع سے اُٹھ پیدا ہوا اور بلا کسی کی نصیحت یا فحاشی کے انگریزی وضع
اور لباس سے نفرت ہونی گئی چند روز میں نیچا کرتہ اچھٹاؤں سے اونچا شرعی پاجامہ پہنے والے ملائے گئے نہ وہ
جوش رہا نہ خروش ترقی کی فکر رہی نہ کارگذاری کی اُٹنگ و ترنگ لوگ انکا یہ انداز دیکھ کر ہنستے اور مذاق اڑاتے
تھے مگر انکو اپنی گذشتہ بد اعمالیوں پر ندامت و افسوس مانتا جڑ بٹاتا تھا کہ تنہائی میں بیٹھ کر رو یا کرتے
اور کہنا کرتے کہ افسوس کس کام کیلئے دنیا میں آیا تھا اور کیا ساتھ لیکر چلا آیا اسی حالت میں تھنا داری ہوئی

کیونکہ وہ آخر معتبوب ہوئے اور کئی جگہ تبدیلی پر تبدیلی ہوئی یہ ملازمت سے اسد پر گھر آگئے تھے کہ
 ملحد کی لغمت سمجھتے تھے آخر استعفا بھیج کر حضرت کو اطلاع دی کہ میں کام سے معطل و بیکار ہو گیا اب بجز
 اسکے کوئی تئنا باقی نہیں کہ استاد پر حاضر ہو کر عمر گزار دوں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جواب تحریر فرمایا تھا
 ہے جو امر پیش آوے اسی کو خیر جانیں اور اس پر رضا مند رہیں اگرچہ وہ بظاہر ناگوار طبع ہو بندہ آپکا اور سب احباب
 کا یہی خواہ اور دعا گو ہے اُنکی بھڑدی کیلئے دست بدعا رہتا ہے اور اس عاجز سے کسی کیساتھ کیا سلوک ہو سکتا
 ہے فقط والسلام نامنظوری استعفا کو بھی مصلحت خیال فرماوین "منشی اسد علی صاحب اس تحریر پر متحجب تھے
 کہ مجھ سے مزید کتب معتبوب ہو چکا اور استعفا بھیج چکا یہ نامنظوری کیسی؟ مگر خدا جانے بھیجا ہوا استعفا کس
 دفتر میں گم ہو گیا برس گذر گئے اور کچھ جواب نہ آیا اسی سئلہ کی وضع پر اُنکی قدر ہونے لگی اور اب شاید میں پکڑا
 حاجی دوست محمد خاں صاحب مرحوم حضرت بیعت ہو چکا قبل بہتیرے بزرگوں کی خدمت میں بیٹھ
 چکے تھے ایک بار فرماتے لگے کہ پولیس کی ملازمت کے زمانہ میں ایک مفروضہ ملازم کی سرانجامی کیلئے سبلی بحیثیت
 گیا تھا جمعہ کی نماز کو جامع مسجد میں گیا تو نماز کے بعد ایک بزرگ کا وعظ ہوا میں بھی بیٹھ گیا اثناء وعظ
 میں انہوں نے فرمایا کہ بزرگوں کے حالات عجیب ہوتے ہیں مگر وہ ہنسن تو سب ہنسنے لگیں اور روویں
 تو سب رونے لگیں یہ کیا کھا قال ہی نہ تھا بلکہ حال تھا اسلئے کہ ایک بار وعظ کرتے کرتے کسی بات پر ہنس پڑ
 اٹھا ہنسنا تھا کہ ساری مجلس ہنسنے لگی تھوڑی دیر کے بعد وعظ پر گریہ طاری ہوا تو جمعہ حاضرین رونے
 روئے بیتاب ہو گئے حاجی دوست محمد خاں صاحب جب یہ قصہ کہہ چکے تو انکے نواسہ منشی عبدالعظیم صاحب نے
 دریافت کیا کہ کتنا حاجی ایسی کرامات آپ نے کبھی دیکھی ہو لانا گنگوہی سے بھی ظاہر ہوتی دیکھی ہیں؟ فرمانے لگے مینا
 کیا پوچھتے ہو حضرت کے یہاں تو وہ بات دیکھی کہ دنیا بھر میں کہیں دیکھنی نصیب نہ ہوئی اٹھائیس سال
 پولیس کی ملازمت کرتے رہے کھانا پیسہ ہر روز کھانا ہر روز کو پھانسی دلاتے اور کال لاپانی بھجواتے
 ہزار ہا زیادتیاں اور سختیاں کرتے تھے کوناجی اور قلعہ کو حق بناتے گذرے تھے اس مرتبہ میں کبھی اسچھے
 اور یہ کہ تپن نہ تھا دل بھلا سمجھتا تھا کہ آخرت کی طرف متوجہ ہونا چاہتا ہی نہ تھا صرف تین دن
 حضرت امام ربانی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا خدا جانے کیا کیا کہ جب لوٹا ہوں حلیم خیم متصف نمازی
 شریف کے دروازے سے مشرف ناچا بزیاس سے بیزارتیج مذمت اور کمال و شہادہت بکروٹا ہوا ہوا اور
 یہ صحت و قوت از بہ صحت حضرت کی صحبت کے حال ہو چکا تھا اسلئے کہ جب تک قلب کی پوری صلاح نہیں

ہو گئی اس وقت تک حضرت نے بیعت بھی نہیں فرمایا اور بیعت کے بعد تو حضرت کے تصرفات نے جو کچھ کیا وہ بیان کے قابل نہیں۔

یہی حاجی دوست محمد خان صاحب ہیں جنکو نواب محمود علیجا صاحب نے جبکہ ریاست کا انتظام کرنے ہندوستان آئے ہیں تار دیگر بیٹی بلایا اور اپنا خاص منتظم ریاست بنایا تھا اس لئے کہ حضرت حاجی صاحب نے انکو نصیحت فرمائی تھی کہ دوست محمد خان کی برابر دیندار امانت دار شخص ملنا مشکل ہو انکو اپنے پاس فرو بلا لینا چنانچہ واقع میں انکی پرہیزگاری اور دیانت کے وہ وہ عجیب قصے مشہور ہیں کہ سننے سے حیرت ہوتی ہے۔ وقت قلب اسد رجب بڑ گئی تھی کہ قرآن شریف کی تلاوت کرنے بیٹھتے تو روتے روتے یہوش ہو جاتے اور آنسوؤں سے اوراق بھیگ جایا کرتے تھے بعض دفعہ تو بیتابی اتنی بڑھتی کہ دیکھنے والو کو جھانکنی کا احتمال ہوتا اور قبض روح کا خیال بند ہتا تھا اس حالت میں اگر حضرت امام ربانی کا ذکر انکے سامنے ہوتا تو ٹپنے لگتے اور تمام داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی آخر وقت میں جب مرض الموت لاحق ہوا تو والد آباد کے مشہور ڈاکٹر نے یہ تشخیص کیا کہ کسی بڑی چیز کے اثر سے دل اور جگر پرانکے صدمہ پہنچا ہے انکا جگر کٹ گیا اور پافانہ پیشاب کے راستہ ہو کر نکلتا ہو انکو منع کرو قرآن نہ پڑھیں انکے پر کانٹے سامنے ذکر مت کرو ورنہ جانبری دشوار ہے مگر یہ کس سے ہو سکتا تھا کہ منع کرے اور منع کرے بھی تو مانے کون حاجی صاحب جو گویا تلاوت کے عاشق تھے مرنے دم تک قرآن شریف کا پڑھنا اور تہجد قضا نہیں ہوا جس شب کی صبح کو انتقال فرمائیے ذکر البہر شروع کر دیا اور کم سے کم سو بار گہری دیکھی کہ کیا بجا ہے جب فرمایا یہی فرمایا کہ ابھی رات بہت ہے تہجد اور ذکر سے فارغ ہو کر کھانچ پاؤں دبوائے اور نماز فجر ادا کر کے گہری دیکھی جسوقت چھٹکے تو یہ کہہ کر اب وقت تھوڑا ہے سب کو اپنے پاس سے علیحدہ کر دیا اور آپ لیٹے لیٹے نماز اشراق میں مشغول ہو گئے اسی حالت میں چار پانچ منٹ نزع کے گزار کر انگشت شہادت اور نظر آسمان کی جانب اٹھا ہوئے اصل بحق ہوئے اور اپنے سلسلہ کے شیخ حضرت محب اللہ آبادی کی پابندی مدفون ہوئے اللہ تعالیٰ تعالیٰ حاجی صاحب مرحوم جسوقت قبر میں رکھے گئے اور منہ کھولا گیا تو حاضرین پر عجیب حالت طاری ہوئی معرفت و مخالف شہرخص کی زبان سے نکل رہا تھا کہ اللہ اللہ ایسی موت پر ہزاروں زندگیاں قربان حضرت مولانا رشید احمد کے مریدوں کا یہ حال جبکو وہ اصل بحق دیکھنا ہوا انکو دیکھے یہاں تک کہ منہ ڈھانپ کر تختہ پاٹ لئے گئے حضرت امام ربانی قدس سرہ کو جسوقت حاجی صاحب کے انتقال کی اطلاع ملی تو آپ نے تعزیت

میں انکے بڑے صاحبزادہ نذر خوجاں بھونگامی کو خط بھیجا اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ گھبراؤ مست تھا سنا اللہ
کی انشاء اللہ مغفرت ہو گئی اطمینان رکھو یہ بشارت نامہ انہوینچ دستاویز بنا کر اب تک رکھ چھوڑا ہے۔
امام ربانی قدس سرہ کے باطنی تصرفات کوئی کما تنک بیان کرے آپکے متوسلین کی جماعت کثیر ہیں
جو لوگ شعر و بارگاہ ہیں انکے کمالات علیہ و علیہ تو سب پر کھلے ہوئے اور ظاہر ہیں حق یہ ہے کہ ادنیٰ سے
ادنیٰ خادم بھی بے بہرہ و ناکام نہیں دنیا دار سے دنیا دار اور مشاغل فانیہ میں مہمک سے مہمک شخص
جس نے آپکا دامن پکڑ لیا چند فضائل میں دوسرے لوگوں سے ضرور ممتاز ہے۔ آپکے فیضان صحبت اور پرکار
بصیرت کا ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ ہر خادم کے قلب میں فنا ہو جانوالی دنیا پر باقی رہنے والی آخرت کو ترجیح
ضرور ہے آپکے بہتیرے خدام جو غلبہ شہوات نفسانیہ کے سبب مصیبت جہنم میں مبتلا ہیں ادنیٰ تر شیب
سے خوفزدہ ہو جاتے اور ذرا سی ترغیب سے متوجہ الی اللہ بنات ہیں اور کچھ بھی نہ تو کبھی کبھی نیشنان رات
کی سننا سنا سنے لے ناصح بنجانی ہے کہ تباہی و بربادی دین پر متاثر ہوئے اور خلوت میں اپنے آقا
لاشکر کیسے سامنے شامت اعمال پر رو دیتے ہیں وہ تم جو انکے زمین قلب میں جم گیا ہے کسی اندھیاؤ کے
نصا دم اور ہمندر کے تلامذہ سے نایل نہیں ہوتا دلہنم اللہ علی ذلک۔

دلین در آخرت کا پیدا ہونا جو ادراک باطنی کا پیش خمیہ ہوا آپکے تصرفات میں وہ معمولی تصرف ہے
جس سے میرے خیال میں آپکا ایک متوسل بھی خالی نہیں اب رہنے فرماست وہ موقوف ہیں توجہ قلب اور قلبی
حالت کے بقا کی سعی پر جو حق تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی وہ آپکی صحبت سے مستفید اور خدا سے بہرہ مند
ہو کر چند روز میں وہ لیگیا جو دوسری جگہ برسوں میں حال ہونا دشوار تھا پھر سوئم ہوئے برکت پھلکار باطنی
ہوا بروقت و بلاد تنقلب ہوئی حرارت و ذکاوت کیساتھ عقلیت کیجگہ تنبہ آیا خواہے بیداری حال
ہوئی قبض کی حالت لہذا سے بدلی تپستی سے رفعت حاصل ہوئی اور بہتیرے راہ روندگان راہ حق کی ایک
واسن کے نفل عاطفت میں وہ وہ مشکل کشائی اور حاجت روائی ہوئی کہ بال بال اور روان روان شکریہ
ادا کرے تو ادا نہیں ہو سکتا۔

طیب امت حضرت مولانا اشرف علی صاحب دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔ آپکی صحبت میں سیار اثر تھا
کہ کسی ہی پریشانی یا دسوس کی کثرت کیون نہو جل ہی آپکی صحبت میں بیٹھے اور طلب میں ایک خاص
قسم کا سکینہ اور جمیع حاصل ہوئی جس سے سب کمالات رفیع ہو گئیں اور قریب قریب آپکے کل مریدوں

عقائد کی درستی۔ دین کی پختگی خصوصاً حب فی اللہ و بغض فی اللہ بدرجہ کمال مشاہدہ کیا جاتا ہے یہ سب برکت آپ کی صحبت کی ہے۔ اور ان کمالات کی شہادت میں بے شمار واقعات موجود و شہود ہیں احترام پرین تو ہر صحبت اور ہر مخاطبت میں کچھ نہ کچھ فیض و احسان فائز رہتا تھا لیکن حسب ارشاد نبوی **مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لِحُسْنِكُمْ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ** دو احسان زیادہ قابل ذکر ہیں ایک علم ظاہری کے متعلق دوسرا باطن کے متعلق اول کا بیان یہ ہے کہ میں مسائل اختلافیہ میں اہل حق اور اہل بدعت کے متعلق باوجود صحبت و عقیدہ کے (والحمد للہ) ایک غلطی میں مبتلا رہا اور اس غلطی پر بہت سے خیالات اور بہت سے اعمال متفرع رہے یعنی بعض اعمال رسمہ مثل مجاہدین متعارف میلاد شریف و امثالہ جنکو محققین بعض مفاسد کی وجہ سے عوام کیلئے مطلقاً ممنوع بناتے اور ان عوام الناس کے ساتھ خواص کو بھی روکتے ہیں ان مفاسد کو تو میں ہمیشہ مذموم اور ان کے مباشر کو ہمیشہ مذموم سمجھتا تھا اور یہ صحت عقیدہ کی تھی اور عوام الناس کو ہمیشہ ان مفاسد پر متنبہ اور مطلع کرتا تھا لیکن یہ بات میرے خیال میں جم رہی تھی کہ علت نہی کی وہ مفاسد ہیں اور جہان علت نہوگی یا محلول بھی نہوگا پس خواص جو کہ ان مفاسد سے سبزا ہیں انکو روکنے کی ضرورت نہیں اور یہی عوام کو بھی علم الاطلاق روکنے کی حاجت نہیں بلکہ انکو نفس اعمال کی اجازت دیکر انکے ان مفاسد کی اصلاح کر دینا چاہئے بلکہ اس اجازت دینے میں یہ ترجیح اور مصلحت سمجھتا تھا کہ اس طریق سے تو عقیدہ کی بھی اصلاح ہو جائیگی جسکا فساد مدار نہی ہے اور بالکل منع کر دینے میں عوام مخالف سمجھینگے اور عقیدہ کی اصلاح بھی نہوگی ایک مدت اس حالت میں گزر گئی اور باوجود دائمی درس و تدریس فقہ و حدیث وغیرہا کے کبھی ذہن کو اس کے خلاف کی طرف انتقال و التفات نہیں ہوا۔ حضرت قدس اللہ سرہ کا شکر یہ کہ سن بان سے ادا کروں کہ خود ہی غایت رافت و شفقت سے مولوی منور علی صاحب درہنگوی مرحوم سے اس امر میں میری نسبت تا سفت ظاہر فرمایا اور اسی غلطی کے شعبوں میں سے ایک شعبہ یہ بھی واقع ہوا کہ بعضے درویشوں سے جنگی حالت کا انطباق شریعت پر تکلف سے خالی نہ تھا میں نے بہ خیال **حُلِّ مَا صَدَقَ وَ دَعِيَ مَا كَذَرَ** بعض اذکار و اشغال کی تلقین بھی حاصل کر لی تھی اور آمد و رفت و صحبت کا بھی اتفاق ہوتا تھا اور لزوم مفاسد کی نسبت وہی خیال تھا کہ خواص کے عقاید خود درست ہوتے ہیں وہاں مفسدہ لازم نہیں اور عوام کو حق و باطل پر تقریر متنبہ کرتے رہنا دفع مفسدہ کیلئے کافی ہے سو حضرت نے خصوصیت کیساتھ اس پر بھی تا سفت ظاہر فرمایا اور غایت کرم یہ قابل ملاحظہ ہے کہ جیسا حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غایت کرم و حیا سے بالمشافہہ کسی پرعتا

فرماتے تھے اسی طرح حضرت قدس سرہ نے باوجود معاذری کثرت بعد مرقہ کے یا اشافہ کہ بھی اس سے تعرض نہیں
 فرمایا اور اس سے زیادہ لطفت و کرم یہ کہ اگر کبھی کسی نے اعتراض کیا تو یہ سے فعل کی تاویل اور اسکو
 محل جن پر محمول فرمایا اسی غلطی کی ایک فرع یہ تھی کہ حضرت پر دہم شد قبلہ و کعبہ حاجی تقی رحمۃ اللہ علیہ نے
 ایک تقریر در باب مخالفت تنازع و اختلاف سائل حدودہ میں اجمالاً ارشاد فرمائی اور بھلو اسکی تفصیل کا حکم
 دیا چونکہ میرے ذہن میں وہی خیال جما ہوا تھا اسلئے اسکی تفصیل بھی اسی کے موافق عنوان سے حیز تحریر میں
 لایا اور حضرت حاجی صاحب کے حضور میں اسکو سنایا چونکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بوجہ ازوم خلوت و قلات قلات
 مع احوام و بنا بر غلبہ حسن ظن عوام کی حالت اور بہالت و ضلالت پر پراقتفات نہ تھا لہذا حال میں مفصل
 تقریر کو پسند فرمایا اور کہیں کہیں اپنی اصلاح اور کمی بیشی بھی فرمائی اور یہ سب کہ وہ عنوان پر تھا مگر چونکہ محل مضمون
 حضرت نے از خود ارشاد فرما کر ظہور کیا حکم دیا تھا لہذا حضرت نے اس تقریر کو اپنی ہی طرف سے لکھوایا اور خود اپنے
 دستخط و مہر سے مزین فرمایا اور اپنی ہی طرف سے اشاعت کی اجازت دی جو بعنوان فیصلہ ہفت سلسلہ شائع
 کر دیا گیا جسکو بعضے کم سمجھوں نے اپنی بدعات کا موید بجا دانی لکھ ڈالا کیونکہ ان مفاسد کا اسمین بھی طرح
 رد ہی صورت خوش عقیدہ و خوش فہم لوگوں کو البتہ رخصت و وسعت اسمین مذکور ہے جسکا مبنی وہی خیال نکور
 ہے کہ عوام کے مفاسد کا خود خواص پر کیوں اثر پڑے ہر عرض حضرت قدس سرہ نے اس کے متعلق
 مولوی منور علی صاحب سے تذکرہ فرمایا مولوی صاحب نے انفر سے ذکر کیا تو حضرت کے قوت فیضان سے اجمالاً
 تو مجھکو فوراً اپنی غلطی پر تنبہ ہو گیا لیکن زیادہ بصیرت کیلئے میں نے اس بارہ میں مکاتیب کی بھی ضرورت
 سمجھی چنانچہ چند بار جانبدار سے تحریرات ہوئیں جنکی نقل دو چار جگہ محفوظ بھی ہوئے بالجملہ نتیجہ یہ ہوا کہ مجھکو بصیرت
 و تحقیق کیساتھ اپنی غلطی پر بفضلہ تعالیٰ اطلاع ہو گئی اور اس پر اطلاع ہونے سے ایک باب عظیم علم کا جو کہ
 تک مغلق تھا مفتوح ہو گیا جسکا مختص یہ ہے کہ مدار نہی فی الواقع فساد عقیدہ ہی ہے لیکن فساد عقیدہ
 عام ہے خواہ فاعل اسکا مباشر ہو خواہ مترکب اسکا سبب ہو یا فاعل اگر جاہل عامی ہے تو خود اسی کا عقیدہ
 فاسد ہوگا اور اگر وہ خواص میں سے ہے تو گو وہ خود صحیح العقیدہ ہو مگر اس کے سبب سے دوسرے عوام کا عقیدہ فاسد
 ہوگا اور فساد کا سبب بننا بھی ممنوع ہے اور گو تقریر سے اس فساد پر تنبیہ عوام کی ممکن ہے مگر کل عوام کی اس
 سے اصلاح نہیں ہوتی اور نہ سب تک اسکی تقریر پہنچتی ہے پس اگر کسی عامی نے اس خاص کا فاعل ہونا
 تو سنا اور اصلاح کا مضمون اس تک نہ پہنچا تو یہ شخص اس عامی کے ضلال کا سبب بن گیا اور ظاہر ہے

بہار

ای تذکرہ کا صفحہ
 تالیف میں جو زبان
 اس کا سبب بن گیا
 شائع ہونے لگا
 شائع ہونے لگا
 ۱۱۱

کہ اگر ایک شخص کی صلاحیت کا بھی کوئی شخص سبب بن جاوے تو برا ہے اور ہر چند کہ بعض مصلحتین بھی فعل میں ہوں لیکن قاعدہ یہ ہے کہ جس فعل میں مصلحت اور مفسدہ دونوں مجتمع ہوں اور وہ فعل شرعاً مطلوب بالذات نہ ہو وہاں اس فعل ہی کو ترک کر دیا جائیگا پس اس قاعدہ کی بنا پر ان مصلحتوں کی تحصیل کا اہتمام نہ کریں بلکہ ان مفاسد سے احتراز کیلئے اس فعل کو ترک کر دیجئے البتہ جو فعل ضروری ہو اور اس میں مفاسد پیش آویں وہاں اس فعل کو ترک نہ کریں بلکہ حتی الامکان ان مفاسد کی اصلاح کی جائیگی چنانچہ احادیث نبویہ اور مسایل فقہیہ سے یہ سب حکام و قواعد ظاہر ہیں ماہر محققین ان میں سے کسی قدر رسالہ اصلاح الخیر میں بندہ نے لکھ بھی دیا ہے۔ جب میرے اس خیال کی اصلاح ہو گئی تو اسکے سب فروغ و آثار کی اصلاح بفضلہ تعالیٰ ہو گئی چنانچہ خلاف شریعت درویشوں کی صحبت و تلقی سے بھی نجات ہوئی اور فیصلہ ہفت مسئلہ کے متعلق بھی ایک ضروری ضمیمہ لکھ کر شائع کر دیا گیا جس سے اسکے متعلق اہل فراط و تفریط کے سب کام کو رفع کر دیا گیا۔ دوسرا احسان خلق باطن کے ہے اسکی تفصیل میں چونکہ مخفیات کا اظہار بھی ہے اور وہ قصہ بھی نہایت ناک اور ناگوار ہے اسلئے محض اس اجمال پر اکتفا کرتا ہوں کہ میری شامت اعمال و کثرت معاصی سے مجھ پر ایسی ایک حالت شدید طاری ہوئی تھی کہ باوجود صحت بدنی کے زندگی سے مایوسی تھی بلکہ موت کو ہزار ہا درجہ حیات پر ترجیح دیتا تھا اور اسکو اس سے زیادہ عنوان کیساتھ تعبیر نہیں کر سکتا کہ

دو گونہ رنج و عذاب است جان مجنون را | بلائے فرقت یللا ووصلت یللا

اسوقت حضرت قدس سرہ نے دعا و تعلیم و ہمت سے خاص توجہ فرمائی جس سے ہوش و حواس درست ہوئے اور جان میں جان آئی اور اس حالت کے طریبان کے فواید اور پھر اسکے زوال کے منافع مجھ اور محسوس ہوئے ان دونوں آسمانوں کو امید ہے کہ عمر بھر نہ بھولوں گا اور حکم بھی یہی ہے **مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ** اچھے ایک مرتبہ آپ درس حدیث میں مشغول تھے ایک شخص نہایت پریشان حال حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت للہ میری طرف توجہ فرمائیے آپ نے جواب دیا بھائی میں تو ملامتوں کوئی مسئلہ پوچھنا ہی تو مجھے پوچھو درویشوں کی باتیں درویش جانیں اس شخص نے کہا حضرت میں زندگی سے تنگ آ گیا کیا آپ کو گوارا ہے کہ میں خود کشی کروں اور مر رہوں آپ نے سکرائے اور فرمایا اچھا مجھے پڑھانے دو سارے دیوار سے لگ کر جا بیٹھو اتنا فرما کر آپ نے درس شروع کر دیا اور وہ شخص مجاہد شریفہ میں دیوار سے کمر لگا کر بیٹھ گیا پڑھانے پڑھاتے دو تین مرتبہ آپ نے اس مبتلا کی جانب نظر فرمائی اور پھر تقریر میں طلبہ کی طرف مخاطب ہو گئے سبق ختم

نہونے پایا تھا کہ وہ شخص ہنستا ہوا اٹھا اور اس درجہ مسرور ہو کر چلا کہ سلام کرنا بھی بھول گیا جب وہ چلا گیا تو بعض طلبہ نے حضرت سے دریافت کیا کہ حضرت یہ کون تھا اور کس مرض میں مبتلا تھا؟ آپ نے فرمایا درویش ہر قبض طاری تھا الحمد للہ رفع ہو گیا اتنے مسرور ہوئے کہ چلتے وقت سلام بھی نہ کیا۔ ایک بزرگ ذاکر شافل تھے انکو عادت پڑ گئی مغرب و عشا کے مابین سو جانیکی ہر چند اسکے ترک کی کوشش کرتے تھے مگر عشا سے قبل نیند کا اتنا غلبہ ہوتا کہ بے اختیار ہو جاتے اور آنکھ لگی جاتی تھی انکو خیال ہوتا تھا کہ حدیث میں اس عادت کی مذمت بھی آئی ہو اور نیز عشا کی نماز میں وقت مستحب کے ہاتھ سے جاتے رہنے یا کم سے کم غسل و وضو پید ہو نیکا سبب سے اسلئے ہمت ضرور کرتے تھے کہ نہ سوؤں مگر کچھ مجبوری کی سی حالت ہو گئی تھی کہ آنکھ لگ ہی جاتی تھی آخر گنگو حاضر ہوئے جو وقت خانقاہ میں پہونچے ہیں مغرب کی نماز ہو چکی تھی اور حضرت دو لنگہ تشریف لیگئے تھے چھپر کے نیچے چار پائی پر بیٹھ گئے اور عادت کے موافق جب نیند کا غلبہ ہوا تو راستہ کجا نباشت کر کے وہیں پڑ کر سو گئے خوب میں دیکھا کہ حضرت دو لنگہ سے تشریف لائے اور انکی کمر میں لات مار کر غصہ کیساتھ ارشاد فرمایا کہ کیا وہاں حرکت ہے حدیث کے خلاف یہ کوئی وقت سونے کا ہے؟ دفعۃً آنکھ کھل گئی تو کروٹ بد لکر دیکھا کہ نہ آدمی ہے نہ آدمزاد خیال ہو کہ شاید حضرت تشریف لے آئے ہوں خانقاہ میں گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت ابھی دو لنگہ سے واپس نہیں آئے خواب کو خیال سمجھ کر دوبارہ چار پائی پر لیٹے چنید کوشش کی کہ سو رہوں مگر آنکھ ہی نہ لگی تھوڑی دیر کے بعد حضرت تشریف لائے تو یہ بھی حاضر خدمت ہوئے اُسدن کے بعد پھر کبھی مابین المغرب والعشا انکو نیند نہیں آئی اگر لیٹ بھی گئے تو عشا کا فکر ایسا دلپر سوار رہا کہ بچپنی کیساتھ کروٹیں بدلتے رہے اور جب تک نماز سے فراغت نہ ہو لی آنکھ ہی نہ لگی۔

حکیم عبدالرحیم صاحب مالک دو خانہ فیض عام بمبئی بارہ تیرہ سال کی عمر تھی کہ بھوپال سے روانہ ہو کر حاضر آستانہ ہوئے حضرت عصر کا وضو فرما کر مسجد کجا نب چلنے لگے تو بالخصیص انکو ارشاد فرمایا اؤ عبدالرحیم نماز پڑھیں یہ بھی وضو کر کے شریک جماعت ہو گئے اُسدن سے نماز کیساتھ انکو ایسا انس اور شوق پیدا ہو گیا ہے کہ جب تک پڑھ نہ لیں بیتاب رہتے ہیں اگر کبھی قضا ہو جائے تو دل ایسا تلملاتا ہے جیسے کسی بڑی نعمت کے چھین جلنے سے تلملایا کرتا ہے۔

ایک شخص ذاکر شافل حضرت کی خدمت میں رہتے تھے انکا کھانا قصبہ میں ایک شخص کے مقرر تھا وہیں

مین نماز پڑھانے جایا کرتے تھے شیطان تو ہر مسلمان کیساتھ لگا ہوا ہے اتفاق سے انکو کسی عورت سے تعلق ہو گیا اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ ملاقات کا وقت مقرر ہو گیا شیطان کی حرکت کسی پر ظاہر کرنے کے قابل نہ تھی اسلئے کسی کو خبر بھی نہ ہوئی کہ چلتے چلائے کام میں شیطان نے کس رخنہ اندازی کا انداز اختیار کیا ہے وعدہ کی شب میں عشا کے بعد حضرت کے پاؤں دبا کر جب سمجھے کہ حضرت سو گئے وہاں سے کھسکے اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے خانقاہ سے باہر ہوئے جسوقت باہر قدم نکالا تو مطلع بالکل صاف تھا دو چار قدم چلے تھے کہ آسمان پر سیاہ بدلی نظر آئی جون جون یہ آگے بڑھتے رہے دون دون بادل بڑھتا اور اوپر چڑھتا رہا یہاں تک کہ جسوقت اُس مکان کی دیوار کے نیچے پہونچے جہاں عورت حریب وعدہ کٹری ہوئی تھی تو اس سے قبل کہ بات کریں دفعۃً بادل اس زور سے گرجا کہ دونوں گھبر گئے اُدھر عورت بھاگی کہ گھر والے جاگین اور مجھے نہ پائیگے تو کیا گل کھلیگا اور ادھر یہ سرسیمہ دوڑے کہ حضرت کی چار پائی باہر نہ تھی ہوئی ہے میں ہی قریب ہوتا ہوں حضرت آواز دینگے اور میں ہونگا تو کیا نتیجہ ہوگا غرض فیئیل مرام دوڑنے ہانپتے خانقاہ میں پہونچے جسوقت اندر قدم رکھا مطلع بالکل صاف تھا آہستہ آہستہ حضرت کی طرف چلے جھانک کر دیکھا تو حضرت امام ربانی چار پائی کی دونوں پیٹوں پر ہتیلیاں ٹیکے گردن جھکا کر اسطرح بیٹھے ہیں جیسے توجہ دینے کی حالت میں شیخ مستغرق ہو کر بیٹھتا ہے یہ چپکے ہی چپکے دے پاؤں چلکر اپنی چار پائی تک پہونچے جو حضرت کی چار پائی سے کچھ ہی فاصلہ پر گولر کے نیچے بچھی ہوئی تھی جسوقت وہاں پہونچ لئے حضرت نے گردن اوپر اٹھائی اور لیٹ رہے۔

صبح ہوئی تو اشارۃً حضرت نے نصیحت فرمائی اور امتحان کے موقع پر نفس کے قابو میں رکھنے کے فضائل بیان کئے یہ چند کلمات سن کر ندامت کا قلب پر اتنا غلبہ ہوا کہ جس حد تک معصیت ہوئی تھی اسکو یاد کر کے رویا کرتے اور گڑ گڑا کر کہتا کرتے تھے چند ماہ میں حق تعالیٰ نے نسبت معتبرہ سے نوازا اور مجاز طرقت ہو کر اپنے وطن واپس ہوئے ہمیں شک نہیں کہ حضرت امام ربانی کا ہر خادم آپکے فیضان کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور لئے ہوئے ہے اور ہر شخص پر آپکے تصرفات کا اثر کبھی نہ کبھی لا بد ہوا ہے باقی کسی کو اطلاع ہوئی اور کسی کو اطلاع نہ ہوئی کوئی سمجھ گیا کہ بیرونی قوت کا زور ہے جو معصیت سے روکتا یا طاعت پر آمادہ کر رہا ہے اور کوئی نہ سمجھا اتفاق وقت پر معمول کر کے روحانیت سے بے خبر رہا۔ اس باطنی قوت قلبیہ کی تاثیرات کے جتنے قصے لوگوں کو معلوم ہیں انکا عشر عشر بھی بیان کر نیکی گنجائش

نہیں سچ یہ ہے کہ آپ کو جو منصب عطا کیا گیا تھا اسکے لئے قلب میں اتنی قوت کا ہونا لازمی تھا جو گروہ
گروہ کو ایک بندش میں باندھ سکے اور تعلیم و تزکیہ کی جو خدمت آپ کے سپرد کی گئی تھی اسکے لئے ای الہی
استعداد کی ضرورت تھی کہ اقارب و اباعداد و اصاغ و اکابر کو یکساں قابو میں لاسکے۔ آپ کے فیضانِ محبت
بہتر سے وہ لوگ بھی مستفیض ہوئے جو بڑے بڑے درباروں میں بھی کچھ نہ حاصل کر سکے حضرت مولانا خلیل احمد
صاحب بیان فرماتے تھے کہ مولوی منظور احمد صاحب ایک عالم تھے جو حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ
علیہ سے بیعت تھے وہ بھی حج کو جا رہے تھے اور میں بھی شریک سفر تھا اتفاق سے ہم دونوں ایک ہی ٹھکانے
پر سوار ہوئے راستہ میں انہوں نے اپنا حال بیان کرنا شروع کیا اور کہا کہ شانا صاحب سے بیعت ہو کر جب
ذکر شغل کرنے لگا تو چند روز کے بعد ایک بات حاصل ہوئی تھی تھوڑے دنوں قایم رہ کر جانی رہی اب
اسکو دل تلکاتا ہے اکثر بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور اسی تربیت سے بیٹھتا ہوں مگر گئی ہوئی
حالت واپس نہیں ہوتی میں نے معمولی طور پر انکو جواب دیا اگر ہمارے حضرت کی خدمت میں کبھی حاضری کا
اتفاق ہو جائے تو وہاں بھی بیٹھ کر دیکھنا مولانا خلیل احمد صاحب فرماتے تھے کہ مجھے اسکا دوسوہ بھی نہیں
گزار کہ یہ بات انکے ذہن میں جم گئی ہوگی یا کبھی انکو ہندوستان واپس اگر گنگوہ جانا کا اتفاق ہو گا میں
حج کر کے واپس چلا آیا مولوی منظور احمد صاحب میں مقیم رہنے خدا کی شان کہ اگلے سال حضرت امام
ربانی قدس سرہ حج کیلئے عرب روانہ ہوئے اور وہیں مولوی منظور احمد صاحب کو زیارت حاصل
ہوئی مولوی صاحب نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا حال عرض کر کے یہ بھی کہہ دیا کہ مولوی خلیل احمد
صاحب نے یہ کہا تھا کہ حضرت کی خدمت میں بیٹھ کر دیکھنا حضرت مسکرائے اور فرمایا اچھا چند ہی روز
کے بعد مولوی منظور احمد صاحب خوش ہو گئے اور فرمایا کہ جو بات چاہتا تھا مل گئی بلکہ کچھ زیادہ۔

اس قسم کے واقعات بیسیوں ہیں کمانک بیان کئے جائیں خلاصہ یہ ہے کہ آپ کا وجود باوجود ظاہر و
باطن اس زمانہ میں عالم کیلئے رحمتِ خداوندی تھا کاپنی اپنی اشد ادکیموافق سب ہی آپ کے فیضان سے
مستفید ہوئے شکر فیضِ حق میں چون کندی ابر بہارہ کہ اگر خار و گریں ہمہ پروردہ تست۔

شانِ تربیت کیساتھ آپ کی مقبولیت اسی کھلی ہوئی شے ہے کہ محتاج بیان نہیں اسی مقبولیت کا ثمرہ
تھا کہ جو کوئی بھی عملاً یا اعتقاداً آپ کے آستانہ کا ہو یا خداوند کریم نے اسکو تہدیت میں لایا حضرت
دل کے اندر آپ کی ذات سے محبت رکھنے والے مسلمان آج جس دولت سے مالا مال نظر آتے ہیں وہ اسی

لازوال اور قابل شکر گزاری ہو کہ دوسرے دروازوں پر سالہا سال جبہ سائی کے بجائے جھل ہوئی شاید دشوار تھی آپ نے نیا سے تشریف لیگئے مگر آپ کے تصرفات عالم میں اپنا کام برابر کر رہے ہیں اور جس بلغ کی باغبانی کیلئے آپ تشریف لائے تھے وہ ایسا شاداب اور بار آور ہو گیا ہے کہ مخلوق سالہا سال تک انشاء اللہ اس سے متمتع ہوتی رہے گی۔ جن مقدس ذوات ستودہ صفات کو آپ کی روحانیت نے کامل و مکمل بنا کر دنیا میں چھوڑا ہے ان کے کمالات علمی و عملیہ مستقل آپ کے فیضان کی قوت ظاہر کر رہے ہیں اور وہ تصرفات باطنیہ جو آپ کی تربیت یافتہ جماعت کے سرگروہ خلفاء کو حق تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں صاحبِ ذوق اور اہل فہم کیلئے امام ربانی قدس سرہ کے تصرفات کی وہ زندہ مثالیں ہیں جو انشاء اللہ برسوں مدّتوں قائم رہیں گی۔

میں عرض کر چکا تھا کہ اس عنوان کا مدار وجدان اور ذوق پر ظاہر ہے کہ دل پر گزری ہوئی باتیں دل ہی میں معلوم ہو سکتی ہیں زبان میں یا راہنہیں کہ ادا کر سکے اسلئے جو کچھ لکھا گیا بیشک نا تمام لکھا گیا آج حضرت کے متوسلین پر نظر اٹھا کر دیکھتا ہوں تو ساری جماعت میں سب سے ادنیٰ اور کمتر اپنے نفس کو پاتا ہوں لیکن اگر یوں کہوں کہ محروم ہوں تو ناشکر گزاری و کفرانِ نعمت ہو عملاً بد حال اور سر تا پا خطا و اضطراب ہوں مگر الحمد للہ سنت نبوی کیساتھ آستانہ لنگوہیہ کی بدولت انشاء اللہ قلب میں ضرور ہے کہ خود اتباع کی توفیق ملے تو اتباع کرنے والے مقدس فرقہ کے قدم چومنے کو بے اختیار جی چاہتا ہے جب اس ناکارہ پر باوجودیکہ عمر کا ابتدائی بڑا حصہ بدعات کی محبت میں صرف ہو چکا تھا امام ربانی کے تصرفات کا یہ رنگ ہے تو دوسروں کا حال کیا پوچھنا جو کچھ بھی ہو تھوڑا ہے۔

آپ کے قلبی تصرفات کے ثمرات کا خلاصہ یہی تھا جو آپ کی تعلیم و تربیت کا خلاصہ تھا یعنی یہ کہ سب اپنی مرادات کا منتہا اتباع سنتِ مصطفویہ کو سمجھ کر حق تعالیٰ شانہ کی رضا جوئی میں جو کچھ سعی کر سکے اور منہیات و محصیات سے بچکر طاعات و عبادات میں مشغولیت کا جو کچھ حصہ لے سکے اے سوا اللہ تبارک و تعالیٰ میں اس مضمون سے مستفیذ ہو کر اس کمال پر پہنچے کہ دوسروں کو اس مضمون سے متاثر بنائے ان میں طاقت اتنی نسبت سلسلہ معتبرہ سے فایز المرام ہو کر مجاز طریقت اور امام ربانی کے خلفاء و سچے جانشین قرار پائے باقی حسب نصیب مقدر توجہ الی اللہ کی کھٹک اور چٹنے حاسہ کی سلامتی و ادراک قلبی فائدہ تو ہر اہل مخلوق نے حاصل کیا یہ لوگ اگر دوسروں کو کامل نہیں بنا سکتے تو انشاء اللہ ایسے مستحکم ہیں کہ دوسروں کے بگاڑے یا سانی بگاڑ بھی نہیں سکتے بدعات سے اجتنابِ نفرت کا مادہ ان کے دلوں میں ایسا

مستحکم ہو گیا ہے کہ دشمنانِ سنت کے دیئے ہوئے دباہر کے خطابیے انکو مار نہیں آتی طعن و تشنیع سے انکو توحش نہیں ہوتا چونکہ لایَحَا فَوْنٌ فِي اللَّهِ لَوْ مَہ لَا شِیْمَ کا مفہوم تخم بکرانکے زمینِ قلب میں جم چکا ہے اسلئے ہر حال میں اپنی دھن کے پچھے اور آج بھی اُسی پختلی کیساتھ اپنے طریقہ مرضیہ پر قائم ہیں جیسا کہ اب سے تین سال قبل حضرت امام ربانی کی حیات میں تھے البتہ چند نفوس کی حالت میں آپکے وصال کے بعد تغیر آیا اور انقلابِ حالت نے اپنا اثر ضرور دکھایا ہے وَقَلِيلٌ قَالَهُمْ یہ وہ لوگ ہیں جنکے کمزور دلوں پر امام ربانی کی محبت کا سکہ جم نہ سکا اور محبت کے راسخ نہ ہونیکے سبب تصرفاتِ فیوضات سے پوری طرح مستفیض نہ ہو سکے ایسے لوگوں کا وجود جنگو امام ربانی کے بعد آپکے طریقہ مرضیہ سے انحراف پیش آیا سنتِ صططاری ہونیکے سبب حضرت قدس سرہ کا محالِ علو ظاہر کر رہا ہوا ان لوگوں کے نام ظاہر کرنیکی ضرورت نہیں اسلئے کہ جب امام ربانی کا مسلک اور مشرب ہر شخص کو معلوم ہے اور سنت کیساتھ آپکا متناک بدعات و مردود سے متفر عالم آشکارا ہے تو آپکے متسلین میں جو شخص بھی چھوٹا ہو یا بڑا جتنا بھی سنت سے دور اور بدعت سے قریب دیکھا جائے اسکو اس عجمت میں سمجھ لیا جائے اگرچہ وہ مدعی ہو امام ربانی کے خادم ہو یا نہ۔

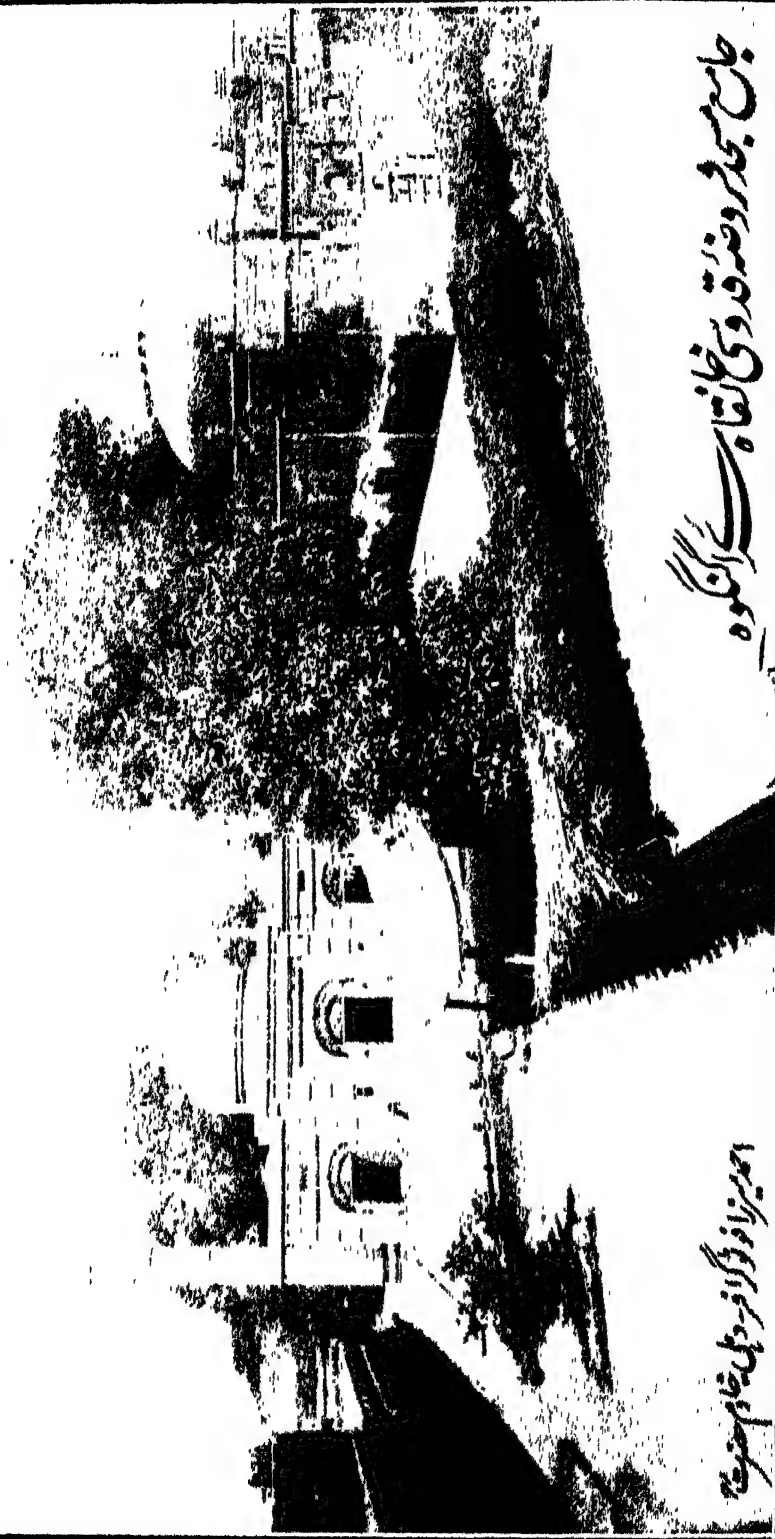
امام ربانی قدس سرہ کے تصرفات میں ابجگہ مولوی احمد صبا سورتی کا وہ خواب درج کر کے اس عنوان کو ختم کرنا ہوں جو گویا حضرت کی منامی وصیت ہے اپنے متوسلین کی ساری جماعت کو۔ اُمید ہے انشاء اللہ نافع ہوگا حضرت کے وصال سے ایک دن قبل دو پہر کی وقت مولوی احمد صبا خانقاہ میں اپنے حجرہ کے اندر پڑے سوتے تھے کہ خواب میں حضرت امام ربانی تشریف لائے اور انکے سارے بدن پر ہاتھ پھیر کر یوں ارشاد فرمایا "احمد میں تمھارے بدن کے اوپر ہاتھ پھیرتا ہوں اور تمکو اللہ تعالیٰ مال دیگا" انہوں نے عرض کیا کہ حضرت بندہ کو مال نہیں چاہئے آپ بندہ کیلئے دعا فرما دیں اور آخرت میں مجھے اپنے ساتھ رکھیں حضرت نے اسکے جواب میں یہ کلمات ارشاد فرمائے "احمد ہمارے ساتھ آخرت میں ہی شخص رہے گا جو اللہ تعالیٰ کی طاعت کرے اور فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرے اور سنت کے اوپر اسکا عمل ہوگا اور جو شخص بدعت کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی طاعت کرے گا اور اتباعِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باز رہے گا وہ شخص قیامت میں ہمارے ساتھ ہوگا اگرچہ کوئی کیسیا ہی ہمارا قریب کا ہو اور ہمارا ہو" اسکے بعد آنکھ کھل گئی۔

حق تعالیٰ مجھے اور آپکو اس مقدس جماعت کی شمولیت نصیب فرمائے اور قیامت کے ہولناک ان امام ربانی قدس سرہ کے زیرِ لوا مشہور فرمائے۔ آئیے اب اس جامع مسجد کا نقشہ ملاحظہ کروں جہاں آپ کا زپڑھاتے تھے یہی مسجد کافر ش اور جنوبی سمت کے حجراتِ اقصیٰ ذکرِ شاغلین کے خلوت خانے کی جگہ ہے اور شمالی جانب حجرۃ شیخ عبدالقدوس کا منار ہے۔

جانب سجدہ و صدقہ و غنی خانقاہ الکنگواہ

امیر نواز خان کراچی - دہلی خاندان حضرت

بہت مہتمم خیر الطابع مہر طبع ہوا



بابرکت ذات سے کئی سوبلکہ کئی ہزار علماء محدثین بچکے ہیں اسوقت ہندوستان میں اگر آپ کو استاذ الکمل کا خطاب دیا جائے تو بجا ہے۔ کس نفس اور تواضع کا سبق آپ کے قدم قدم پر ہر حرکت و سکون سے حاصل ہوتا ہے باین وجہ یہ ہے کہ آپ نے عموماً اپنے کو بچا یا مگر جوہر کو کتنا ہی گود ڈھین دیا ہے اور منہ کے کیسا ہی کپڑوں میں چھپائے کھلے اور منہ کے بغیر نہیں رہتا آخر طالعین نے دامن بکڑا اور الحمد للہ ظاہری باطنی نعمتوں سے مالا مال ہو رہے ہیں مولانا مدوح کو چونکہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تعلق زیادہ تھا اسلئے آسمان ہدایت کے ہر دو تیر کن کے رنگ نسبت سے مستفیض ہیں مولانا کی مدتوں عادت تھی کہ جمعہ کیدن علی الصباح دیوبند سے پایادہ گنگوہ پہنچتے اور جمعہ کی نماز حضرت امام ربانی کے پیچھے ادا فرما کر رات کو دیوبند آلیتے تھے کیونکہ صبح کو مدرسہ میں درس دینا تھا ہر ہفتہ ایک دن میں چالیس برس کی مسافت کا طر کرنا جس غلبہ شوق و محبت میں ہوتا تھا وہ اس سے ظاہر ہے کہ تکیا نہ مانتے تھے۔

حضرت کی محبت میں حاضر ہوتے تو چپ چاپ تے جا پہنچتے اور عام خدام کی طرح بیٹھ جاتے تھے ایک بار حضرت نے آپ کے متعلق یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ مولوی محمود سن تو علم کا کٹھلا ہیں۔

حضرت مولانا الحافظ الحاج المولوی عبدالرحیم صاحب رانپوری مدت فیوضہ۔ اصل وطن آپکا نگری ضلع انبالہ ہے مگر عرصہ سے رانپور ضلع سہانپور میں قیام ہے آپ کی ذات جامع جمیع کمالات ہے جو قلب ابتداء ولادت سے حضرت کی محبت کا تخم اپنے اندر لئے ہوئے تھا وہ میرے علم میں صرف آپکا قلب سے بقبصہ غدر اعلیٰ حضرت صاحب سے کی روپوشی کے زمانہ میں جبکہ امام ربانی قدس سرہ بخلاصہ جاتے ہوئے نگری میں ٹھہرے تو آپ ہی کے والد ماجد راؤ اشرف علی خان صاحب کے ہمان بنے تھے مولانا مدوح اسوقت طفل سالہ تھے حضرت نے پیر کیا اور سر پاتھ رکھ کر عادی تھی اسی وقت سے آپ کو امام ربانی کیساتھ تعلق تھا جو ان جون ہوش سنبھالا باپ کی زبان سے حضرت کے مناقب سن سن کر گویا حضرت ہی کی محبت میں نشوونما پایا۔ جس قلب میں قطب وقت کی بعقیدگی کا کبھی وسوسہ بھی نہ گذرا ہو اس کے مراتب علیہ کی کہ نہ کوئی کس طرح ادراک کرے آپ نے طفولیت ہی میں گنگوہ کی آمد و رفت شروع کر دی اور حضرت کے مربیانہ فیضان سے مستفید ہونے لگے تھے سہانپور میں بزمانہ طالب علمی حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور صاحب نسبت و مجاز طریقت بنے اس زمانہ میں بھی امام ربانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضری اسی محبت و شوق کیساتھ رہی جو اقبل و بعد زمانہ میں تھی اور باوجود مولانا کے دوسری جگہ بامر اللہ

مرید بنجائیکے حضرت کا تعلق بھی آپسے وہی مرسیانہ رہا جو اس سے قبل یا بعد میں تھا۔ شاہ صاحب رحمہ
کے وصال کے چار سال بعد آپ کو حضرت نے بیعت کیا اور بیعت کے ساتھ ہی ساتھ مجاز طریقت بنایا۔
مولانا مدوح اپنی متوکلا نہ گذران میں اپنے شیخ کی شریعت مجسم ہیں باوجودیکہ تگمیری و راپور میں آپ کی موروثی
جائداد قابل گذران موجود ہے مگر آپ کے استغنا کی بدولت دوسروں کے کام آ رہی ہے تو اضع اور تذلل میں
آپ کا ثانی میں نے آج تک نہیں دیکھا آسمان افزائی کی حد نہیں دسترخوان کی وسعت دیکھ کر امر اہجران ہو جاتا
ہیں آسمان حال برائے ہوا اور آفرین نسبت غلو نہ پسند ہے چونکہ صنایع بچوں کی ٹککاری کے نظام سے مطیع
زیادہ مانوس ہے اسلئے رائے پور کے مغرب سمت لب نہر جس شرقی اُس باغ میں آپ کی ملکوت ہے جو دنیا و دین
کی راحت رسائی کے اعتبار سے گویا دنیا میں جنت ہے آپ کی مقبولیت کے آثار بدیہیات زیادہ نمایاں
ہیں نقشبندیہ کے فیضان سے اُس پانیوالی جماعت کو آبشار نہر کی دلکش صداؤں اور گل کے درختوں کی
روح بخش سنسناہٹ میں آپ کی بابرکت ذات کے بقاء حیات کی دعا سموع ہوتی ہے اور یوں تو شانقا
قصہ کے ہر ہر پتے کو آپ کے فیضان شام کو شبنم اور صبح کو باد نسیم بن کر ہر اہر اہر منظر بنائے ہوئے ہے آپ کے
حالات اس درجہ عجیب ہیں کہ غنیمت کے دل ان کے تصور و خیال سے کھلے جاتے ہیں مگر چونکہ ان کا اظہار
آپ کو ناگوار ہے اور جو کچھ مانتے کر دیکھی ہے اسلئے بجز اسکے کچھ نہیں لکھ سکتا کہ اَللّٰہُ سَعِیْدٌ مِّنْ سَعِیْدٍ بَطْلٌ اَقَامَ

۵ زدم نشان چو خواہی کہ ز دل خبر ندانم تو بگو کہ دل چہ باشد من از و اثر ندانم

حضرت مولانا الحاج المولوی صدیق احمد صاحب انیسٹروی مدرس اقل مدرس فقہوری ملی مدرسہ فیض
آپ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے چچا زاد بھائی اور ہوطن ہیں چونکہ آپ کو قدرت مولانا مدوح کے تحصیل
مراتب التساب قربات کا بالطبع حریص بنایا تھا اسلئے مقتضائے وفی ذلک فَلَمَّا قَدِّرَ الْمُنَافِقُونَ
بچپن میں تعلیم دینیات کے اندر اور جوانی میں حفظ قرآن کے اندر اپنے مولانا کا جس طرح ساتھ نہیں چھوڑا
اس طرح امام ربانی کے ہاتھ پر بیعت ہونے اور آخر صائب نسبت و مجاز طریقت بننے میں بھی آپ کے لانا کے
ہمراہ وہ مسافر رہے آپ کی بابرکت ذات صاحب احوال بلند و واردات ارجمند ہے سلوک میں انوار و تجلیات
اور دارالہدایت کی جسد رجبہ تفصیلی سیر کو کرائی گئی امام ربانی قدس سرہ کے خلفاء میں شاید دوسرے کو نصیب
نہیں ہوئی آپ کے مناقب میں صرف یہ امر لاکھوں مناقب کے قایم مقام ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جب
آپ کو مجاز فرمایا تو وہ دستار خلافت جو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے حضرت امام ربانی کو عطا فرمائی اور اب تک آپ نے

بجھاغت رکھ چھوڑی تھی مولانا کو عطا فرمائی یہ وہ نعمت تھی جس میں ادرات غیبیہ کی طرح مولانا اپنے زمانہ میں فرد اور یگانہ ہیں۔ ان چاروں حضرات کا کارہ کو تعلق نیاز مندی حاصل ہی ہر ایک کے کمالات علمی و عملی شمار سے افزون ہیں چونکہ ترتیب سماء مبارکہ مشعر ترتیب فیال مناقب نہیں اسلئے کیفا التفق تذکرہ کر دیا ورنہ حق یہ کہ چاروں گوشوں میں جس کی شہ پر نظر ڈالتا ہوں حق تقدم پاتا ہوں اگر ممکن ہوتا تو تذکرہ میں بھی امام ربانی قدس سرہ کے مرکز رش و کمال کا ان حضرات کے اسماء کو دائرہ بنانا کہ محیط کا ہر نقطہ مرکز سے تعلق میں مساوی اور باہم وہ نسبت لئے ہوئے کہ نہ کسی کو مقدم کہہ سکتے ہیں نہ موخر۔

آپ کے پیش بہا مکاتیب جو ہجوم ادرات و منامی بہ مشرات کے اظہار میں حضرت کے پاس آئے انکو حضرت جمع فرمائے جلاتے تھے کسی دوسرے کے کام آویں اور سلوک کے عنوان میں باقیات صالحات میں ظاہری بینائی جلد نے پردہ مجموعہ آپ کے پاس پس کر دیا گیا چنانچہ اس عجیب ذخیرہ کے جوابات میں بھی ہیں والا نامحبات حضرت امام ربانی کے مکاتیب شیدیہ میں طبع بھی ہو گئے ہیں اصل خزانہ مولانا کے پاس موجود ہے جسکی قدردانی خود مولانا کا منصب ہے یا اسکا جسکو اس فن سے مناسبت ہو۔

حضرت مولانا الحاج مولوی محمد روشن خان صاحب مراد آبادی مدت فیوضہ۔ آپ حضرت مولانا کا نام صاحب سے بیعت تھے اور مولانا ہی کے بھیجے ہوئے امام ربانی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے یہیں شہ پڑھی اور اسی آستانہ پر وہ اکتساب کیا جسکا ثمرہ حصول نسبت اجازت طریقت ہے۔ امام ربانی کے خلفاء میں صرف آپ ہی ہیں جو نسبت وجدی کیساتھ توازنے گئے شوق و ذوق اور ولہ و اشتیاق کا حصہ جسم کے بال بال اور بدن کے روئیں روئیں سے ٹپکتا ہے آپ امتثال الامر شیخ حضرت کی حیات ہی میں طالعین کی بیعت کرتے اور ذکر و تفلح فرما کر از یاد سلسلہ علیہ کا ذریعہ بنتے تھے آپ کے متوسلین قابل ہیں ہو کر حضرت کی خدمت میں پیش کئے جاتے تو امام ربانی بہت مسرور ہوتے اور روحانی پوتوں کے حالات ارجمند سن سنکر دل سے دعا میں دیا کرتے تھے۔ آپ کے متوسلین کی تعداد ریاست گوالیار کے علاقہ میں زیادہ ہے اور بعض ان میں وہ صاحب نسبت بھی ہیں جنکو حضرت کی طرف سے بھی بیعت کی اجازت مل چکی ہے مثلاً مولانا قاسم علی صاحب فیضہ۔ باپ کی خوش نصیبی ہے کہ بالغ اولاد سے پیدا ہوئی مالی نسل بھی اپنی حیات میں دیکھ لے اسلئے امام ربانی قدس سرہ کے خلفاء میں وہ بابرکت شیخ جسکا دم میں پکار کر اللہ کی مخلوق وہ منحدر حاصل کو جس سے آئندہ کو بقا نسل کی قوی امید ہے میرے علم میں مولانا ممدوح ہی کا وجود یا وجود ہے اگر ادر

قطب العالم سے نسبت سلسلہ حلال کی اور اُدھر کفرستان میں خلقت کو اہل شر بن کر مولانا کی حیات ہی میں اس نسبت سلسلہ کے چراغ روشن کرنے شروع کر دیے۔

حضرت مولانا الحاج المولوی محمد صدیق صاحب مہاجر مدنی مدت فیوضہ۔ آپ کا پہلا وطن موضع انداؤ تحصیل ٹانڈہ ضلع فیض آباد ہے سیدین ہندوستان میں اکٹھا رہے یا انیس پشت گزار کر ۱۳۱۶ھ میں اپنے والد المولوی حبیب اللہ صاحب کے ہمراہ جو مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کے خلیفہ راشد ہیں مدینۃ الرسول کو ہجرت فرم گئے دیوبند میں تعلیم دینا سے فارغ ہو کر اہل ۱۳۱۳ھ ہجری میں امام ربانی سے بیعت ہو کر کئی سال مجاہدات و ریاضات نفس میں مصروف رہے آخر ۱۳۱۵ھ میں شوق میں مغلوب ہو کر اہل و عیال سے اطلاع کئے بغیر بغرض کتاب و حصول فیضان گنگوہہ مراجعت فرمائی اور نسبت سلسلہ سے مالا مال ہو کر بڑھتے اور گریہ و وجد کے روزانہ مرنے لیتے ہیں صبر استقامت کا پوچھنا ہی کیا جبکہ اہل مدینہ کی متوکلانہ گذران سے ہر مسلمان واقف ہے امتحاناً بھتیری بلاؤ نہیں جھڑکھڑکائے گئے مگر جب پختہ اُترے تو خادم نواز استانہ علیہ محمدیہ سے اب کوئی انکو علیحدہ کرنا یا انہیں حرم محترم میں درس بھی دیتے ہیں اور دولت غنا سے مالا مال ہیں۔

حضرت مولانا الحاج المولوی حسین احمد صاحب مہاجر مدنی مدت فیوضہ۔ آپ مولانا محمد صدیق صاحب کے حقیقی برادر خورد ہیں بڑے بھائی کیساتھ دیوبند میں علوم شرعیہ کی تکمیل کی اور اپنے والد کے ارادہ ہجرت ۱۳۱۶ھ میں حضرت سے بیعت ہو کر والد و برادران کے ہمراہ جدا مجد کے بلدہ طیبہ میں اقامت اختیار کی۔ مکہ معظمہ پہنچ کر حسب اجازت امام ربانی قدس سرہ العلیہ حضرت حاجی صاحب سے رجوع کیا اور اذکار تعلیم فرمودہ قطب العالم پر بھی بہت تمام کار بند رہے اس زمانہ میں جو کچھ واردات عجیبہ و کیفیات غریبہ ہر ہونے لگی اطلاع گنگوہہ میں آستان علیہ پر کرتے رہی یہاں تک ۱۳۱۸ھ میں حضرت کا والا نام ہو چکا کہ چند روز کی واسطے گنگوہہ آکر مجھ سے بھگتا تو بہتر تھا اس فرمان الا نشان پر مطلوب بن کر باوجود سنگدستی نے سروسامانی کے مراجعت ہندوستان کا تہیہ کر دیا باپ کا باقضا سے محبت جی چاہا کہ بھائیوں میں کوئی ایک رفیق سفر ہو تا تو اچھا تھا چھوٹے بھائی مولوی سید احمد صاحب نے انکے دو چار مہینہ آگے پیچھے سلسلہ خدام میں اُٹھل ہوئے تھے غلبہ شوق کے سبب فرضی ضروریات ذاتی و خانگی قایم کر کے باپ سے ہمراہی برادر کی اجازت بھی لیچکے مگر قدرت کو منظور ہی کچھ اور تھا بڑے بھائی مولانا محمد صدیق صاحب درپردہ خفیہ نظام کر کے چھپ کر چند روز پہلے روانہ بھی ہوئے جسکی اطلاع بارہ گھنٹہ کے بعد سب

معنوی کمالات

ہر کس کہ کمال اولیاء ارشاد شناخت پس شکر گفت و حب ایشان نگرید	چون نعمت خاص بے بہار ارشاد شناخت میدان یقین کہ او خدا ارشاد شناخت
---	--

اس مضمون کی بہت ساری مثالیں اوراق سابقہ میں نظر ناظرین ہو چکی ہیں مگر اس نیت سے کہ بتخصیص اس بحث پر آگاہی حاصل ہو جائے کچھ عرض کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ ہر ترقی کرنے والی شے پر جب اُس کا وقت آتا ہے ایک خاص حالت اور کیفیت مخصوصہ ظاہر ہوتی ہے جس پر پوچھنے سے اُس شے کے ثمرات و نتائج ظاہر ہونے لگتے ہیں مثلاً ثمرات کا کمال یہ ہے کہ اچھی طرح پک جائیں اور کھانے کے قابل بن جائیں عقل کا کمال یہ ہے کہ خطا و صواب سمجھنے لگے تاکہ غلطی سے بچنے اور راست روی کے پسندیدہ ہونے کے سبب زندگی آرام سے گزر سکے علم کا کمال یہ ہے کہ مضبوط و مستحکم ہو جائے اور حق و باطل میں ہر جگہ اور ہر وقت امتیاز ہو سکے تاکہ حق کے اتباع اور باطل سے اجتناب کی بدولت معلوم شے معمول بن جائے اسی طرح دین اور معرفت الہیہ جس کو ایمان اور طریقت سے تعبیر کیا جاتا ہے اُس کے لئے بھی وہ حالت مخصوصہ ہے جس کو اُس کا کمال کہا جاتا ہے معنوی کمال سے میری مراد یہی کمال ہے جس کا اثر بندہ مومن کے قلب پر پیدا ہوتا ہے اور جس کا ادراک حقیقت میں بصیرت سے ہوتا ہے مگر اُس کے آثار و علامات جو بدن کے اعتناء و جوارح پر نمایان ہوتے ہیں وہ ان آنکھوں سے بھی نظر آسکتے ہیں بشرطیکہ دیکھنے والا اس فن کے قانون مجوزہ یعنی شریعت محمدیہ کو آگاہ شناخت اور معیار صداقت و کذب قرار دے معرفت الہی کا کمال یہ ہے کہ تعالیٰ شانہ کی ذات و صفات کا علم ضروری و بدیہی اور حضوری بن جائے شان جلال و جمال اور صفت رحمت و غضب کا اذعان حاصل ہو جائے وجود باری اور قدرت الہیہ پر ایمان کے ساتھ اقرار رسالت شامل ہو کر رضا و سخط اور جزا و سزا کا وہ یقین حاصل ہو جائے جس پر طاعات کی رغبت اور معصیت سے نفرت مرتب ہو رضائے خالق کی طلب و محبت اور حق تعالیٰ کی ناراضی سے احتراز و نفرت متفرع ہو۔

دنیا میں جتنے کمالات ہیں سب زوال پذیر اور ایک دن خطاط میں آنے والے ہیں مگر یہ نعمت الہیہ اور حلاوت ایمان ہی کا خالص لازمہ ہے کہ ایسے کمال زمانہ کی رفتار سے بجائے مضاعف ہونے لگے

قوت بہتر ہے اور جو نوجوان گردشِ فلک کی بدولت مدتِ گزرتی یا وقتِ نچلتا ہے وہ نوجوان اس حالت معنویہ کے کمال میں عروج و ترقی نمایان ہوتی ہے جس زبانِ قلب کو اسکی چاٹ لگ جاتی ہے وہ اسکا چھوڑنا جانتی ہی نہیں اور جو دل اس مرض سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ اسکا شغف و عشق بڑھائے بغیر نہیں کیا
مرضِ عشق پر رحمتِ خدا کی مرضِ بڑھت گیا جو نوجوان کی

یون تو ہر محبت کا خاصہ ہے کہ قلب میں آئے پیچھے جانا دشوار ہے جو دل حب کی چاشنی سے آشنا ہو جاتا ہے اُسکے نزدیک محبوب کی محبت کا بڑھتا رہنا ہی سعادۂ نظر آتا اور حیر و صل کی یاس و امید کا بیخ و انتظار ہی سببِ راحت و آرام ہے مگر محبتِ خدا اور رسول کے لئے تو واقع میں اصل محبت ہونے کی وجہ سے گویا لازم اور بمنزلہ جزو لا ینفک ہے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر بن کر اسی ایک دروازہ کا ہو رہے اور اس جنون کا اتنا دیوانہ ہو کہ مخلوق بمنزلہ کھنکے لگے ارشادِ پیغمبرؐ ”اذکر اللہ حتی یقولوا انہ لجنون“ اسی کمالِ محبت کے تحصیل کا شوق دلا رہا ہے اور قیامِ قبلہ بقولہ ”اسی محبت میں فنا ہونے اور مر کھنے کی تعلیم دے رہا ہے
تداویت من لیلة البلیلی من الہو کما یتداوی شارب الخمر بالخمیر

جسوقتِ محبت اپنے کمال پر پہنچتی ہے تو قلبِ حجب اسکا محل و مکن ہے رضائے حق تعالیٰ شانہ کا بندہ بن جاتا ہے یہی حالت اعتدالِ کمالاتی ہے اور اسی کو قلب کی صلاحیت اور سنوڑنا کہا جاتا ہے یہی وہ حلاوتِ ایمان ہے جسکا ثمرہ بمقتضائے حدیث یہ نمایان ہوتا ہے کہ معصیت کا ارتکاب آگ میں جل مرتے سے زیادہ ناگوار گزرتا ہے۔ قلب میں محبتِ اتمیہ راسخ ہوئے پیچھے عمر بھر کے جملہ احوال میں سنتِ مصطفویہؐ کا اتباع بہولتِ ان اعضاء بدن کے معمولات اور جوارح کے طبعی حرکات و سکنات بن جاتے ہیں جو واقع میں قلب کے ماتحت ملازم اور صنعت کے آلات و اوزار بنائے گئے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ شریعت پر پختگی اور اتباعِ سنت کا سانس کی آمد و رفت کے مثل طبعی و غیر لادی بن جانا کمالِ معنوی کا وہ ثمرہ ہے جسکو ظاہری آنکھیں بھی دیکھ سکتی اور انجلا قلبی کا پتہ لگا سکتی ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کا سنت کے اتباع میں وہ ثبات قدم جسکو استقامت کہتے ہیں ایسا واضح اور عالمِ آشکارا ہے کہ محتاجِ دلیل بنانا ہے ادبی کے علاوہ گویا سوچ کو چراغ دکھانا ہے سنت کے ساتھ محبت رکھنے والے دنیا میں اور بھی ہیں مگر کل جہتِ اقلب اور سودا دل میں اس محبت کا وہ رسوخ بہت ہی کم نظر آئے گا جسکو محبت و وفائیت کہہ سکیں اور جسکا جسم پر یہ ثمرہ ظاہر ہو کہ کبھی بھول کر یا سہواً بلا قصد بھی

امر خلافت شرع کا حصہ ورنہ کسی قوم کا سردار وہی شخص بن سکتا ہے جسکو حاکم بالائے اپنی قوم کے مطابق ساری قوم میں قابلیت کے اعتبار سے افضل و اعلیٰ سمجھ لیا ہو ممکن ہے کہ انسانی تجویز میں غلطی ہو مگر خلاق عالم جس سلیم القلب بندہ کو زمانہ کے اولیاء و علماء اور دیگر عوام الناس کے جم غفیر کا مقتدا و پیشوا بنا کر بٹھائیے یہ نہیں ہو سکتا کہ اُس کا معنوی کمال دوسروں کے مساوی یا اُن سے بھی گرا ہوا ہو پس امام ربانی کا مرجع غلات اور اس زمانہ کا قطب الارشاد مہربانی پیام خداوندی ہے کہ آپ استقامت میں یکتائے زمانہ اور قلبی اعتدال کے اعتبار سے اہل عصر میں افضل و اکرم ہیں۔ امت محمدیہ میں ہر زمانہ کے اندر بکثرت ایسے نفوس قدسیہ رہے جسکو پیغمبر کی تقلید مرغوب رہی اور جنہوں نے ہر فعل و قول میں جادہ شریعت کا سلوک صواب اور سبب نجات سمجھا مگر وہ دقیق مضمون جسکو مراعات حدود اور حفظ مراتب کہا جاتا ہے کجی کے ساتھ جسدِ جبر حضرت میں دیکھا گیا سچ یہ ہے کہ کسی دوسرے میں نہیں دیکھا گیا۔ حفظ مراتب لفظ بہت ہی مختصر اور محمل ہے اس کا مفہوم سمجھنا بھی ہم جیسوں کے نزدیک مشکل امر ہے تشبیہات ہی سے کچھ تھوڑا بہت معلوم ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اُسکی عملی حالت۔ ہکا دکشوار و صعب الحصول ہونا اسی سے سمجھ لیجئے کہ ہر صدی کے متعدد طبقات و حالات والے کروڑ ہا مسلمانوں میں صرف ایک شخص کو چاہل ہوتا ہے جسکو مجدد کہتے ہیں۔

مسلمان حق تعالیٰ شانہ کا محب و متوالا جگر بھی اس سے مامون نہیں ہوتا کہ یا افراط میں اٹھے یا تفریط میں جا پڑے گو منشا کے متحسن ہونے کی بنا پر یہ نقصان معذوری کے درجہ میں داخل ہو سکتا ہے مگر ضعف پھر ضعف ہے اور نقصان آخر نقصان ہے یہ غلوب الحال سالک کتنا ہی محبت حق میں ڈوبا ہوا کیون نہ ہو اُس بندہ رضا باہوش میانہ رو مستقیم الحال ولی کے پایہ کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا جو ہر صفت محمودہ میں افراط و تفریط کے مابین کی حالت متوسطہ چنگل مارے اور ہر عمل و ہر موقع پر خالصاً مخلصاً سنت نبویہ کو دانتوں سے مضبوط تھامے ہوئے تھے یہی توسط وہ کمال معنوی اور تحفظ حدود ہے جسکا پروانہ و کذلک جعلنا کم امةً وسطاً میں امت مرحومہ محمدیہ کو رکھا گیا ہے جسکی بنا پر مقتضائے کنذخیر امةً اخراجت للناس بہترین اہم ماضیہ قرار پائی۔ اس معنوی کمال کا عطر و لب لباب سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب طہر میں رکھا گیا تھا جسکی وجہ سے آپ جہلاً نبیاً و علیم السلام سے افضل و اعلیٰ قرار پائے۔ کسی خاص صفت محمودہ میں شغف و مغوریہ سے انبیاء علیہم السلام بھی باین کمال و طہارت قلب خالی نظر نہیں آتے ہاں عالم میں اس مقدس و محصور گروہ میں ایک نسبت محییہ ہے جو اس کمال معنوی میں یکتا نظر آئی کہ جو صفت ہے معتدل ہے

اور جو کیفیت تختہ ہے متوسط ہے اگر بغض فی اللہ تھا تو اپنے محل پر اور اسی مقدار پر تھا جو مفید و مناسب ہے اور رافت و شفقت بھی تو اپنے موقع پر اور اسی حد و انداز پر تھی جو نافع اور کارآمد ہے۔

شان عہدیت آپ کا خاص زیور ہے اور محبوبیت آپ کا شاہی عطا شدہ تمنہ پس اس معنوی کمال میں کیا تائی کے بعد آپ کو و گیا نبیا علیہم السلام کی طرح خوارق عادات اور ظاہری معجزات کا دیا جانا ضرور نہ تھا بلکہ سچ پوچھئے تو مناسب تھا کیونکہ معجزات چونکہ ظاہر ہیں اس لئے انکو بصارت محسوس کرتی ہے اور معنوی کمالات چونکہ باطن ہیں اس لئے انکو بصیرت ادراک کرتی ہے ظاہر بینان دنیا کے لئے وہ مسئلہ ہے اور اہل باطن و دود بینات عالم کے نزدیک یہ دلیل و علامت انضالیستہ حق تعالیٰ نے نہ چاہا کہ لاڈلے محبوب کی نبوت ظاہرہ اہل بصارت کے اُن مدرکات سے ثابت ہو جن میں غیر کا شریک ہونا اگرچہ دوسرے زمانہ میں ہو مگر ممکن ہے یہ خلاف اس کمال معنوی کے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مثیل و شبیہ اس مضمون خاصہ میں کسی نبی اور رسول کو بھی نہیں کہا جاسکتا عوام کا سا بھی اور سہم ہونا تو معنی چہ۔

اسی طرح اولیاء است محمدیہ کہ دراصل علماء دین بحکم علماء امتی کا نبیاری بنی اسرائیل مسند نیابت پر بشکریہ صرف تبلیغ ہی کے درجہ میں مقلد و تابع نہیں بلکہ حالات و کیفیات قلبیہ میں بھی حسب استعداد نفس اس پائیدار گروہ کے پر تو اور ظل لئے ہوئے ہیں جسکی بنا پر باوجود تقدس نفس اور محبت خلاق عالم کسی نہ کسی حال میں بغیر بنظر آتے ہیں کسی پر خلق کا وہ غلبہ جو کہ سیاست ہاتھ سے جاتی رہی اور کسی پر بغض فی اللہ کا وہ قوی اثر ہے کہ رفق و رزم کا پلہ نیچا پڑ گیا۔ کہیں خوف و خشیت غالب نظر آیا اور رجا کا مشغول ہوا کسی جگہ رجا کا پلہ جھکا ہوا دکھائی دیا اور خوف کا پلہ اٹھا ہوا۔ کہیں جمال میں استغراق سنہ اور کہیں جلال میں کسی جگہ محویت و قنایت غالب ہے اور کہیں شان سیاست و انتظام خلق کوئی حالت سکر میں مست ہے اور کوئی صناعت و ہون کی صنایع میں کا شید اور متہ الا کہیں استغنا اسد ہے کہ مخلوق سے وحشت کی نوبت آگئی اور کہیں شفقت علی الخلق میں وہ افراط ہے کہ کثرت احتیاط کی بدولت اپنے اوقات کا انضباط نہ ہو سکا۔ کہیں یہ اثر ہے کہ بہار نظر پڑے تو بیہوش ہو جائیں سیاہ روشنی کو دیکھ پائیں تو آہ مادر گریہیں کہ یہ بھی ہمارے خالق جل و علاٰ شانہ کی کارگیری ہے اور کہیں محض عہدیت ہے کہ جو حکم ہوا اسکی تعمیل کے لئے طیار میں کسی کے قتل کا حکم تو گریہ نہیں اور تباہ و برباد کرنے یا جلا کر خاکستر بنا دیئے کا امر ہو تو انکار نہیں بس اُن کا مشرب ہے کہ ع

سر تسلیم خم ہے جو مزاج پاد میں آئے * شعر
ہر گل کی بواگ ہے وضع دادا جدا ہے کیا فیض بخش و دلکش نگار مصطفیٰ ہے

تیرہ سو برس سے عالم میں ہر صدی کے اندر علماء ربانیت میں ایک مقدس نفس ایسا ضرور پیدا ہوا ہے جسکے سر پر روحانیت محمدیہ پر تو انگن ہوئی اور نسبت عبدیت نے قلب پر پناہ رنگ بجا یا وہ شخص اولیاء زمانہ کا سرتاج اور محبوب رب العالمین کا محب و محبوب بنا اور کمال درجہ خشکی کے ساتھ تلخ و متبع سنت مرشد عالم نائب رسول راہبر خلق بگردنیا میں آیا کمال عصر کی اصلاح حال کرے اور بعد از خدا بزرگ تو فی قصہ مختصر کا کچھ نمونہ دوبارہ دکھا جائے۔ چونکہ حضرت امام ربانی ایسے آشوب زدہ اور پر فتن زمانہ میں تشریف لائے تھے جسکی بد حالی اپنے پیغمبر سے تیرہ سو برس بعد وجود میں آنے کی وجہ سے بہت ہی بڑائی تھی استعدادات پر ضعف غایت درجہ چھا گیا تھا حاذق طبیعے متفرد تو خوش چھیل گیا تھا روحانی امراض کی ادراک کرنے والی قوت قلبیہ گویا بالکل زایل ہو چکی تھی اسلئے اعتدال حالات اور توسط و میانہ روی میں کچھ اسدرجہ آپکو استقامت عطا کی گئی تھی کہ بیان ہونا دشوار پڑ گیا بجز اتباع سنت کے کہ یہی معنوی کمال کی جڑ اور اصل ہے دوسری کسی حالت کا کبھی آپ پر غلبہ نہیں ہوا۔ آپکی سلامت روی اور سادگی کچھ اسدرجہ بڑھی ہوئی تھی کہ ظاہر پرست کرامت پسند مخلوق کا آپکو ولی سمجھنا دشوار تھا چہ جائیکہ سرتاج اولیاء یا مرشد عالم خلاصہ عصر شیخ سمجھا جائے آپ کے معمولی حرکات اور روزمرہ کے معمولات پر جسوقت نظر ڈالی جاتی ہے تو ہر فعل کا نمونہ نبوی سوانح میں نکلتا ہے جسکو تطبیق کے ساتھ بیان کر نیکے دفتر چاہئے اور حق تو یہ ہے کہ پھر بھی حق ادا نہیں ہو سکتا جو کچھ میں عرض کر چکا یا اب کرونگا اسکو پڑا کر ناظرین اور اوراق بشرط فہم و دقیقین کر لینگے کہ سب اس کمال معنوی کا ثمرہ ہی جو مذہب سلام میں اصل کمال سمجھا گیا ہے اور جسکے سامنے کشف و کرامات کے ہزار ہا قائل ہیچ در ہیچ اور لاشے محض ہیں اور جنکی زبان قلب اس چاشنی سے آگاہ ہی نہیں اُنکے لئے تطبیق و تشبیل بھی غیر مفید اور بیکار ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تحریر فرماتے ہیں جب بندہ نے حج کا ارادہ کیا تو باوجود حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت و رخصت حاصل کر آنے کے عین روانگی کے دن بذریعہ تحریر میں نے حضرت کو اطلاع دی کہ بندہ آج روانہ ہوتا ہے آپ کے پاس سے جو تحریر آئی اُمید میں یہ بھی لکھا تھا کہ وہاں حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر مجھے بھی یاد رکھنا اور اُسکے بعد یہ شعر مسطور تھا۔

چو با حبیب نشینی و بادہ پیائی بساد آر مجبان باد پیارا

یہ اتباع ہے اُس مضمون کا کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عمرہ کی اجازت بارگاہ رسالت سے چاہی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا کہ ”بھائی وہاں حاضر ہو تو وہاں کے اندر ہمیں مست بھول جانا۔“

مرواجی حکیم محمد اسماعیل صاحب گنگوہی نے ایک قفسہ آپ کی معین لکھا اور چونکہ مورد عنایات ہونے کی وجہ سے بے تکلف زیادہ تھے اسلئے ہر چند حضرت نے سنتے سے متفرظا ہر فرمایا مگر انہوں نے باصرار سُنیایا جب ختم کر چکے تو آپ جھکے اور زمین سے خاک اٹھا کر انپر ڈال دی انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میرے کپڑے خراب ہو گئے آپ نے فرمایا ”منہ پر مع کر نوا کی یہی جزا ہے میں کیا کروں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے ایک بار آپ فرمانے لگے کہ میں حج کے لئے روپیہ جمع کیا کرتا تھا پچاس ساڑھ ہو گئے تھے انہیں وزن میں پھیلا وزن نے تجارتی شرکت کی ایک کوٹھی کھولی میں نے بھی اپنا روپیہ انہیں داخل کر دیا۔ ماشاء اللہ کوٹھی والوں کا دوا لہ نگلیا میں نے اپنا روپیہ حاف کر دیا۔“

ایک شخص سہارنپور سے آئے اور عرض کیا کہ حضرت میرا لڑکا بہت بد چلن ہے مگر والے سب مال و اسباب تقسیم کرانا چاہتے ہیں مشورہ لینے آیا ہوں کہ تقسیم کر دوں یا نہیں آپ نے فرمایا ”نہیں تم اپنی زندگی میں کسی کو مت دو اگر دیدیا تو پھر تنکو کوئی بھی نہ پوچھنے کا ذلیل ہو جاؤ گے“ اسکے بعد فرمایا ”بد چلنی بھی ایک مرض ہے اور مرض کے لئے سورہ فاتحہ کافی ہے کسی برتن میں لکھ کر گھول کر پلایا کرو۔“

چونکہ یہ صاحب سہارنپور سے آئے تھے اور انہیں آیامین مظاہر العلوم کا سالانہ جلسہ ہوا تھا اسلئے اس قفسہ کے بعد آپ نے اُن سے دریافت فرمایا کہ مظاہر العلوم کے جلسہ میں کیا چندہ ہو گیا؟ یہ پوچھا۔ جسے جلسہ میں شہر کی ایک زمین تھی جس پر ایک کھیت تھی اسے پتہ تھا کہ یہ زمین آخر کتنے لکھ حضرت میں جلسہ میں نہیں گیا تھا اس جواب کو سن کر آپ کو صدمہ ہوا اور رنج کا اثر چہرہ مبارک پر ظاہر ہوا۔ یہ حالت دیکھ کر انہوں نے معذرت کی کہ حضرت اس وقت میرے پاس کچھ دینے کو نہ تھا اسلئے جلسہ میں جانا نہ ہوا آپ نے فرمایا ”میان اگر دینے کو نہ تھا وہاں شامل تو ہو جائے کوئی کلمہ الخیر کہہ دیتے آجکل معلوم بھی ہے دین اسلام کی کیا حالت ہے؟“

نوی ابو النصر صاحب کی زمین آپ کے دو لکھ کے متصل تھی ایک بار انہوں نے عرض کیا کہ

اُس زمین کو اپنے گھر میں لے لیجئے اس سے مکان میں وسعت ہو جائیگی آپ نے جواب دیا بھائی میں نے اپنے دن پورے کر چکا مجھے اسکی ضرورت نہیں اسکے بعد اُنکی دلہری کے لئے ارشاد فرمایا میں انکار نہیں کرتا مسعود احمد سے پوچھو لین بنائیں۔

ایک دن پیر زادگان گنگوہ کی خوش استفادگی کا ذکر تھا حضرت نے کسی شخص کا نام لیکر فرمایا کہ اُن شخص کے روضہ کی جو کھٹ کو محل یا کسی اور کپڑے سے منڈہ دیا تھا کسی کا پاؤں جو جو کھٹ پر پڑ گیا اردن اسپر بہت خفا ہوئے کہ بے ادب دیکھتا نہیں " حالانکہ حضرت شیخ کے وقت میں اُسکا کچھ وجود نہ تھا وہ حجرہ جس میں حضرت شیخ اٹھارہ برس تک عبادت کرتے رہے اُسکی یہ قدر دانی تھی کہ دھویوں کے گدھے اسمین بند ہتے تھے حضرت شیخ کی کافیہ لکھی ہوئی اردیوں میں پڑی پھرتی تھی سب اسپر پیشاب کرتے تھے پھر مقام ابراہیم کا ٹکڑہ جو حضرت کے پاس تھا اُسکی نسبت ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ایسی چیز ہے کہ اگر شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ موجود ہوتے تو وہ بھی اُسکی زیارت کو آتے "۔

حضرت امام ربانی تبرکات کے نہایت قدر دان تھے جن تعالیٰ نے آپکو تبرکات بھی وہ عطا فرمائے تھے جسکا دوسری جگہ وجود نہ تھا مقام ابراہیم جسکی زیارت سے حرم محترم میں بھی ہزار ہا مخلوق محروم رہتی ہے اور اگر زیارت ہوتی ہے تو عموماً رشوت دیکر جو مصیبت ہے اُسکا ٹکڑا آپ کے پاس تھا جسکو خدا م کی خواہش پر آپ صندوقی سے نکالتے اور پانی میں ڈالکر نکال لیتے اور پانی کو جمع پر تقسیم کر دیا کرتے تھے اس اہل تبرک کی آپکو اسد رحمت و قدر تھی کہ کبھی معتبر سے معتبر خادم کے بھی حوالہ نہیں فرمایا جسوقت آپ اُسکی زیارت کرتے تو سرسنگ باغ باغ ہو جاتے تھے بمقتضائے واما بعد تہ ربانی فضل آپ نے بار بار یہ الفاظ فرمائے کہ مجھے جن تعالیٰ نے وہ شے عطا فرمائی ہے جو دوسرے کے پاس نہیں ہے۔ آپ کے پاس بیت اللہ زاد با اللہ شرفاً و تعظیماً کی مقدس جو کھٹ کا چھوٹا سا ایک ٹکڑا بھی تھا اُسکی محبت و قدر دانی بھی اسی وجہ کی تھی بلکہ شاید اس سے بھی کچھ زیادہ۔

اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کا عطا فرمایا ہوا جوتہ بھی آپ کے پاس تھا یہ بھی انہیں تبرکات کے صندوق میں رہتا تھا جسوقت آپ اُسکو نکالتے تو اول خود دست مبارک میں لیکر اپنی آنکھوں سے لگاتے اور پھر بیکے بعد دیگرے دوسرے کو سر پر رکھنے کا موقع عطا فرماتے تھے اسوقت آپ پر ایک خاص کیفیت ظاہر ہوتی اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ اُسکو کئی سال حضرت نے پہنا اور پھر مجکو خصوصیت کے ساتھ عطا

فرمایا تھا جو شخص لیکر آیا تھا اس سے یوں کہنا بھیجتا تھا کہ اسکو پہتا سو بھی کبھی تعمیل ارشاد کو پہتا کرتا ہوں
تبرک ہے رکھ چھوڑا ہے۔

افراط و تفریط دونوں سے بچے ہوئے تبرکات و اقصیہ کی محبت و تعظیم قدر شناسی حسب حرمین جب
شیخ حفظ مراتب جیسا حضرت قدس سرہ کے یہاں دیکھا گیا دوسری جگہ کم نظر آئیگا۔ آپکی سخاوت اسدرج
مغنی تھی کہ ہر وقت پاس رہنے والے خدام کو بھی کبھی کبھی پتہ لگ جاتا تھا ورنہ جو کچھ آپکا دہنا ہاتھ فرج
کرتا اسکی اطلاع شاید بائین ہاتھ کو بھی نہ ہوتی تھی آپ نے اپنے کنبہ اور اقارب میں بہتری راڈ بیوہ
مورتون اور تیمای کی خبر گیری اپنے ذمہ لے رکھی تھی مگر اس طرح کہ کو اپنی احتیاج اور قابل سلوک ہونکی
اطلاع سے ملال نہونے پائے صلہ رحمی کے لئے ضرورت ہے رشتہ اور قرابت سے واقفیت کی جبکو
علم الانساب کہا جاتا ہے سو اکثر دیکھا اور سنا گیا کہ آپ نے اپنی کئی کئی پشتون کا سلسلہ بیان کیا اور
دور دور کے رشتہ داروں کا اپنے ساتھ تعلق قرابت ظاہر فرمایا۔ انکو حضرت امام ربانی کے ساتھ اپنے
رشتہ داری کا غالباً علم بھی نہو مگر حضرت فرمادیا کرتے تھے کہ فلان بن فلان بن فلان اتنے واسطوں
میرا رشتہ دار ہے۔ رامپور حالانکہ آپ کے دادا نے چھوڑا تھا مگر داد بیال کے تمام کنبہ اور برادری کے
نام آپکی نوک زبان تھے اور جب کوئی رشتہ دار کتنا ہی بعید علاقہ والا کیوں نہورا مپور سے گنگوہ آتا تو آپکے
چہرہ پر اسکے ملنے سے خاص بشاشت پیدا ہوتی اور ہمدردی ظاہر ہو کر کرتی تھی احسان و سلوک میں آپکی
عادت نہایت متوسط اور محمود تھی بخل و اسراف کی کسی جانب کو مطلق غلبہ نہ تھا ایک مرتبہ آپ ارشاد
فرمانے لگے کہ جب ہمارا قافلہ حج کے واسطے دوسری مرتبہ مکہ معظمہ گیا تو مولوی محمد قاسم صاحب کی عادت
روزمرہ کی یہی ہوگئی کہ ہر روز بلاناغہ دو چار آدمیوں کو کھانے کے وقت دسترخوان پر لا بٹھائے سبیل دی
بھوکے رہنے لگے میں نے کہا کہ بھائی اپنا اپنا کھانا آپ پکاؤ اور کھاؤ بعدہ مولوی صاحب مرحوم سخت
بیار ہو گئے اور مجھے تنہا بلا کر کہا کہ مجھے اپنی زندگی کی امید نہیں ہے اور میرے ذمہ سات سو روپے قرض
ہو گئے ہیں اگر میرا انتقال ہو جائے تو یہ روپیہ تمرا دکر دینا سوائے تمہارے مجھے اور کسی سے اسکی ادائیگی
کی امید نہیں ہے میں نے کہا حضرت بہت اچھا اسی وقت میں نے وہ رقم ادا کر دی اور وہ صحت پاکر
واپس بھی آگئے بس اسکے بعد کچھ نفرمایا کہ وہ روپیہ مولانا سے لیا یا نہیں۔

آپکی متوکلاہ گزراں اور اسباب معیشت سے بالکل عین علیحدگی سید امین کلین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

زور
دینا

علیہ وسلم کی ایام گزری کا وہ نمونہ تھا جو ہر چھوٹے بڑے کو معلوم ہے لجاجت و طلب مال اور طمع کا شائبہ بھی آپ میں نہ تھا جس کا نام زہد ہے اس کی حالت معتدلہ پر جیسا آپ کا قلب مبارک شتمل تھا اس کی نظر اس زمانہ میں ملنی مشکل ہے عام متوسلین کی چونکہ خیال و وسوسہ تو کس شمار میں ہے جب آپؐ ریسہ بھوپال کی سمیت قبل فرما رہے تھے تو اول پیشہ رط لگائی تھی کہ میرے ساتھ مالی سلوک نہ کریں۔

ایک مرتبہ طب کا تذکرہ تھا فرماتے لگے کہ سل کے مریض کو ایک شخص کے سوائے کہین اچھا ہوتے نہیں دیکھا سرجی نور الحسن لنگوی کا نام لیکر فرمایا کہ وہاں پہاڑ پر تھے وہیں بیمار ہوئے اور سخت بیمار ہوئے لوگ انکو لانے گئے وہاں کے ڈاکٹر نے کہا کہ یہ تو یہاں سے اترتے اترتے مر جائیں گے غرض کسی طرح وہ لنگوہ آئے اور میرا علاج شروع ہوا۔ میں انہیں دیکھنے جایا کرتا تھا دیکھتا دیکھتا کہ وہ سب برتن جلاد کر دیئے جاتے اور جگہ صاف کر دی جاتی تھی مگر تب بھی بدبو سے برا حال ہو جاتا تھا۔ غرض وہ اچھے ہو گئے اسکے بعد وہ ریاست پٹیار میں لوکر ہوئے وہاں راجہ کے متعلقین میں کسی کو یہ مرض ہوا انہوں نے مجھے لکھا کہ اگر آپ یہاں تشریف لائیں تو بہت کچھ فائدہ ہوئے انکو لکھ دیا کہ میں ایسے فائدہ پر جوتے لگتا ہوں مریض کا بھی چاہے تو یہاں آوے جہاں تک مجھے ہو سکیگا علاج کر دوں گا۔

زہد و تقویٰ صیت اسے مر د فقیر لاطع بودن ز سلطان دایم
انکسار اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی تقریر سے اپنی خوبی کا کچھ بھی اثر ظاہر ہوا تو معاً اس کی تردید فرماتے اور اپنے سے اُس انتساب کی نفی فرمادیا کرتے تھے ایک بار حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے فرقہ کا تذکرہ فرما رہے تھے کہ پچاس برس حضرت کے بدن پر رہا ہے اُسی ضمن میں فرمایا اسی حجرہ میں حضرت شیخ اور شیخ جلال تھامسری رہا کرتے تھے بیچ میں دیوار تھی سو کمان تو فقر کا یہ حال تھا اور اب اُسی حجرہ میں دنیا بھری پڑی ہے۔

جن ایام میں غالباً سرحد پر جنگ واقع ہوئی ایک دن عشا کی نماز کے بعد حضرت ملکی سی دلائی اور مے چار بابی پر استراحت فرما رہے تھے چند خدام پاؤں دبا رہے تھے اُن میں سے ایک طالب علم نے جو ذرا بے تحلف دریا فک کیا کہ ”حضرت اس لطائی کا کیا انجام ہوئے والا ہے“ حضرت نے ترشی کے ساتھ میا ختمہ جواب دیا ”میں کیا جانوں مجھے تو دلائی میں سے تمہارا منہ بھی نظر نہیں آتا۔“

مذہب اسلام کا پاس و لحاظ اور کافر و مسلم کا فرق مراتب آپ کی طبیعت عادت تھی۔ ایک مرتبہ عصر کا وقت تھا

حضرت امام ربانی مین چار پائی پر تشریف فرما تھے سانسے پور بئرخ دوسری چار پائی پڑی تھی اسپر بانی
کی طرف آپکے خادم منشی تفصل حسین صاحب بیٹھے تھے حضرت تسبیح پڑھ رہے تھے یکایک آپ نے منشی صاحب
سے خطاب فرمایا کہ سر ہائے کو بیٹھ جاؤ یہ تکلف سمجھو اور بلحاظ ادب عرض کیا کہ حضرت آرام سے بیٹھا ہوں اسپر
آپ نے جھک کر بتا کید فرمایا کہ سر ہائے بیٹھو اس وقت انکو تعیل کرنی پڑی چند ہی منٹ گزرے تھے کہ ایک ہندو
ساہوکار آیا خادم کے سر پر مٹھائی کی مٹھالی تھی اور شاید کچھ نقد بھی تھا زمین جب سامنے آیا تو اس نے بھکھک
سلام کیا اور منتظر رہا کہ بیٹھنے کی اجازت ملے مگر اسکی نوبت ہی نہیں آئی وہ کڑا ہی تھا کہ حضرت نے پوچھا لا
تمہاری لڑکی کو آرام ہے ؟ اس نے عرض کیا حضور کے صدقہ سے بالکل آرام ہے اسی خوشی مین تھوڑی
سی مٹھائی خدام کے لئے لایا ہوں آپ نے فرمایا اسکی کچھ حاجت نہیں غرض معلوم نہیں کہ آپ نے
واپس فرمادی یا وہین طلبہ کو بانٹ دی منشی تفصل حسین صاحب فرماتے ہین اسوقت مین سمجھا کہ پائینتی
اس مینیہ کے لئے چھوڑائی گئی تھی۔

حضرت امام ربانی کی سواخ شریفہ پر نظر ڈالنے سے عقل کو ایک حیرت پیش آتی ہے اور خصوصاً اس بات
پر تعجب بھی ہوتا ہے کہ جو حالت استقامت آہستہ آہستہ اور تدریجی طور پر حاصل ہوا کرتی ہے حق تعالیٰ شانہ نے
اُنکو ابتداء ہی مین عطا فرمادی تھی مقبولان خدا صاحب دلون کی سواخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرب الہی
کے طلبکار بندون نے جسدن اس راستہ مین قدم رکھا اور اوپر چڑھنا شروع کیا تو بقدر لصب مقدم انکو حصہ
ضرور ملا درجہ بدرجہ ترقی کرتے اور مراتب عالیہ پر فائز ہوتے گئے یہاں تک کہ جب طاعات سے طبع کو ایسی
رغبت حاصل ہو گئی جیسی طبعی پسندیدہ غذاؤن سے ہوتی ہے اور معصیت سے طبیعت کو وہ نفرت ہونے
لگی جو نجاست اور گندگیون یعنی قاذورات اور طبعی مکروہات سے ہوتی ہے تو اصل نسبت حاصل ہوئی جو اصل غرہ
محبت خدا و رسول ہے اسکے بعد اس حالت پر جاؤ اور ثبات قدم لصب ہوا جبکہ استقامت کہتے ہین اب
کی کیفیت ہونی کہ قنات اور تغیر ہونے والے زمانہ مین لاکھ تغیر ہون مگر انکا اپنی لذت و کیفیت مین مصروف رہنا
کسی پہلو پٹا نہیں کھاتا خدا کی بے نیاز شان کا کرشمہ ہے کہ جو مضمون لاکھ برس کے مجاہدہ مین حاصل ہو جانا
بھی ارزان ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ کو ابتداء مین عطا فرمادیا گیا پس آپکی سواخ مین اگر کوشش بھی
کی جائے کہ واقعات جدیدہ سے ناظرین کو مسرور بنائین تو مشکل ہے آپکی حالت معتدلہ اور آپ کے قلب
سلیم کی استقامت و یکنگنی نے ساری سواخ کو اتنی بات مین محدود کر دیا ہے کہ ابتداء سے انتہا تک لصب

اوقات اور پابندی معمولات و اتباع سنت مصطفویہ کی ہمیشہ حالت یکسان رہی آپ کی ذاتی کیفیات ظہر
 یمن نہ کبھی فرق آیا اور نہ جدت نمودار ہوئی جو زمانہ دوسروں کے تغیر حالات اور وقت قضائے لکڑیوں
 طبقہ عام و طبیعت اُس عروج و ترقی کا تھا جسکو بصارت ظاہری بھی ادراک و امتیاز کر سکے حضرت امام
 ربانی کے لئے وہ زمانہ اپنی استقامت حاصلہ پر بقا و ثبات اور اتباع سنت پر مداومت و موظمت کا
 تھا جس میں باطنی ترقی جسکا تعلق بصیرت سے ہے دن بدن بلکہ لحظہ فلحظہ اُس حد پر پہنچ رہی
 تھی جسکا علم سوائے حق تعالیٰ کے دوسرے کو حاصل نہیں۔

بجز اسکے کہ یوں عرض کر دیا جائے حضرت امام ربانی کا قلب خلقی اور فطری طور پر مصیبت و محبوبیت
 حق جل و علی کا اہل اور شہید تھا اور آپ اس صدی میں لہجائی پیغمبر کے طریقہ مرضیہ کو عملی صورت
 میں دکھانے کے لئے دنیا میں بھیجے گئے تھے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ واقعات جو کچھ لکھے جاتے
 ہیں سب اسی اصل کی فروغ ہیں اگرچہ عنوانات مختلف ہیں اور حالات جو کچھ بیان کئے جاتے ہیں
 معنی سب اسی پر متفرع ہیں گو صورتیں متعدد اور جدا جدا ہیں۔

آپ کا تختہ راپی احتیاط اور عالم الاسباب میں اپنے خالق کے قائم فرمائے ہوئے نظام پر کاربندی
 وہ عجیب خصلتیں ہیں جنہوں نے عبدیت کے اعلیٰ طبقہ پر آپ کو ممتاز کیا تھا ایک مرتبہ کوئی عرب آپ کی
 خدمت میں حاضر ہوا آپ نے خانقاہ میں اُسکو ٹھہرنے کی اجازت نہ دی اُس نے شہر میں بہتیری
 شکایتیں کیں اور بد زبانی و گستاخانہ الفاظ سے آپ کو یاد کیا یہاں تک کہ بعض خدام کے قلوب میں بھی
 وسوسہ پیدا ہوا کہ ایسی بے مروتی کیوں کی گئی حضرت امام ربانی اُس خادم کے وسوسہ پر مطلع ہوئے
 اور چونکہ طالب کی اصلاح ضرورت تھی اسلئے ادھر ادھر کے تذکروں میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ”زاین سنگہ
 سابق الشیخ گنگوہہ جیسے کہ گیا تھا کہ عرب ولایتی و اعظم مولوی اور ناسعولم پر دیسیوں سے بہت احتیاط
 رکھتا یہ لوگ عموماً جاسوس اور خفیہ پولیس کے لازم ہوتے ہیں چنانچہ ایک عرب کے پاس سے جاسوسی
 کی بیاض بھی برآمد ہوئی اسلئے میں ایسے لوگوں سے احتیاط رکھتا ہوں اور خانقاہ میں ٹھہرنے نہیں دیتا
 اسمعیل عرب کو بھی اسی لئے یہاں جگہ نہ دی کسی نے عرض بھی کیا کہ حضرت اسمعیل نے سنا ہے
 شکایتیں کیں آپ نے فرمایا خیر جی نہیں کسی کی شکایت سے کیا ڈر۔

دنیا میں ہر جیل انسان کو اہل دنیا کی حالت معلوم ہوتی ہے اسوقت سنبھلتا اور تجربہ حاصل کرتا ہے

جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت صرف دین کی حیات عطا فرماتے ہیں محدود نہ تھی بلکہ آپ نے مزرعۃ الآخرة کی مستعار زندگی کے بآرام گزرنے کا طریقہ بھی دین کے ساتھ تعلیم فرمایا ہے اسلئے نسبت محمدیہ سے تنفیض ہونے والے اولیاء اللہ بھی کبھی اُن احتیاطوں سے غافل نہیں ہوتے جنکو سبب ہونے کے درجہ میں دنیا کی کلفت یا اذیت کے بچاؤ میں داخل ہے۔ جس زمانہ میں شاہ سلطنت خداداد یعنی سلطان حبیب اللہ خان والی ملک افغانستان نے خاص اپنے سفیر تجارت متعینہ پشاور کے ہاتھ پانچزار روپیہ کی خدمت میں بھیجا اور سفیر صاحب سہارنپور سے گنگوہ کا کچا راستہ دقت کے ساتھ قطع کر کے حاضر آستانہ ہوئے تو حضرت امام ربانی نے نذر قبول نہیں فرمائی اور نہ سفیر سلطنت کو خانقاہ میں ٹھہرنے کی اجازت دی ہاں فرمان پڑھوایا اور سنا اُس میں لکھا تھا کہ ”بیخ ہزار روپیہ بندگان عالیٰ میں پیش کرتا ہوں آئندہ ہر سال اتنی رقم نثار آستانہ ہوتی رہے گی اسکو قبول فرماؤ میں اور معاوضہ اسکا صرف دعا ہے۔“ سفیر مدد و خ کا خانقاہ میں نہ ٹھہرا ناگو اکثر خدام کے بیخ اور تعجب کا باعث ہوا مگر روز سلطنت خوش خسروان و اند جو حکمتیان اور راز میں پوشیدہ تھیں وہ تو حضرت ہی کو معلوم تھیں بشاہر ایک بڑی مصلحت اس میں یہ بھی تھی کہ دشمنوں کو موقع ملیگا کہ گورنٹ کے کان بہرین اور بغاوت کے الزام لگائیں دنیاوی پادشاہ اور دینی سلطان کے مابین مخلصانہ برتاؤ پر نظر کرنا مشکل ہے صورتہ یقین کی وابستگی کا اظہار ایذا رسانی کا سبب ہو جائیگا اور کم سے کم اُس بہترین مشغلہ میں کسی نہ کسی درجہ خلل انداز ضرر ہوگا جس میں آپ خلوت خانگاہ گنگوہ کے اندر بیٹھے ہوئے مشغول تھے چنانچہ بعض خدام سے آپ نے فرمایا بھی کہ ہلاک یا والی اسلام سے بحیثیت دین جو قلب کو علاقہ ہے وہ ہے گزند کے قبول کرنے سے بڑی مصرت کا اندیشہ تھا میں تو ابی گزرا چکا مگر میرے لوگوں پر بدگمانی ہو کر جانے کیا کیا مصیبتیں پڑتیں۔

سفیر نے جب اگلے دن واپسی کا قصد کیا اور رخصتی سلام کو حاضر ہوئے تو درخواست کی کہ اسیر کبھی یقین نہ کر سکے کہ میں گنگوہ پہنچا اور حضرت نے نذر واپس فرمائی اُنکو ضرور یہ خیال ہوگا کہ گھر بیٹھے بات بنادی اسلئے میرے حاضر خدمت ہونے کی رسید عطا فرما دیں کہ بارگاہ سلطانی میں پیش کر دوں ورنہ نوکری کے ساتھ میری جان بھی جاتی رہے گی اسوقت آپ نے سلطانی فرمان کا جواب فارسی زبان میں لکھوا کر قاصد کے حوالہ کیا اور رخصت فرمایا اس جواب کا مضمون نہایت مختصر تھا اور صرف اتنا ظاہر کیا گیا تھا کہ بحیثیت اسلام مجھے آپ سے تعلق ہے اور میرا دل آپکو ہمیشہ دعا دیتا ہے خصوصاً جو وہ حالت محبت اسلام اور قدر و منزلت

علم کی خبریں سنکر میں بہت خوش ہوتا ہوں حق تعالیٰ برکت عطا فرمائے آپکی نذر پہنچی مگر جو نیکو میں بڑا ہو گیا ہوں اور حق تعالیٰ نے مجھے بہتیرا کچھ دے رکھا ہے جمع کر کے کیا کروں گا اسلئے واپس کرتا ہوں کسی دوسرے مصرف غیر میں خرچ کر دیا جائے اور مجھے ہر حال دعا گو سمجھے۔“

احتیاط و تحذیر کے علاوہ زہد و استغنا عن الخلق کے لئے آپکی عمر بھر میں یہ ایک واقعہ کافی تھا مگر جن لوگوں نے آپ کے زہد کو رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں دیکھا ہے ان کے نزدیک آپکے زہد کی مثال میں یہ قصہ نقل کرنا مناسب بھی نہیں ہے۔

جس طرح مسائل شرعیہ اور احکام آئینہ میں مکتون کا ڈھونڈنا اور معلوم ہو جانا ضرور نہیں اسی طرح اولیاء اللہ کے حرکات و افعال کی مصلحتیں ہر شخص پر کھلیانی لازمی نہیں ہیں۔ جبکہ ایک عاقبت اندیش اور مدبر دنیا دار شخص کی طرف یہ گمان ہے کہ وہ بلا کوئی گہرا فائدہ سوچے قدم نہیں اٹھاتا پھر عالی افہام اور منجلی عقول والے صاحب دلوں کے معمولات کا کیا پوچھنا؟ ہونہیں سکتا کہ ان حضرات کا کوئی کام صحت دینیہ سے خالی ہو اگرچہ ہم ناقص عقل دنیا داروں کی سمجھ میں نہ آئے اسی لئے بزرگان دین کے اقوال و افعال پر اعتراض اور دار و گیر سے قلباً و لساناً اشتراک و تصوف میں عین ادب اور شہر فیضان سمجھا گیا ہے پس کچھ ضرور نہ تھا کہ وہ اسود مباحہ جو حضرت امام ربانی سے ظاہر ہوتے تھے انکی حکمتیں مصلح اور آموزہ دوسروں پر ظاہر ہوں یا کوئی شخص معلوم کر نیکی خواہش کرے اور اسکو بتادی جاوین مگر پھر بھی حضرت کی سوانح شریفہ اس سے ہماری ہوتی ہے کہ آپ اپنے خدام کو تہذیب و توسوس یا تعجب و تحیر میں ڈالے رکھنا پسند نہیں فرماتے تھے اہمیت پا کر وجہ بیان فرماتے اور خطرات کو متادیا کرتے تھے ایک مرتبہ اُستازی مولانا عبدالمومن صاحب حاضر خدمت تھے دل میں دوسو سو گداز کہ بزرگوں کے حالات میں زہد اور فقر و تنگدستی غالب دیکھی گئی ہے اور حضرت کے جسم مبارک پر جو لباس ہے گو سبوح و شروع ہے مگر بیش قیمت ہے“ حضرت امام ربانی اسوقت کسی شخص سے باتیں کر رہے تھے دفعۃً اوپر متوجہ ہو کر فرمایا کہ ”عرصہ ہوا مجھے کپڑے بنانے کا اتفاق نہیں ہوتا لوگ خود بنا بنا کر بھیجتے ہیں اور اصرار کرتے ہیں کہ تو ہی پہننا انکی خاطر سے پہنتا ہوں چنانچہ اسوقت بدن پر جتنے کپڑے ہیں سب دوسروں کے ہیں اور دستار میں چند روز بعد اپنے اپنے کپڑے آکر لچائیں گے اور جب خود بنا تا تھا تو گٹھڑے اور دھو تر ہی کے بنایا کرتا تھا“ یہ فرما کر پھر پہلے شخص کی باتوں میں مشغول ہو گئے حاضرین

تو یہ تقریب محل اور جگہ معترضہ معلوم ہوئی مگر مولانا کی جتنے خطرہ نفس کا جواب تھا ندامت پیشانی پر پسینہ آگیا۔ سچی تواضع اور انکسار نفس جتنا امام ربانی میں دیکھا گیا دوسری جگہ کم نظر سے گزر چکا حقیقت میں آپ اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھتے تھے بحیثیت تبلیغ جو خدمت عالیہ آپ کے سپرد کی گئی تھی یعنی ہدایت و رہبری ان کو آپ انجام دیتے بیعت فرماتے ذکر و شغل بتلاتے نفس کے مفاسد و قبائح بیان کرتے اور معالجہ فرماتے تھے مگر بایں جہد اس کا کبھی وسوسہ بھی آپ کے قلب پر نہیں گزرتا تھا کہ میں عالم ہوں اور یہ جاہل میں سپر ہوں اور یہ مرید میں مطلوب ہوں اور یہ طالب مجھے اپنی فوقیت ہے اور میرا درجہ ان کے اوپر ہے کبھی کسی نے نہ سنا ہو گا کہ آپ نے اپنے خدام کو خادم یا متوسل یا مسترب کے نام سے یاد فرمایا ہو ہمیشہ اپنے لوگوں سے بغیر فرماتے اور دعائیں یاد رکھنے کی ضرورت اپنے لئے طالبین سے بھی زیادہ ظاہر فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ تین شخص بیعت کے لئے حاضر آئے تھے آپ نے ان کو بیعت فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا کہ تم میرے لئے دعا کرو میں تمہارے لئے دعا کروں بعضا مرید بھی پیر کو ترالیتا ہے۔

یہ عمل ہے اُس حدیث پر جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری امت کو عام حکم فرمایا ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان بھائی سے دعا کرانی چاہئے کہ اپنے نفس کی نیت دوسرے کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ آپ حقیقت میں اپنے آپ کو خدام بلکہ عام مسلمانوں کی دعا کا جتنا حاجت مند سمجھتے تھے شاید عام خدام اپنے آپ کو آپ کی دعا کا اتنا محتاج نہ سمجھتے ہوں منصب تعلیم و ارشاد میں آپ اپنے آپ کو مامورین اللہ اور خدام و متبع رسول اللہ سمجھ کر مرید فرماتے اور بقضائے سید القوم خادمہ آپ کی یہی خدمت آپ کو سردار بنائے ہوئے تھے مگر خادمیت کا اذعان اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ اسکی بدولت مخدومیت کے حصول کا خطرہ بھی کبھی آپ کو نہ ہوتا تھا۔ تینوں مریدوں سے دعا کی درخواست کے بعد آپ نے ایک قصہ نقل فرمایا جس سے اپنی احتیاج کی واقعیت اور طلب نجات و رضائے حق کی ضرورت میں اپنا دوسروں کے مساوی ہونا اچھی طرح ظاہر فرمایا جس کا نام تواضع ہے آپ نے ارشاد فرمایا ”شیخ صنعان بڑے کامل ذلی تھے ایک دفعہ معذمرہ مریدان حج بیت اللہ کو روانہ ہوئے راستہ میں کسی شہر پر گزرے تو ایک عیسائی عورت طلبیعت الہی سب اعمال چھوڑ چھاڑ اسکے درپر ہو بیٹھے جب اُس نصرانیہ کو خبر ہوئی تو اُس نے کہا ابھی جا کہ چار شرطیں منظور کرو تو مجھے حاصل کر سکتے ہو انہوں نے شرائط دریافت کیں نصرانیہ نے کہا اول تو زنا رہنود دوم قرآن مجید کی بے ادبی کرو تیسرے میرے سوردن کو چرانا ہو گا چوتھے شراب پینی پڑیگی۔ شیخ صنعان نے قرآن مجید

کی بے ادبی تو گورا کی نہیں باقی تینوں شرطیں مان لین اور وہ نصرانیہ آملی۔ مریدون نے جب پیر کا حال دیکھا تو چھوڑ چھاڑ چلے گئے کچھ تو مکہ چلے گئے اور باقی اپنے اپنے گھر واپس ہو گئے۔ مکہ جانے والوں نے حج کیا اور حج کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوئے وہاں شیخ صغنان کے مرید تھے عطاران سے بھی ملے اور مرشد کی تباہی بیان کی انہوں نے کہا ”افسوس تم نے بُرا کیا کہ انکو چھوڑ کر چلا آؤ جب پیر کی بد حالی دیکھی تھی تو شکوہ چاہئے تھا کہ اصلاح کی فکر کرتے اور ان کے لئے دعا مانگتے کہ حق تعالیٰ اصلاح فرمائے وہ متقلب القلوب ہے اُسکے نزدیک کون بڑی بات تھی؟ اُس وقت انہیں بھی افسوس ہوا کہ واقعہ میں یہ خیر خواہی کی بات نہ تھی چنانچہ سب لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضر ہوئے اور درودِ کبریا کی ہدایت مرشد کی استدعا کی۔ دعا قبول ہو گئی اور یہ بشارت لیکر شیخ صغنان کی طرف دوڑے کہ جاکر سناوین وہاں شیخ صغنان کی یہ حالت ہوئی کہ آنکھ کھلی اور زنا روتوڑ ڈالا سو روٹو چھوڑ چھاڑ وہاں سے چل دیئے نصرانیہ عورت نے جسکے پیچھے شیخ کا یہ حال ہوا تھا جب یہ دیکھا تو وہ بھی مسلمان ہو گئی اور ان کے ساتھ ہی ساتھ وہاں سے چل دی۔“ اسکے بعد حضرت نے فرمایا تو میان اسی طرح بعض مرید بھی اپنے پیر کو لغزش سے بچا لیتا ہے۔

سنت کے ساتھ آپ کی محبت کا انداز ہونا بھی مشکل ہے اتباع طریقہ مصطفویہ میں افراط اور تفریط دونوں سے آپ کو نفرت تھی اور دیگر فضائل محمودہ کی طرح اس اصل مضمون میں بھی آپ کو میانہ روی پسند تھی کسی شخص نے زمانہ کے غیر مقلدین کی بابت دریافت کیا کہ شریعت کیا حکم دیتی ہے تو آپ نے یوں تحریر فرمایا کہ ”بے علم لوگ جو مشکوٰۃ کا ترجمہ دیکھ کر عامل بالحدیث ہونے کے مدعی بن میں انکو مفسدین است میں سے جانتا ہوں البتہ جو سنت کی محبت سے بلا شر و فساد آمین بالجہر اور بے یدین وغیرہ کرے اُسکو بُرا نہیں جانتا مگر سلف پر ظمن کرنے والوں سے قطع کرتا ہوں۔“

نفسانیت کے فروعی نزاع اور عصبیت و جہالت کے اختلاف سے آپ کو غایت درجہ نفرت تھی جہالت کے مناظرے اور مباحثے میں آپ بنفس نفیس ٹوکیا لچھپی چال فرماتے دوسروں کو اس لغو مضمون میں مشغول پاتے تو تعجب فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جنود اور دُودا کا جھگڑا آپ کے سامنے پیش ہوا تو اس طرح جواب تحریر فرمایا کہ ”ت م ص س ث ز ذ و غیر ہا حروف کو ایک دوسرے کی جگہ پر ہتھ میں اور کوئی اختلاف نہیں کرنا ص میں اختلاف ہوا کہ کس طرح ادا کیجائے عجب بات ہی

یہ حرف نہ مشابہ دال کے ہے نہ ظ کے اسکو ایسا پڑ ہے کہ سب سے الگ رہے۔ یہ جھگڑا بھی نفسانیت کا ہے ایسی باتوں کے پیچھے پڑنا دین کی بات نہیں۔ یہ مسئلہ علماء سے پوچھنے کا نہیں ہے اگر زیادہ تحقیق منظور ہو تو قاریوں سے دریافت کرو۔

بدعات سے اسد جہا احترام تھا کہ حضرت امام ربانی نے وہ امور مباحہ بھی ترک فرما دئے تھے جن سے دیکھنے والے کو بدعت کی جانب میلان کا واہمہ پیدا ہو یا صورتاً استناد و استدلال لاسکے ایک مرتبہ خود ہی ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مین اول بار ہا حاضر ہوا اور بیٹھا ہوں مگر مبتدعین کے باعث عرصہ سے اسکو ترک کر دیا اب حاضری کے لئے بہت طبیعت بقرار ہوتی ہے مگر اس خیال سے نہیں جانا کہ پیر زادے کین گے اب پھر ادھر کو جھک آئے اور بدعات کی طرف مائل ہو گئے اس اندیشہ کے سبب یہیں سے سلام پر الٹا کرتا ہوں اور ہر جا کا قصد بھی نہیں کرتا۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے آگیا اطلاع دی کہ فلان شخص امام مسجد بوجران کو شملہ جو آنحضرت سے بیعت کا تعلق رکھتے ہیں مجالس مولود مروجا اور تبادسوان وغیرہ بدعات میں شریک ہوتے ہیں اور کوئی اعتراض کرتا ہے تو حضور کی اجازت بیان فرماتے ہیں ماسپر حضرت امام ربانی کو نہایت غصہ آیا اور فوراً جواب لکھا کہ جو شخص ان کو کرے اور میرا نام لے وہ کاذب ہے اسکو اس پرچہ کے ذریعہ سے فہمائش کرو اگر باز آوے بہتر درہ بیعت منفع ہو جائیگی۔

جن مسائل غیر ضروریہ کے اظہار میں فتنہ کا اندیشہ اور عوام کے ابتلا کا واہمہ ہوتا آپ طبعاً اسکے بیان سے منتظر اور محترم تھے ہاں بحیثیت تبلیغ خواص کے مجمع میں اسکو ظاہر ضرور فرماتے مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمادیا کرتے تھے کہ عوام میں اسکا چرچا نہ ہو ورنہ مخلوق ڈوبنے کی یہ شرہ تھا اس شخصت علی الخاق کا جو راہبر زمانہ اور ہادی وقت ہونے کے درجہ میں آپ کے قلب کے اندر منجانب اللہ ودیعت رکھی گئی تھی با این ہمہ دوسروں کے شہرت دینے یا کسی غیر اختیاری سبب پیدا ہو جانے سے اگر اس مسئلہ کا افشا ہو جاتا تو راضی برضا ہو کر ان ایذاؤں کو آپ نہایت استقلال اور جراتمندی کے ساتھ برداشت فرماتے تھے جو عوام الناس یا مخالفین علماء کی طرف سے آگیا ہو بخیر تھیں یا اختیار خود آپ خدائی امتحان میں اپنے نفس کو نہ ڈالتے تھے اور نہ ایسی آزمائش پر کبھی جبروت فرماتے تھے آپ حق تعالیٰ کے مقبول و مطیع بندے تھے شان عبدیت آپ کے ہر قول و فعل اور حرکت و سکون سے

ظاہر ہوتی تھی اپنے آپکو نہایت درجہ عاجز اور قاصر و مقصر خیال فرماتے تھے حق تعالیٰ کے ابتلا پر نہایت
قدی کا آپ دعویٰ تو کیا فرماتے کبھی اسکا دوسرے بھی نہیں گزرتا تھا کہ مجھے لغزش نہوگی اور میں گھبراؤنگا
انہیں مگلا سکے ساتھ ہی بلا قصد و خیال جسوقت ابتلا پیش آتا اور آپ کے مراتب عالیہ میں ترقی عطا
فرمانے کے لئے صبر و تحمل کی جانچ کی جاتی تو پھر آپ سے زیادہ مستقل مزاج عالی ظرف بردبار و صابر شاکر
اور ہر کہ و مرہ کی ہزار ہا بدگوئیوں کو خدا پر حوالہ کر دینے والا شخص زمانہ میں دوسرا نہ تھا اسکا کذب و حلت
عذاب وغیرہ مسائل سب اسی قبیل سے ہیں جنکو اصلیت معلوم ہے اُن کے لئے امام ربانی کے یہ دو قول
وصف بصیرت و عقیدت بڑھانے کا سبب ہوئے اور انہوں نے جان لیا کہ حقیقت میں شان
عبدیت کیا چیز ہے مولوی ولایت حسین فرماتے ہیں کہ عرصہ بارہ تیرہ سال کا ہوا میں فقہن کتب میں میرے
مشغول تھا دفعۃً چند روایات دیکھ کر میرے ذہن میں خیال پیدا ہوا کہ یہ دسی کو اسکو عام آدمی چراہ
سمجھے ہوئے ہیں اخاف کے نزدیک تو حلال ہے میں نے اپنے خیال کی تصدیق کو گنگوہی کی حاضری پر
محمول رکھا چنانچہ جب حاضر آستانہ ہوا تو اتفاق سے مجلس شریف میں کوئی شخص کہنے لگے کہ کوئے
غلہ کو بہت نقصان پہونچاتے ہیں میں نے کہا فقہ کی کتابوں میں تو اس کو کئے کو حلال لکھا ہے حضرت
امام ربانی میری اس تقریر کو سن رہے تھے مسکرائے اور فرمایا ”ہاں کھانا شروع کر دو کسی طرح تو کم ہوں“
اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ بعض مسائل فی نفسہ حق ہوتے ہیں مگر اعلیٰ اشاعت میں فتنہ ہوتا ہے۔“ قصہ صرف
گزشت ہوا مگر دس بارہ سال کے بعد اتفاقاً کسی شخص کے متفسار پر جب حضرت نے یہی مضمون طے
ظاہر فرمایا تو بات پھیلی اور پھر کچھ عوام میں شور و غوغا ہوا وہ سب دیکھا۔ اسکو حضرت امام ربانی کی
کرامت و کشف کہنے یا ذکر کاوت و فراست کہ اسکی اشاعت کو عوام کے فتنہ اور شور و غیب کا سبب ارشاد
فرمایا جو کچھ بھی ہوتا ہم وہ دونوں اوصاف جنکا پایا جانامرشد عالم میں لازمی ہے ظاہر ہو گئے اگر آپکو
فتنہ سے طبعاً احتراز نہوتا تو مولوی ولایت حسین صاحب کی تقریر پر تصویب و تصدیق فرما کر بار بار ذکر فرمانا
یا تحریر یا اشاعہ کر دینا کون بڑی بات تھی؟ یا یہ کہ شور و غیب پر ظاہر کرنے والے یا مقبول پوچھنے والے کی
ملاش اور اس پر غتاب و غیظ و غضب ظاہر ہوتا یا کم سے کم ان عامی اشخاص کی بدگوئیوں اور گستاخ و تحریروں
پر جنہوں نے باوجود عریضت سے ناواقف ہونے کے سب کچھ لہن و زبانی گھباریں آپ رنجیدہ و مضطرب
ہوتے اور ندامت و افسوس فرماتے مجھ کچھ نہیں ہوا اگر ہوا تو یہ کہ جب بعض مخلصین نے حالت رمانا

ظاہر کی تو آپ نے فرمایا ”مجھے کیا خبر تھی کہ حق تعالیٰ نے اس مسئلہ میں اس قدر اجر رکھا ہے۔“

حضرت امام ربانی باوجود اس مجاہدہ اور اتباع سنت میں سستہ پانچویں و فنایت کے اپنے آپ کو حق تعالیٰ کا ہر وقت تصور و ارادہ خطا کا رعبتہ تھے زبان ہی سے نہیں بلکہ آپ کا دل اس کو مانے ہوئے تھا کہ مہود کا حق عبدیت ادا نہیں ہو سکا اور نہ سنت نبویہ کا پورا اتباع منہج سکا۔ اپنی کوتاہی کا اعتراف و اذغان گوئی نفسہ محمود اور ذریعہ قرب آتی ہے مگر اسکے ساتھ ہی اس یقین کی بدولت ہر وقت آپ کی ہمت میں بلندی اور شوق و رغبت و حصول الی اللہ میں زیادتی اور علو پیدا ہوتا تھا جو ہر آن اور ہر لحظہ آپ کو مراتب علیہ پر ترقی دے رہا اور ولایت کی غیر متناہی معراج پر سیڑھی بر سیڑھی چڑھا رہا تھا۔ ایک مرتبہ غائب مولانا سطر حسین صاحب کا نام لیکر آپ نے فرمایا کہ وہ فرمایا کرتے تھے اس زمانہ میں نماز روزہ تو بڑا بگیا مگر رخصت اور ہمدردی کم ہو گئی اس کے بعد آپ نے افونس کے ساتھ ارشاد فرمایا دیکھ لو بھائی صاحب سے ملاقات ہوئے زمانہ ہو اچھا یا نہیں جاتا ہے حالانکہ خدام آستانہ نے بار بار دیکھا ہے کہ جب امام ربانی کھانا کھانے تشریف لے جاتے تو دروازہ پر پہنچ کر خادم سے پہلا سوال یہ ہوتا تھا کہ ”بھائی صاحب کے بیان کھانا کیا ہے؟“ خادم بھیجی تو یہ جواب دیتا کہ جا چکا اور کبھی یوں کہتا کہ لئے جاتا ہوں اس سے زیادہ ہمدردی کیا ہوگی مگر حضرت امام ربانی کے نزدیک یہ اخوت بھی وہ اخوت نہ تھی جس کے حاصل کرنے کا آپ کا قلب سلیم شائق تھا ملاقات نہ ہونے کا سبب دو لون حضرت کی معذوری تھی مگر پھر بھی حضرت چاہتے تھے کہ موجودہ حالت زیادہ بہت فراموش صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مذاکرے آپ بڑے جوش کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ جنگ جل کا تذکرہ فرمایا اور اسی ضمن میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار تھیں اڑانی میں اس اونٹ کے تین پاؤں کاٹ دیئے گئے تھے مگر تب بھی اونٹ محل لئے کھڑا رہا یہ حضرت صدیقہ کی کرامت ہوئی حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کا تذکرہ فرمایا تو آپ بے پردہ ہو گئے اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے یہ واقعات آثار ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سچی محبت کے جو مسلمانوں کے قلب میں ہونی چاہئے اور جس کے بغیر ایمان کسی کا بھی کامل نہیں ہوتا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی تقریر کا کچھ ایسا نرالا انداز تھا کہ آپ شریعت و طریقت کے مسائل پر ہی کچھ بیان فرماتے مگر کسی لفظ میں اپنے نفس کی جانب کسی کمال کا مناسب اشارہ بھی نہ دیتے پاتا تھا ایک مرتبہ حضرت مولانا میر احمد حسن صاحب امر وہی نے کان لایا انسان ظلمو ما جھولا کی تفسیر دیتا

فرمانی ظاہر ہے کہ مولانا عالم تھے اور عالم بھی خصوصاً فن تفسیر میں مشہور اسلئے مقصود مولانا کا آیتہ تقدس کے دو سہری مطلب کا ظاہر کرنا تھا چنانچہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ صوفی تو اسکو مدح پر حمل کرتے ہیں کیونکہ عاشق کی یہی شان ہوتی ہے کہ معشوق کی باتوں کو جاہل نادان بکر اپنے نفس کو ستا کر اور مشقتوں میں ڈال کر بھی مان لیتا ہے۔

ہر چند کہ آپ کی تقریر اظہار حال سے محترز تھی مگر حق تعالیٰ شانہ کی وہ محبت جو آپ کے دل فیض منزل میں پلا دی تھی آپ کے ضبط کے ضبط نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ خدا کا رنگ تھا جس میں مقبولان بارگاہ احد کو رنگ دیا گیا ہے اسلئے با اختیار نہ سہی بلا اختیار آپ کی تقریر پرازدونی حالت کا اثر نمودار ہوتا تھا ایک بار عید کے دن خطبہ میں آیتہ کریمہ و ما خلقت الجن والانسان الا ليعبدون کا آپ نے وعظ فرمایا تو ليعبدون کا ترجمہ یوں فرمایا ”تا کہ وہ میرے غلام بنے رہیں“ اور پھر فرمایا کہ غلام کی شان یہ ہے کہ اُسکے جان و مال سب مالک کے ہوتے ہیں اسکو ان میں کسی قسم کے تصرف کا کوئی حق حاصل نہیں ہوتا“ حضرت امام ربانی نے اس تقریر کو نہایت بسط اور عام فہم الفاظ میں بیان فرمایا وعظ کا جو لطف تھا وہ حاضرین کے لئے مخصوص تھا خصوصاً قائل کی قلب سے موافقت کرنے والی زبان سے بیان ہوتے وقت اسلئے اگر اب سارا وعظ نقل بھی کیا جائے تو وہ لذت کمان ؟

حق تعالیٰ نے حضرت امام ربانی کو ذکاوت اس درجہ عطا فرمائی تھی کہ بہت جلد بات کی تہ پر پہنچتے اور شفی بخش جواب بیاختہ دیا کرتے تھے آپ علما زمانہ کے پیشوا تھے اذ کیا جس مضمون میں عاجز ہوتے اور فہم رسا کی جس جگہ رسائی دشوار سمجھتے تھے ان باتوں کو حضرت امام ربانی سے دریافت کرتے اور حضرت بے تکلف ایسا جواب عطا فرماتے کہ سننے والا حیران ہو جاتا تھا ایک مرتبہ یا جوح و با جوح کا ذکر تھا حضرت مولانا اشرف علی صاحبی نے دریافت کیا کہ حضرت یا جوح و با جوح حق تعالیٰ کو بھی جانتے ہیں یا بالکل ہی جاہل ہیں ؟ آپ نے بیاختہ فرمایا جانتے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جب انشاء اللہ کہیں گے تو اگلے دن دیوار کو چاٹ کر باہر نکل آئیں گے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کو جانتے ہیں۔“

حضرت کی یہ ذکاوت طبعی اور فطری تھی جسکو حق تعالیٰ نے آپ میں ابتداء ہی سے ودیعت رکھا تھا مولوی ڈپٹی کریم بخش صاحب مقنن ریاست گوالیار جو دہلی کی طالب علمی کے زمانہ میں حضرت کے ہم سبق رہ چکے ہیں ایک مرتبہ مولوی اسماعیل صاحب گنگوہی سے فرمانے لگے کہ تمہارے حضرت سے

ملاقات ہوئے مجھے پچاس سال کا عرصہ ہوا اب تو حضرت کے علم کی شہرت ہوئی ہی چاہئے کہ اس حنفی عالم دوسرا نظر نہیں آتا مگر مہنے طالب علمی کے زمانہ میں دیکھا ہے کہ سارے طالب علم مولوی صاحب سے ڈرتے تھے اور مدرسہ کے طلبہ نے مولانا کا لقب اہل من مہندس رکھ چھوڑا تھا بلکہ حضرت مولانا صاحب کی زمانہ طالب علمی میں یہ حالت نہ تھی "مولوی محمد اسماعیل صاحب گنگوہی جب ڈپٹی صاحب کا قول نقل کیا تو حضرت سکراٹھ لگے اور پھر دیر تک ڈپٹی صاحب کا حال دریافت فرماتے رہے۔

جن دنوں حضرت امام ربانی جناب مولوی کریم بخش صاحب بخیلی کی خدمت میں پڑھا کرتے تھے ایک طالب علم ولایتی دہلی میں آیا جسکو وہ دعائی تھا کہ مجھے یہاں کوئی عالم پڑھا نہیں آیتہ شخص شافعیہ پڑھتا تھا مولوی کریم بخش صاحب کو طالب علم کا دعویٰ پسند نہ آیا سبقت ہو رہا تھا حضرت امام ربانی شریک جماعت تھے جب فراغت ہوئے تو مولوی کریم بخش صاحب نے ارشاد فرمایا کہ شریک ہو تو جواز ہے،

اور یہ کافیہ ہے اُس ولایتی کو سبقت پڑھا کر آؤ یا درکناس اگر نیچا دیکھ کر آئے تو ستر گنجا کر دین کا حضرت امام ربانی کتاب نقل دین دبا کر آئے اور سیدھے طالب علم کے پاس پہنچے باتوں باتوں میں کتاب کھولی اور بحث شروع کر دی یہاں تک کہ ولایتی طالب علم جسکو اپنی استعداد پر ناز تھا حیران ہو گیا اور آخر کار یہ لفظ کہہ کر کہ میں پوری کتاب دوہرا دو اس وقت حضرت نے کتاب بند فرمادی اور کہا پڑھا نا منظور نہیں ہے صرف ناک کاٹنی تھی کہ دہلی میں جن علماء کے متعلق یہ خیال ہو کہ پڑھا نہ سیکھتے اُن کے ادنیٰ شاگرد نے بچ کر دیا "یہ فرما کر مولوی صاحب کے پاس چلے آئے اور فرمایا کہ "حضرت پڑھایا اور مات دے آیا"

آپ کی ذکاوت اور خدا داد استعداد بچائے خود معنوی کمال ہے اس پر طرہ یہ کہ با این علو مرتبہ آپ اپنے کو ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم کی برابر بھی نہیں سمجھتے تھے ایک مرتبہ تدریس کے زمانہ میں جبکہ آپ کی حسن تقریر پر بعض طلبہ نے آپ کی کچھ تعریف کی تو میا ختم خلافت عادت آپ کی زبان سے متم نکلی اور آپ نے یوں ارشاد فرمایا کہ بخدا میں اپنے آپکو تم میں سے ادنیٰ طالب علم کی برابر بھی نہیں سمجھتا "یہ ہے وہ کمال جسکی نظیر ملتی مشکل ہے ذکاوت حق تعالیٰ نے بہترین کو دی ہے گو حسب فیض مقدار متفاوت ہے مگر اول تو مطلقاً علم کے ساتھ فروتنی کا اجتماع دشوار نظر آ رہا ہے چہ جائیکہ کمال علم کے ساتھ کمال فروتنی این است کمال و اعلیٰ ویزال۔

صفا پر رحم و شفقت اور کبار کا ادب و فرو گویا آپ کا علمی امر تھا جس میں کبھی خلافت نہیں ہوتا تھا آپ کے

خدا ہم اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے پاؤں دہانے حاضر ہوتے تو آپ پاؤں دہاتے اور انکو صلح حال کا موقع دیا کرتے تھے مگر اسکے ساتھ ہی ذرا سی دیر ہوتی تو نہایت شفقت کے ساتھ فرماتے تھے بھائی جاؤ سو رہو بارک اللہ۔

ایک مرتبہ میان سید سلیمہ کو کسی شرارت پر صاحبزادہ حکیم سعید احمد صاحب نے ڈانسا اور کہا ”اوغیث“ حضرت امام ربانی نے یہ کلمہ سنا اور بیاضہ زیر فکر کر کے ”یکون ہو تا غیث“ میان سعید کو گلے لگایا اور دیر تک لگائے رکھا۔

مولانا محمد منظر صاحب انور قوی رحمۃ اللہ علیہ عمر میں حضرت امام ربانی سے بڑے تھے مگر عقیدت کا اعتبار سے گویا حضرت کے جان نثار خادم اور عاشق جان باز تھے جب تشریف لاتے بے اختیار حضرت کے قدموں پر بوسہ دیتے اور انکھوں میں آنسو بہ لایا کرتے حضرت امام ربانی شرماتے اور یوں فرمایا کرتے کہ ”مولانا آپ مجھے کیوں نادم فرمایا کرتے ہیں آپ میرے بڑے ہیں مجھ پر کچا ادب ضروری ہے آپ ایسا کام کرتے ہیں تو مجھے بڑی شرم آتی ہے“ مولوی محمد منظر صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب بصیرت تھے حضرت کی علوشان و مرتبت اور اپنی فرط محبت کے سبب جو کچھ کرتے تھے وہ انکا طبعی اقتضا تھا مگر حضرت امام ربانی کبر سن کے پاس ولحاظ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں لَمْ يَوْجِزْ حَمِيخُنَا وَلَمْ يَوْجِزْ كَيْدُنَا فَلَيْسَ مِنَّا کے امتثال کو بھول نہیں سکتے تھے۔

مولوی محمد اسماعیل صاحب کے دادا بوڑھے شخص تھے اسکے ساتھ ہی حق تعالیٰ نے قلب میں نور عطا فرمایا تھا جسکی وجہ سے حضرت امام ربانی کے مرتبہ شناس تھے جب تشریف لاتے تو اس قدر عقیدت و اخلاص کے ساتھ خادمانہ برتاؤ کرتے کہ دیکھنے والے انکو حضرت کا مرید سمجھتے تھے ایک بار مولوی محمد اسماعیل صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میرے دادا صاحب آپکے معتقد ہی تھے یا بیعت بھی آجپے فرمایا کہ بیعت تو قاضی مولوی محمد حسن صاحب مرحوم سے تھے مگر اعتقاد میں مریدوں سے بھی زیادہ تھے اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ بن عمرہ کے اندر بیٹھا بخاری شریف کا سبق پڑھا رہا تھا اٹھارہ دادا صاحب نے با وضو تو تھے مگر ٹٹا پانی کا بھر کر پیر دھو کے حجرہ میں داخل ہوئے بوڑھے ہو کر ان کا یہ برتاؤ میں نے دیکھا تو بہت شرمایا اور میں نے کہا کہ حضرت مجھے کیوں شرمندہ کرتے ہو انہوں نے یہ جواب دیا آپکی بڑی شان ہے شاید میرے پیر میں کوئی شے ملے گی ہو۔

بڑوں کی توقیر اتباع سنت کے سبب معنوی کمال ہے مگر اسکا اپنے مرتبہ پر رکنا اُس محافظۂ حدود میں داخل ہے جسکو دقیق کمال کہا جاتا ہے اور جسکا وجود نادر و کمیاب ہے باوجودیکہ امام ربانی اپنے سے زیادہ عمر والوں کا ادب فرماتے تھے مگر یہ ممکن نہ تھا کہ خلاف شرع امر میں اُن کے ادب اور لحاظ کی وجہ سے سکوت یا مداخلت فرما دیں۔ یہ ادب جس سے ادب نبوی میں فرق آئے حقیقت میں بے ادبی اور ضعف قلبی ہے جس سے اولیاء اللہ محفوظ رکھے گئے ہیں مولوی محمد اسماعیل صاحب کے دادا جسکا یہی تذکرہ ہوا ایک مرتبہ نوجو مفقود الخیر کے متعلق استنقالات جس میں حضرت امام ربانی کی رائے اور وہی رائے کے خلاف تھی اسلئے اپنے بلا ہر کئے اُسکو واپس فرما دیا اور کہدیا کہ میرے نزدیک ٹھیک نہیں ہے میں دستخط نہ کروں گا۔ مولوی صاحب نے ایک مرتبہ اس قصہ کا تذکرہ کیا حضرت نے فرمایا تمہارے دادا کا اس سلسلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق عمل تھا اسلئے میں نے اُسوقت اُس پر ہر نہیں کی اب چونکہ شہر در شہر ریل اور تار جاری ہے مفقود الخیر بھی مفقود ہو گئی اس لئے اب میرا بھی عمل موافق مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہے۔

ایک بار مولوی محمد اسماعیل صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میرے دادا صاحب تھے محتاط تھے کہ ہندو دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے کو جب تک خود نہ دھو لیں پہنتے نہ تھے حضرت نے بیسیا ختم ارشاد فرمایا ”یہ تمہارے دادا صاحب کا وہم تھا ورنہ شرعاً ہندو دھوبی کے یہاں کے ڈپے کپڑے ناپاک نہیں ہیں دیکھو انگریزوں کی ولایت سے کس قدر پارچہ آتا ہے اُسے کون ناپاک کہدیا آخر سب پہنتے ہی ہیں۔ چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کسی قوم کا سر دار تمہارے پاس آئے تو تم اُسکا اکرام کیا کرو“ اسلئے حضرت امام ربانی کی خدمت میں اگر مخالفین کی جماعت میں سے کوئی بڑا شخص آتا تو آپ اُسکے اکرام میں مطلق پہلو تھی نفرماتے تھے مگر باوجود اسکے امر متنازع فیہ میں مداخلت ممکن نہ تھی کہ ذرہ برابر بھی ظاہر ہو اور بات بھی یہی ہے کہ کسی کا اکرام جب مثال امر پیغمبرین کیا جاتا ہے تو اکرام پیغمبر سے چشم پوشی کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔ ایک بار مولوی عبد السمیع صاحب کسی تقریب میں گنگوہ گئے اور حضرت کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تو آپ نہایت خلق کے ساتھ ملے اور فرمایا کہ آج کسی وقت کا کھانا میرے یہاں کھائیے حالانکہ یہ زمانہ وہ تھا کہ مولوی صاحب نوار طے لکھ چکے تھے اور ادھر سے بتصدیق امام ربانی اُسکا جواب شائع ہوا تھا۔ فتنہ کے دبا نے اور بدعا کے

رد میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس امر کا مسلمان کو مامور بنایا ہے وہ آپ پورا فرما چکے تھے پس اب درجہ تھا اکرام بنیف اور اکرام امیر قوم کا سوا سوا اپنے اسطرح پورا فرمایا چنانچہ مولوی عبدالمجید صاحب نے دعوت قبول کی اور حضرت کے ہمان بنکر کھانا کھایا حضرت امام ربانی نے ایک مکتوب میں اس دعوت کا تذکرہ فرمایا ہے اُسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ سیرا خیال تھا کہ بدعات کا زبانی تذکرہ ہوگا اور خوب خوب جواب دوں گا مگر ہمان نے اشارۃً بھی کوئی لفظ نہیں کہا سو میں زبان کو کیا لازم تھا کہ یہ ذکر نکال کر منظرہ کی کوفت میں ڈالے اب دیکھئے وہاں جا کر براہین کے جواب کی فکر کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر کچھ لکھا تو پھر وہی جواب ہے۔

مولوی صاحب کی ضیافت کے علی طرز اور تحریر مذکورہ کے لفظ لفظ سے امام ربانی کے اُس کمال معنوی کا پتہ چل رہا ہے جو اتباع شریعت کو ملحوظ رکھ کر مخالف کے ساتھ عُلق و اکرام کے برتاؤ سے اُس مسلمان کو حاصل ہوتا ہے جو معتدل القوام جادہ مستقیم کارا ہر وہ ہے۔ حفظ مراتب ہی وہ اصل کمال ہے جس کی نگہداشت سے بہتری مخلوق عاجز ہو گئی اور بہتیرے صاحب کمالات لغزش کھائے ہیں۔

مخلوق کو حق تعالیٰ نے مختلف مراتب عطا فرمائے ہیں جسکی وجہ سے مسلمان بندہ اپنے خالق کا مطیع بنکر اُسی کے حکم سے اُسکی بہتری مخلوق کا فرمانبردار اور محکوم بنتا ہے مگر ظاہر ہے کہ ساری مخلوق کی اطاعت چونکہ حق تعالیٰ کے حکم سے ہے اسلئے وہ ساری فرمانبردار یاں حقیقت میں ایک خالق کی فرمانبرداری و اطاعت ہے پس جس طرح بمقتضائے لاطاعت مخلوق فی معصیتہ الخالق مخلوق میں سے کسی متنفس کی ایسے امر میں اطاعت جایز نہیں ہے جس سے اطاعت خالق فوت ہو جائے اسی طرح مخلوق کے مراتب مختلفہ میں ماتحت کی وہ فرمانبرداری زیبا نہیں جس سے مافوق کی نافرمانی پیدا ہو عرفیوں پر کہ باپ بڑا بھائی استاد آقا پیر امام رسول سب اپنے بڑے اور مطاع ہیں مگر چونکہ سب کے مراتب مختلف اور درجے الگ الگ ہیں اسلئے بڑے بھائی کا وہ کتنا نہیں ماننا جاتا جس میں باپ کی نافرمانی ہو اور والدین یا استاد کے اُس حکم کی تعمیل نہیں ہوتی جس میں روحانی باپ یعنی شیخ طریقت کی معصیت لازم آئے یہاں تک کہ پیر کے بھی اُس حکم کی تعمیل جایز نہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو ہاتھ سے پھڑا دے پس متعدد دطاعات کے محکوم و پابند مسلمان کی بڑی آزمائش اسی حفظ مراتب اور تحفظ حدود میں ہے کہ ہر مطاع کو اپنے درجہ پر قائم رکھ کر اُسکی اطاعت کرے۔ مخلوق میں جس کا

بھی ادب قائم رکھنے کا خالق نے حکم دیا ہے اُسکی رعایت شریعت کو تھا مگر ہر مسلمان پر لازمی کی گئی ہے کہ دیکھ بھال کر اہل و فرج کا لحاظ قائم رکھ کر آداب بجالائے اس امتحان میں پورا اثرنا حقیقت میں اُسی ثابت قدم صاحب استقامت اہل بصیرت کا ملہ شیخ کا کام ہے جو سرتاپا اتباع شریعت میں فدا و مستغرق رہا اور سنت کی محبت اُسکے رگ و پے میں یہی سرایت کر گئی ہو کہ اُسپر چلنا طبعی بن گیا ہو۔

یہی کمال جبکہ حفظ مراتب کہا جاتا ہے واقع میں دل ہے تمام کمالات معنویہ کا خوام کا نو کیا ذکر اُن کے نزدیک تو اس کمال کا نام کفر رکھا گیا ہے حق یہ ہے کہ بہتیرے خواص بھی اُسکا پورا حق ادائیں کر سکے اس دقیق بحث میں قلم اٹھانا سیرا منسب نہیں اور نہ میں اسکا اہل ہوں مگر سنی سنائی بالوقت سے اتنا ضرور جانتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت امام ربانی کا اسی کمال اہل الکمالات میں امتحان لیا تھا آپ جسطرح مرتبہ میں بڑے تھے اسی طرح آپکے امتحان کا لفظ اب بھی بڑا تھا آپکے مرشد برحق علیہ السلام حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سائل مختلف فیہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ساتھ جو کچھ بھی ظاہری مخالفت تھا وہ متجاہد بنائے اُس آزمائش کا معیار تھا جس پر سالک طریقت نائب رسول متبع سنت شیخ کو پرکھنے کی حاجت ہے۔ شیخ طریقت کے عمل اور سنت نبویہ کے اتباع میں ایک کی دوسرے پر ترجیح اور بصیرت و محافظت ادب کے ساتھ حفظ مراتب اسی درجہ میں آکر اس درجہ دشوار پڑا تھا جسکے اشکال رفع کرنے میں قطبِ وقت کا امتحان ہوا۔ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب میا زاد اللہ متبع نہ تھے نہ ذرہ برابر بدلتا کی جانب میلان تھا چنانچہ اہل بصیرت کے نزدیک حضرت کے کمالات علمیہ و فیضان قدسیہ اس پر دل میں اور عوام کے لئے براہین پر جو تقریظ اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمائی ہے وہ اس دعویٰ کی دلیل صریح ہے مگر بقول شخصے تا نہ باشد چیز کمر دم نگوید چیز ما۔ اعلیٰ حضرت کو وہ تشدد پسند نہ تھا جسکو امام ربانی نے اصلاحِ خلق و احیاء سنت کے لئے دانتوں سے مضبوط پکڑ رکھا تھا۔

نصوف کا یہ مسئلہ مسلم ہے کہ صاحبِ نبوت ہونے کے بعد مقتدی کو شیخ کے ہر فعل کا اتباع ایسا ضروری نہیں ہے جیسا کہ مبتدی کو ضروری ہے چنانچہ سلف صالحین کی سوانح اس قسم کے واقعات اور بعض بعض مسائل میں مرید کا پیر کے فعل کو قابل اتباع نہ سمجھنے کی حکایات سے بھری پڑی ہیں بولیا، اللہ کا تو کیا ذکر صحابہ کرام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح میں اہل بصیرت کو اسکا پتہ چلتا ہے مگر چونکہ یہ وقت اس بحث کا نہیں اسلئے اسکو چھوڑتا ہوں مطلب یہ ہے کہ مسئلہ مسلم کی بنا پر اعلیٰ حضرت کی طرف سے

الہیت واستعداد تام کا پروانہ ملے پیچھے صاحب نسبت مجاز طریقت بنگر اعلیٰ حضرت کے اس خیال سے امام ربانی کا موافقت نہ فرمانا شریعت میں تو کیا طریقت میں بھی کسی الزام کا باعث نہیں ہو سکتا مگر بایں ہمہ اس اختلاف سے حضرت امام ربانی قدس سرہ کا حفظ مراتب کے کمال معنوی میں امتحان پورا ہو گیا اگر آپ نے اعلیٰ حضرت کو شیخ اور طریقہ نبویہ کا راہبر سمجھا تھا خود نبی یا رسول نہیں سمجھا تھا واسطہ اور ذوالواسطہ کا فرق انسان کے لئے کھلی ہوئی بات ہے مگر یہاں اس امتیاز کا قائم رکھنا بہت سیرت میں نہیں ہو سکا ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ آس میں شک نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اختلاف امتی رحمت حق ہے جانین کے متمسک اور خیال و رائے کی وجہ الہیت اور اخلاص تھی اُدھر درجہ محبوبیت میں غلو تھا اور خلق پر بایں طور شفقت و نرمی محمود سمجھی گئی تھی تو ادھر رحمت میں استغراق تھا اور ارشاد و اصلاح خلق کا یہ طریق تفقہ کے ساتھ اتباع سنت سمجھا گیا تھا جو کچھ بھی ہو بدفہم معاندین کے لئے اس فتنہ مبحث میں بڑا سبب ضلال ہو گیا اور جس نے جو چاہا کہا مگر خدا شاہد ہے بات یہ تھی کہ لاریب حضرت امام ربانی قدس سرہ کو قدوۃ العلماء اور جامع شریعت والطریقت نائب رسول بنگر اُس طریق کا اختیار فرمانا جو بظاہر شیخ کے قول و عمل سے ظاہر ہو رہا تھا وہ زبردست لغزش تھی جو آپ کو اس مرتبہ عالیہ تک پہنچنے کے لئے مضبوط دیوار بنگر روکنے والی تھی۔

بے ادب را اندرین رہ بار نیست جائے او بردار شد در دار نیست
از خدا خواہیم تو نسیت ادب بے ادب محروم گشت از فضل رب

آپ کی استقامت کا دفر دیا اس بال سے زیادہ باریک راستہ میں بھی آفتاب نصف النہار کی طرح ایسا چمکا کہ عالم نے دیکھ لیا اور منصب رشاد و نیابت کا بے بہا تاج اس تحفظ مراتب و محافظت حدود کے درجہ میں بھی آپ کے فرق اقدس پر ایسا جلوہ نما رہا کہ گوشہ ہائے دنیا اُس سے آگاہ ہو گئے لیچھلاک من ھلاک عن بینتہ و یجی من حی عن بینتہ۔

اپنی اپنی نسبت اور خداوندی عطیہ نجات کے ثمرات میں روحانی باپ بیٹوں کے خیال اور رائے کا فرق پس یہ تھا جو عرض ہوا مگر بایں ہمہ ادھر شفقت و رافت میں امام ربانی کی طرف سے مطلق فرق نہ پایا تھا اور ادھر عقیدت و ادب میں اعلیٰ حضرت مرشد العرب والعجم کی جانب سے برابر تفاوت پیدا نہوا تھا اگر یہاں سے خط جانے میں توقف ہوتا اور خیریت معلوم ہونے میں چند روز کی دیر ہو جاتی تو حضرت حاجی صاحب

رحمۃ اللہ علیہ میاں ہو جاتے اور بار بار خیریت طلب خط پر خط ارسال فرمایا کرتے تھے اور اگر اعلیٰ حضرت کا کوئی والا نامہ موسم حج کے علاوہ کسی کے ہاتھ آگیا تو حضرت امام ربانی خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے تھے اور احباب کو بار بار مژدہ سنایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت کی عافیت مزاج بے موسم معلوم ہو گئی۔

حضرت حاجی صاحب کا تعلق شفقت و محبت مکاتیب رشیدیہ سے معلوم ہوگا جس میں بارہ خطوط اعلیٰ حضرت کے بنام حضرت امام ربانی مقدم درج کئے گئے ہیں تاہم اس جگہ اتنا عرض کر دینا ضرور ہے کہ تنوع پسند اور خلافت دوست طبیعت والے اصحاب نے جی تو ڈر کر کوششیں کیں کہ دو مقدس دلوں میں کسی طرح شکوہ رنجی پیدا ہو جائے مگر یہ دل وہ دل نہ تھے کہ ان کج رفتاروں کے قابو میں آجائے اور متاثر ہو کر نامراد حرمان نصیبوں کی مراد پوری کرتے۔ ادھر یہ لگایا جاتا تھا کہ مولانا لنگوہی مولود کرنے والوں کو کافر و مشرک بتاتے ہیں جن میں آپ بھی شامل ہیں اور ادھر یوں کہا جاتا تھا کہ حضرت حاجی صاحبؒ آپ کی بیعت نسخ کر دی اور اپنے سے بے تعلق و جدا فرمادیا۔ تفرقہ انداز تمام اپنی سعی میں کوتاہی نہ کرتے تھے مگر طرین کا وہ قلبی علاقہ جو حق تعالیٰ شانہ کا جوڑا ہوا تھا کسی کے توڑ سے نہ ٹوٹا پر نہ ٹوٹا۔

بدگوئیوں جب حد سے گزریں اور متوحش افواہیں چار طرف پھیلین تو حضرت امام ربانی نے عریضہ لکھا اور دریافت کیا کہ ان باتوں کی اصل کیا ہے؟ اعلیٰ حضرت کی طرف سے جو طویل والا نامہ جو آیا آیا تھا اُس کو مختصراً یہ ناظرین کرتا ہوں۔

مسمیٰ اشراک الرحمن الرحیم۔ محمد نصلی علی رسولہ الکریم۔ از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت فیضہ جت جامع شریعت و طریقت عزیم مولانا مولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی متبع اللہ بطول حیاتہ و دھر اعدائہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مکتوب برکت اسلوب مورخہ چار دہم رمضان شریف بدست مولوی ممتاز علی صاحب اور دوسرے ولایا ممنون و سرور ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو یابین عنایت و محبت کمروہات دارین سے محفوظ رکھے کہ کوئی من درجات عالیات قرب و رضا عطا فرمائے۔ مولانا آپ کی تحریر باعث انشراح قلب موجب بیعت خاطر فقیر ہے اسلئے آرزو ہے کہ ہمیشہ اپنی خیر و عافیت و حالات ظاہر و باطن وغیرہ سے سرور و متبع فرماتے رہو۔

آپ کے اس خط کے ہر لفظ اور ہر فقرہ سے عجب کیفیت و شگفتگی پیدا ہوتی ہے اے وقت تو خوش کہ وقت مانوش کر دی۔ مولانا ضیاء القلوب میں جو کچھ آپ کی نسبت تحریر ہے وہ آپ سے نہیں لکھا گیا جیسا القا ہوا ہے ویسا ہی ظاہر کر دیا گیا ہے پس بدیہیات کو نہ ماننا اور اپنے ذریعہ نجات و وسیلہ فلاح دارین سے

علحدگی کرنا سخت بھالت و محرومی وادبا رہے۔ خارج کرنا چھٹی تفسیر تو تم علماء و صلحا کی جماعت میں اپنا داخل ہو جانا موجب فخر دارین و ذریعہ نجات و وسیلہ فلاح کو نین یقین کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بھی یہی دعا ہے کہ تم صالحین کی محبت میں جلاؤ سنے و مالے۔ وہ شخص دربر ہے جو تم مقدس و مقدمائے زمان سے کچھ دل میں کہیند یا سو ظن یا بد عقیدگی یا عداوت و رنج رکھے۔ فقیر تو آپ کی سب حرکات و سکنات و افعال و افعال کو متبع حسنات و برکات و موافق شریعت و طریقت سمجھتا ہے اور کل امور میں مخلص و صادق یقین کرتا ہے الخ۔ آخر میں تحریر فرماتے ہیں اسی لئے فقیر نے مسائل مختلف فیہا کے باب میں کوئی آپ کی تحریر نہ دیکھی نہ پڑھی نہ اسکی تفتیش کی غرض کیا ہے کیونکہ فقیر تو آپ کے سب افعال کو موافق شرع جانتا ہے اگر بعض مسائل میں موافق نہ سہی اور اس اختلاف کو صحابہ کا اختلاف سمجھتا ہے اور آپ کے ہر قول کی تائید و توجیہ میرے دل میں نہایت جمعیت بخش و تسلی دہ ہے۔

اس جانب اعلیٰ حضرت کے ساتھ محبت کی جو حالت تھی اسکو کینہ نظر ہا ہر کیا جائے جبکہ ضبط و استقلال کا یہ عالم تھا کہ محبت رسول جس میں آپ کو اشتقاق تھا وہ بھی ایسی نہ ٹھسکی کہ نہ دیکھنے والا آپ کو عاشق رسول سمجھ لے آپ کی روحانی قوت اور عالی ظرف قلب کی وہ برداشت جس نے شمرہ محبت کو اطاعت و امتثال میں محدود سمجھ کر آپ کی ساری عمر کو پاک شریعت مصطفویہ کی خدمت میں گذرا اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ بجز پابندی فرمانہائے محبوب کے اور کسی انما کے ساتھ محبت و عشق کا نظور نہ ہوتا تاہم جو وقت اعلیٰ حضرت کے وصال کی خبر وحشت اثر ہندوستان میں پہنچی اور حضرت امام ربانی کے کالون میں پڑی اسوقت صدمہ سے جو حال آپکا ہوا وہ پاس رہنے والوں نے دیکھا۔ باوجودیکہ آپ کوہ استقلال تھے جگر گوشہ اولاد اور فرخۃ الفواد قرۃ العیون کے متواتر صدقات پر آپ پر وہ اضحلال ہرگز طاری نہیں ہوا جو مرشد العرب والعجم کے دنیاوی مفارقت سے آپ پر ہوا ہوا کئی وقت آپ کھانا نہ کھا سکے کسی سے بات کرنا یا جمع میں بیٹھنا آپکو گوارا نہ ہو سکا آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوتے اور ہر چند آپ ضبط فرماتے مگر بیتاب ہو ہو جاتے تھے۔

سالہا سال کے بعد آج یہ مضمون عام طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ امام ربانی کو اعلیٰ حضرت کے وصال کا جو صدمہ ہوا شاید دنیا میں کسی کو ایسا صدمہ نہ ہوا ہو۔ ہمینوں آپ کی یہ حالت رہی کہ شب کو چار باپنی پر لیٹتے ہی خدام کو نصرت فرمادیتے اور خلوت میں پلنگ پر پڑے ہوئے ٹھنڈوں رو یا کرتے تھے بعض مخلصین اتفاقاً ایسی حالت میں جا پونچے ہیں انہوں نے ایسی آواز سنی ہے جیسے چچی کو آگ پر رکھ دیا جاتا ہے اور وہ جوش

ماری تہے۔ یہ آپکا ضبط تھا کہ آنے والے کی آہٹ پاتے ہی آپ علم کو پی جاتے اور اُسی حالت پر آجاتے تھے جو مطمئن اور صاحبِ احت و سکون شخص کی ہوتی جاہئے۔

ضرورت نہ تھی کہ آپ کے اس مخفی حال کا اظہار کیا جائے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ آپ بقیہ عمر میں خود ہی کبھی اسکا اظہار نہ چاہا ہو مگر ضرورت نے مجبور بنا کر یہ مضمون لکھوایا۔ رنج و غم کے متعلق آپ کی یہ حالت حالانکہ مہینوں رہی مگر جب آپ اعلیٰ حضرت کا تذکرہ فرماتے تو یہی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضرت کے ساتھ وہ محبت نہیں ہے جو دوسروں کو ہے۔ اسکا یہ مطلب تھا کہ آپ اس محبت کو بھی کافی اور قابلِ اعتبار نہ سمجھتے تھے اس حالت محمودہ میں بھی آپ اپنے آپکو دوسروں سے کم اور دوسروں کو اپنے سے زیادہ سمجھے ہوئے تھے اندر سے آپ کا جی چاہتا تھا کہ کاش اس سے بھی زیادہ تعلق و محبت قلب کو عطا ہو۔

اعلیٰ حضرت کی دنیاوی مفارقت کے حادثہ پر مخفی طور پر باہمی بے آب کی طرح تڑپنا آہ کرنا رونادیر میاں ہو جاتا جو کچھ بھی خلوت میں ہوتا تھا اسکا تو خاص ہی لوگوں کو علم ہے مگر عام لوگوں نے اتنا مضمون ظاہر بھی دیکھا ہے کہ جب خلیس میں اعلیٰ حضرت کا تذکرہ ہوتا یا کوئی نواز و دھماکا تعزیت کے کلمات کہتا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھرتے اور چین ہو جاتے تھے آپ کا جی چاہتا تھا کہ چین مارین مگر ضبط کو کام میں لاتے اس کشاکشی سے آپ کے حرکات پر وہ تغیر نمودار ہوتا تھا جسکا رُعب ہونا گھنٹوں میں مشکل پڑ جاتا تھا یہاں تک کہ آپ کی یہ حالت دیکھ کر واقفین و حاضرین نے اس تذکرہ سے احتیاط کر لی اور جو نواز دیا یا اجنبی شخص آنا اسکو پہلے ہی منع کر دیا جاتا کہ اعلیٰ حضرت کے وصال پر پڑا ل کا ذکر نہ کرے فرماوین۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کا حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے اس سبب میں جس درجہ سخت امتحان لیا گیا اسکا اندازہ ہونا بہت دشوار ہے بلکہ حق یہ ہے کہ ہونہیں سکتا اور ہر محبت شیخ و تادب مرشد اور اُدھر اتباع شریعت اور اصلاح خلق میں بنیاب نبوت و ولون کو آفتاب و ماہتاب بھمکا کر آپ نے اپنی آنکھوں کا نور بنایا اور اُس ستیم صراط پر عبور فرما گئے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز تھی اور جس پر چلنا حقیقت میں آپ ہی کا کام تھا آپ نے وسیلہ کو وسیلہ سمجھا اور مقصود کو مقصود یہاں تک کہ مراتب کی نگہداشت اور حدود اللہ کی محافظت کا وہ حق ادا فرما دیا جو توفیق ایزد متعالیٰ ہر صدی کے مجدد پر فرماتے رہے وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ہر چند کہ اس دقیق راستہ کی راہروی میں نادان مخلوق اور ناواقف لوگوں کی زبانون سے آپکو ہر قسم کی ایذا پہنچی مگر حق تعالیٰ کا لطف و فضل آپ کے سر کا چتر اور پشت پناہ بنا ہوا تھا اسلئے قدم نہ ڈگا پر نہ ڈگا

لکھو کھار چیان کھائیں ہزاروں تیر اور بھلے
 پیارے وارنے تلوار کے ٹکڑے کیا دل کو
 زبان سے آف نہ نکلی اور نہ بکا کھ سے ہنسو
 مبارک تو شہیدوں کا ثواب میں نیم میل کو

حضرت امام ربانی کو اپنے محسن کی شکر گزاری میں ایک لذت حاصل ہوتی تھی ایک دن صوفی کرم حسین صاحب اپنی حالت حضرت سے عرض کر رہے تھے اثناء گفتگو میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مدت دراز تک بیٹھا ہوں اور مجھ کو شاہ صاحب کی تعلیم بھی کی ہے اور جو کچھ نفع ہوا ہے وہ حضرت حاجی صاحب اور شاہ عبدالقدوس صاحب ہی کا طفیل ہے حضرت شیخ کی شکر گزاری کے موقع پر حضرت کا اسم مبارک مقدم بیان فرماؤ وہ ادب محمود اور اصل روح و مقبت ہے جس کو کمال معنوی کا فرد اعظم کہنا چاہیے۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام ربانی قدس سرہ کا دل فیض منزل جس بے بہا اور انمول جوہر کا حامل بنا یا گیا تھا اس کی ماہیت معلوم ہونی دشوار ہے اور اگر کسی کو معلوم بھی ہو جائے تو بیان ہونی محال ہے بندہ ناکارہ نے جو کچھ لکھا خدا شاہد ہے کہ ناکافی لکھا و جان جو کچھ سمجھے ہے اس کو الفاظ کا لباس پہنانے کی اپنے اندر طاقت نہیں پاتا اور حق یہ ہے کہ تقسیم الحال اور اس فن سے محض نا آشنا ہونے کی وجہ سے سمجھ بھی نہیں سکتا کہ حضرت میں کون کون معنوی کمالات و دہیت رکھے گئے تھے بالاختصار اس قدر جانے ہوئے ہوں اور یہی لکھ چکا اور لکھنا چاہتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت ہضیاء کا محمود و رتجا اتباع آپ کے قلب میں راسخ اور اعضا و جوارح کا معمول بن گیا تھا آپ کی ہر ادا اسی اتباع سنت کی تعلیم دیتی اور آپ کا ہر طور و طریق اسی مضمون کی مخلوق کو رغبت دلاتا تھا یہ ایک کمال اصل تھا اور ربانی کمالات اس کی فروع اور شاخیں یہ کیفیت راسخہ حاکم تھی اور حلقہ حرکات و سکنات اس کی ماتحت اور تابع فرمان۔

آپ زہد و قناعت میں مجاہدہ و ریاضت میں ہجوم مصائب پر صبر اور نعمتہائے ربانی پر شکر ادا کرنے میں تقویٰ و طہارت میں اعتلاص و انہار عبدیت میں صدق و صفائے حلم و وقایہ میں رافت علی المخلوق و شفقت علی الناس میں اصلاح و نشان تربیت میں ایثار و سخاوت میں حیاء و عفت میں قضاے خالق پر رضا اور رزاق عالم پر توکل میں خوف و خشیت میں رجاء و رحمت میں افتقار الی الرب المتعال میں حب فی اللہ میں بغض فی اللہ میں غرض ہر خصلت محمودہ اور کمال معنوی میں وہ مرتبہ پائے ہوئے تھے جو سرداران مذہب یعنی علماء کے امام و پیشوا کو حاصل ہونا چاہئے نبوی توکل کے آفتاب عالم تاب سے آپ اس زمانہ میں خصوصیت کے ساتھ مستفید ہوئے تھے آپ کے ارشاد و تربیت کا ابتدائی زمانہ چند ماہ کے لئے تعلیم اطفال میں گذار جاتی تھی البجلہ

تحصیل معاش کا ذریعہ بھی تھا مگر اسمین بھی اتباع سنت تھا اگر انبیاء علیہم السلام کی ابتدائی عمر میں بکریوں کی پاسبانی کا اقتدا ہو جائے اور اُسے زمانہ میں اصلاح تعلیم خلق اللہ اور بندگان خدا کی پاسبانی و نگہداشت کی عادت پڑ جائے اسکے بعد جبکہ آپ سندارشاد و تربیت پر بیٹھے اور نیابت نبوت کا عہدہ آپ کے سر پر کھدیا گیا تو اسباب معاش سے بالکل بیگمونی آپ نے اختیار فرمائی چونکہ آپ کا ستر اہل طفولیت ہی میں اسکا یقین رکھا تھا کہ جو بندہ اپنے خدا کا ہو رہیگا حق تعالیٰ اُسکی ضروریات و حاجات کے خود تکفل ہو جائیگے اسلئے آپ نے نہ چاہا کہ آقا کے دین کی خدمت چھوڑ کر رزق موعود کی تلاش میں ایک لحظہ بھی ضائع فرما دیں اپنے سچے خدا کے وعدوں پر آپ کا اعتماد و وثوق اتنا بڑھا ہوا تھا کہ باوجودیکہ شروع میں عسرت و تنگدستی کے اندر مبتلا فرما کر آپ کو جھڑپایا گیا اور فاقون تک کی نوبت پہونچائی گئی مگر آپ جس در کے دربان ہو چکے تھے اُس پر خادم و ملازم بنے پڑے رہے دوسرا دروازہ بھانکنے کا دوسو بھی آپ کے قلب میں نہیں آیا آپ کا جفا کش حوصلہ اور وعدہ کی سچی عالی ظرفی نے اپنی احتیاج و تنگ حالی کا اپنے جیسے محتاج انسان پر ظاہر کرنا بھی بے غیرتی اور محبوب کی شکایت سمجھا آپ کی بلند ہمت اور وسیع و رفیع صداقت عہد نے کبھی گوارا کیا کہ آپ کا یہ زمانہ افلاس آپ کے اہل وطن دیکھ جائیں اکثر ایسا ہوا کہ آپ کے دو لنگدہ میں آگ نہیں سُلگی اسلئے کہ پکانے اور کھانے کو کچھ موجود نہ تھا مگر آپ نے کبھی کسی شخص سے قرض نہیں لیا۔ آپ کا قرض نہ لینا اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ عمر بھر اسی حالت فقر و فاقہ میں بسر کرنے پر بھی راضی تھے اور یوں سمجھتے تھے کہ اگر حق جل و علی شانہ نے اسی حالت میں مبتلا رکھا تو کیا ہوا قرض کیونکر ادا ہو گا اور ادا نہ ہونے کی صورت میں وعدہ خلافی و کذب کی معصیت کا ترکب ہونا پڑیگا اسلئے فاقہ کرنا بہتر ہے قرض لیکر پیٹ بھرنے سے اور آقا کے ابتلا میں ثبات قدم افضل ہے ماسوی اللہ کی جانب صورت احتیاج ظاہر کرنا

باغبان گریخ روزے صحبت گل بایزش بر جفائے خار جبران صبر بیل بایزش

اے دل اندر بند لطف از پریشانی منال مرغ زیرک چون بدام افتد کل بایزش

اسکے بعد جب فتوحات کا دروازہ کھلا ہے تو حق تعالیٰ نے مخفی و قلبی نعمتوں کے ساتھ ظاہری قبول و توفیق بھی آپ کو مالا مال بنا دیا آپ دنیا سے بھاگتے تھے اور دنیا کا مال و متاع آپ کے قدم پر ٹپتا اور غلبین پر نثار ہوتا تھا آپ خدام کی تدرین قبول فرمانے سے انکار کرتے اور گھبراتے تھے مگر بے نیاز خدا آپ کو مجبور بنا کر دلو اتار اور لشکری سے احترام کا فرمان واجب لا ذعان اپنا محکوم و مطیع بنا کر مال و ذرا آپ کا مقبوض و مملوک ٹھہرا یا کرتا تھا ایک بار مخالفین کے عداوت اور حکام تک جھوٹی شکایات پہونچانے کا نتیجہ نکلا کہ سرکاری عہدہ تار آپ کے حال کی تحقیقات پر تعینات

ہوا اور دورہ کرتا کرانگلوہ پوچھ کر آپ کی خانقاہ میں آیا آپ سوقت چونکہ درس حدیث میں مشغول تھے اسلئے متوجہ نہ ہوئے جب فراغت پائی تو آپ کے آپکا ذریعہ معاش دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا ”توکل“ وہ نہ سمجھا کہ توکل کیا ہے اور معاش کا ذریعہ کس طرح ہے اس نے اسباب معیشت گنوائے مشروع کئے اور ہر ایک کا نام لیکر دریافت کیا کہ زراعت کرتے ہو؟ تجارت کرتے ہو؟ زمیندار ہو؟ کسی کے لوگ ہو؟ کہیں سے تنخواہ بندھی ہوئی ہو؟ کوئی حرفہ جانتے ہو؟ سب سوالات پر آپ کا جواب نفی میں تھا آخر جب کہا گیا کہ پھر کھاتے کہاں سے ہو اور کرتے کیا ہو؟ تو آپ نے فرمایا ”خیر“ غیب سے ملتا ہے اور توکل کرتا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ مشقت نے گردن جھکا لی اور دیر تک کسی فکر و سوجھ میں غرق رہا آخر خدا جلے کیا سمجھا کہ حیرت میں روپیہ کا نوٹ نکال کر آپ کی نذر کیا اور واپسی کے لئے قدم اٹھایا آپ نے بلاتال نوٹ لے لیا اور فرمایا ”یہ ہے توکل جو میرا ذریعہ معاش ہے اور جو کما کما کما جاتا ہے سچے علم کا ثمرہ یعنی بے نیاز خدا کا خوف اور شبیہ جیسا آپ کے قلب میں تھا شاید زمانہ کی آنکھوں نے کہیں نہ دیکھا ہو مگر ضبط اسد رجڑا ہوا تھا کہ اظہار مشکل تھا جسوقت آخر شب میں آپ تحریمہ باندھ کر اپنے خدا کے سامنے کھڑے ہوتے اور دست بستہ عرض معروض شروع فرماتے تو آپ پر وہ حالت نمایاں ہوتی تھی جو ہمنشاہ کے حضور میں حاضر ہوتے وقت غلام پر ہونی چاہئے بسا اوقات آپ پر گریہ طاری ہو جاتا آواز بھڑجانی ہو جاتی بندہ جاتی آنکھوں سے آنسوؤں کے تار و تیروں کی لڑیاں بن کر بہتے اور سارے بدن پر ایک عرشہ پیدا ہو جاتا تھا شاہنشاہی فرمان یعنی مقدس قرآن کی آیت آپ پڑھتے اور تغیر حال کے سبب رگ جالتے تھے پھر شروع فرماتے اور پھر ٹھہر جاتے تھے کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک آیہ شریفہ پر آپ صبح کردی کہ اُسی کو بار بار دہرائے اور اعادہ فرماتے رہے۔

مولوی ممتاز علی صاحب دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ جب یہاں بلوچستان میں حضرت قدس سرہ کے وصال کی خبر پہنچی تو اتفاق سے مولانا ابوالخیر صاحب میں مقیم تھے دو بار اُن کا پیغام میرے پاس پہنچا کہ مجھے اگر مجاہد سمجھے فرصت ملی آخر جب میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ مولانا بے اختیار رو رہے ہیں مجھے دیکھتے ہی گریہ اور زیادہ ہوا یہاں تک کہ چہنچہن نکلنے لگیں سارے مجمع پر اس کیفیت کا یہ اثر تھا کہ قریب تھا ہاڑین مارتے مارتے سب لوگ بیہوش ہو جاوین اسی حالت میں مولانا ابوالخیر نے فرمایا آہ مولوی ممتاز علی ہندوستان سے بڑا شخص اٹھ گیا یا مگر افسوس مخلوق نے قدر نہ جانی کہ مولانا کیا چیز تھے میں نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ حضرت مولانا قدس سرہ نے ایک آیہ پر روتے روتے تمام رات گزار دی تھی اور وہ آیہ یہ تھی ”يَوْمَ تَبْيَضُّ الْوُجُوهُ فَتَمَلَّكُهَا مَلَائِكَةٌ مُّقَاتِلَةٌ“

نااہل مولعت جو حضرت قطب العالم قدس سرہ کا خود نا قدر شناس بنا رہا اُن وجدانی کوائف کو کس طرح سمجھے یا زبان قلم پر لائے جنگا سمجھنا وجدان سلیم اور اُسی قلب کا کام ہے جس میں کچھ جنگ پیدا ہوئی ہو یا اس راستہ کی ہوا لگ کر قدرے ذائقہ منہ کو لگ لیا ہو۔ نابلت بچہ سے کتنا ہی کوئی سچی اور نہیم و صاحبِ باطن نہیں بیان کرے مگر لذتِ جماع قبل بلوغ ہرگز سمجھ نہیں سکتا پھر ہبلہ عشق و محبت کی وہ آگ جو کسی عاشق کے قلب میں بترک رہی ہو صورت دیکھنے والا اور عشق کے معنی سے ناواقف شخص کیونکر سمجھ سکتا ہے ۵

نظر کو کیا خبر پردہ کے اندر دل لگی کیا ہے کوئی آزاد کیا جانے کسی دلی لگی کیا ہے ایک مرتبہ فلہ کے بعد حجرہ شریفہ میں آپ تلاوت قرآن کے اندر مشغول تھے بندہ نادان و نادار مولوی محمد صاحب کے پاس اس طرح دبے پاؤں خاموش جا بیٹھا کہ حضرت نے آہٹ بھی نہ سنی تھوڑی دیر میں مولوی محمد بھی صاحب کی ضرورت سے باہر تشریف لے گئے اور میں تنہا بیٹھا لگیا چند منٹ گزرے تھے کہ حضرت قدس سرہ کے لہجہ تلاوت میں تغیر شروع ہوا اور رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ آپ کا سارا جسم کانپنے لگا بے اختیار آپ اٹھ اٹھ آنسو رونے لگے آواز رگ گئی ہر چند آپ پڑھنا چاہتے مگر گریہ کا غلبہ حلق کو پکڑ پکڑ لیتا تھا خدا شاہد ہر کوئی یہ شہیدِ خوف کی جو حالت اس وقت حضرت پر طاری تھی شاید تند مزاج خوشنور شیر کے سامنے پڑ کر کسی کمزور نالائق ضعیف القلب شخص کی بھی یہ حالت نہوگی اور خشیہ جو اس وقت آپ پر ہویدا تھا غالباً کسی جبار و با قدرت شاہنشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر کسی خطا دار سے خطا وار مجرم غلام پر بھی ظاہر نہوا ہوگا۔ آپ کی یہ حالت اتفاقیہ اور مہر میں پہلی بار میری نظر پڑی تھی میں اب تک بھی نہیں جانتا کہ کس بات سے آپ ڈرتے تھے اور کیوں کانپ رہے تھے یہی قرآن مجید ہے جس کو اول سے آخر تک سلمان پڑھا کرتے ہیں خدا جانے وہ مضمون کونسا اور کمان ہے جس پر کچھ خوف یا خشیہ پیدا ہوتا ہے اسلئے دفعۃً یہ تغیر حال دیکھ کر میں تھکا دھکا اور اس درجہ پریشان ہوا کہ اب تصور آتا ہے تب بھی گھبرا جاتا ہوں دل میں خوف زدہ ہو کر کہنے لگا کہ یا اللہ آج کس مصیبت میں آپ نہا نہ جائے رفتہ بہ نہ پائے ماندن اگر بیٹھا ہوں ممکن ہے کہ حضرت کو میرے بیٹھنے کی کشف یا کئی طرح اطلاع ہو جائے تب معتوب ہوا اور اٹھوں تو پاؤں کی آہٹ سے اطلاع ہوئی ضرور اور اُس ہوہوم سے یہ غالب خیال زیادہ خطرناک اسلئے خدا ہی جانتا ہے کہ اس وقت میرے دل کی کیا حالت تھی نہ میں آسمان پر تھا نہ زمین پر ساکت و صامت بُت بنا بیٹھا ہوا اور وحشت زدہ دل بجائے اسکے کہ اس وقت مستفید ہو تا کمال الحاح اور خلاص کے ساتھ یوں دعا مانگا کہ ہا کہ یا اللہ کسی طرح مولوی محمد بھی جلد آویں۔

دعا حقیقت میں دل سے نکلی اور عین اضطراب و توحش میں واقع ہوئی تھی اسلئے شاید چند لمحہ گزرے ہوں کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب جو حجرہ کی آمد و رفت کے ہر وقت مجاز تھے آگے اٹکا حجرہ کی چوکھٹ پر قدم رکھنا تھا اور حضرت کا اس حالت کو ضبط فرما کر سیدھا ہو بیٹھنا خدا جانے یہ حالت عجیبہ دفعۃً پیدا کیونکر ہوئی اور اس طرح ایک سخت ضبط کس طرح ہو گئی بجز اسکے کہ بالا جمال اتنا سمجھا یہ بھی کوئی حالت مجذوبہ ہے جو اتباع سنت نبویہ میں اولیاء اللہ پر طاری ہوتی ہے جو جوان کو بوڑھا اور قوی کو کمزور بنا دیتی ہے اور کچھ نہ اسوقت سمجھا نہ اب سمجھ سکتا ہوں۔

خادم نوازی اور سادگی و بے تکلفی امام ربانی کی خاص شان تھی ایک مرتبہ رمضان کا مہینہ تھا لاٹونا حبیب الرحمن صاحب نے یونہی اتفاق سے سحر کو وقت معمول پر نہ اٹھ سکے حضرت قدس سرہ نے انکے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر آواز دی مولوی صاحب گھبرا کر اٹھے اور باہر آکر عرض کیا کہ حضرت آپ نے کیونکر تکلیف فرمائی؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا مجھے اسوقت خیال آیا کہ حبیب سو گیا معلوم ہوتا ہے سحر کا وقت اخیر ہونے والا ہے اگر میں نہ جگاؤنگا تو وہ تمام دن بھوکا رہے گا۔

بارہا ایسا ہوا کہ مؤذن کی وقت پر آنکھ لگ گئی اور حضرت چپکے ہی مسجد میں تشریف لائے اور اذان دیکر اپنے حجرہ میں چلے گئے پھر مؤذن سے یہ بھی دریافت نکلیا کہ آج اذان کے وقت کیونکر ہو گئے تھے؟ آپ رفیق القلب تھے کسی کی تکلیف آپ سے دیکھی نہ جاتی تھی اپنا ہوا یا بیگانہ اگر آہ کا کلمہ آپ کے کان میں آتا تو بیتاب ہو جایا کرتے تھے محمد عاشق نور بات کا لڑکا مولوی محمد یحییٰ صاحب کے پاس پڑھتا تھا گند زہن اور غبی زیادہ تھا سبق کے کسی بار بتانے پر بھی جب اسکو یاد نہ ہوا تو مولوی محمد یحییٰ صاحب نے اسکو مارا دفعۃً یہ چیخا اور ہائے کی آواز حضرت کے کان میں پڑی بے تحاشا حضرت چارپائی سے اتر کر دوڑے کہ اسکو بچائیں سامنے گولہ کا درخت تھا نظر نہ آنے کے سبب روبرو میں اس زور سے لگا کہ کسی دن تکلیف ہی اپنی تکلیف کا اظہار تو کچھ بھی نہ فرمایا ہاں مولوی محمد یحییٰ صاحب کو نصیحت کی کہ ”بھائی اسقدر بچون مارنے سے کیا فائدہ جسقدر حق تعالیٰ نے ذہن بنا دیا ہر کیا اسقدر مارنے سے تمہیں ترقی ہو جائیگی؟“

مولوی محمد یحییٰ صاحب کے پاؤں میں ایک مرتبہ مچ آگئی تو آپ نے اُنکو گھر نہ جانے دیا حجرہ میں رکھا آدمی مالش کرنے آتا تو آپ پاس بیٹھ جاتے اور جب تک وہ پاؤں کو تیل ملتا رہتا آپ بیٹھے ہا کرتے تھے بار بار حال پوچھتے اور کھانے پینے کے علاوہ بھی ہر قسم کی خبر گیری فرماتے تھے۔

اپنے ہمصر احباب کے ساتھ حضرت امام ربانی قدس سرہ کا جو مخلصانہ برتاؤ تھا انہی نظیر ملنی مشکل ہے ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھنے کو آپ مصلے پر کھڑے ہوئے پیچھے سے کسی شخص کا یہ کلمہ آپ کے کان میں پڑا مولوی صاحب آگے مولوی صاحب آگے آپ نے منہ پھیر کر دیکھا تو مولانا محمد یعقوب صاحب تشریف لائے تھے چونکہ پیدل راستہ قطع کر کے تشریف لائے تھے اسلئے پیروں پر غبار چڑھا ہوا تھا حضرت امام ربانی اپنے استاد زادہ کو دیکھتے ہی مصلے سے سکر اور یہ دریافت فرماتے ہوئے پیچھے ہٹ آئے کہ مولوی صاحب وضو ہے؟ مولانا نے فرمایا جی ہے اور اسی سادگی کے ساتھ مصلے پر اکڑے ہوئے حضرت امام ربانی کی نظر قدس مون پر پڑی تو پنڈلیاں تک غبار آلودہ تھیں اپنے کپڑے کا دامن لیکر اپنے مولانا کے پاؤں کا غبار جھاڑنا شروع کر دیا حضرت مولانا پر بھی اُوقت کوئی حالت طاری تھی کہ کترے ہوئے پاؤں صاف کرانے رہے حضرت امام ربانی نے خوب اچھی طرح غبار صاف کیا اور بعد میں مسرت کے ساتھ فرمایا کہ مولوی صاحب کے پاؤں صاف کر کے میلا بڑا جی خوش ہوا زیادہ تر اسوجہ سے کہ انہوں نے تکلف نہیں کیا تقویٰ اور احتیاط کے ساتھ صاف گوئی آپ کی اس درجہ بڑی ہوئی تھی کہ کوئی کیسا ہی یلین یا رئیس زادہ کیوں نہوجب اس کی کوئی حرکت آپ کو ناگوار گذرتی تو صاف فرمادیتے اور تعلق کے ترک کو ظاہر کر دیتے تھے نواب محمد علی خان صاحب مرحوم رئیس چتاری کے ساتھ آپ کی خاص محبت سب کو معلوم ہے اور اس کا سبب تو ایسا حبک صرف خوش عقیدہ ہونا تھا جس مانہ میں تیم پستے کی ریاست کا انتظام کرتا کو نواب صاحب سے ہندوستان تشریف لائے تو زمانہ کے رسم و رواج کے موافق اُسی ریاست کی آمدنی میں سے حکام کی دعو توں وغیرہ کے متعلق وہ اخراجات بھی ہوتے تھے جن کا شریعت نے نواب صاحب کو مستحق نہ بنایا تھا ریاست کے دیندار کارندوں نے جو حضرت سے علاقہ رکھتے تھے بصورت استفتا اس حال بذریعہ تحریر عرض کیا کہ نوکری کے متعلق ہمیں کیا حکم ہے آپ نے جواب لکھا کہ تیم کے مال میں غیر مشروع تصرف کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے نہ اس کی معاونت جائز اسلئے ایسی جگہ کی ملازمت کو بھی میں ہٹائے لئے پسند نہیں کرتا خدا رازق ہے وہاں سے چھوڑو گے دوسری جگہ سے ملیگا حضرت کے اس ارشاد پر حاجی دوست محمد خان وغیرہ مستحضر ملازم فہرست معافی ہو گئے یہ حضرت کی کرامت اور انکی استقامت و پختگی عقیدت کا ثمرہ تھا کہ بیکار نہ رہے یہاں سے معافی ہوئے تو دوسری ریاست میں ملازم ہو گئے یہی انتظام ریاست کے زمانہ میں نواب صاحب مرحوم نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا اور اپنے حاضر

از مولوی صاحب مرحوم در محل حضرت امام ربانی

جسے ہم نے کافر سمجھا وہ کافر ہی ہی مومن نہیں اس حدیث پر غور کیا جاتا ہے تو کافر کو بھی کافر کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ امام ربانی قدس سرہ جیسا حدیث کی مبسوط تقریر فرما چکے اور علماء کا موجودہ جلسہ مناظر ہو گیا تو اپنے ارشاد فرمایا اگر کبھی شریعت کا حکم ہے کہ کافر کو کافر کہو اسلئے بندہ کو تعمیل میں عذر کیا جس پر علامہ کفر دیکھیں گے ہم تو اسے کافر سمجھیں گے اور کافر ہی کہیں گے یہ فرما کر خاموش ہو گئے اور پھر دوسرا ذکر شروع فرما دیا۔

اس حدیث سے امام ربانی قدس سرہ کا تعلق اور مجتہدانہ شان کا استنباط ہی ثابت نہیں ہوتا بلکہ کافر تو ہمنوع قبیح سے متاثر ہونا اپنے کو بیچ بھجنا جسکو تو اضع کہا جاتا ہے اور معرفت الہیہ کے ساتھ پائشِ شریعت تحفظِ ادب و اتقال امر اور تعلیم و تادیب علماء کا خاص اسلوب ظاہر ہو رہا ہے کہ بظاہر دو متضاد موثر سے آپ کا قلب جسم بدرجہ مساوی متاثر تھا اور کسی ایک حالت کا دوسری پر غلبہ تھا اور قلبی تواضع اور اعتقاد کی بنیاد ہی کا اذعان بدرجہ اتم تھا اور اُدھر سیاست شرعیہ فریقہ منصفیہ شاد کمال کے درجہ پر پہنچا تھا امام ربانی قدس سرہ کے کمالات کوئی کیا سمجھے اور کیونکر بیان کرے آپ کا دلی منش اور طبعی اقتضا جس خلوت و کیسوئی اور اپنے ایک معبود لاشریک لہ کے ذکر و فکر میں محو و مستغرق رہنے کا تھا اسکو مسند ہدایت کی جانشینی کے سبب مخلوق کے ساتھ وابستگی اور تعلیم و ارشاد و خلق میں شغولیت کے حکم نے مغلوب بنالیا تھا آپ کی عبدیت کا اقتضا یہی تھا کہ بندہ حکم بنے زمین دل پر چلے ہر وقت اسے چلین مگر اطاعت محبوب سے سرومجاوز نہونے پائے ہمیں شک نہیں کہ آپ کا قلب ہر وقت بزبان حال کہتا تھا کہ

نخواہم جز تو یک ساعت تفکر در گردن

مگر اس کے ساتھ ہی ہمیں بھی شبہ نہیں کہ آپ کے جسم و جان کی ہر حرکت اسکو سج یہ مضمون ظاہر ہو رہا تھا کہ

آہنہ کہ خواندہ ام ہمہ از یاد برفت

جو ہمہ بالشان خدمت آپ کے سپرد کی گئی تھی حقیقت میں آپ اس کے اہل تھے چنانچہ آپ اسکو تیس

سال تک نباہ کر کھلا دیا کہ مسند ارشاد و تربیت پر نشستہ و بجانب خلق تھا اور دل بسوی خالق عم نوا کہ

دل پیش تو ام دیدہ بجائے دگر تم

تا خلق نداند کہ ترا میسر

ایک دن مولوی امیر شاہ خان صاحب نے حضرت قدس سرہ سے ایک قصہ بیان کیا کہ میں ایک روز مسجد حرام میں ایک بزرگ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اُن کے پاس ایک نو عمر درویش آئے اور بیٹھ گئے وہ بزرگ جبکہ پاس میں بیٹھا ہوا تھا اس درویش کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ کبھی تمہارے قلوب میں

انصاف کی کمی نہیں ہوتی

بڑی اچھی چیز ہے اُن سیاروں نے اپنا حال چھپانا چاہا مگر انہوں نے پردہ ہی فاش کر دیا کئے لگے کہ تمہارے قلب میں ایک عورت کی شبیہ ہے اُسکی ناک ایسی ہے اور آنکھیں ایسی ہیں اور بال ایسے ہیں غرض تمام صلیب پر کر دیا اسوقت وہ درویش بہت نادام ہوئے اور اقرار کیا کہ بیشک آپ سچ فرماتے ہیں ابتداً حوائی میں مجھے ایک عورت سے عشق ہو گیا ہر وقت اُسکے دہیان میں رہنے سے اُسکی شبیہ میرے قلب میں لگی ہے اب جب کبھی طبیعت بے قرار ہوتی ہے تو آنکھ بند کر کے اُسکو دیکھ لیتا ہوں کچھ سکون ہو جاتا اور طبیعت ٹھہر جاتی ہے مولوی امیر شاہ خان صاحب یہ قصہ بیان کر کے منتظر رہے کہ حضرت کچھ ارشاد فرمائیں مگر حضرت امام ربانی قدس سرہ نے کچھ بھی جواب نہ دیا سکر خاموش ہو گئے جب کئی مرتبہ مولوی صاحب کے ساتھ تھے تب حضرت نے ارشاد فرمایا ”بھائی یہ کچھ زیادہ غلبہ نہیں ہے کیونکہ آنکھیں بند کرنے اور قلب کی طرف متوجہ ہونے کی نوبت پہنچتی تھی میرا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ برسوں سے تعلق رہا ہے کہ بغیر آپ کے مشورہ کے میری نشست و برخاست نہیں ہوتی حالانکہ حاجی صاحب مکہ میں تھے اور اسکے بعد جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی تعلق برسوں رہا ہوا اسکے بعد اتنا فرما کر خاموش ہو گئے کچھ فرمایا اور دیر تک اُن کے سرنگون رہے مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی اجازت کے بغیر نہ حرکت ہوتی ہے نہ سکون امام ربانی قدس سرہ کو حق تعالیٰ نے جو کمالات عطا فرمائے تھے حقیقت میں وہ اس درجہ دقیق ہیں کہ آپ کا سمجھنا بھی مشکل ہے سارے کمالات کا مجموعہ آپ میں یہ کمال تھا کہ آپ مثل عام مومنین کے رہنا یا عبدیت ایک بندہ مومن تھے نہ آپ پر اضطراب تھا نہ بخود ہی نہ سکر تھا نہ تحیر نہ وہ تھا نہ عاشقانہ عشق اور بیتابانہ اشتیاق بس ایک اتباع شریعت مصطفویہ کا ہر دم خیال تھا اسی دھن میں آپ متغرق تھے اور اسی شغل میں ہر لمحہ مشغوف بطمائی پیغمبر کے پھیلانے ہوئے طریقہ مرضیہ کو اپنے ایسے مضبوط ہاتھوں سے تھا مانتا تھا کہ دیندار متشرع اور حب سنت شخص سے محبت کرنا اور بددین فاجر اور مخالف سنت بدعتی کو مبغوض سمجھنا آپ کا فطری اور طبعی اقتضا بن گیا تھا آپ کا روان روان پکار رہا تھا کہ

من دشمنست را دشمنم چو دشمنست باشد کسے جز آنکہ یا دیوے بود یا غول یا دیوانہ

دن کی چلتی شعاہوں اور رات کی سنسان گھڑیوں میں جسکی آپ کو تلاش رہتی تھی وہ صرف ایک رضاے محبوب تھی جبکہ حصول آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات و عبادات میں اتباع کرنے پر موقوف سمجھ لیا تھا۔

حق تعالیٰ کی عظمت و جلالت شان چونکہ آپ کی رگ رگ میں ہویت تھی اسلئے قرآن مجید کی تلاوت کی قوت آپ پر اکثر حالت کا غلبہ ہوتا اور اگر اغیار سے مجلس خالی ہوتی تو اکثر انظار بھی ہو جاتا تھا آخر شب میں جبکہ خالی مکان کے اندر آپ اپنے آقا کے حضور میں سست بستہ کھڑے ہوتے اور نوافل میں قنوت قرآن مجید شروع فرماتے تو عموماً آپ پر گریہ طاری ہوتا اور پڑھتے پڑھتے رگ رگ جلتے تھے بسکیان آپ کا حلق تھام لیتیں اور ہکا پر ہجو کر نیوالی حالت آپ کو ساکت و صامت بنا دیا کرتی تھی آنکھوں کی آنسو بہتے اور خسارہ و لمحہ پر گزرتے ہوئے موتیوں کی طرح مصلے پر گر کر کرتے تھے آپ آیات کلام اللہ سے صرف تجلیات معرفت ہی کے حاصل کرنے پر اکتفا فرماتے تھے بلکہ اسکے ساتھ آپ کے اعضا جسم پر ایک خاص اثر اور وہ حالت پیدا ہوا کرتی تھی جو مضمون آیت کے مناسب و متناسب تھی تلاوت میں آپ جب ایسی آیت پر پہنچتے جہاں ذکر رحمت و وعدہ غفرت ہے تو رجاء و مسرت سے انبساط پیدا ہوتا اور حیو قوت وہ آیت پڑھتے جہاں غضب و وعید عذاب مذکور ہے تو آپ کا بدن کانپنے لگتا اور عرشہ پڑ جاتا تھا۔ حق تعالیٰ شانہ کی کبریاں اور بزرگازی کا مضمون پڑھتے تو گون جھکا جاتی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جلال خداوندی کے شاہدے سے نیست نابود ہوئے جاتے ہیں اور تخریف و تہریک کے مضمون پر گزرتے تو ہیبت کے سبب گھٹے کھڑے ہو جاتے اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ خوف کے مارے میں جاتے اور گویا زمین میں گرے جاتے ہیں آپ کے تاثر کی یہ طبعی حالت بعض وقت مستعدی ہوتی اور اقدار غویا نمازیوں پر بھی طاری ہو جاتی تھی مولوی عبدالرحمن صاحب خوجوی کہتے تھے کہ ایک مرتبہ میں گنگوہہ حاضر ہوا رمضان کا مہینہ تھا اور تراویح میں کلام اللہ حضرت جی سنایا کرتے تھے ایک شب اپنے تراویح شروع کیں میں بھی جماعت میں شریک تھا قرآن مجید پڑھتے پڑھتے آپ اس رکوع پر پہنچے جس میں خوف و خشیدہ لایا گیا تھا جماعت میں حالانکہ نصف سے کم عربی زبان کے سمجھنے والے تھے اور باقی سب نادان افکار آپ کے اس رکوع کی قدرت پر خوف کا اثر سب پر پڑ رہا تھا کوئی روتا تھا اور کسی کے بدن پر لرزہ کوئی بیقرار اور کوئی تھرتھرا کانپ رہا تھا اس رکوع کے بعد جب آپ نے دوسرا رکوع شروع کیا تو اس میں رحمت خداوندی کا بیان تھا اس وقت دفعۃً تمام جماعت پر سرور طاری ہو گیا اور پہلی حالت یک لخت منقلب ہو گئی فرحت و انبساط کے ساتھ یہاں تک کہ بعض مقتدی سنہی ضبط نہ کر سکے اور قہقہہ جاری ہو گیا۔

دنیا ایک مسافر خانہ ہے اور تمام مخلوق عمر کی کشتی پر سوار ہو کر اس سفر کو قطع کر رہی ہے اسلئے مسافروں آخرۃ اہل اللہ اپنے سرے کے آئینہ مسافروں کے ساتھ جو سن بلوک و شفقت کا نیک برتاؤ کو دیتے ہیں جداگانہ

عملی کمال سمجھا جاتا ہے۔ امام ربانی قدس سرہ کو بادیہ کی آپ کے قلب سے ماسوی اللہ کی محبت کو کج علاقہ نہ ملے
تھے اس درجہ میں اللہ کی مخلوق اور دنیا و متوسلین کے ساتھ جو محبت تھی وہ غالباً بیٹے کے ساتھ باپ کی
محبت سے بڑھی ہوئی تھی مولانا محمد حسن صاحب مراد آبادی ام فضلہ کی عادت تھی کہ ماہ رمضان میں اکثر گنگوہ
حاضر ہوا کرتے تھے ایک مرتبہ علالت کے سبب آسکے تو حضرت نے کئی مرتبہ دریافت فرمایا کہ مولوی محمد حسن
نہیں آئے خدا جانے کیا سبب ہے؟ آخر بعض مراد آبادی لوگوں سے جپٹ جانے لگے یوں ارشاد فرمایا مولوی
محمد حسن سلام کہدینا اور کہنا کہ اپنی اور تعلیقین کی خیریت سے جلد اطلاع دیں کہ طبیعت کو تعلق ہے۔
مولوی محمد کچلی صاحب یکبار اپنی اہلیہ کو لیکر کاندھلہ روانہ ہوئے وضع حمل کے دن قریب بھل کے
ہچکولوں سے راستہ میں اسقاط ہو گیا جسوقت آپ کو اس قصہ کی اطلاع کسی خادم نے دی تو بے اختیار
آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور نہایت افسوسناک لہجہ میں آپ نے یہ شعر پڑھا

ابن کشمکش کے دم سے کیا کام تھا ہمیں اسے الفت چمن تراخانہ خراب ہو

اپنی عاقبت سوار نیکو جو کوئی بھی آپ کی خدمت کرتا تھا آپ اس کو اپنا محسن سمجھتے اور احسانمندی و
شکر گزار ہی ظاہر بھی فرماتے تھے ایک مرتبہ کسی خادم نے تبر کا آپ سے مستعمل پڑنے پڑے کا سوال کیا
آپ نے ارشاد فرمایا بھائی عرصہ سے میرے پاس کوئی مستعمل کپڑا نہیں رہتا خدا برکت دے دینے والوں کے
مال میں کتنے کپڑے بنا کر لاتے ہیں اور ایک بار پہنا کر دوسرے دیکھتے اور پہلے پہلے ہیں یہی سلسلہ اکثر رہتا
ہے چنانچہ اسوقت بھی جو کچھ پہنے بیٹھا ہوں سب ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب کا عطیہ ہے۔

ایک مرتبہ نواب مود علی خان صاحب غالباً ستوروپہ کا نوٹ چپکے سے آپ کی تذکر کیا باہر تشریف لا کر آپ نے
علی الاطلاق ارشاد فرمایا نواب صاحب نے مجھے اتنی رقم عطا فرمائی۔ نواب صاحب نے گردن جھکائی تو آپ نے
فرمایا بھائی کوئی کسی پر احسان کرے تو کیا اسے ظاہر بھی نہ کرے؟

مخلص و تہمدست مولف سچ یہ ہے کہ آپ کے کمالات علیہ و علیہ کے اظہار کا حق ادائین کر سکتا
خلاصہ یہ ہے کہ کلمہ بیضا محمدیہ کو اگر آسمان کہا جائے تو آپ کو اس کا کوب وری کہنا پڑیگا اور شریعت غراء
مصطفویہ کو اگر بحر زار مانا جائے تو آپ کو اس کے صدف کا در فرید سمجھنا چاہیے یہی کمال آپ کے جملہ کمالات
کی اصل ہے اور اسی کمال کو اللہ کی مقبول جماعت نے منتہائے سعادات سمجھ کر اصل مطلوب و مقصود
قرار دیا ہے وَذَلِكَ هُنَالِكَ اللَّهُ يُؤْتِيهِمْ مِمَّا يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

حسی کرامات

او لیاراہست قدرت از آئہ چو پیشیان شد ولی از درستی	تیر جستہ باز آزندش ز راہ گفتہ ناگفتہ کند از فتح باب	بستہ در ہائے موالید از سلب تا اذان نے سنج نمود نے کیا
--	--	--

کرامت اس خرق عادت امر کا نام ہے جو منبع سنت کامل التقویٰ مومن سے صادر ہو۔ کرامت کیلئے ضرور نہیں کہ اس ولی کو جو ظہر کرامت بنا ہے اس کا علم بھی ہو اور نہ یہ لازم ہے کہ قصد و ارادہ اس کے ساتھ متعلق ہو پس کہیں علم و قصد دونوں ہوتے ہیں اور کہیں دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہوتا اور کہیں علم ہوتا ہے قصد نہیں ہوتا۔ کرامت کی دو قسم ہیں ایک حسی ایک معنوی جو عام چونکہ حسی کو جانتے اور اسی کو کمال شمار کرتے ہیں اسلئے کرامت گویا انہیں ظاہری امور کا نام ہو گیا ہے جو قانون عادت سے خارج اور صورت عجیب ہیں مثلاً کسی کے مافی الضمیر پر مطلع ہو جانا پانی پر چلنا ہوا پر اڑنا وغیرہ لیکن خواص کے نزدیک بڑا کمال کرامت معنوی ہے جس کو امتیاز کے لئے کمال کے عنوان سے تعبیر کر دیا جاتا ہے جیسے شریعت پر مستقیم رہنا مکارم اخلاق کا نوکر ہو جانا نیک کاموں کا بے تکلف صادر ہونا عادات ذمہ سے قلب کا ظاہر ہو جانا اور کوئی سانس غفلت میں نہ گذرنا یہ وہ کرامت ہے جس میں استدراج کا احتمال نہیں اور یہ وہ یکتائی ہے جس کا کوئی سا بھی نہیں۔

جی نہیں چاہتا کہ کمالات معنویہ کے ساتھ کرامات حسیہ کا تذکرہ کیا جائے کیونکہ اعلیٰ کے ہوتے ادنیٰ کا ذکر فضول ہو مگر سوانح کا نام مجبور کرتا ہے کہ ہر عنوان بقدر ضرورت ہدیہ ناظرین ہو اسلئے چند واقعات نمونہ کی صورت میں بیان کر سنبڑے ورنہ حقیقت میں جس طرح آفتاب عالم تاب کا چمکتا ہوا چہرہ دکھلا کر ٹھٹھا تا چراغ جلا کر ماتھ میں لینا شرم کی بات ہے اسی طرح قطب لوقت مخدوم العالم نائب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب علیہ کا تذکرہ کرتے وقت بصورت استدلال ایسے خوارق عادت ہوں گی تسطیر جو قرب خدا اور اصل مقصود ولایت کے مقابل ہیچ در ہیچ ہیں نہ امت کا سبب ہے۔

امام ربانی قدس سرہ کی اصل کرامت آپ کے دل عرفان منزل کی وہ کیفیت راستہ تھی جس نے آپ کو حق تعالیٰ شانہ کی رضا کا سچا طلبہ گار بنا دیا تھا اسی کا ثمرہ تھا وہ اتباع منت مطہرہ جس کے سانچے میں آپ کی عادات و اوضاع اطوار غرض چلے ضروریات گویا ڈھال لگی تھیں۔ ظاہر ہو کہ حق تعالیٰ شانہ کے ارادہ

مشیت کے آگے اپنے قصد و اختیار کا مسلول و مسلوب کر لینا ہی حق تعالیٰ کا سچا عشق ہے ۵

عاشقی چسپیت بگو بندہ جانان بوردن | پادہ ستے دگرے دست بدستے دگرے

اسی عشق کا درد و اندوہ وہ سچی راحت ہے جو صاحب نصیب خوش قسمت جو انمرد دن کو حاصل ہوتی ہے کیونکہ عالم حادثین جو حوادث پیش آتے اور رخ و مسرت کے واقعات صادر ہوتے ہیں وہ بارادۃ اللہ ہونے کے سبب انکی مرضی اور منشاء کے موافق ہوتے ہیں اسلئے کہ انکی مراد وہی ہے جو اُس محبوب حقیقی کے ارادہ سے متعلق ہو ایسے پاکیزہ نفوس کے حالات کوئی لکھے تو کیا لکھے اور ان شیعہ رضا و محبت کے عشق حقیقی کا راز کوئی ظاہر کرے تو کیا ظاہر کرے ۵

تالم بشکن سیاہی ریز کاغذ سوز دم درکش | حمید این قصہ عشق است در دفتر تنہ گنج

اسی ایک عشق کے ثمرات ہیں جو اولیاء اللہ کے عادات و شمائل بستے ہیں اور جبکا تذکرہ اس سوانح کے عنواناً سابقہ میں ہو چکا ہے علم حکم تو وضع عفت قناعت زہد وقوع تقویٰ حسن انبساط حسن ہیئت خیال طراف لطافت مساعدت شجاعت دیانت عفو احتمال ثبات شہادت شفقت سجدہ کرم احسان ضبط صبر وقار حسن معاملہ در حضور غیبت نیک خواہی صدق و صفا محبت و رضا اور مطاوعت جمیع امور شرعیہ علی صاحبہ الف سلام و تحیہ سب شاخین ہیں اسی ایک اصل کی اور انہیں خصائل حسنہ کی وہ بختی کہ گویا فطری بنجائیں اور ملکہ راسخہ ہو جائیں استقامت کمالی ہے جسکو صوفیہ رحمہم اللہ نے فوق الکرامۃ مانا ہے چونکہ امام ربانی قدس سرہ کو حق تعالیٰ نے ان جواہرات بے بہا کے بھر پور خزانے عطا فرمائے تھے اسلئے کہ ان کی حسیہ کو انکے پہلو میں ذکر کرنا کیا وقعت رکھتا ہے ؟ آپ نائب رسول قطب الارشاد قرار پائے تھے اسلئے آپ میں نہ وہ جوش و خروش تھا جو متوسط الحال اولیاء اللہ میں ہوتا ہے اور نہ وہ غلبہ حال یا ٹرپ اور بے قراری و اضطراب کا وہ مضمون ظاہر تھا جسکو عوام الناس بھی دیکھ کر ولایت و کمال سمجھ لیتے ہیں آپ کا کمال یہی تھا کہ انکی حالت بالکل معمولی سی معلوم ہوتی تھی ۵

جملہ عالم زین سبب گمراہ شد | کم کسے از سر حق آگاہ شد
گفتہ اینک با بشر ایشان بشر | ماؤ ایشان بستہ خوابیم و غور
این ندانستند ایشان از عی | در میان فرقی بود بے منتہا
این خورد گرد پیدی ز وجہ | زان خورد دگر دہمہ نور خدا

کار پا کان را قیاس از خود گیر اگر چه ماند در نوشتن شیر و شیر

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی وہ کرامت عظمیٰ جو آپ کے وصال کے بعد بھی باقی ہے یہ ہے کہ آپ کا دامن پکڑنے والی مخلوق اس زمین پر فتن میں بھی شریعت مسطفویہ کو دونوں ہاتھوں سے مضبوط تھامے ہوئے اور اس مضمون پر پتھے دل سے ایمان لائے ہوئے ہے کہ ۵

محال است سعدی کہ راہ صفا تو ان رفت جز دریے صطف

ایک ناکارہ سے ناکارہ غلام اگرچہ عمل کے درجہ میں کمزور ہو مگر علم کے مرتبہ میں بختہ ہے ہوائے نفس کو دنیا میں ہنمک ہو مگر سوا قلب میں توحید و رسالت کا تخم لئے ہوئے اور یوں سمجھے ہوئے ہے کہ نشان ہدایت و علامت سعادت اگر ہے تو بس متابعت شریعت ہے ۵

ہر کہ در راہ شمد رہ نیافت تا ابد گردی ازین در گر نیافت

ہر روز و سرور کہ پناہ شریعت میں انوائے نزدیک کرو و سوسہ ہے اور ہر خرق عادت و عجوبہ جو متابعت سنت کے ظل عاطفت میں انوائے مدراج و مسطر ہے ۵

ہر چه در داعیہ شرع نیست و سوسہ دیو بود بے نزاع

چونکہ وضع شریعت ظہور حقیقت ہی کے لئے ہے پس آپ کے متوسلین کا قلبا و جنانا اس مضمون میں بختہ ہونا بھی وہ نعمت کبریٰ ہے جو امام ربانی کی جوتیوں کے طفیل اُس متوسل کو بھی حاصل ہوا جس نے صرف ایک بار بنگاہ محبت و اخلاص آپ کی زیارت کی اور طالبانہ و مستندانہ ارادت کا اظہار کیا حق تعالیٰ کا فضل تھوڑا نہیں ہے اگر پہنچ پوچھئے تو اصل ولایت یہی ہے اور اعمال و طاعات اسکے فروع و ثمرات ۵

ہر ان کو در شریعت را سخ آید حقیقت راہ بروے خود کشاید

اگر تامل و غور کیا جائے تو آپ کا وجود باوجود سرتاپا کرامت نظر آتا ہے کہ باوجود آپ کی غلوت نشینی عزالت گزینی اور ایک چھوٹے سے قصبہ میں جسکو چار طرف دشوار گزار رہیں محیط تھیں آپ کی سادہ اور مولویانہ گذران اور سب پر طرہ خود اخصا و استعارہ میں سعی و کوشش اور جدوجہد جوئے کے آپ اطراف ہند و آفاق اُن میں بکمال علم و علو فضل مشہور ہوئے اور مرجع عوام و خواص بنے آپ جلوت و ازاد حام خلق سے گھبراتے تھے اور اللہ عز و اسمہ کی مخلوق آپ کے قدموں پر اپنا جان و مال بچھا کر ناعین سعادت سمجھتی تھی آپ جتنا لوگوں سے کھینچتے تھے اُسی قدر لوگ آپ کی طرف کھینچتے تھے ہتیرے بندگان خدا نے اپنا گھربا چھوڑ کر

آپ کی خدمت میں فقیرانہ گزراں پر پڑا ہرنا سلطنت سمجھا اور آپ کی یکساامت صحبت کو اہل وعیال اور وطن پر ترجیح دی سب جانتے ہیں کہ ظاہر میں نگاہوں کی لچسپی کا کوئی سامان آپ کی بارگاہ میں نہ تھا اور باوجود ولہاری و وابستگی کے اسباب میں کوئی سبب آپ کے دربار میں نظر نہ آتا تھا مگر بایں ہمہ گداؤ تو انگریز شریف و وضع چھوٹے اور بڑے سب آپ کی طرف جھکتے اور زیارت کی سعادت حاصل کرنے کو لپکتے تھے۔ خدا کا جادو وہ مقناطیس کی کشش کیا تھی جسکی جانب قلوب کی کچھاوٹ بے اختیار نہ ہوتی تھی اور اللہ ہی کو علم ہے کہ وہ کون باطنی قوت تھی جسکی کراست کا مفرہ آفاق عالم سے جوق جوق مخلوق کا ایک ایسے گانوں کجباب کھینچ لینا تھا جسکی اطلاع ضلع کے باشندوں کو بھی قابل تعجب معلوم ہوتی ہے تعجب ہے کہ گنگوہ سے اُن لوگوں کو بھی واقفیت ہے جو سہارنپور کے نام سے واقف نہیں اور اگر واقف ہیں تو تجا یعنی گنگوہ کا ضلع ہونے کے سبب و ہذا ہی عشق منو ضوع۔

آپ کی عمر شریف کا ہر سن و سال بلکہ ہر مہینہ اور ہر دن گویا بالاستقلال کراست ہے آپ کی ستوکلانہ گزراں آپ کی جان و مال کا تحفظ اعدا و مخالفین کی ایذا رسانی کے منصوبوں اور تکلیف دہی کے مقاصد میں ناکامی اور آپ کے پاک مقصد میں آنا فنا ترقی و عروج کے ساتھ بتدعین کا بیجا اور ناحق کوششوں میں حرمان اور خبیثوت و خسران سب آپ کی کرامات میں داخل ہیں مگر چونکہ عوام کے نزدیک معنوی ہیں اسلئے سمجھنا دشوار ہے۔ حضرت مولانا شرف علی صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت سے رائے لی کہ اگر جائیداد نہ رکھوں تو کیسا ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا ”اگر رکھو تو رخصت ہے اور نہ رکھو تب بھی حق تعالیٰ روزی سے تمکو بھی پریشان نہ کریگا“ چنانچہ اب تک جس آرام سے بسر ہو رہی ہے میں اس لائق ہرگز نہ تھا یہ حضرت کی صریح کراست ہے خواہ جس تہیحئے اگر کہا جاوے کہ آپ کو کشف ہوا تھا یا معنوی اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کامل کر کے فرما دیا تھا۔ ایسا اعتماد کشف سے ہزار درجہ بڑا کراست عظمیٰ ہے ۱۲ انتہی تحریرہ الشریف

الحمد للہ ثم الحمد للہ حضرت مولانا جو قوت سے جامع العلوم کا پنور کی ملازمت چھوڑ کر آئے اور سرورِ مہمہ ماہوار کی موجودہ مہم کو غیب کے خزانہ عامرہ پر توکل و اعتماد کی بدولت ترک فرمایا جدی ترکہ کی مستقل آمدنی سے دست برداری کی ہے اسوقت سے آج تک نہ کوئی ضرورت بند ہوئی نہ احتیاج کی ضیق پیش آئی دنیاوی آسائش کا تو یہ حال اب رہی روحانی راحت اور اندرونی کیف اُسکا پوچھنا ہی کیا حق تعالیٰ نے جس

دولت لازوال سے مالا مال فرما رکھا ہے نہ کسی میں تاب سوال سہنہ مولانا اسکا جو عطا فرماوین مگر تناٹا پہر

بادوست کج فقر بہشت بہت و بوستان | بے دوست خاک بر سر جاہ و تو نگرہ

ایسے واقعات آپکی سوانح میں ایک دو نہیں سیکڑوں بلکہ ہزاروں ٹھیکہ بن گئے جن میں کرامت حسیہ و معنویہ دونوں کا اشتراک ہے تفصیل کرنے کو جی ہی نہیں چاہتا اور کیونکر چاہے جبکہ حاضر ہونے والوں نے خود اپنے نفس اور نیز دوسروں پر روزانہ اسطرح کے متعدد واقعات تسلیم و تہنیت اقام و تقہیم ارشاد و مشورہ تک میں گزرتے ہوئے ہمیشہ آنکھوں سے دیکھے۔ ایک مرتبہ ایک نابینا شخص آپکی خانقاہ میں آیا اور اپنے اخلاص و اشتیاق زیارت کا بہت ہی مبالغہ کے ساتھ اظہار کیا اور کہا کہ باپا یہ میرے لئے سے روانہ ہو کر گنگوہ پہونچا ہوں صرف اسلئے کہ اللہ کا نام سیکھوں یہاں تک کہ اہل خانقاہ اسکے عاشقانہ شوق سے متاثر ہوئے اور حسب وسعت خاطر و مداراک کی حسب اذان ہوئی اور حضرت مسجد میں اشرف لائے تو اس شخص نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے حضرت نے ہاتھ جھٹک دئے اور بہت ہی بے پروائی کے ساتھ اپنے سے علیحدہ کر دیا اور فرمایا کہ اس نے اپنی طلب کا سچا ہونا اور مدت دراز سے زیارت کا تمنی و آرزو مند ہونا ظاہر کیا مگر حضرت نے تنہا بھی توجہ نہیں فرمائی جتنی کسی فارغ الذہن اجنبی آنے والے کی جانب ہوتی تھی جنہوں نے اس نووارد کو کھانسی لسانی و گریہ تصنع کے سبب حضرت کا عاشق زار سمجھا تھا انکو تعجب بھی ہوا مگر کسکو بہت تھی کہ لب بلائے بعض مخلصین نے سفارش بھی کی کہ حضرت نابینا مایوسی کے سبب بہت پریشان ہو کر حضرت کو سفارش بھی ناگوار گذری اور غصہ کے ساتھ فرمایا جب تین دن داخل نہیں تو اس کام میں بولا کیوں کرتے ہو اور اسکے قلب کو تو دیکھو دنیا بھری ہٹی ہے ”پھر کسی کی جرات نہ تھی کہ کچھ عرض کرے آخر وہ نابینا پا گیا دس بارہ روز ہی گزرے تھے کہ عرس کا زمانہ آگیا دیکھا تو نابینا موجود تھے اور قوالی میں خوب خوب حال لاتے تھے صوفی کرم حسین صاحب جو ابتدائی قصہ دیکھ چکے اور تعجب ہوئے تھے یہ حالت دیکھ کر دم بخود رہ گئے اور موقع پکارنا سنا سے کہنے لگے ”میان حضرت کے ساتھ شوق و ولہ کمان گیا یا باین شورا شوری یا باین بے نگی“ یہ چارے تھے رنگو کہنے لگے ”بھئیائے تو یاروں کے دھندے میں خیال تھا کہ تمہارے میان صاحب پر سکہ ہم جا بیگا تو اوہ بگت کے ساتھ چند روز گزر جائینگے پھر عرس کا وقت آئیگا اور یہاں حال قالیں ہم ہر بند بیگا بانی کیسا شوق اور کیسی تمنا نے زیارت ہم تو سیل آدمی ہیں یوں ہی گذارتے پھرتے ہیں ۵

نے خادم بچکس نہ محمد دوم کسے | گوشاد بزی کہ خوش ہما نے دارد

جن دنوں ندوۃ العلماء اپنی ابتدائی شان و شوکت کا دل آویز لباس پہن کر اٹھا اور اہل اسلام نے عموماً اور بشیر مخلصین اللہ والوں نے خصوصاً اسکی ضرورت اسکا استحسان اور اسکی خوبیاں تسلیم کر کے شمولیت اختیار کی تھی حضرت امام ربانی نے موافقت نہیں فرمائی ہر چند کہ آپکی صدارت و سرپرستی پر زور دیا گیا خود مولانا مولوی محمد علی صاحب نانظم ندوہ یہ درخواست لیکر منظور کی کسی فرمانے کے لئے لنگوہ کے عازم ہوئے مگر حبیب دیوبند پونچے تو حضرت نے کہلا بھیجا کہ اس ارادہ سے لنگوہ کا قصد نفر ماوین کیونکہ من میں شامل ہرگز نہ ہو گا لنگوہ جو کچھ کرنی ہو دیوبند میں مولانا محمد حسن صاحب یا سہارن پور میں مولانا خلیل احمد صاحب سے کر لیں آخر نانظم صاحب کو سہارن پور سے واپس ہونا پڑا اور حضرت یا آپ کے متعلقین شامل تنوے پر نہوئے چونکہ ندوۃ العلماء کے عالی و بلند اداوں اور مقاصد عظمیٰ کی اولوالعزمیوں میں اسوقت کسی کو اہم یا شک بھی نہیں ہو سکتا تھا اسلئے حضرت کے بعض واقفین نے عرض بھی کیا کہ صاحبزادہ صاحب اور حضرت مولانا دیوبندی کو اجازت عطا فرماوین کہ شریک جلسہ سالانہ ہو جائیں مگر آپ نے بذریعہ تحریر لنگوہ گاہ فرمایا ”مجھے معلوم کرایا گیا ہے کہ انجام اسکا بخیر نہیں اسواسطے میں اپنی طرف سے کسی کو اجازت نہیں دے سکتا“ کسی کو کیا خبر تھی کہ بہتر سے کام ابتدائے حسین بگرا بہرتے اور چند روز بعد تغیر و متغیر ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور اسکا اداک بہت ہی دقیق بصیرت کا منصب ہے یا کشف والہام کے ساتھ وابستہ ہے چنانچہ کچھ عرصہ بعد مولانا محمد سعید علی صاحب کو بھی مستغفی ہونا پڑا اور منت مصطفویہ کے متمسکین اہل اسلام نے دیکھ لیا کہ جس خاص مضمون کے سبب مسلمانوں کے قلوب ندوہ کی جانب کھینچے تھے وہ بات اسمین نہ رہی سبادی کیا تھے اور ثمرات کیا پیدا ہوئے مقصود اور علت غائی کیا تھی اور نتیجہ و مال کار کیا ظاہر ہوا۔

مولوی شائق احمد صاحب دہلوی

در شیشہ گلاب دید گفتا کہ سے است
جنبدین ہر کسے از انجاست کہ سے است

دیوانہ بہار دید گفت کہ دے است
ہر کس زبان حال سے گفتند

مولوی علی رضا صاحب بریلوی حضرت کے شاگردین فرماتے ہیں کہ طابعلی کے زمانہ میں حضرت کو تناول طعام کے بعد چار بلائے کی خدمت میں نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی ایک روز دوپہر کے وقت میں ترخانہ میں بیٹھا ہوا چار پکار ہاتھاکہ بیٹھے تھا وقت آگیا جلدی سے سوار لیکر باہر نکلا اور پکارا ہوا خانقاہ کی طرف چلا دیکھا کہ چند احباب تخت پر بیٹھے مٹھائی کھا رہے ہیں حضرت کی دی ہوئی تھی انہوں نے میری صلاح بھی لی کہ آؤ تم بھی شریک ہو جاؤ مگر چونکہ حضرت دو تھانہ سے لھانا تناول فرما کر اپنے قے اسلئے میں پکا ہوا پلا گیا ہاں یہ خیال ہرقت

ضرور ہوا کہ دیکھئے حضرت نے مجھے ٹھالی میں بھی یاد نہ رکھا " چاہے حضرت کو پائال میں اپنے حجرہ میں آلیٹا اگر تشریف لے آتھا تھا کہ خادم کا خادم کو عطا کے وقت بھول جاتا تھا و سوسہ بار بار اتار دیا چند گز نہ سہہ سکتے کہ حضرت نے مسجد کے قریب تک تشریف لاکر مجھے پکارا میں گھبرا کر باہر نکلا دیکھا تو حضرت گوشت پہرہ سے لگے کٹرے ہیں ہاتھ میں ٹھالی ہے جب میں پاس پہنچا تو آپ نے ٹھالی عطا فرمائی اور یہ کہہ کر کہ لکھا "تو تشریف لیگئے مجھے اس وقت ایسی ندامت ہوئی کہ ہفتون سانسے جانے سے چپکنا اور شرماتا ہا کہ حضرت خیال فرماتے ہوئے بڑا بد نیت اور لالچی شخص ہے ۵

خدا م جو حاضر انہوں رکھ چھڑنا اُنکے حصص اور بعد میں دینا انہیں ہے سنت خیر البشر

صوفی کرم حسین صاحب فرماتے ہیں جس زمانہ میں بندہ حضرت کی خدمت میں حاضر تھا میرے ایک دوست انگلوہ آئے میں انکو حضرت کی خدمت میں لگیا حضرت نے دریافت فرمایا کیوں آئے؟ چونکہ بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہونا طلب دین ہی کے لئے ظاہر کیا جاتا ہے اسلئے انہوں نے عرض کیا انکو جمعیت کے واسطے حاضر ہوا ہوں " حضرت امام ربانی نے اس جواب پر تلی نہ پائی فرمایا "ٹھیک ٹھیک کہہ دیا میں نے آئے سے عرض کیا ہے؟ آدمی بڑے سچے تھے اسلئے کہنے لگے حضرت اصل بات تو یہ ہے کہ میں ایسے تادمین پریشان حال ہوں اُس میں کامیاب ہونے کی دعا کرنے آیا ہوں۔ آپ کو یہ راگ کوئی اُنگلی بہت پسند آئی اور خوش ہو کر فرمایا "ہاں یہ مسلمانوں کی سی بات کسی ہے" اسکے بعد صورت معاملہ دریافت فرما کر دعا کا وعدہ کر لیا دوسرے وقت انکو بلوایا اور فرمایا میں نے اس وقت تلاوت کلام اللہ کے بعد تمہارے لئے دعا کی تھی، اُمید ہے جتنا تمکو کامیابی دے۔ یہ صاحب ایک روز مقیم رہے اگلے روز مجھے کہنے لگے کہ کرم حسین لو مقدمہ توفیق ہو گیا اب مجھے مرید بھی کرادو چنانچہ میں انکو حضرت کی خدمت میں لگیا اور عرض کیا کہ حضرت یہ میرے دوست ہیں انکو جمعیت فرمائیے مجھ پر احسان ہو گا حضرت نے اُسی وقت انکو جمعیت کیا اور مجھے یوں فرمایا تمہاری دعا انکو جمعیت کر لیا ہے انہیں کچھ نہو سکیگا۔ اسکے بعد وہ صاحب چلے گئے چند روز بعد معلوم ہوا کہ مقدمہ اُنگلی منشا کے موافق طے ہو گیا اور حضرت کی تعلیم یقین کی اُنکے کچھ بھی پابندی نہ کر سکے۔

حضرت امام ربانی دیوبند تشریف فرما تھے مولوی حسین شریف مدرسی جو حضرت کے شاگرد بھی ہیں ایک سوار جس میں کل چھہ پیالی چار تھی تیار کر کے اپنے شوق میں بہرے ہوئے تھنہ کو پلائے لیکر آئے بیان دیکھا تو مکان آدمیوں سے بھرا ہوا تھا اور اکثر علماء اور مولوی حسین شریف کے اساتذہ تھے اب

حیران ہوئے کہ کسودون اور کسکو نہ دون آخر یہ سوچ کر کہ خاص خاص کو بلا کر چکا ہی چلے دو گنا سا وار لیکر دلیز پر بیٹھ گئے حضرت نے ارشاد فرمایا مولوی حسین شریف ایک طرف سے دینا شروع کرو حضرت کے ارشاد پر گو نہ پریشان تو ہوئے مگر تعمیل ضرور سمجھ کر چلا پیالی بن نکال داہنی طرف سے تقسیم شروع کر دی تقریباً میں پچیس آدمی جمع میں موجود تھے جب سب چار پیالی تو سماوا رکھو لا دیکھا تو اُمین ابھی چار موجود تھے۔

یہی مولوی حسین شریف صاحب جب اپنے مکان جانے لگے تو نگاہ حاضر ہوئے اور حضرت سے عرض کیا کہ خرچ کم ہے صرف پچیس روپیہ میرے پاس ہیں اور وطن دور ہے حضرت نے دور پیہ اپنے ہاتھ سے اُکلی تھیلی میں رکھ کر اور طرز نکالنے پر ہتھکڑیوں فرمادیا کہ تھیلی کو اُلٹا نہ میں نکال نکال کر خرچ کئے جانا۔ مولوی صاحب وہاں سے رخصت ہو کر مکان پہنچے وہاں حساب لگایا تو خرچ کی میزان ہوتی تھی اور تھیلی میں ابھی روپیہ موجود تھے جسکو اُنکے بھائی نے اُلٹ کر نکال لیا روپیہ ختم ہو گیا اور تھیلی خالی۔

حضرت کے بھائی نے مولوی عزیز الرحمن صاحب فرماتے ہیں ہمارے عزیزوں میں ایک پنجاب ہوا میں بھی شریک تھا بعد نماز جمعہ جب ایک باب و قبول ہو لیا تو میرے عزیزوں نے مجھے اصرار کیا کہ چھوڑے تم تقسیم کرو میں حضرت کے قریب بیٹھا تھا ہر چند میں نے انکار کیا مگر وہ لوگ اصرار سے باز نہ آئے آخر میں نے عذر کیا کہ مجھے گن گن کر بانٹنا آتا ہی نہیں حضرت نے فرمایا کیا مضائقہ ہے جس طرح جی چاہے تقسیم کرو اُس وقت میں اٹھا اور دل کھو کر مٹھی بھر کر حاضرین کو چھوڑا دینے شروع کئے مسجد کے اندر جو جمع تھا انہیں تقسیم میرے ہاتھوں ہو رہی تھی باہر ایک اور صاحب تقسیم کر رہے تھے۔ میرے دو ہتھر بھر بھر کر بانٹنے پر انہوں نے شور مچایا کہ ”اجی کیا غضب کرتے ہو اتنے اتنے نعمت دو“ میں نے چھوڑا اُسی وقت ہاتھ سے رکھ دئے اور یہ کہہ کر اپنی جگہ آ بیٹھا کہ لیجئے مجھے گن کر تقسیم نہیں ہو سکتی۔ جتنے چھوڑا میرے حوالہ کئے گئے تھے وہ سارے بھی اتنے آدمیوں تقسیم ہو سکتے تھے مگر خدا جانے اُمین کہاں سے برکت آگئی تھی کہ اتنے لوگوں کو بانٹ بھی چکا اور جب ہاتھ کھینچا تو پتے ہی موجود تھے یا کچھ ہی کم۔

حضرت امام ربانی کا معمول تھا کہ حجرہ کی گھڑیاں روزانہ بارہ بجے دھوپ گٹری سے ملایا کرتے تھے ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ کئی دن متواتر ابر غلیظ آسمان پر محیط رہا اور گناہ کی وجہ سے گٹری ملاسنے کی نوبت نہ آئی مولوی علی رضا صاحب جو آپ کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں کہ انہیں ایام میں ایک دن ابر کچھ پٹا ہوا تھا کبھی دھوپ ہو جاتی اور کبھی گنا چھا جاتی تھی اُس دن بارہ بجے سے قبل حضرت امام ربانی مکان سے شریف لے آئے چھپرے

نیچے جو حجرہ شریفی کی شرعی جانب پڑا ہے لیٹ رہے اور مجھے فرمایا کہ دھوپ گٹری کے پاس کٹھے ہو جاؤ جب بارہ بجیں مجھے خبر کر دینا چنانچہ میں دھوپ گٹری کے پاس آگٹھا ہوا اُسوقت آفتاب برابر نہ تھا لیکن جسوقت سایہ خط کے برابر ہو پہنچنے کے قریب آیا تو دفعۃً ابر کا ایک طویل و عریض ٹکڑا آفتاب پر چھا گیا میں گھبرا کر عرض کیا کہ حضرت دھوپ چھپ گئی۔ آپ اُسی وقت اٹھ بیٹھے اور گٹری یا تھدین لیکر دھوپ گٹری کے پاس آکٹھے ہوئے آپکا آکر کٹھا ہونا تھا اور ابر کا یکا یک آفتاب کی ٹکڑیا پر سے چھٹ جانا چنانچہ آپ نے گٹری لائی اور حجرہ میں تشریف لے آئے میں حیران تھا کہ ابر کی غفلت یوں بتا رہی تھی کہ ابھی دس بارہ منٹ آفتاب نہ نکلے گا اور یا آپ کے آتے ہی آفتاب کے منہ پر سے ابر کھلے گا اور ایسا ہو گیا جیسے کوئی اپنے برقع سے منہ کو نکال دے یا جھروکے سے جھانکنے لگے۔

صوفی کرم حسین صاحب کا بیان ہے کہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر تھا میرے پاس ایک دوست کا حفظ ہو چکا کہ میں ایک مقدمہ میں ناخود ہون رہا مئی کی کوئی صورت معلوم نہیں ہوتی تم حضرت سے دعا کرو چنانچہ میں نے حضرت سے عرض کیا آپ نے غایت شفقت کے ساتھ مقدمہ کی صورت دریافت فرما کر یوں ارشاد فرمایا کہ ”تم انکی تسلی کرو انشاء اللہ بری ہو جائینگے“ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ باوجود اندیشہ ناک اور مایوسانہ حالت کے صاف رہا ہو گئے۔

منشی اختر جمیل صاحب فرماتے ہیں ایک بار تھپہر فرجدار کی کانگین مقدمہ قائم ہو گیا انشاء مقدمہ ہی میں مجھے حضرت سے شرف بیعت حاصل ہوا چند دشمنوں کی مخالفتوں کے باعث اس مقدمہ میں ایسی گلبشین پڑی کہ میں کر بظاہر رہائی سے بالکل ناامیدی تھی بیعت کے بعد میں نے اپنی پریشانی اور یاس بیان کی حضرت امام ربانی نے کچھ دیر تامل کر کے ارشاد فرمایا کہ ”حسبنا اللہ ونعم الوکیل“ تا انفصال مقدمہ پڑھتے رہنا۔ حضرت کے اس ارشاد پر خود بخود میرے دل میں کھٹکنا ہوا کہ شاید انفصال میں دیر لگے چنانچہ مقدمہ پورے ایک سال بعد طے ہوا مگر الحمد للہ بالکل میری منشا کے موافق ہوا۔

جن دنوں نواب محمود علیخان صاحب مرحوم رئیس چنتاری جنکے ساتھ اخلاص و ارادت کے سبب حضرت کو بھی بہت تعلق تھا علیل ہوئے اور مدہوشی طاری ہوئی سب کو زندگی سے یاس ہو گئی اُسوقت ایک شخص چنتاری سے صرف اسی لئے لگنوا بھجے گئے کہ نواب صاحب کے لئے حضرت سے دعا کروائیں چنانچہ وہ آئے اور حضرت سے نواب صاحب کی حالت بیان کر کے دعائے صحت کی درخواست کی آپ نے حاضرین جلسہ سے

فرمایا ”بھائی دعا کرو“ چونکہ حضرت نے خود دعا کا وعدہ نہیں فرمایا اسلئے فکر ہوا اور عرض کیا گیا کہ حضرت آپ دعا فرما دیں اسوقت آپ نے ارشاد فرمایا ”امر مقدّر دیا گیا ہے اور انکی زندگی کے چند روز باقی ہیں“ حضرت کے اس ارشاد پر اب کسی عرض معروض کی گنجائش نہ رہی اور نوا البصاحب کی حیات سے سب کو ناامیدی ہو گئی تاہم قاصد نے عرض کیا کہ حضرت یون دعا فرمادیجئے کہ نوا البصاحب کو ہوش آجائے اور وصیت و انتظام ریاست کے متعلق جو کچھ کہنا سنا ہو کہہ دیں ”آپ نے فرمایا ”خیر اسکا مضائقہ نہیں“ اسکے بعد دعا فرمائی اور یون ارشاد فرمایا انشاء اللہ افاقہ ہو جائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نوا البصاحب کو دفعۃً ہوش آگیا اور ایسا افاقہ ہوا کہ عافیت و صحت کی خوشخبری دور دور پہنچ گئی کسی کو خیال بھی نہ رہا کہ کیا ہو نیا لاہر یکا یک حالت پھر بگڑی اور مخیر و دیدل نیک نفس و سخی رئیس نے انتقال بعالم آخرت فرمایا اناللہ وانا الیہ راجعون صوفی کرم حسین صاحب خانقاہ میں مقیم تھے کہ ایک روز دفعۃً انکی پسلی میں سخت درد اٹھا گھبراے ہوئے طبیب روحانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کرب و تکلیف کا اظہار کیا حضرت اسوقت غلخانکی جانب جا رہے تھے چلتے ہی چلتے فرمادیا ”انشاء اللہ جاتا رہیگا اور نہوگا“ حضرت کی زبان مبارک سے غالباً یہ الفاظ پورے نہ نکلے تھے کہ یک نخت درد جاتا رہا اور الحمد للہ اب تک پھر کبھی نہیں ہوا۔

حضرت مولانا صادق الیقین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بار سخت علیل ہوئے واقفین احباب بھی یہ خبر نہ کر پریشان ہو گئے اور حضرت سے عرض کیا کہ دعا فرما دیں حضرت خاموش ہو رہے اور بات کو ٹال دیا جب دوبارہ عرض کیا گیا تو آپ نے تلقی دی اور یون فرمایا ”میان وہ ابھی نہیں مرینگے اور اگر مرینگے تو میرے بعد“ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس مرض سے صحت حاصل ہو گئی اور حضرت کے وصال کے بعد اسی سال بمابہ شوال رجب بیت اللہ کے لئے عرب روانہ ہوئے مکہ معظمہ میں بیمار ہوئے مرض ہی میں عرفات کا سفر کیا یہاں تک کہ شرمسہ محرم میں واپس آئے بحسن و کرمت اعلیٰ میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ حضرت امام ربانی اور مولانا صادق الیقین صاحب کے وصال میں کچھ دن کم و بیش سات ماہ کا تفاوت ہوا۔

میر محبوب علی صاحب بطورشن بلوی کی تنہا لنگوہ میں ہے انکی نانی کا ارادہ ہوا کہ مکان سکونہ دوزخ میں جزا دیں کے نام قتل کر دیں لنگوہ میں تحصیل نہ تھی اسلئے رجسٹری کے لئے نکوڑ جانے کی ضرورت تھی بیماری بڑھیا ضعیفہ کہ یہ سفر بہت ہی دشوار معلوم ہوتا تھا اور گھبراہ کر فی تحقیق آخر کا غم سنگا لیا اور بہہ تاسہ مرتب کر لیا صرف بیٹھی باقی رہی جسکے لئے ہمت باز نہ کر پیا رہے تھیں خدا کی شان کہ چلنے کے دن دست اور قے مشروع ہو گئے اور اتنی

کثرت کے ساتھ کہ لینے کے دپے پڑ گئے اور سب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ یہی دیر بعد سال و تہنہ رخ
تو بند ہو گئے مگر پیٹ مین در موجود تھا اور کمر و اسد رجہ ہو گئیں کہ پاریاں سنسنائی لگ کر پڑ گئیں اور ہاتھ کی
علامت کا فکر اور ادھر لکھے لکھائے قیمتی کاغذ کے ضائع ہونے کا ملال اور تاخیر و التواء پیش آیا۔ اسے کا
افسوس غرض چند در چند خلیان مین مبتلا ہوئے تو حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے اور حال عرض کیا اپنے
فرمایا جاؤ جو ارش کومنی کملا دو آرام ہو جائیگا تمیر صاحب اسی وقت مکان واپس آئے اور ارش کومنی
رات ہی رات مین مریضہ کو آرام ہو گیا اور صبح اٹھیں تو ایسی تندرست کہ اپنے پاؤں پلکے کھانڈی مین پیچھے کر
بعافیت نکو پھونچیں اور اقرار و تصدیق کر کے دن کے دن گنگوہ واپس آ گئیں ایسی حالت مین اتنا طویل
سفر کیا اور مطلق تھکان تک نہوا۔

مولوی میر جہان شاہ جو اس وقت عدن مین مدرسہ سلامیہ کے مدرس اول مین مظاہر العلوم مین حضرت
مولانا خلیل احمد صاحب فیض تھے وہ فقہ حج کا شوق اُہرا اور حضرت مولانا سے عرض کیا کہ
آپ اجازت عطا فرمادیں تو میں بھی حرمین شریفین کی زیارت کر آؤں حضرت مولانا نے ارشاد فرمایا کہ گنگوہ
حاضر ہو کر حضرت سے اجازت لے آؤ میری بھی اجازت سمجھو چنانچہ یہ گنگوہ پہنچے اور اپنا شوق و ارادہ
ظاہر کیا سب کو معلوم ہے کہ حضرت امام ربانی گوگون کی ایسی درخواست پر دریافت فرمایا کرتے تھے کہ خیر
کا فی پاس ہے یا نہیں اگر کانی نہر تا تو کبھی اجازت نہیں دیتے بلکہ یوں فرمایا کرتے تھے کہ جھیکنا گتے جا
درست نہیں جب زاد راہ موجود نہیں تو جانے سے کیا حاصل؟ مگر مولوی میر جہان شاہ سے آپ نے
کچھ بھی دریافت نہ فرمایا اور یوں جواب دیا جاؤ اللہ تعالیٰ سب کچھ آسان کر دینگا یہ خوش خوش زبان سے
واپس ہوئے اور حجاز روانہ ہوئے جو وقت ریل مین سوار ہوئے کل پندرہ روپیہ انکے پاس تھے اور غیور
و شرمیلے اتنے تھے کہ کیسا ہی دوست کیون نہ روٹی کھاتے وقت پاس بیٹھنا بھی گوارا نہ تھا کسی سے
سوال کرنا یا اپنی ضرورت کا بصورت حال ظاہر کرنا تو کیسا؟ مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں سے پیدل صرف
ایک رفیق سفر ہمراہ لیکر مدینہ منورہ حاضر ہوئے آخر چھ مہینہ بعزت و راحت سہارنپور واپس آ گئے چند ماہ
بعد ہی عدن سے مدرس کی طلبی مین درخواست آئی اتنی دور جانے پر کوئی راضی نہوا انہوں نے منظور
کر لیا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ظلہ نے انہیں کو روانہ کر دیا الحمد للہ اب تک وہاں مقیم ہیں۔

مولوی نظر محمد خان آجہ کے باشندہ حضرت کے مخلص خادم ہیں ایک مرتبہ انکا صاحبزادہ جسکی عمر اس وقت

چار پنج برس کی تھی سنت علیل ہو پڑی دقت یہ تھی کہ کوئی دوا کھاتا نہیں تھا اول تو مرض کی زیادتی اس پر
دوا کی صورت دیکھتے ہی روئے چلائے اور منہ بند کر لینے کی عادت نے متعلقین کو گھبرا دیا مولوی صاحب
نے بحالت اضطراب حضرت کو عریضہ لکھا آپ نے ایک تعویذ عطا فرمایا اور کمائل خبر دینا کیا حال رہا؟
تعویذ کا باندھنا تھا کہ اسی دن حق تعالیٰ نے مرض دفع فرمایا ہفتہ عشرہ میں مولوی نظر محمد خان صاحب
بچہ کو اپنے ساتھ گھوڑی پر بٹھا کر خود ہی گنگوہہ حاضر ہوئے حضرت نے بچہ کو پیار کیا اور فرمایا پنگ پر لٹا دو
اس وقت بچہ کو کچھ کھانسی کی دھسک باقی تھی حضرت حجرہ میں تشریف لے گئے اور چند صوبہ لاکر چار پائی پر
بیٹھے نہایت شفقت سے بچہ کا نام لیکر فرمایا شفیق یہ بی بی بین نہ بیٹھی بین نہ کٹھی بین تو انکو کھائے یا تو بچہ
دوا کے نام سے حج اٹھتا تھا یا فوراً اُس نے منہ کھول دیا حضرت نے اپنے دست مبارک سے صوبہ اُسکے
منہ میں ڈال دئے وہ نکل گیا اور منہ بھی نہ بنایا اسکے بعد چند گولیاں باپ کو عطا فرمائیں کہ لو چند روز اس کو
کھلا دینا اس قصہ کے بعد دوا کھانے سے بچنے انکار نہیں کیا۔

میر محبوب علی دہلوی کے والد ایک مرتبہ مقروض ہوئے ہر چند فکر کیا اگر ادائیگی کی صورت ہی نہ ہوئی
اور ہر دوکان خالی ہوتی جاتی تھی ادھر قرض بڑھتا جاتا تھا یہاں تک کہ محنت پیست ہو گئی اور گھبرا اٹھے محبوب علی
صاحب سے باپ کی یہ پریشانی دیکھی نگئی حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ مال طیار کرنے کا موسم آیا اور
یہاں ابھی قرض سے بھی سبکدوشی نہیں حضرت دعا فرماوین تو بیڑا پار ہو خدا کی شان کہ چند روز میں قرض
بھی سب ادا ہو گیا فصل پر مال بھی طیار ہو گیا اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ روپیہ کہاں سے آیا؟

آجہ میں ایک مرتبہ گھوڑوں میں مرض پھیلا دو گھوڑیاں دفعۃً مر گئیں مولوی نظر محمد صاحب نے بھی
ایک گھوڑا پال رکھا تھا اور انکو اُسکے ساتھ محبت بھی بہت تھی اسی زمانہ میں اُس پر بھی مرض کا اثر ہوا
دفعۃً اُسکی جستی و چالاک جاتی رہی کان ڈھلکا گئے کٹار ہتا جس کسی نے دیکھا کہ گھوڑا بیمار ہو گیا انکو فکر ہوا
اُسی وقت اُس پر سوار ہو کر گنگوہہ پہنچے راستہ میں بھی اُسکی یہی حالت رہی کہ تیز رفتاری بھول گیا کبھی کھلا
پاؤں نہ اُٹھائے اور کبھی اگلا انکو اور زیادہ فکر ہوا کہ گھوڑا ہی ہاتھ سے گیا جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر حضرت
سے عرض کرنے لگے ایک گھوڑا ہے سواری کا آرام ہے جب ہی چاہتا ہے اُسی پر گنگوہہ آجاتا ہوں وہ
بیمار ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا کیا گھوڑوں میں بیماری ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت دو پٹھانوں
کے دو گھوڑے مر چکے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا اچھا تعویذ باندھو خدا فضل کرے گا اور مولوی محمد یحییٰ صاحب

فرمایا کہ مولوی سخی انگو ایک تنوید گھوڑے کے واسطے دو چنانچہ مولوی نضر محمد خان نے تنوید تو گھوڑے کے باندھ دیا اور سوار ہو کر روانہ ہوئے اُسی وقت سے گھوڑا تندرست نظر آنے لگا، وایک دینین بالکل اچھا ہو گیا اور پہلی حالت پر لوٹ آیا ایک ہفتہ بعد جب پھر گنگوہ آئے تو حضرت نے دریافت فرمایا ”میان گھوڑا بھی اچھا ہے؟“ انہوں نے عرض کیا جی حضرت بالکل تندرست ہے آپ نے فرمایا اکی سستی بھی دفع ہو گئی؟ انہوں نے کہا حضرت بالکل دفع ہو گئی اور اب بہت تیز رفتار ہے آپ نے فرمایا بہتر مولانا روشن خان صاحب مراد آبادی فرماتے تھے کہ میرا لڑکا محمد شفیع بچپن میں کمین دوڑا ہوا جاتا تھا کہ گرا اور ایک ہاتھ میں سخت چوٹ آئی اُسکا علاج کیا مگر خدا جانے کمان اور کیا صدمہ ہو چکا تھا کہ آرام نہوا مشہور جراحون اور نامی ڈاکٹرون کے بھی معالجے ہوئے مگر کوئی علاج کارگر نہوا یہاں تک کہ ہاتھ پتلا پڑ گیا اور خشک ہو کر بریکز محض ہو گیا بحالت ناامیدی حضرت کی خدمت میں عرضہ لکھا آپ نے جواب تحریر فرمایا ”میں دعا کرتا ہوں حق تعالیٰ شافی مطلق ہے“ علاج چھوٹ چکا تھا خدا کی شان کہ چند روز میں خود بخود درست ہو گیا اور خشک و بریکز شدہ ہاتھ پہلی حالت پر لوٹ آیا۔

مولوی محمود حسن صاحب ٹیکنوی فرماتے ہیں کہ میری خوشدامن صاحبہ جو اپنے والد کے ہمراہ مکہ معظمہ میں بارہ سال تک مقیم رہیں نہایت پارسا اور عابدہ زاہدہ تھیں سیکڑون احادیث بھی انکو حفظ تھیں انہوں نے مجھے فرمایا کہ بیٹا حضرت کے بہت شاگرد و مرید ہیں مگر کسی نے حضرت کو نہیں پہچانا جن ایام میں میرا قیام مکہ معظمہ میں تھا روزانہ میں نے صبح کی نماز حضرت کو حرم شریف میں پڑھتے دیکھا ہے اور لوگوں سے سنا بھی کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی دین گنگوہ سے تشریف لایا کرتے ہیں۔

میرا جہد علی صاحب قنوجی فرماتے ہیں میرے مرشد حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نے مجھے بیان فرمایا کہ میں ایک مرتبہ گنگوہ گیا خانقاہ میں ایک کوربا بدھنا رکھا ہوا تھا میں نے اُسکو اٹھا کر دین میں سے پانی کھینچا اور اسمین بھر کر پیالہ پانی کڑوا پایا مگر کی نماز کے وقت حضرت سے ملا اور یہ قصہ بھی عرض کیا آپ نے فرمایا کنوین کا پانی تو یہ تھا ہے کڑوا نہیں ہے“ میں نے وہ کوربا بدھنا پیش کیا جس میں پانی بہرا تھا حضرت نے بھی پانی چکھا تو بدستور تلخ تھا آپ نے فرمایا اچھا اسکو رکھ دو یہ فرما کر نماز ظہر میں مشغول ہو گئے سلام پھیرنے کے بعد حضرت نے نماز یون سے فرمایا کہ کلمہ طیب جب قدر جس سے پڑھا جائے پڑھو اور خود بھی حضرت نے پڑھنا شروع کیا تھوڑی دیر بعد حضرت نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور نہایت

خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگ کر ہاتھ منہ پر پھیر لئے اسکے بعد بدھنا اٹھا کر پانی پیا تو شیرین تھا اس وقت مسجد میں جتنے نمازی تھے رہنے چکھا کسی قسم کی تنگی اور کڑواہٹ نہ تھی تب حضرت نے فرمایا اس بدھنے کی مٹی اُس قبر کی ہے جس پر عذاب ہو رہا تھا الحمد للہ کلمہ کی برکت سے عذاب رفع ہو گیا۔

مولوی عبدالسبحان صاحب انسپکٹر پولیس علاقہ گوالیار فرماتے ہیں ایک تحصیلدار میرے ملنے والے تھے وہ کسی بات پر برخاست ہو گئے ہر چند کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی آخر دعا کے لئے گنگوہہ پہنچے حضرت نے فرمایا تمہارے وطن کے قریب جو میدان ہے وہاں ایک فقیر مجذوب رہتے ہیں اُن سے ہمارا سلام کہہ دینا تحصیلدار صاحب برخاستگی اور ناکامی کے سبب بہت ہی دل برداشتہ ہو گئے تھے یوں سمجھ کر کہ حضرت نے ٹال دیا واپس وطن ہوئے اور فقیر کے پاس بھی نہ گئے کچھ دنوں بعد اتفاقاً اُس میدان کی طرف اٹکا کڑہوا تو مجذوب فقیر بیٹھا ہوا تھا درہی سے اٹھو دیکھ کر فقیر نے کہنا شروع کیا بابا مولوی صاحب نے بھیجا ہے جا جا پہاڑ پر چڑھ جایا مگر انہوں نے حضرت کا سلام تو پہنچا دیا مگر نجدیدہ و غموم یہ سوچتے ہوئے مکان کو واپس ہوئے کہ مولانا صاحب نے یوں ٹالا اور انہوں نے اس طرح ٹالا کام کچھ بھی نہوا۔ اسی سچ و تاب میں تحصیلدار صاحب مکان پر پہنچے تو حکم آیا ہوا کہ تم بجال کئے گئے اور یہی تال کا تبادلہ ہوا۔

مولوی نظر محمد خان کی اہلیہ کے ایک بار پھوڑا نکلا موقع ایسا نازک تھا کہ بی بی باندھنا کھولنا بھی نہو سکتا ہر چند کئی جینے علاج کیا مگر کچھ بھی فاقہ کی صورت نظر نہ آئی کمزوری اتنی بڑھ گئی کہ اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو گیا پجاری زندگی سے مایوس ہو گئی تو خاوند سے کہا کہ حضرت کی خدمت میں جاؤ تو میرا سلام کہہ دینا اور حالت سنا دینا کہ کوئی دن کی مہمان ہوں مولوی نظر محمد خان گنگوہہ آئے تو حضرت کو پیام پہنچایا حضرت نے تاسف فرمایا اور کہا بالکل گھبرا گئی ہوگی اُسکو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ آج دوامیری طرف سے پیسے عرق سونف اور کدوہ پلاؤ اور کہہ دینا کہ میں نے بتایا ہے اُسکی تسلی ہو جائیگی خدا تعالیٰ شفا دیگا اسکے تھوڑی دیر بعد فرمایا شاید بہت جلد وہ ذہل ٹوٹ جاوے مولوی نظر محمد خان اُسی دن عشا کے وقت اپنے گھر پہنچے اور حضرت کا سلام و پیام پہنچا کر اُسی وقت عرق بادیاں و کدوہ پلا دیا اسکے بعد سب سو گئے ادھی رات گزری ہوگی کہ مریضہ نے خاوند کو آواز دی اور کہا ذرا جاگو دیکھو میرا تمام بستر اور کپڑا تر ہو گیا مولوی نظر محمد خان اُٹھے اور کہا الحمد للہ ذہل ٹوٹا دیکھا تو حقیقت میں ذہل سے اس قدر پیپ نکل کر پھوڑے کی جگہ درم کا نشان تک باقی نہ رہا بس جو کچھ ہونا تھا اسی رات ہو لیا صبح کو اچھی خاصی اٹھ بیٹھی نہ پھر پیپ آئی نہ ذہل کا پتہ نشان لگا خدا جلے

کمان گیا لوگوں کا خیال تھا کہ نبل ٹوٹ بھی گیا تو ناسو ضرور پڑ جائیگا مگر حضرت نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فضل سے
اثر باقی نہیں رہا ایسا معدوم ہو گیا گویا کبھی پھنسی تک نہ لگی تھی۔

مولوی نظر محمد خان نے ایک مرتبہ پریشان ہو کر عرض کیا کہ حضرت غلام غفران صاحب سے
عداوت رکھتا تھا ان کے انتقال کے بعد اب مجھ سے ناحق عداوت رکھتا ہے یہاں تک کہ آپ کی زبان سے یہ نکلا وہ تک
رہ گیا چند روز گزرے تھے کہ دفعہ وہ شخص انتقال کر گیا۔

منشی نظر حسین سابق ناظر عدالت علاقہ گوالیار فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسے مریض میں مبتلا ہوا کہ
کار منصب انجام نہ دے گا مرض ایسا تھا کہ کسی طبیب کی سمجھ ہی میں نہ آیا جب تشخیص ہی درست نہ تو علاج
کیا نفع دے آخر میں نے سوچا کہ آخری وقت ہے لاؤ گنگوہ میں حضرت کی زیارت تو کر آؤں چنانچہ روانہ
ہوا اور دیوبند پہنچا وہاں دفعہ ہیضہ میں مبتلا ہو گیا اور زندگی کی کوئی امید نہ رہی اسی حالت میں دل کا
تقاضا ہوا کہ کاش مرنے سے پہلے حضرت کی زیارت کر لیتا ہر چند سواری تلاش کرائی کہ بڑا ہوا چلا جاؤں مگر
کوئی شخص میرے سوا کرنے اور گنگوہ لیجائے کو راضی نہوا تب میں بہت پریشان ہوا کہ یا اللہ کیا کروں چہرہ
کیا قبر میں ساتھ ہی لیجانی پڑیگی اس خیال کے آتے ہی مجھے اپنے جسم میں خفت اور صحت کی صورت محسوس
ہوئی اور میں اٹھ بیٹھا اتنی کامیابی پر مجھے سرور ہوا اور میں نے کپڑے ہونے کا قصد کیا تو کترا بھی ہو گیا۔
اسکے بعد وہاں سے چلا اور ایک طرف کو ہو لیا سامنے سے ایک نبل آتی نظر آئی جو گنگوہ جاتی تھی اس نے
بہت ہی کم کرایہ پر مجھے بٹھالیا اور میں اُسی دن گنگوہ پہنچ گیا تین دن حضرت کی خدمت میں رہا ہمدیت
کے سبب کچھ عرض نہ کر سکا آخر رخصت کے وقت حضرت نے ایسی شفقت فرمائی کہ مجھے اپنا حال بیان
کرنے کی جرات ہو گئی اور میں نے اپنے مرض سابق سے صحت پانے کی دعا چاہی اُسی وقت حضرت دست
بدعا ہوئے میں رخصت ہو کر اپنی جائے تعیناتی پر آیا اور کار متعلقہ انجام دینے لگا نہ کوئی دوا کھائی نہ دارہ
اُسی دن سے روز بروز توانائی حاصل ہوئی گئی حالانکہ کمپن سے میں لاغر اور نحیف تھا مگر اب جسم بھی فریہ
ہو گیا اور ضعف و کسل کی کوئی شکایت کسی قسم کی بھی نہیں۔

منشی عبدالعلیم صاحب بھونگامی فرماتے ہیں کہ میری شعلی خالہ کسی ایسے مریض میں مبتلا تھیں کہ
اولاد جیتی نہ تھی کئی بچے ہوئے مگر جلد کے اندر اندر مر گئے اسکے علاوہ وضع حمل کے بعد تکلیف ایسی لاحق
ہوتی تھی کہ زندگی سے ناامیدی ہو ہو جاتی تھی علاج معالجہ معویہ نہ گزرا سب ہی کچھ کیا مگر کچھ کار نہوا آخر دل

میں بچہ قصہ کر لیا کہ اگر اب ولادت ہوئی تو بچہ کو گنگوہیہ لیا کر حضرت کے قدموں میں ڈال دوں گی اور دعا کرونگی
خدا کی شان محل قرار پایا ابھی ولادت نہ ہوئی تھی کہ حضرت کے مرض الموت کی خبر وحشت اثر سنی آخر
اسی حال میں یہ گنگوہیہ حاضر ہوئیں حضرت پر شدت مرض کا غلبہ اور مدہوشی طاری تھی عرض معروض کا
موقع ہی نہ تھا مجبور صاحبزادی صاحب سے عرض کر کے انکے ہمراہ ڈولی میں بیٹھ کر حضرت کی زیارت کر کے
واپس وطن ہو گئیں۔ اس محل کی جب ولادت ہوئی الحمد للہ بچہ بھی زندہ اور تندرست ہے اور ماں بھی
مرض معاد سے مامون و ستر سجدہ کوئی تکلیف ہوئی نہ شکایت۔

مولوی عبدالسبحان صاحب انسپکٹر پولیس ضلع گوالیار فرماتے ہیں کہ مولوی محمد داسم صاحب کشر
بندوبست ریاست گوالیار ایک بار پریشانی میں مبتلا ہوئے اور ریاست کی طرف سے تین لاکھ روپیہ کا مطالبہ
ہوا انکے بھائی نیز بابر حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گنج مراد آباد پہنچے
حضرت مولانا نے وطن دریافت فرمایا انہوں نے عرض کیا ”دیوبند مولانا نے تعجب کے ساتھ فرمایا گنگوہیہ
حضرت مولانا کی خدمت میں قریب ترکون ننگے اتنا دراز سفر کیوں اختیار کیا؟“ انہوں نے عرض کیا
کہ حضرت یہاں مجھے عقیدت لائی ہے مولانا نے ارشاد فرمایا تم گنگوہیہ جاؤ تمہاری مشکلا کشتی حضرت
مولانا رشید احمد صاحب ہی کی دعا پر موقوف ہے میں اور تمام روئے زمین کے اولیاء بھی اگر دعا
کرینگے تو نفع ہوگا چنانچہ واپس ہوئے اور بوسیدہ حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب حضرت کی خدمت
میں حاضر ہوئے حکیم صاحب نے سفارش کی تو حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا کہ میرا کوئی قصور
نہیں کیا یہ صاحب مدبر عربی دیوبند کے مخالف ہیں جو اللہ کا ہے سو قصور وار بھی اللہ پاک کے ہو
حق تعالیٰ سے توبہ کریں بندہ دعا کر گنا چنانچہ ہر انہوں نے توبہ کی اور ہر مطالبہ سے برأت کا کشر
صاحب کے پاس سے حکم آیا۔

حاجی دوست محمد خان صاحب کے صاحبزادہ علی بابا خان ایک شخص کے معتقد ہو گئے اور حجت کا
قصد کیا وہ شخص جن سے بیعت ہونا چاہتے تھے محض صورت کے درویش تھے اور واقع میں کچھ دنیا دارا سلسلے
دوست محمد خان کو صاحبزادہ کی یہ کجی پسند نہ آئی اور کئی بار منع کیا کہ اس شخص سے مرید نہ ہو عبد الوہاب بعض
نوارق دیکھ کر ایسے رکبے کہ باپ کا کہنا بھی ناگوار گدانا تا تو درکنار دہر صاحب کو فخر تھا کہ دوست محمد خان
کا باپ پولیس کا کو توال مرید ہوتا ہے آخر حاجی صاحب نے جب بیٹے کا اصرار دیکھا تو اقتضائے محبت دست

بدعا ہوئے اور مراقب ہو کر حضرت کی جانب متوجہ ہو کر خلوت لین جا بیٹھے عبد الوہاب خان پیر کے پاس گئے اور مودب دوزانو بیٹھ گئے بے اختیار پیر کی زبان نکلا اول باب سے اجازت لے آؤ اسکے بغیر بیت مفید نہیں ہے۔ عرض ہاتھ بچیت کے لئے تھا کر چھوڑ دئے اور انکار فرما دیا حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جسوقت میں امام ربانی کی طرہ سے متوجہ ہوا تو دیکھا حضرت غایت شفق کے ساتھ عبد الوہاب کا ہاتھ پکڑ کر میرے ہاتھ میں پکڑاتے اور یوں فرماتے تین لو اب یہ اسکا مرید ہو گا یہ وہی وقت تھا کہ انہوں نے مجھ پر ہاتھ کا ہاتھ چھوڑا اور یہ کلمہ بچیت سے انکار کیا کہ باب سے اجازت لے آؤ۔

مولوی نظر محمد صاحب کی اہلیہ ایک بار در در چشم میں مبتلا ہوئی دن بدن بیانی ضعیف ہوتی گئی اور تکلیف بڑھتی رہی قریب تھا کہ آنکھیں جاتی رہیں حضرت سے عرض حال کرا بھیجا آپ حجرہ میں تشریف لے گئے اور یوں ہی کسی جگہ ہاتھ ڈاکڑی تلی لکڑی کی دو تین شاخیں عطا فرما کر کہا انکو باریک میکسر سر میں ملا لو اور آنکھوں میں لگاؤ چند ہی روز استعمال کرنے سے درد بھی بالکل جانا مارا دیا بیانی ٹیسی تیز ہو گئی کہ قرآن مجید پڑھنے لگیں۔

مولانا محمود حسین صاحب بلوی جب سفر حج سے وطن واپس ہوئے سمندر میں طوفان عظیم آیا پانی کا توج و تلاطم الامان الحفیظ اب بھی خیال و تصور سے روگنا کترا ہوتا ہے تمام جہاز میں ایک کھرام بپا تھا بجز چینیخے دھاڑنے اور روئے چلاسنے کے دوسری آواز نہ آتی تھی جسوقت یہ طوفان آیا ہے دھیرے دھیرے وقت تھا نا خدا نے مایوس ہو کر اطلاع دیدی کہ حاجیو دعا کرو کہ نجات ہو ورنہ جہاز کی تباہی میں شبہ نہیں مولانا مودع تحریر فرماتے ہیں کہ اس وحشتناک حالت میں بسنے سننے سے بدن کا نہپاں تپاں ہے الحمد للہ اپنے حضرات کی اقدام بوسی کے فیصلہ سے تعالیٰ نے میرے قلب کو ایک خاص الہیان عطا فرمایا کہ نہ ہول تھی نہ ہراس البتہ اسی جہاز میں ایک حاجی جاوا کہ رہنے والے سوار تھے انکا میں چند دام کا مقروض تھا سوار کا فکیر مجھے ضرور تھا کہ کاش اس حق العبد سے سبکدوشی نصیب ہو جائے کہ میں سے کچھ بچائے کہ انکو ادا کر دوں یا معاف کرالوں اس سوچ کے علاوہ جرج فرخ مطلق نہ تھا ہاں تو سل بزرگان دعا ضرور لگتا تھا کہ یا اللہ ہمارے حال پر رحم فرما اور بلائے بے درمان سے نجات دے اسی حالت میں شام ہو گئی طوفان کی تیزی بدستور اور تلاطم کا زور شور اسی حال پر قائم تھا کہ کبھی یہ کنارہ اوپر جائے اور وہ کنارہ پانی میں ڈوبے اور کبھی اسکا برعکس آخر رات ہوئی تو اسکا سبناؤ دیکھا آرام جہاز کے تمام مسافروں سے ہراس

اور گریبان جیسے بیٹھے تھے اُسی طرح تمام رات گذاردی آخر شب میں مجھ پر کچھ غنودگی کی ایسی حالت طاری ہوئی جسکو خواب و بیداری کے بین میں کتنا چاہئے کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مولانا رشید احمد مدظلہ اقدس سرہ دریا میں کھڑے ہیں اور ایک کشتی کو جو گہری دلدل میں بہنسی ہوئی ہے نکالنے کے لئے سہارا دے رہے اور زور لگا رہے ہیں فوراً ہی مجھے ہوش آگیا ایک ڈھارس بندھ گئی کہ اب انشاء اللہ نجات ملی خدا کی شان کہ چند لحظہ کے بعد ہی طوفان رفع ہو گیا اور جہاز اپنی اصل حرکت پر آگیا اسوقت پکستان نے کہا کہ جہاز میرے اختیار سے باہر ہو کر راستہ سے ڈھائی سو میل علحدہ ہو گیا ہے تم لوگوں کی خوش نصیبی ہے کہ سمندر میں کسی پہاڑ سے ٹکرایا نہیں ورنہ ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتا۔

ایک بار چند طلبہ دیوبند کسی مقدمہ میں ناخوذ ہوئے دشمنوں کی مخالفت کا شرہ تھا کہ ناکردہ گناہ منفلو ہوں پر عدالت سہانہ پور میں جرم کا ثبوت ہوا اور قید کا حکم ہو گیا حضرت بیٹھے وضو فرما رہے تھے ایک صاحب سہانہ پور سے آئے کسی نے دریافت کیا کہ طالب علموں کے مقدمہ میں کیا ہوا انہوں نے کہا قید ہو گئی حضرت نے تعجب کے ساتھ دریافت فرمایا کیا ہوا انہوں نے عرض کیا حضرت ہوتا کیا سچا ہے مظلوم قید ہو گئے آپ نے فرمایا کچھ نہیں میان آپ چھوٹ جائینگے خدا کی شان کہ اپیل ہوا حاکم بالا کو انکی مظلومیت ظاہر ہو گئی اور فوراً رہا کر دئے گئے۔

مولوی نظر محمد خان صاحب کو ایک مرتبہ مرض لاحق ہوا کہ صبح شام ہاتھ پاؤں اور سارا منہ سوخ آتا اور آفتاب نکلنے پر اتر جاتا تھا حضرت امام ربانی دامپور تشریف لائے یہ بھی آج سے حاضر خدمت ہوئے عصر کی نماز پڑھ کر مرض کے سبب واپسی کا قصد کیا حکیم ضیاء الدین صاحب مرحوم نے فرمایا پتھر پیر سے تو اجازت لیلو عرض حضرت کی اجازت نہ ہوئی اسلئے ٹھیکر ناظر المغرب کے وقت دونوں حضرات تشریف فرما تھے انہوں نے مرض کا ذکر کیا حضرت نے حکیم صاحب سے فرمایا آج مونگ کی دال بھی پکوانا غرض شب کو جسوقت کھانا آیا تو دسترخوان پر مونگ کی دال بھی تھی اور گوشت بھی حضرت نے گوشت پالائے آگے سے اٹھا لیا اور مونگ کی دال سامنے کو سر کا دی حکیم صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت گوشت کیوں اٹھالیا آپ نے فرمایا انکو کچھ مرض ہے گوشت مضر ہے حکیم صاحب نے فرمایا انکو تو ضعف جگر ہے دال مضر ہے یہ مکر حکیم صاحب نے دال سامنے سے اٹھالی اور گوشت کا پیالہ سامنے رکھ دیا مولوی نظر محمد خان نے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا کہ حضرت کی اجازت بغیر میں تو گوشت کھاؤنگا نہیں اسوقت حضرت نے بھی فرمایا

اچھا بھائی بوٹی مست کھانا کچھ شور با کچھ دال ملا کر کھا اور عرض کھانے سے فارغ ہو کر عشا کی غازی پڑھی اور چوتھے صبح کو اٹھے تو درم اور دنوں سے بھی زیادہ موجود تھا یہ پریشان ہوئے اور حکیم صاحب سے عرض کیا حکیم صاحب نے فرمایا مونگ کی دال بھی کھائی تھی یہ اُس کا نقصان ہے اشتراک کی نماز سے جب حضرت فارغ ہوئے تو انہوں نے حضرت سے حال عرض کیا حضرت نے فرمایا گوشت نہ کھایا تھا اُس کا ضرر ہے الغرض جب آج کو واپس ہونے لگے اور حکیم صاحب نے سختی مہمانی کیا تو حکیم صاحب نے فرمایا بھائی تم اپنے لئے دعا کرو تم کو بیماری سخت ہے مولوی نظر محمد خان نے جواب دیا حضرت مرہٹن تو اپنے لئے دعا کیا ہی کرتا ہے جناب دعا فرماؤ میں حکیم صاحب نے کہا دعا کیا دعا کرو اس کلمہ پر بہت گھبرائے حضرت امام ربانی تھوڑے فصل پر بیٹھے یہ گفتگو سن رہے تھے اشارہ سے انکو پاس بلایا اور کمال محبت کے ساتھ تسلی دیکر یوں ارشاد فرمایا جاؤ حکیم جی کا کہنا سنو سب فضل ہو جائیگا وہ دن ہے اور آج کا دن جنت کا ایسا فضل ہوا کہ درم نام کو بھی نہیں ہوانہ دوا کی ضرورت ہوئی نہ کسی کی دعلی اگلے ہی دن درم موقوف ہو گیا اور اترنے کے بعد دوبارہ چڑھنا جانا ہی نہیں کہ کیونکر ہوتا ہے۔

مولوی بدرالدین صاحب گلاؤٹھوی فرماتے تھے ایک دن حضرت کے یہاں چار مہمان آگئے اتفاق ایسا ہوا کہ گھر میں کچھ نہ تھا حضرت مکان تشریف لے گئے اور اہلیہ سے فرمایا کہ چار مہمان ہیں انہوں نے عرض کیا اللہ مالک ہے آپ نے فرمایا کیا کچھ نہیں ہے پرائی صاحب نے جواب دیا اللہ کا نام ہے اور کچھ نہیں آپ نے فرمایا دیکھو تو سب عرض دیکھا تو تقریباً پانچ بھر جاول نکلے حضرت نے فرمایا اللہ مالک ہے پکاؤ اور دیکھو کچھ گھی بورا ہو تو بہتر ہے عرض وہی پکاؤ کہ حضرت امام ربانی رکابی میں نکلوا کر خود دیکر یا تشریف لائے اور مہانوں کے سامنے رکھ دیا مہمان یہ سمجھے کہ کھانا سببی میں آتا ہو گا رکابی زیادہ ہونے کے سبب حضرت لیکر چلے آئے اسلئے خوان آنے کے منتظر رہے حضرت نے یہ دیکھا تو فرمایا یہی کھانا ہے ہم اللہ مہمانوں نے کھانا شروع کیا عموماً بیٹھا تھوڑا کھا کر جی بھر جاتا ہے مگر یہ نہ کہنا کچھ ایسا لذیذ تھا کہ خوب ہی حکم سیر ہو کر کھایا یوں کہتے تھے کہ عمر بھر میں وہی بیٹھا ایسا کھایا ہے جس سے جی نہیں اکتا یا نیت بھی بہری اور پیٹ بھی بھر گیا سب فارغ ہو گئے اور اُدھی رکابی جاول بچ بھی رہے جسکو حضرت امام ربانی مکان واپس لے گئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رکابی میں سوت ہیں کہ نیچے سے کھانا بڑھتا جاتا تھا۔

مولوی ولایت حسین صاحب فرماتے ہیں کہ میرے ہمراہ سفر حج میں ایک حکیم صاحب کل انبالہ

جو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کے مرید تھے اسی تعلق سے انکو حضرت امام ربانی کے ساتھ تعارف بلکہ غایت عقیدت تھی وہ فرمانے لگے میرا تو عقیدہ ہے کہ مولانا کی زبان سے جو بات نکلتی ہے تقدیر آتی ہے مطابق ہوتی ہے اور یہ قصہ اپنے اوپر گزرا ہوا نقل کیا کہ اس سفر حج کے قبل میں گنگوہ حاضر ہوا تو حضرت نے مجھ سے دریافت فرمایا تم سفر حج بھی کیا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں جی تو چاہتا ہے مگر روپیہ کم ہے یا بلا استفسار خود ہی انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میرا قصہ حج کا ہے مگر روپیہ کی کمی سے پریشان ہوں بہر حال امام ربانی نے ارشاد فرمایا جاؤ حج کر اور روپیہ کی فکر مت کرو خدا سامان کرنے والا ہے حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی یون ہی نکل کھڑے ہوئے تھے کہ جب کلکتہ پہنچے تو لوگ کوٹھنوں سے انکی گاڑی میں روپیوں کی پھیلیاں پھینکتے تھے حکیم صاحب فرماتے تھے کہ بس میں گھر آ کر ڈیڑھ سو یا پونے دو سو روپے جو بچہ موجود تھے انکو لے سید ہاسٹیشن پر آیا اور سی کو اطلاع نہیں کی ریل تک پہنچتے پہنچتے ایک صاحب کو پیر سے حج کو جانے کی خبر معلوم ہوئی وہ سو روپے لئے ہوئے اسٹیشن پر آئے اور چپکے سے میرے حوالہ کئے میں نے سمجھ ہی گیا کہ حضرت کی کرامت اور ارشاد کی برکت ہے انکو ریل میں بیٹھایا حاجی حافظ فصیح الدین صاحب سوداگر کمپ میرٹھ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نے مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمایا تو بیعت کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ پر حج فرض ہے بہت جی چاہتا ہے کہ ادا ہو مگر پانی سے بالطبع خوف معلوم ہوتا ہے سمندر تو بڑی چیز ہے اس ہر ہر اہٹ سے محنت پست ہو جاتی ہے آپ دعا فرما میں تو بیڑا پار ہو جاؤں حضرت خاموش ہو رہے حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ رخصت ہو کر وطن واپس ہوا میرٹھ کے اسٹیشن سے ابھی اترنے نہیں پایا تھا کہ پانی سے ڈرنا بالکل زایل ہو چکا تھا ہر چند دل کو ٹوٹا تھا مگر سمندر سے کوئی خوف و ہراس مطلق محسوس نہ ہوتا تھا چنانچہ بحمد اللہ زیارت حرمین سے فیضیاب ہوا اور نہایت اطمینان و راحت کے ساتھ سفر پورا ہوا۔

مولوی حیات علی صاحب فرماتے ہیں میں عرصہ سے بازار کی چیزوں کو مشتبہ مجھکر چھوڑے ہوئے تھا مطلق نہ کھاتا تھا جسوقت گنگوہ حاضر ہوا سب سے پہلے حضرت نے مجھ کو بازار کی مٹھائی عطا فرمائی حضرت کا عطیہ اور تبرک مجھ کو میں نے اُسکو کھالیا الحمد للہ نہ کچھ نقصان ہوا نہ وہ بات باقی رہی جسکے سبب تکاڑکھا تھا حکیم عبدالعزیز مرحوم گلادٹھوی اپنے بھائی عبدالقیوم کو ساتھ لیکر ایک بار گنگوہ پہنچے کہ وہاں سی کا کرایہ کیا تھا اگلے دن واپس ہونے کے قصد سے حاضر خدمت ہوئے خود ہی حضرت نے ارشاد فرمایا

اگر جانے کا ارادہ ہو تو جاؤ انہوں نے عرض کیا ”بہتر“ حضرت نے فرمایا کچھ کھانا ساتھ رکھ لینا انہوں نے عرض کیا کہ حضرت ایسی ہی ضرورت ہوگی تو انہیں نہ جا کھائینگے آپ نے فرمایا خدا جانے کیا قصہ پیش آئے کھانا ساتھ رکھ لو خدا کی شان گنگوہ سے دو ڈھائی میل نکل آئے تو یکہ کا پیٹہ ٹوٹ گیا ہر چند کوشش کی مگر اصلاح نہ ہوئی آخر مجبوراً رات وہیں جنگل میں گزارنی پڑی اور ساتھ رکھا ہوا کھانا کام آیا۔

حاجی دوست محمد خان صاحب بھوگامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے نہایت مخلص خادم تھے پچھلے ہی سے انکو گائے کا گوشت ہضم نہ ہوتا تھا اسلئے ہمیشہ پرہیز رکھتے تھے اگر بھوکہ بھی کھا لینے کا اتفاق ہوتا تو فوراً انتہا کرنا تھا مہینوں بیمار رہتے اور نیمارہ اٹھاتے تھے ایک بار گنگوہ حاضر ہوئے صاحبزادہ محمود احمد مرحوم کے ہمراہ کھانا کھانے دسترخوان پر بیٹھے دسترخوان پر جہان اور کھانے تھے ایک پیالہ میں گداؤ گوشت بھی تھا حاجی صاحب نے گوشت میں ہاتھ نہ ڈالا دوسرا کھانا کھاتے رہے مولوی محمود احمد مرحوم نے فرمایا حاجی صاحب گوشت کیوں نہیں کھاتے حاجی صاحب نے سچا عذر ظاہر کر دیا کہ کبھی موافق نہیں آتا آیام مرحوم نے انکا ہاتھ پکڑ کر گوشت کے برتن میں ڈال دیا اور فرمایا بسم اللہ کر کے کھاؤ فقیروں کے یہاں کا بیکار ہوا گوشت ہے انشاء اللہ نقصان نہ کرے گا حاجی دوست محمد خان صاحب نے حکم کی تعمیل فرمائی اور خوب شکم سیر ہو کر گوشت کھایا کہ جو کچھ ہوگا ہو رہیگا حقیقت میں فقیروں کے یہاں کا گوشت نقصان دینے والا نہ تھا چنانچہ ہضم ہو گیا اور اس کے بعد گائے کا گوشت انکو ہمیشہ ہضم ہوتا رہا بلکہ برعکس کھانے لگے۔

حاجی صاحب مرحوم کی اہلیہ ایک بار سخت علیل ہوئیں فم مدہ میں اس شدت سے درد ہوتا کہ رات بیتی اور لوٹتی تھیں آخر غش آجاتا اور بیہوش ہو کر دم رک رک جاتا تھا اس درد کے متواتر دورے تقریباً دو ماہ تک ہوتے رہے آخر ایک دورہ ایسا سخت پڑا کہ بیسی بند ہو گئی ہاتھ پاؤں کی ہضمیں چھوٹ گئیں غشی طاری ہو گئی اور تمام جسم ٹھنڈا پڑ گیا حاجی صاحب کو اہلیہ کے ساتھ نسبت زیادہ تھی بے قرار ہو گئے پاس اگر دیکھا تو حالت غیر تھی صرف سینہ میں سانس چلتا محسوس ہوتا تھا۔ زندگی سے مایوس ہو گئے روئے لگے اور سر ہانے بیٹھ کر امین شریف پڑھنی شروع کر دی چند لمحہ گزرے تھے کہ دفعۃً مریضہ نے آنکھ کھولی اور ایک لمبا سانس لیکر بچہ آنکھ بند کر لی سب نے سمجھ لیا کہ اب وقت اخیر ہے حاجی دوست محمد خان اس حسرتناک نظارہ کو دیکھ شکے بے اختیار وہاں سے اٹھے اور مراقب ہو کر حضرت امام ربانی کی طرف متوجہ ہوئے کہ وقت آگیا ہو تو خاتمہ بالخیر ہوا ورنہ زندگی باقی ہے تو یہ تکلیف جو متواتر تین دن سے

ہو رہی ہے رفع ہو جائے۔ مراقبہ کرنا تھا کہ مریضہ نے آنکھیں کھول دیں اور باتیں کرنی شروع کر دیں نضیب اپنے ٹھکانے آگئیں اور افاقہ ہو گیا دو تین دن میں قوت بھی آگئی اور بالکل تندرست ہو گئیں اسکے بعد کبھی درود نہیں اٹھا۔ حاجی صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ جب وقت میں مراقبہ ہو حضرت کو اپنے سامنے پایا اور پھر تو یہ حال ہوا کہ جس طرف نگاہ کرتا حضرت امام ربانی کو ہیئتِ صلیبیہ موجود دیکھتا تھا تین شبانہ روز یہی حالت رہی جب مریضہ بالکل تندرست ہو گئی اس وقت یہ حالت بھی رفع ہو گئی۔

مولوی محمد حسین صاحب یو بندی فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں بحیث مولانا عبدالمومن صاحب اور حافظ لیاقت علی صاحب گنگوہ حاضر ہوا جب واپسی کے وقت حضرت سے رخصت ہونا چاہا تو دوپہر کا وقت تھا اور یوں خیال تھا کہ رامپور دس کوس ہے عصر کے وقت تک وہاں پہنچ لیگے رات حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب کی خدمت میں گذار کر علی الصباح دیوبند روانہ ہو لیگے حضرت نے فرمایا اس وقت کیوں جاتے ہو رات کو کمان مارے مارے پہرہ گئے میں نے عرض کیا کہ حضرت شب کو رامپور میں ٹھہرنیکا قصد ہے اس پر بھی آپ نے یہی فرمایا رات کو ناحق راستہ میں پریشانی ہوگی کیا فائدہ ہے صبح کو چلے جانا۔ سب کو تعجب ہوا کہ گرمی کا موسم ہے یہ بڑے دن میں دس کوس کی مسافت ہی کیا ہے چار گھنٹہ نہیں پانچ گھنٹہ سہی رات میں تو ابھی سات گھنٹہ باقی ہیں۔ میں نے پھر عرض کیا کہ کل کو بندہ کا مدرسہ میں حاضر ہو جانا ضروری ہے حضرت نے فرمایا یاد رکھو کہ حج کا تو مجھے بھی بہت خیال ہے لیکن تمہاری تکلیف کی وجہ سے کہتا ہوں کہ ناحق راستہ میں مارے مارے پہرہ گئے سخت تکلیف اٹھاؤ گے باوجود حضرت کے بار بار اس فرمانے کہ میں مطلق خیال نہوا کہ شیخ ہرچہ گوید دیدہ گوید اپنی ہی کہے گئے آخر حضرت نے مصافحہ کیا اور فرمایا اچھا بھائی جاؤ فی امان اللہ غرض جلدے جبکہ بادی سے باہر نکلے تو حافظ لیاقت علی کو متنبہ ہوا کہ ہنر لگے میان خدایہ کر کے آج دیکھئے کیا مصیبت پھیلنی پڑے ہنر حضرت کا ارشاد نہیں مانا اور اس وقت پچھنہ سوچا کہ کیا کرنا چاہیے حضرت کا فرمانا خالی نہ جائیگا میں ایک دفعہ پہلے تجربہ کر چکا ہوں اسکے بعد انہوں نے اپنا قصہ سنایا کہ حضرت سے ایک بار میں رخصت ہونے لگا اپنے فرمایا اب نہ جاؤ راستہ میں ہار میں بھیک جاؤ گے پریشان ہو گے چونکہ اس وقت آسمان بالکل صاف اور آفتاب نکلا ہوا تھا مجھے بارش کا موسم بھی نہیں گذرا میں نے عرض کیا کہ حضرت آسمان پر ابر کا نشان بھی نہیں آپ نے پھر ہی فرمایا کہ آسمان میں بارش میں بھیگیو گے پریشان ہو گئے میں نے پھر عرض کیا حضرت ابھی تو بارش کا کوئی بھی سامان

نہیں اور مجھے بوجہ ملازمت آج ہی وطن پہنچنا ضروری ہے میرے اصرار پر حضرت نے اجازت دیدی
 اور میں گنگوہہ سے باہر نکلا دو تین کوس چلا ہونگا کہ دفعۃً ابرنوداں ہوا اور چار طرف گھٹا چھا گئی اس زلزلہ
 کی بارش ہوئی کہ پاؤں اٹھانا اور ایک قدم چلنا مشکل پڑ گیا سر سے لیکر پاؤں تک خوب ہمایا اور بدقت
 تمام خدا خدا کر کے نالوثہ پکڑا مجبور وہین رات کو ٹھیرنا پڑا اور بڑی تکلیف اٹھا کر اگلے دن دیوبند پہنچا۔
 سو دیکھئے آج کیا تقدیر میں لکھا ہے؟ اسی فکر میں جا رہے تھے کہ ایک بٹیا نظر پڑی یہ سوچ کر کہ یہ
 بیدل کا راستہ بنیت لیکھ کے قریب تر ہے تینوں اسی راستہ ہو لئے کہ دو کوس کی محبت کل آئیگی
 شام تک چلتے رہے مگر امپور ہی نظر نہ آیا مغرب کے وقت ایک گائو نظر آیا وہاں جو لامپور کا راستہ
 پوچھا تو معلوم ہوا کہ گنگوہہ سے پندرہ کوس آئے اور یہاں سے لامپور سات کوس ہے تینوں مسافر
 گھبرا اٹھے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن آخر بعد مغرب وہاں سے بھی چل پڑے اندھیری رات تھی او
 اتنی شدید کہ پاس کی چیز بھی دکھائی نہ دیتی تھی آخر بٹیا بھی چھوٹ گئی کھیتوں میں بے راہ چلتا پڑا وہ دن
 ہوئے بارش ہوئی تھی اسلئے جگہ جگہ گھٹنوں تک پانی تھا اور کہیں ایسی دلدل کہ نکلنا مشکل اُتقان خیران
 ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے جدھر نہ اٹھا چل رہے تھے نہ آدم نہ آدم زاد کہ بھٹکے مسافر و کموہستہ بتاد
 آخر ایک بن سائے نظر پڑا جسکے گنجان درختوں میں گھسنے کی بھی جگہ نہ ملی نگاہ اٹھا کر دیکھیں تو سیلاب میں
 پھیلاؤ دکھائی دیا اور دوسری طرف کہیں راستہ نظر نہ آیا حیران پریشان کہ کمان جائیں اور کیا کریں مجبور
 تھک کر یہاں کھڑے ہو گئے اور کبھی کی حالت میں دعا مانگی کہ یا اللہ راہیز بھیج کہ مشکل آسان ہو چند
 سنٹ گذرے تھے کہ پاس کے کھیت میں سے ایک شخص ادھر ہی آتا معلوم ہوا اور دودھی سے اُس
 آواز دی کون کھڑے ہیں ہم نے کہا بھائی مسافر ہیں اُس نے کہا گھبراؤ نہیں میں آگیا اگر میں نہ آتا تو
 تمکوہستہ نہ ملتا او میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ یہ کہہ کر وہ اسی بن میں گھسا ہم اسکے پیچھے ہوئے چند قدم
 چلے تھے کہ ایک بٹیا نظر آئی اسپر چل پڑے نہ کہیں پانی ملا نہ گارا راستہ میں اس شخص نے یہ بھی کہا کہ
 تم جس جگہ جاتے ہو وہاں کل رات ایک شخص کے یہاں چوری ہو گئی بہت مال گیا ہمیں خیال بھی
 نہ ہوا کہ یہ شخص کون ہے اور کیونکر اسکو علم ہوا کہ ہم کمان جاتے ہیں خلاصہ یہ کہ دس پندرہ سنٹ میں
 اس شخص نے لامپور کی آبادی کے قریب ہمیں پہنچا دیا اور کہا دیکھو یہ چراغ جو نظر آرہے ہیں لامپور ہی
 ہے چلے جاؤ۔ تب ہم نے اُس شخص سے پوچھا اور تم کمان جاتے ہو انہوں نے کہا میں بھی آتا ہوں

استنجا کر کے یہ اکبر ہمارے قریب ایک دُست کے نیچے استنجا کا بھانر کر کے بیٹھ گئے اُسوقت ہمیں خیال ہوا کہ ایسی حالت میں حضرت علیہ السلام رہبری فرمایا کرتے ہیں ضروریہ وہی ہیں ان سے ملنا چاہئے یہ سوچتے ہی ہم لپکے چار طرف دیکھا مگر کین نشان نہ پایا آخر اُسپور پہنچے اور رات وہاں گزاری۔

اس قسم کے واقعات حضرت امام ربانی قدس سرہ کی سوانح شریف میں میٹرڈن بلکہ ہزاروں ہیں جو عام و خاص متوسلین پر وقتاً فوقتاً پیش آئے مُشتے نمونہ از خروار ہے چند امور بدیئے ناظرین کردار گئے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب دُست فیوضہ ابتداء میں ایسے ضعیف الطبع تھے کہ چند آدمیوں کے مجمع میں گفتگو فرمانے سے بھی ہچکتے اور مرعوب ہو جاتے تھے جن دنوں حضرت مولانا ریاست بھاولپور میں مدرس تھے اور مخالفین سے مناظرہ ہونا معین ہو گیا تو مولانا ہی اس جانب سے مناظر قرار فرمایا جب حضرت امام ربانی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ضعف طبع اپنا ظاہر کیا اور عرض کیا کہ حدیث میں آیا ہے ہر پیر بن علیؑ بھڑکی گھوڑے پر سوار ہو سکتے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے انکا یہ ضعف جاتا رہا اور اعلیٰ درجہ کے شہسوار ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی قوتوں اور تصرفات کا اثر امور طبعیہ پر بھی پڑتا ہے حضرت میرے لئے بھی دعا فرما دیں مجھے یہی فکر ہے کہ میری مرعوب ہو جانے والی طبیعت کئی ہزار عوام و خواص کے مجمع میں مناظر بنکر سطح تقریر کی اجازت دیگی چنانچہ حضرت نے فرمایا حق تعالیٰ میں سب قدرت ہے اسکے بعد حضرت مولانا کی طبیعت میں جو حرارت پیدا ہوئی وہ اسی سے ظاہر ہے کہ علماء ہندوستان میں رئیس المتکلمین کے لقب سے ملقب ہیں اور پھر جمہور میں تقریر کرنے یا مخالفین کی ہزار ہا تعداد والی جماعت میں مباحثہ اور مناظرہ کرنے کے لئے مولانا ہی منتخب ہوتے اور آگے بڑھتے ہیں۔

یہ ثمرات ہیں اُن تصرفات کے جو حق تعالیٰ نے اپنے مقبولین کو عطا فرمائے ہیں اور آثار ہیں اُن مقبولیت و قرب منزلت کے جسکے سبب خلاف عادت امور ظاہر ہو کر کرامت کے نام سے مشہور ہوتے ہیں امام ربانی قدس سرہ کی کرامات کا حصہ واحصا کرنا میری وسعت سے باہر ہے خصوصاً جبکہ اپنی معلومات بھی تمام اعراض نہیں کر سکتا۔ کشفی واقعات جنگو عوام نے ولایت کا مدار اور عرفان معرفت کا آلہ سمجھ رکھا ہے اگر دیکھے جائیں تو امام ربانی قدس سرہ کی سوانح میں اس کثرت سے تخلیق گئے کہ گنتی اور شمار بھی مشکل ہے مگر چونکہ اُن خواص بحر حقیقت کی خاکِ بوسی کے طفیل یہ مرقہ عام متوسلین کو ملا ہے کہ

صل کمال یعنی اتباع شریعت محمدیہ کے مقابلہ پر ایسے واقعات کو ہیچ در ہیچ سمجھا جائے اسلئے نہ بھی کسیکو جمع کرنے کی توجہ ہوئی نہ محفوظ رکھنے یا قلب بند کر لینے کا خیال پیدا ہوا آپ کے متوسلین کی ہزاران ہزار جماعت میں شاید کوئی شخص ایسا نہ ہو جس پر کشف یا کرامت کے متعلق کوئی واقعہ پیش نہ آیا ہو پھر اس بحر زخار کو کوزہ میں کوئی کیونکر بند کر سکتا ہے مکملہ عنوان کی غرض سے چند واقعات اسکے بھی درج کرتا ہوں۔

مولانا علی رضا صاحب حضرت کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں کہ زمانہ طالب علمی میں مجھے ایسا مرض لاحق ہوا کہ وضو قائم نہ رہتا تھا بعض نماز کے لئے تو کسی کئی بار وضو کرنا پڑتا تھا ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ فجر کی نماز کو بندہ مسجد میں سویرے اگیا سردی کا موسم تھا اور اس دن اتفاق سے جائزہ بھی زیادہ تھا بار بار وضو کرنے میں بہت تکلیف ہوتی تھی جی چاہتا تھا کسی طرح جلد نماز سے فراغت ہو جائے

تقدیری بات کہ حضرت امام ربانی نے اس دن معمول سے بھی کچھ زیادہ دیر لگائی تین کئی مرتبہ سخت سردی میں وضو کرنے سے بہت پریشان ہوا اور دوسو سو گزرا کہ ایسی بھی کیا حقیقت ہے حضرت ابھی اس قدر ہی کے منتظر ہیں اور ہم وضو کرتے کرتے مرے جاتے ہیں۔ لفظ دو لفظ کے بعد ہی حضرت تشریف لائے اور جماعت اکٹری ہوئی۔ فراغت کے بعد حسب معمول دیگر اشخاص کے ہمراہ مین بھی حضرت کے پیچھے پیچھے حجرہ شریفہ تک گیا جب سب لوگ لوٹ گئے اور حضرت نے دروازہ بند کرنا چاہا تو مجھے پاس بلا کر اشارہ فرمایا کہ بھائی یہاں کے لوگ نماز فجر کے واسطے تاخیر کر کے آتے ہیں اسوجہ سے میں بھی دیر کر دیتا ہوں یہ فرما کر حضرت حجرہ میں تشریف لے گئے اور میں ندامت سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔

منشی شام علی اور گوہر خان ملازم بلٹن نمبر ۶۵ رخصت لیکر بابا دہ جیت لکنو سے گنگوہ روانہ ہوئے طیار ہوئے دروازہ پر سواری تک اکٹری ہوئی اتفاق سے کسی حاکم کی آمد کا تارا یا اور مین وقت پر ایک کو افسر کے حکم سے کنا پڑا دس دن کے بعد فارغ ہو کر گنگوہ پہنچے تو حضرت نے صاف ارشاد فرمایا کہ تم دونوں صاحب فلاں روز روانہ ہونا چاہتے تھے مگر روک لئے گئے تھے اور جب کھانا دسترخوان پر آیا تو فرمانے لگے کہ آپ کے ساتھ دو ٹو بھی تو ہیں آخر وہ بھی میرے حمان ہیں اول انکو گھاس دانہ پہونچنا چاہئے حالانکہ دونوں کے ٹٹوں پر سوار ہو کر انکی اطلاع ایکو کسی آدمی نے نہیں دی تھی۔

منشی محمد حسن صاحب نائب محافظ دفتر بخیر ایک مرتبہ حاضر آستانہ ہوئے اور کوئی بات تخلیہ میں عرض کرنی چاہتے تھے اسلئے موقع کے منتظر تھے مگر خدام کی آمد و رفت میں ایسا وقت ہی نہ ملا کہ عرض

معروض کر لیں آخر حجرہ میں آکر مولوی حبیب الرحمن صاحب کے کما کہ آپ میری تقریب کر دیں مگر تہائی میں کچھ عرض کر لوں چند لمحہ گزرے تھے کہ ایک شخص حجرہ کے دروازہ پر آئے اور انہیں سے کہا کہ ابھی تمکو حضرت یاد فرماتے تھے کہ محمد حسن جب آئے ہیں انہوں نے کچھ کہا سنا انہیں چنانچہ یہ گئے تو حضرت تنہا حجرہ میں تشریف فرما تھے جب منشا کے مطابق عرض معروض کر چکے تو پھر لوگوں کی آمد شروع ہو گئی۔

حضرت مولانا صادق یقین رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے والد شاہ بریلوی یقین صاحب سے جو اپنے والد کی طرف سے مجاز تھے اور طریقہ متعارف پر فاتحہ وغیرہ کے قایل تھے انہیں مسائل میں کچھ جھگڑا ہوا مولانا سراج یقین صاحب عرس بلانامیر کو سبب برکت بتلاتے اور معمول قرار دے ہوئے تھے اور مولانا مرحوم انکار فرماتے تھے باب بیٹوں میں اس اختلاف کے سبب رنج ہو گیا اور مولانا مرحوم شیدہ خاطر ہو کر گلو چلے آئے۔ آنے کو تو آگئے مگر والد صاحب کی ناراضی کا اکثر خیال آتا تھا ایک دن حضرت کیچر تہمین حاضر تھے یکایک حضرت نے ان سے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہارے والد کی طرف خیال کیا تھا ان کے قلب میں تہمدی محبت جوش مار رہی ہے اور خفگی صرف ظاہری ہے اسید ہے کل پر سون تک تمہارے بلائے کو اٹھا خط بھی آجائے چنانچہ دو سکر ہی دن شاہ صاحب کا خط آیا جس میں مفارقت کا صدمہ رنج ظاہر کیا اور یوں لکھا تھا کہ تم فوراً چلے آؤ جس طریق پر تم کہو گے اسی طرح عمل کرونگا۔

ایک بار حضرت کے ایک خادم نے حاضر آستانہ ہو کر مصافحہ کیا آپ حجرہ میں تھے انکے بیٹھے ہی حضرت نے فرمایا پہلے اپنا اسباب لا کر سامنے کے حجرہ میں رکھ دو ایک خادم نے عرض کیا بھی کہ اسباب لین لے آیا ہوں آپ نے فرمایا انہیں بھائی اپنا اسباب آپ ہی خوب دیکھا جاتا ہے اس اشارہ پر وہ اٹھے اور خادم کا لایا ہوا اسباب دیکھا تو لوٹا انہیں تھا سواری واپسی کی تھی مگر اتنا غنیمت تھا کہ دوسری جگہ جاٹھیری تھی ابھی کوئی نہ تھی آخر بدقت ایگے دن لوٹا دستیاب ہوا۔

صوفی کرم حسین صاحب فرماتے ہیں کہ قبیل عصر جب حضرت ملاوت سے فارغ ہوتے اور حجرہ کا دروازہ کھلنے کا وقت آتا تو میں حاضر ہوتا مگر اس خیال سے کہ شاید ملاوت کے بعد حضرت خواب استراحت میں ہوں بہت ہی آہستہ آتا تھا کہ مطلق آہٹ نہ ہو اور باہر سے درہی ہی میں بیٹھ جاتا تھا کچھ وقفہ گزرتا کہ حضرت امام ربانی اکثر میرا نام لیکر اور کبھی کبھی باین الفاظ کہ کون ہے آجاؤ جگو بار بانی عطا فرمایا کرتے تھے صوفی کرم حسین صاحب یک مرتبہ بیان ہوئے اور چند روز کے بعد صحت ہو گئی ان کے مکان سے

طلبی کا خطا پہنچا تو انہوں نے روانگی کا قصد کیا حضرت سے جب خصمت ہونے گئے تو خلاف عادت فرمانے لگے کرم حسین کل کو مت جاؤ دو تین روز کے بعد جانا۔ ارادہ کا نسخ طبع کو گراں تو ہوا مگر ٹھیر گئے اگلے دن دفعۃً تپ، ولرزہ آیا اور وہ بھی اس شدت کے ساتھ کہ عشا کے وقت تک اٹھ ہی نہ سکے فوت خیال ہوا کہ آج راستہ میں ہوتا تو کیسا مزہ آتا غرض اُسی روز آنا ہوا جو حضرت نے فرمایا تھا۔

منشی انتر بیل صاحب کی پولیس سے کچھ مخالفت ہو گئی اور ایک سنگین مقدمہ میں مبتلا ہو گئے جب چار طرے سے یاس ہوئی اور پریشانی بڑھی تو حضرت کی خدمت میں عرض حال کیا آپ نے جواب تحریر فرمایا تمکو کچھ پریشان ہوئی ضرورت نہیں تمہارا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ حضرت کی دعا کا ثمرہ تھا کہ اس معاملہ میں بالکمال بھی سبکا ہوا۔ اسکے بعد عدالت مال میں دعا علیہ بنائے گئے اس مرتبہ اکی استدا پر یہ جواب تھا کہ "مقدرات ٹلے نہیں میں بھی دعا کرتا ہوں اللہ قبول فرمائے لیکن مقدمات نہیں ٹلے" چنانچہ مقدمہ میں ناکام رہے اور درخواست نتیجہ نہ نکلا۔

میر محبوب علی صاحب اپنی اہلیہ کو اپنی خالہ کے پاس گنگوہہ لیکے تھے انکو وہاں اتار کر خود حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے یکایک دل میں خیال آیا کہ گھر والی کو بھی حضرت کے ہاتھ پر بیعت کرا دیتا تو بہتر تھا چنانچہ حضرت سے عرض کیا حضرت نے فرمایا بہتر ہے لے آؤ۔ اب انکو خیال ہوا کہ اسی بے طہیتی میں لانا ٹھیک نہیں کل کو غسل کر کے آنا مناسب ہے حضرت نے پھر فرمایا جاؤ آؤ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت کل کو لے آؤنگا۔ حضرت نے لوٹ پھیر کوئی بار فرمایا مگر یہ سمجھے ادیوں ہی عرض کرتے رہے کہ کل کو لے آؤنگا آخر حضرت نے ارشاد فرمایا خیر تمہاری مرضی کل کو لے آؤ آج لے آئے تو اچھا تھا۔ اگلے دن جب بیچاری نہاد ہو کر حاضری کے لئے تیار ہوئی دفعۃً اس زور کی آندھی آئی کہ آنا ہو ہی نہ سکا مجبور میرے دن شرف بیعت حاصل ہوا۔

منشی قادر بخش صاحب بلند شہری تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا خلیل الرحمن جو بھابھن امیر کابل یعقوب خان انکی بزدگی کے سبب ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا کرتے ہیں فرماتے تھے کہ میں جس زمانہ میں حضرت کی خدمت میں حدیث پڑھتا تھا ایک طالب علم تھے ولی محمد بیچارے بہت مسکین اور پارہا شخص تھے جو تھوڑا سا خرچ انکے گھر سے آیا کرتا پس اُسی میں گذر کیا کرتے تھے کسی ہی ضرورت ہو بھی دوست یا ہم جماعت تک سے ذکر نہ کرتے تھے ایک بار مکان سے خرچ آنے میں دیر ہوئی اور انکو ایک یاد وفاقہ کی تربت

پہونچی مگر نہ انہوں نے کسی سے ذکر کیا نہ کسی صورت یہ حال کسی پر ظاہر ہوا اسی حالت میں صبح کی وقت بغل میں کتاب دبا لئے پڑھنے کے واسطے حضرت کی خدمت میں آ رہے تھے کہ راستہ میں جلوائی کی دوکان پر گرم گرم حلوا ایک رہا تھا یہ کچھ دیر وہاں کھڑے رہے کہ کچھ پاس ہو تو کھائیں مگر پیسہ بھی نہ تھا اسلئے صبر کر کے چلے گئے اور خانقاہ میں پہونچے حضرت گویا انکے منتظر ہی بیٹھے تھے سلام کا جواب دیتے ہی فرمایا مولوی ولی محمد آج تو حلوا کھانے کو ہمارا جی چاہتا ہے لو یہ چار آنہ نیچاؤ اور جس دوکان سے تمکو پسند ہو وہاں سے لاؤ غرض مولوی ولی محمد اسی دوکان سے حلوا خرید کر لائے اور حضرت کے سامنے رکھ دیا حضرت نے ارشاد فرمایا میاں ولی محمد میری خوشی یہ ہے کہ اس حلوے کو تم ہی کھاؤ مولوی ولی محمد صاحب اس قصہ کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ حضرت کے سامنے جاتے مجھے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے کیونکہ قلب کے وسوسوں اختیار میں نہیں اور حضرت انپر مطلع ہو جاتے ہیں۔

حافظ عبدالحفیظ صاحب میرٹھی تاجر بی فرماتے ہیں کہ میں اپنی اہلیہ کو بی لجانا چاہتا تھا لنگوہ حاضر ہوا تو مشورۃ حضرت سے قصداً ہر کیا میساختہ آپ نے فرمایا کیا مارنے کے واسطے لئے جاتے ہو؟ یہ بیچارے کیا سمجھتے کہ مطلب کیا ہے دوبارہ پھر عرض کیا کہ حضرت وہاں مجھے تکلیف ہوتی ہے آپ نے ارشاد فرمایا اچھا لیجاؤ مگر عید تک گھر پہونچا دینا غرض وہاں سے رخصت ہوئے اور اہلیہ کو لیکر یمن پہونچے چونکہ حضرت کا ارشاد یاد تھا اسلئے عید سے پہلے میرٹھ پہونچا دیا چند ہی روز بعد دفعۃً مبتلا ہوئے مرض ہوئی اور دارفانی سے رحلت کر گئی اسوقت خیال ہوا کہ چند روز تساہل کرتا تو یہ ساخز ہیان بی بی علیہ السلام ایک مرتبہ دو شخص اجنبی آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام و صافحہ کے بعد بیعت کی تہنہ ظاہر کی آپ نے فرمایا ڈر کھٹ پڑھو حضرت کے اس ارشاد پر ٹھوڑی دیر تو دونوں صاحب گردن جھکائے بیٹھے رہے پھر چپکے ہی اٹھ کر چلے گئے جب دروازہ سے باہر ہوئے تب حضرت نے فرمایا دونوں شیعہ تھے میرا استعان لینے آئے تھے حاضرین میں سے بعض آدمی اسکی تحقیق کو انکے پیچھے گئے اور معلوم کیا تو واقع میں رافضی تھے۔

مولوی محمد سہول صاحب کے ایک مرتبہ بعض مسائل حقہ کے علی الاعلان بیان کرنے پر لوگ مخالف بہت ہو گئے اور یہ مخالفت یہاں تک بڑھی کہ تبدیل و توہین کی سعی میں مخالفوں نے کوتاہی نہ کی جھوٹے الزام قائم ہو کر فوجداری کا مقدمہ بھی قائم کر دیا گیا جب بہت پریشان ہوئے تو حضرت نے

اجتہاد پر فرمایا غبارِ زمینین دھارنا ہوں خدا پر ہوسد کھوسد دشمن اگر تو سیت نگہبان قوی تر است
حضرت کی اس تحریر سے گونہ نشکین ہوئی مگر جو رنگ آنکھوں سے دیکھ رہے تھے وہ ہراسان بناتا تھا
پھر یمن میں مکر پیش ہونا پڑ گیا خدا جانے کیا سوال ہوا اور کیا جواب نہ سے نکلے اسی پریشانی میں آنکھ
الگ گئی خواب میں دیکھا کہ حضرت انکا ہاتھ پکڑے اپنے ساتھ لئے جاتے ہیں۔ یکایک آنکھ کھل گئی اور
قلب اضطراب رفع ہو گیا دو ایک دن بعد مقدمہ خارج ہو گیا اور انکو عدالت میں جانا بھی نہ پڑا۔

مرزا غلام احمد قادیانی جس زمانہ میں براہین نکھ رہے تھے اور انکے فضل و کمال کا اخبارات
میں چرچا اور شہرہ تھا حالانکہ اس وقت تک انکو حضرت امام ربانی سے عقیدت بھی تھی اس طرف کے جانے
والوں سے دریافت کیا کرتے تھے کہ حضرت مولانا اچھی طرح ہیں ؟ اور دہلی سے گنگوہ کتنے فاصلہ پر ہے ؟
اس سے کیا ہے ؟ عرض حاضر کا خیال بھی معلوم ہوتا تھا اسی زمانہ میں حضرت امام ربانی نے ایک خط
یوں بارشاد فرمایا تھا کہ کام تو یہ شخص اچھا کر رہا ہے مگر یہ کی ضرورت ہے ورنہ گمراہی کا احتمال ہے اس کے
بعد ہی مجددیت و مہدویت و عیسویت کے خیالات ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔

حافظ محمد براہیم صاحب خولش حضرت قدس سرہ فرماتے تھے ہماری طاہر علی کے زمانہ میں
سہ دری طیار بنوئی تھی حضرت کے حجرہ شریفہ میں بسے بہرے رہتے تھے بان حضرت فاضل صرفت
وہاں ادا فرماتے تھے خربزہ کا موسم تھا ایک بار ہم طاہر علیوں نے کچھ بتائے جو خربزوں کے ساتھ کھانے
لائے تھے ادھر ادھر لوٹن میں پہنچا رہے جب نماز کو باہر آئے تو بجماعت طلبہ نے مجھے کہا کہ جاؤ
چیکے سے بتائے کمال لاؤ میں دیے پاؤں نہایت آہستہ گیا دیکھا کہ حضرت استین آتا رہے تھے
فرمایا جا جلدی نکال لیکر کچھ نماز کا حج ہو رہا ہے۔

افسر الاطباء مولانا اکلیم احمد سعید امروہی فرماتے ہیں مجھے ابتدا سے بزرگان دین کی زیارت کا
شوق رہا اور دروازے سفر بھی کئے مشاہیر اکابر کی خدمت میں حاضر بھی ہوا مگر خدا جانے کیا سبب
تھا کہ کہیں دنگو ایسا اطمینان نہوا کہ بیعت کرتا اسی خیال میں گنگوہ بھی حاضر ہوا اور حضرت کے کمال
اتباع سنت کو دیکھ کر عقیدت بڑھی مگر تاہم یہ خیال تھا کہ جب تک ادھر ہی سے قلب کو نہ کھینچا جاسکے گا
بیعت نہ کر دنگا کئی دن قیام کیا آخر آپ کے معمولات پسندیدہ و اخلاق حمیدہ دیکھ کر بیعت کا ارادہ ہوئی
بعض خدام کے واسطے میں نے یہ درخواست پیش کی حضرت نے صفات انکھ فرمادیا کہ زمین

بھائی سعادت کروڑ بڑے لوگوں کو مرید کرنا جان کو آفت میں ڈالنا ہے کوئی سفارش کرنا ہے کوئی الزام لگاتا ہے عرض ٹھیک نہیں حضرت کا جواب میں نے سنا تو بہت افسردہ ہوا کہ افسوس مجھ میں قابلیت بھی نہیں کہ مرجع خلافت فیاض زمان راہبر کی دست بوسی نصیب ہو اسی افسوس و حسرت میں کئی دن گزر گئے آخر ایک دن حضرت تنہا حجرہ میں تشریف فرما تھے موقع غنیمت سمجھ کر جروت کر کے میں اندر چلا گیا اور عرض کیا کہ حضرت مجھے محرومی کی امید نہ تھی گو میں ناقابل ہوں مگر حضرت تو سب قابل ہیں اسوقت حضرت نے میری طرف نظر فرمائی اور کہا اچھا جلدی کیا ہے ابھی اپنے قلب کا اطمینان تو کر لو میں اپنے وسوسہ و اہیہ اور خیال فاسد پر بہت نادم ہوا اور معذرت کی آپ نے فرمایا نہیں نہیں بیعت سے پہلے انسان کو ہر طرح قلب مطمئن کر ہی لینا چاہئے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے نہشت | پس بہر دستے نباید داد دست

بالفعل تم جاؤ اور اپنا کام شروع کرو حق تعالیٰ برکت عنایت فرمائے گا اسکے بعد ہی میرے قلب پر سکون پیدا ہونا شروع ہو گیا جیسے چینی چلتی رہی اور وہ تعلق قائم ہو گیا جو مرید کو اپنے شیخ سے ہوتا ہے وطن سے حیدر آباد واپس آیا تو دنیاوی برکات بھی بہت کچھ حاصل ہوئیں افسر الاطباء کا رئیس کی طرف سے خطاب بھی ملا اور بڑے بڑے ڈاکٹروں کے مقابلہ پر بار بار کامیابیوں کے سبب ن بدن اعزاز بڑھتا رہا۔

مولوی ولایت حسین صاحب لکھنؤ کا حاضری خدمت ہوئے حضرت اسوقت مولوی صدیق احمد صاحب سے استعما کا جواب لکھوا رہے تھے انکے دل میں خیال آیا کہ کاش یہ خدمت میرے سپرد ہوتی اسی وقت حضرت نے یہ قصد بیان فرمایا ایک بار میں حضرت کی خدمت میں تھا نہ ہوں حاضر ہوا وہاں مولانا شیخ محمد صاحب نے مجھے مقدمہ لکھوانے کا جواب عموماً لکھوانے چاہئے میں نے حضرت حاجی صاحب سے عرض کیا کہ آپ مجھے مکان بجائی کی اجازت عطا فرمادیجئے میں یہاں جواب نویسی کیلئے نہیں آیا ہوں۔ اسی طرح ایک مرتبہ مولوی صاحب کو وسوسہ ہوا کہ حضرت مجدد صاحب اپنے بعض مکتوبات میں ذکر جہر کو بدعت فرماتے ہیں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہیں کو مخاطب بنا کر حضرت نے ارشاد فرمایا ذکر جہر کی اجازت بعض وقت حضرات نقشبندی بھی دیدیتے ہیں۔

مولانا محمد امجد میل صاحب گنگوہی کو فقروں سے ملنے کا شوق تھا جب کہ میں سُنتے کہ ایک بزرگ آئے ہیں یہ بھی ان سے ملنے کو لپکتے تھے ایک مرتبہ اسی شہر پر ایک فقیر کے پاس گئے تو

کسی کو بیٹھا پایا اُس وقت اُسے پاؤں لوٹ آئے دوسری بار کوئی مولوی آئے لوگوں نے انکی بہت تعریف کی کہ
 بڑے بزرگ ہیں یہ ان سے بھی ملنے کو گئے تو انکو بدعتی پایا آخر جب گویا رستے گنگوہ آئے اور حضرت کی خدمت
 میں حاضر ہوئے تو حضرت بدعتی فقیروں اور ولویوں کا تذکرہ شروع فرمایا اور خصوصیت کے ساتھ انکو مخاطب بنا کر
 کہا تو مولوی اسماعیل تکو خاصا کہتا ہوں کہ بدعتی فقیروں مولویوں سے مست ملا کر داس روز سے مولوی اسماعیل صاحب
 نے توبہ کی کہ آئندہ جب تک پورا اطمینان نہ ہو گا کسی کے پاس نہ جاؤں گا۔

ایک بار مولوی اسماعیل صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر تھے اپنے شاگردوں کی عدم ترسیل خطوط کی شکایت
 ذہن میں تھی حضرت نے اذہر اذہر کی باتوں میں یہ وقت بھی ارشاد فرمایا کہ میرے تین ہوا شاگردین گروہ چارہی خطے یا درگاہ
 غرض اس قسم کے واقعات اس کثرت کے ساتھ پیش آئے کہ حضرت کے متوسلین بھی اسکو معمولی بات
 سمجھتے ہیں نہ کسی کو یاد رکھنے کی طرف توجہ ہوتی نہ محفوظ کرنے کا خیال پیدا ہوا ۵

این شرح بے نہایت کرم حسن یا گفتند | حقیقت کز ہزاران کاندہ عبارت آمد

اچکے خدام کی ہزاران ہزار جماعت میں شاید کوئی متفصل ایسا ہو جس پر ایک یا زیادہ واقعات ایسے نہ گذر لئے ہوں
 نمونہ کے طور پر چند قرائع تذکرہ ناظرین کر دئے گئے درجہ اول بات یہ کہ اچکے باطنی تصرف اور قلبی توجہ کے سامنے
 کشف کوئی وزمانی کا ایسا مرتبہ نہیں جسکو تذکرے کے ساتھ بیان کیا جائے منسلب ارشاد و ہدایت کے درجہ میں جو تفقہ
 اور فہم و صداقت حق تعالیٰ شانہ نے ایک عطا فرمائی تھی وہ اس درجہ واقع ہوا کہ اسکے ذکر میں زبان کجا و تحریر میں قلم کو
 ذوق حاصل ہوتا ہے تعلیم یوں اور فہم کی نگہداشت و تربیت میں جو استعداد و شخص و ملکہ عالیہ کی فطرت میں ہوتی
 تھا اور جسکے ظل حمایت میں بنیاد نبوت محمدیہ کا بے ہمتا ج آپکے فرق اطہر پر کھایا پس وہ قلبی انجلا اور
 اذعان یقین کا چمکتا ہوا چراغ آپکے مرتبہ کمال علو ظاہر کرنے کو کافی ہے اسلئے مناسب ہے کہ آپکے چند
 ارشادات جمع کر دئے جائیں کہ ذریعہ ہدایت خلق اور صدقہ جاریہ بن کر جب تک حق تعالیٰ کو منظور ہو قائم و
 برقرار ہیں۔ ہر چند کہ آپ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہر لفظ آخرت کی جہان نب و رغبت و دلانے والا اور رہبری کا
 کام انجام دینے والا ہے مگر بعض الفاظ کی منفعت تبلی و واضح ہے اور بعض کی تحفی و دقیق کہیں سوال کا
 جواب ہے اور کہیں بطور توجہ و تہذیب و بیان اسلئے ارشادات صاحبین کی حکایات اور ملفوظات
 میں غنیات میں پھیلا کر اسکا نمونہ دکھانا مناسب معلوم ہوا۔ ہر سہ مضامین کا لطیف فرق اور دقیق
 امتیاز اس تقسیم کا باعث ہو گیا اور نہ مقصود تینوں کا ایک اور ضرر و آہد ہے۔ واللہ الموفق وعلیہ السلام

ارشادات

گفتا چشم ہرچہ تو گوئی ہسان کنند	گفتم کیم دہان و لبست کا مران کنند
گفتا درین معاملہ کتہ رزیاں کنند	گفتم خسراج مصر طلب میکند لبست
گفتا بوسہ شکستہ نشس جوان کنند	گفتم ز لعل نوش لبان پیرا چہ سود
گفت این دعا مالک ہفت آسمان کنند	گفتم دعاے دولت تو در حافض است

ایک بار ارشاد فرمایا بعض لوگ انہو الوقت ہوتے ہیں اور بعض ابن الوقت۔ ابو الوقت وہ ہیں جسکا حال تالیخ ہوتا ہے کرب چاہیں غلبہ کی کیفیت اپنے اندر لائیں اور جب چاہیں اُسکو دفع کر دیں اور ابن الوقت دولون صورتوں میں مجبور ہے نہ لانے کی ہمت ہے نہ اُسکے دفع کی قوت۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جبکہ قلب میں ذکر کا اثر آجائیگا وہ شخص اہل بصیرت کے نزدیک صاحبِ حال ہوگا مگر اثر جو اس کے بدن پر ظاہر ہوتا ہے جسکو اہل ظاہر حال کہتے ہیں اُسکا کوئی وقت معین نہیں بعض کو ابتداء میں پیدا ہوتا ہے پھر جاتا رہتا بعض کو درمیان میں ہوتا ہے آخر میں رفع ہو جاتا ہے اور بعض کو آخر میں پیدا ہوتا ہے اور باقی رہتا ہے اور بعض کو درمیان میں پیدا ہوتا ہے اور نہیں جاتا اور بعض کو ابتداء سے آخر تک رہتا ہے اس پر شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کا مثیلہ تذکرہ فرمایا اسکے بعد فرمایا اور بعض کو بالکل ہوتا ہی نہیں کمال مقصود کے واسطے دولون ضرور نہیں جسکو جو طریق بھی حق تعالیٰ نصیب فرمائے۔

ایک روز کسی شخص نے حال کی حقیقت دریافت کی آپ نے ارشاد فرمایا ہر شخص میں ایک قوت ہمیت کی رکھی ہوئی ہے اور ہر ایم کی قوتیں مختلف ہیں اور اس ہمیت کو تعلق اس عالم سے ہے اسی سے اسکو راحت ہے نیز ہر شخص میں روح ہے اور اُسکا تعلق عالم قدس سے ہے وہی اسکے لئے سببِ راحت ہے جسوقت روح اُس عالم کی طرف چلتی ہے اس ہمیت کو تکلیف ہوتی ہے اسوقت اس میں حرکت و پیراری شروع ہوتی ہے پس اگر یہ ہمیت ضعیف ہے تو مغلوب ہو کر بیہوش ہو جاتی ہے اور روح اپنا کام کرتی ہے اور اگر قوی ہے تو کچھ ٹپک کر بیہوش ہو جاتی ہے اور اگر بہت ہی قوی ہے تو روح اپنا کام کرتی رہتی ہے اور یہ ادھر تڑپتی رہتی ہے آخر میں اسی قوت کے موافق

انکار پیدا ہوتے ہیں اگر کسی شخص میں شیر کی قوت ہے تو درجہ کمال پر پہنچ کر اُس میں شجاعت و ہمت غایت
درجہ بڑھ جاتی ہے اس مضمون کو شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مہجرات میں مفصل لکھا ہے۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ جب میں مکہ معظمہ گیا وہاں ایک درویش تھے سید قاسم نقشبندیؒ انکو
اہل مکہ بہت مانتے تھے ایک شخص اُنکے سامنے حضرات نقشبندی کی توہین کیا کرتے اور وہ بیچارے ضبط
فرماتے تھے ایک دن غصہ میں اگر اسپر توجیر والدی وہ شخص تڑپنے لگا مجاورین کعبہ نے جب دیکھا کہ آپ
یہ شخص مہجرائیگا بڑا حال ہے تو شبیری پر لادستی سے باندھ کر اُسکے مکان پر پہنچا دیا آٹھ روز تک وہ شخص
ٹڑپا کیا آخر اسکی مان نے سید صاحب کی منت خوشامد کی تب اپنے پانی پڑ بکریا اور فرمایا کہ تیرے
بڑا پیپر جھکوترس آتا ہے ورنہ میں کبھی نہ ہٹا تا ہر ٹک کہ اسکی روح نکل جاتی۔ اس کے بعد حضرت
نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے انکی تعریف فرمائی میں بھی اُن سے ملنے گیا
مجھے نہایت محبت سے ملے اور فرمایا اس زمانہ میں اکل حلال بہت دشوار ہو گیا حالانکہ بڑی ضرورت
اسکی ہے میں کسی سے کچھ لیتا نہیں ہوں خود سونا بنا لیتا ہوں تم بھی سیکھ لو میں نے انکار بھی کیا مگر
جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت اسوقت تو اس قدر مہلت نہیں کہ آپ
میرے سامنے بنائیں اور میں دیکھوں اور اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ کج کو آؤں اور سونا بنا پا ہوں ایسا
ہی آپکا اصرار ہے تو نسخہ لکھا دیجے چنانچہ انہوں نے نسخہ لکھا دیا اور فرمایا اگر کچھ بھول جاوے تو مجھے
بہرور یافت کر لینا۔ میں نے اگر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سارا قصہ ذکر کیا آپ نے
فرمایا تو ہر گز دست بنائیو بلکہ وہ نسخہ بھی اپنے دل سے بھلا دیجیو کیونکہ اس سے تو کل میں فرق آویجھا
میں نے ایسا ہی کیا کہ وہ نسخہ اسوقت تو بیگ میں لا کر رکھ دیا اور یہ خیال کیا کہ ہمارے دوست حکیم
جی نے کہا تھا کوئی چیز ہمارے واسطے لانا بس یہ تحفہ اُنکے واسطے اچھا ملا پھر جب وطن آیا اور حکیم
ضیاء الدین مرحوم ملے اُنے تو وہ کاغذ جوں کا توں اٹھو دیا اور خود بھلا دیا اسکے بعد فرمایا کہ بھائی
الحمد للہ میری کوئی حاجت بند نہیں رہتی ہے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ شاہ نانک جنکو سکھ لوگ بہت مانتے ہیں حضرت بابا فرید الدین شکر گنج
رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں چونکہ اہل جذب سے تھے اسوجہ سے انکی حالت مشتبہ ہو گئی مسلمانوں
نے کچھ انکی طرف توجہ نہ کی سکھ اور دوسری قومیں کشف و کرامات دیکھ کر انکو مانتے لگے۔

الغنا

الغنا

ایک کسی خادم نے تصور شیخ کے متعلق دریافت کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ خیال طرح کا ہوتا ہے ایک بدعینے خیال
 ولد وغیرہ کا جو خود بخود آئے اس طرح کے تصور بوجہ محبت ہو تو کچھ مضائقہ نہیں دوسرا اور دیکھنا خواہ تصور یا نہ ہو اس کی حاجت نہیں
 ایک روز فرمانے لگے کسی نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ میان تیرا کوئی سر بھی ہے؟ اُس نے کہا
 جی ہر تو میرے بہت سے ہیں مگر دو میرے اصلی ہیں ایک طوطا اور ایک تلنگا (سپاہی) اور یہ اس طرح
 کہ میرے محلہ میں ایک تلنگا رہتا تھا ہمیشہ سویرے اُٹتا تھا ہاتھ دھو کر اور دی پہنتا اور بن سنو کر بادشاہ
 کے بیان اپنی نوکری پر جایا کرتا تھا میں اُسکو دیکھا کرتا تھا آخر ایک دن مجھے خیال ہوا کہ اگر ایک دن
 یہ اپنی نوکری پر نہ جاوے تو بادشاہ اُسکو موقوف کر دے اسی طرح اگر تو اپنے آقائے وحدہ لاشریک کی
 حضوری اور اللہ کی یاد سے غافل ہوا تو تو بھی تلنگے کی طرح موقوف کر دیا جائیگا پس اسی دن سے میں
 ذکر الہی میں مشغول ہوں کبھی نادمہ نہیں کرتا۔ طوطے کا سر ہونا اس طرح ہے کہ میرے محلہ میں ایک پڑوسی
 طوطا پال رکھا تھا جو بیٹھی بیٹھی باتیں کرتا اور اپنی بولیوں پر لوگوں کو فریفتہ بنایا کرتا تھا ایک دن ایسا اتفاق
 ہوا کہ اُسکو بلی نے آدبو چا جو سوت بلی کے پنجہ اُسپر پڑے تو اُس نے کہا میں بجز اس لفظ کے اُسکو کچھ
 بھی یاد نہ رہا ساری بولیاں اور دل بہلاؤ چھپانا بھول گیا میں یہ قصہ دیکھ رہا تھا اُسی وقت دل میں یہ
 مضمون پیدا ہوا کہ اسی طرح موت کے پنجہ کا شکار ہوتے وقت آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے بجز اُس اصلی
 حالت کے جو طبعی ہے اور کوئی بات یاد نہیں رہتی پس میں سب کچھ چھوڑ چھاڑا اللہ کی یاد میں آگیا تاکہ
 مرتے وقت ذکر اللہ کے سوائے کچھ نہ نکلے۔ اسکے بعد حضرت نے فرمایا سو ذکر الہی اسی واسطے کرتے
 ہیں کہ منہ سے آخری وقت میں اللہ ہی کا نام نکلے۔

ایک دن تقریباً دس بجے دن کو چار پانی پر لیٹے تھے کہ آنکھ لگ گئی تھوڑی دیر بعد بیدار ہوئے
 اور فرمایا کہ اس وقت میں یہ خواب دیکھ رہا تھا کہ حج مکہ معظمہ میں ہوں پھر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب
 رحمۃ اللہ علیہ سے اگر کوئی شخص خواب میں حج کرتے دیکھنے کی تعبیر پوچھتا تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ تو حج
 کر گیا مگر میں نے یہ بات زائد کر دی کہ اگر حج نہیں کر گیا تو ثواب حج کا ضرور مل جائیگا اور یہ بات یوں ہے
 کہ ایک بزرگ حج کے لئے تشریف لے گئے جب حج سے فارغ ہوئے تو خواب دیکھا کوئی شخص کہتا ہے
 کہ ایک سال تین لاکھ آدمی نے حج کیا مگر حج کسی کا قبول نہیں ہوا بجز ایک شخص کے جو حج کو آیا نہیں مگر
 اُسکے حج قبول ہوا۔ ان بزرگ نے اُس شخص سے کہا تعجب ہے جو شخص حج میں حاضر نہوا سکا حج قبول

کیونکہ وہ اُس نے خواب دیا کہ ضرور قبول ہوا اس میں کچھ شک ہی نہیں بزرگ نے خواب ہی میں کہا اچھا
 اُس شخص کا مجھے پتہ بتاؤ میں اُس سے ملونگا اور بات پوچھونگا اُس شخص نے نام اور نشان بتا دیا کہ فلان
 شہر میں رہتا ہے اسکے بعد انکی آنکھ کھل گئی یہ وہاں سے چلے اور تلاش کے بعد پتہ لگا ہی لیا اُس
 شخص سے جا کر ملے اور اپنا خواب سنا کر دریافت کیا کہ اب بتاؤ تم نے کون ایسا عمل نیک کیا جس کا یہ
 ثمرہ ملا ہے اُس شخص نے جواب دیا کہ میں تو بجز فریضہ نماز کے کوئی عمل اپنے اندر نہیں پاتا بزرگ نے
 کہا سوچو غور کرو کوئی عمل خاص ضرور ایسا ہے جس نے حج مبرور تمہارے نامہ اعمال میں لکھوایا آخر اس
 شخص نے کہا ہاں یاد آیا میں نے ایک سال حج کے لئے روپے جمع کئے تھے الحمد للہ سارا سامان
 چھپا ہو گیا تھا صرف جانے کی دیر تھی میری عورت حاملہ تھی ایسا اتفاق ہوا کہ ایک است میں سوتا تھا کہ آدھی
 رات کو اُس نے مجھے جگایا اور کہا کہ اسوقت میرا جی گوشت کھانے کو بہت چاہتا ہے میں نے کہا کہ
 خدا کی بندی آدمی رات کو کمان سے گوشت لاؤں؟ اُس نے ضد کی اور کہا ہاں سے ہو سکے مجھے
 اسوقت گوشت کھلاؤ میں پریشان ہوا اور محض اُسکی دلہی کے لئے اچھا کمر گھر سے باہر نکل آیا باہر
 جو نکلا تو ایک پڑوسی کے گھر میں سے گوشت کے بکھار کی بو میری ناک میں آئی میں اُسکی طرف چلا
 اور دواڑہ پر کھڑے ہو کر پڑوسی کو آواز دی وہ بچا را میری آواز سننے ہی گھبرایا ہوا باہر آیا میں نے کہا
 کہ تمہارے یہاں گوشت پک رہا ہے میری حاملہ عورت نے گوشت کی خواہش کی اور مجھے تقاضہ شدید
 کیا ہے سو مہربانی کرو تمہوڑا سا گوشت دیدو وہ میری درخواست سن کر چپ ہو رہا اور گردن جھکا کر کہا کہ گوشت
 تو میرے گھر میں ضرور پک رہا ہے مگر تمہارے کام کا نہیں میں نے کہا ایسا کون گوشت ہے کہ تم کھاؤ
 اور ہم نہ کھا سکیں اُس نے بات کو ٹھلایا اور کہا میری بات کو سچ مانو اگر تمہارے کھانے کا ہوتا تو واللہ
 مجھے دینے میں عذر نہوتا کبھی کا لادیا ہوتا آخر میں نے باصرہ دریافت کیا کہ بات بتاؤ کیا گوشت ہے
 جب مجھ پر مجبور ہوا تو آبدیدہ ہو کر کہنے لگا کہ ہم سارا کہنہ چار دن کے فاقہ سے ہیں آخر جب حالت خیر ہوئی
 تو ایک گناہ کیا اور اسوقت اُسکا گوشت پکا یا ہے کہ کھا کر جان بچاؤ۔ میں ہمسایہ کی یہ بات سن کر چپ
 اٹھا چپکا گھر کی طرف چلا دل میں اپنے آپ کو نفرین کرتا تھا کہ پڑوسی کی یہ حالت اضطراب ہے کس پر حرام
 بھی حلال ہو گیا اور تیرا ادا دین حج کا ہے میں نے چپکے ہی جیسے کئے ہوئے روپے نکالے اور اُس ہمسایہ کو
 دے آیا کہ لو اپنا کام چلاؤ ہر چند کہ لیتے وہ شرمایا مگر میں نے اصرار کے ساتھ دے دی دے بس عمل

تو ایک ہے جو شاید حق تعالیٰ کے یہاں قبول ہوا ہو باقی خیر صلاہ بزرگ نے فرمایا مبارک ہو میان بیشک
یہی عمل ہے کہ حج میں شریک سمجھے گئے اور تین ملاکھ کی جماعت میں قبولیت سے نوازے گئے۔

پیر جو محمد جعفر صاحب ساڈھو روئی نے ایک دن عرض کیا کہ حضرت کیمیا مرکبات سے بنتی ہے یا
قدرتی جمادات سے؟ آپ نے فرمایا کیمیا مرکبات سے بنتی ہے مگر تم اسکو ہرگز نہ سیکھنا ایک شخص نے
مجلو کیمیا کا نسخہ بتایا تھا میں نے کبھی اُس نسخہ کے بنانے کا ارادہ بھی نہیں کیا اور نہ وہ نسخہ اب میرے
یاد رہا اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت مرشدنا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دن فرماتے تھے کہ ایک
شخص نے مجھے کیمیا کا نسخہ بتایا اور کہا کہ اس نسخہ اکسیر سے سونا بنتا ہے میں نے اُس مہوس سے کہا
کہ میں ہندوستان کو چھوڑ کر مکہ معظمہ میں جو آیا ہوں تو اللہ کی تلاش کے لئے آیا ہوں کیمیا کی تلاش میں نہیں آیا
پیر جی صاحب ہی فرماتے ہیں کہ مجھے ایک صوفی مشرب شخص نے ایک مرتبہ کہا کہ شاہ قمیص رحمۃ اللہ
علیہ ساڈھو رہ میں مدفون نہیں ہیں یوں ہی مزار بنا کر مشہور کر دیا گیا ہے ایک صالح صورت کی زبان کا
یہ سن کر مجھے بھی شک پیدا ہو گیا اور نیت کی کہ حضرت سے تحقیق کر دوں گا چند روز کے بعد جب گنگوہ آیا تو اس
قصہ کا بھی خیال آیا تصدیق کی نیت سے میں حضرت کے پاس جا کر بیٹھا چاہتا تھا کہ بات کر دوں مگر بہت
کی وجہ سے بول نہ سکا تھوڑی دیر میں حضرت نے خود ارشاد فرمایا کہ جس زمانہ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ
اللہ علیہ پخلا سہ میں ٹھہرے ہوئے تھے راؤ سراج الدین خان نیمبرہ راؤ عبداللہ خان ایک دن گنگوہ آئے
میں نے حضرت کی زیارت کے لئے اُن کے ہمراہ پخلا سہ کا قصد کر دیا جب ساڈھو رہ پہونچا تو شہر
کے اندر نہیں گیا یا لاہی بالا شاہ قمیص رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا اور پھر پخلا سہ روانہ ہو گیا وہاں پہونچ کر
حضرت سے عرض کیا کہ ایک شخص نے مجھے کہا تھا کہ حضرت قمیص خانقاہ ساڈھو رہ میں دفن نہیں ہیں
حضرت مرشدنا نے فرمایا تھے جس شخص نے ایسا کہا غلط کہا ہے حضرت شاہ قمیص رحمۃ اللہ علیہ اسی جگہ
تشریف رکھتے ہیں اور جب میں ساڈھو رہ حاضر ہوا تھا تو میرے حال پر حضرت نے بہت عنایت فرمائی
تھی کیونکہ میں شاہ رحم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں ہجرت ہوں اسی طرح حضرت مرشدنا حاجی
صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرے حال پر شاہ قمیص رحمۃ اللہ علیہ نے بہت عنایت فرمائی ہے
کیونکہ شاہ رحم علی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں ہجرت ہیں۔

ایک دن مولوی مسیح احمد صاحب مدنی کو مخاطب بنا کر فرمایا "میان مولوی سید تم جو مدینہ منورہ

چھوڑ کر آئے ہو تو چار پلائے نہیں آئے جس کام کو آئے ہو وہ کرو فضول جھگڑوں میں اپنا وقت صرف کرنا اچھا نہیں اسکے بعد فرمایا ایک دن حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ اصلاح بنوار ہے تھے دفعۃً اللہ اللہ کرنے لگے حجام نے کہا حضرت تھوڑی دیر کے لئے اللہ اللہ کہنا موقوف فرماوین ورنہ لب مبارک گھبراگیا حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ میں اس کے کٹنے پر صبر کر سکتا ہوں مگر ذکر الہی ترک کرنے پر صبر نہیں کر سکتا۔

ایک دن میرٹھ کے ایک شخص حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت میری عورت پر آسیب ہے لوگ کہتے ہیں کہ ماموں النخش بن حضرت نے ارشاد فرمایا بھائی النخش کی یہ شناخت ہے کہ سبھی ہنسنا کبھی رونا اور حق حق کرنا یا کلام مجید کی آیات کا پڑھنا جس مریض کی یہ حالت ہو اُس پر سمجھو کہ النخش ہے ہمارے ہاں تو اللہ اللہ کرنا ہی ہے بھوتوں کے ساتھ کون بیربائے اسکے بعد فرمایا کہ ہمارے یہاں ایک سیرجی غلام محمد ہیں وہ اکثر حضرات وغیرہ کیا کرتے ہیں انہوں نے ایک دن مجھے کہا کہ میں دن کو ایک روز باہر جنگل میں گیا ہوا تھا کہ دو آدمی مجھے جنگل سے اٹھا کر پچلے اور بوڑھے کھیتڑے کے جنگل میں لاکر چھوڑ دیا وہاں دیکھتا ہوں کہ ہزاروں آدمیوں کی فوج ہے وہ سب بھر جملہ آدمی کہتے ہیں اسکو مارو اسکو مارو میں بہت خوف زدہ اور حیران تھا کہ دیکھئے اب کیا ہو کیا ایک ایک بزرگ سحر سفید ریش تشریف لائے اور اُن آدمیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا میان چھوڑ سبھی دو انکو کیوں مارتے ہو پھر ان بزرگ نے مجھے وہاں سے اٹھا کر گنگوہ کے جنگل میں چھوڑ دیا اور یوں فرمایا کہ تم جو روپیہ اٹھاؤ گے لالچ میں حضرات کیا کرتے ہو اسکو چھوڑ دو ورنہ آج تمہاری جان جاتی رہتی اسکے بعد حضرت امام ربانی نے فرمایا کہ اتفاقاً مولوی محمد قاسم صاحب تشریف لائے تو میں نے یہ قصہ سیرجی غلام محمد ہی کی زبانی مولوی صاحب کو سنا دیا۔

ایک روز فرمایا کہ شیخ جلال الدینؒ تھا میری اور حضرت شاہ قیسؒ کا زمانہ ایک تھا اور دونوں حضرت کا آپس میں دوستانہ تھا۔

ایک دن حضرت کی خدمت میں بے ریش لڑکا حاضر ہوا اور بیعت کی درخواست کی آپ نے بیعت نہیں فرمایا اور یہ قصہ بیان کیا کہ شاہ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے والد بغرض بیعت حاضر ہوئے یہ حضرت صغیرؒ تھے حضرت نے فرمایا تم علم حاصل کرو بعد تحصیل علوم ہمارے لڑکے رکن الدین سے بیعت ہو جانا چاہنا یا یہی ہوا کہ شاہ صاحب کی وفات کے

بعد مجدد صاحب کے والد نے گنگوہا کے مولوی رکن الدین صاحب سمیت کی اور فیضان سلسلہ حاصل کیا اسکے بعد آپ نے فرمایا اسی واسطے میں لوگوں کو سمیت نہیں کرتا صاحبزادہ تم علم حاصل کرو بعد حصول علم سمیت ہو جانا ایک بار ارشاد فرمایا کہ شاہ نظام الدین بنی رحمۃ اللہ علیہ اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک زمانہ تھا بادشاہ دہلی کے پاس جا کر کسی نے جغلی کھائی کہ شہزادہ صاحب حضور کے واسطے بد دعا کرانے کہ بادشاہ مر جاوےں مجدد صاحب اور شاہ نظام الدین صاحب کے پاس حاضر ہوئے تھے شاہ دہلی نے غصہ ہو کر حضرت مجدد صاحب کو تو گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا اور شاہ نظام الدین صاحب کیلئے جلا وطنی کا حکم دیا چنانچہ شاہ صاحب تھا میسر سے بلخ تشریف لے گئے اور تادم اخیر وہیں قیام پذیر رہے اُس دن سے اس ہندوستان کو دارا لکھنوتہ ہیں اور اسی واسطے اولیاء اللہ اس میں نہیں رہتے اور جو رہتے ہیں وہ محض بغرض ہدایت رہتے ہیں۔

مولوی ولایت حسین صاحب نے ایک دن دریافت کیا کہ حضرت قلندر صاحب مزار کرناں اور پانی پت دونوں جگہ کیوں ہے؟ حضرت نے فرمایا اہل قریبانی پت میں ہے بات یہ ہوئی کہ جب قلندر صاحب پانی پت میں بہت بیمار ہوئے تو کرناں کے متقیدین لانے کو گئے وہاں حضرت کا انتقال بھی ہو چکا تھا پانی پت والوں نے نعش جانے نہ دی تب یہ لوگ شرم مٹانے کو ایک خالی نعش کی صورت بنا کر پہلے اور کرناں میں آکر پردہ کر کے دفن کر دیا اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ ابتدائی زمانہ میں ہمارا حضرت حاجی صاحب کو وحشت طاری ہوئی تین دن تک حضرت قلندر صاحب کی قبر پر مراقبہ رہے مگر کچھ بہتہ نہ چلتا تھا آخر حضرت میا بنی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے اور فرمایا اے اہل اسوہ یہاں کیا بیٹھے ہو؟ پھر قبر کھود کر دکھلا دیا کہ کچھ نہیں ہے۔

ایک دن ارشاد فرمایا شاہ حکیم اللہ صاحب یک بزرگ سہارنپور میں رہتے تھے انکی خدمت میں ایک شخص بغرض سلام حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت میں حیدر آباد دکن کو جاتا ہوں۔ شاہ صاحب نے فرمایا اچھا جاؤ حیدر آباد کے راستہ میں فلان شہر ٹپکا اس شہر کے متصل ایک چھڑی ہے اس میں ایک بزرگ رہتے ہیں یہ اُن کا نام ہے اُن سے ملنا اور میرا سلام کہنا یہ شخص خواست ہو کے حیدر آباد روانہ ہوگا شاہ صاحب کے ارشاد کے موافق جب چھڑی کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ایک مندر بنا ہوا ہے اسکی چار دیواری کے گرد بہت سے ہندو فقیر الگ الگ بت ہاتھوں میں لئے پوجا کر رہے ہیں یہ شخص بہت

تخیر ہوا کہ یہاں یہ کیا قصہ ہو رہا ہے آخر آگے بڑھا اور ایک ہندو تپسکر پوچھا کہ اس مند میں کون رہتا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ ہمارا گرو رہتا ہے انہوں نے نام پوچھا تو وہی تھا جو شاہ صاحب نے بتایا تھا اس شخص نے فقیر سے کہا کہ اپنے گرو کو اطلاع کرو کہ ایک شہر شاہ جی کے نام سے ہمارا پورا ہوا اسلام کے لئے حاضر ہونا چاہتا ہے ہندو فقیر نے جواب دیا کہ تم لوگ تو وہاں تک پہنچ نہیں سکتے البتہ تمہارا پیام ڈیوڑھی کے فقیروں تک پہنچاتا ہوں وہاں سے سلسلہ سلسلہ گرجی تک پہنچ جائے گا عرض اس طرح پر سب پیام اندر پہنچا تو انہوں نے ان مہمان مسافر کو اندر بلالیا وہاں جا کر دیکھتے ہیں تو ایک بزرگ سفید ریش صاف ستھرے چہرہ پر بیٹھے قرآن شریف کی تلاوت کر رہے ہیں جب فارغ ہو کر کلام مجید جز دان میں رکھ لیا تو انکی طرف متوجہ ہوئے اور سلام و کلام ہوا اس شخص نے کہا کہ حضرت یہاں کے قصے نے تو مجھے حیران بنادیا باہر ت پرست جو گویں کا مجمع کیسا ہے؟ بزرگ نے فرمایا میں کیا پوچھتے ہو باہر جتنے لوگ معتقد بنے بیٹھے ہیں سب ہندو ہیں انکو یہاں تک پہنچنے کی ممانعت ہے جب کسی قدر انکی اصلاح ہو جائیگی تو ڈیوڑھی پر آجائینگے اور پھر جب حالت زیادہ سنور گئی تو یہاں آجائینگے یہاں آکر مسلمان بیٹنگے چنانچہ یہ لوگ جنکو میرے پاس دیکھتے ہو محمد اللہ سب مسلمان ہیں اور جب مکمل ہو جائیں گے تو اس سامنے والے دروازہ سے انکو نکال دوں گا اس دروازہ سے باہر جانے والے لوگ پھر بھی باہر کے لوگوں سے زمین گے عرض یہی سلسلہ بیٹنگا یہاں تک کہ میرا وقت پورا ہو جائے جتنے لوگ تم دیکھ رہے ہو سب بن فریق مراتب ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ پڑھنے کے لئے بتایا گیا ہے اور اگر ایک دوسرے سے اپنا حال کہنے کی ممانعت ہے اسی طرح ہمیرے خدا کے کافر بندے مسلمان بنکر یہاں روانہ ہوئے اگر کھلم کھلا ان کی طرف ان لوگوں کو بلایا جائے تو یہاں کے لوگ مسلمان کو قتل کر ڈالیں میں بھی مارا جاؤں اور یہی اسلئے اسلام کی خدمت اور دین کی جانب ہدایت کا میں نے یہ طریق اختیار کر رکھا ہے اس قصہ کے بعد حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا اسی طرح اکثر بزرگ پوشیدہ ہو کر خافتہ راہ ہدایت پر لاتے ہیں اسی طرح بابا نانک بھی مسلمان تھے اور پوشیدہ ہو کر ہدایت کرتے تھے انکی گزشتہ کتاب کا پہلا شعر یہ ہے ۵

اول نام خدا داد و جان نام رسول تیجا کہ پڑھ لے ناخجا جو در گاہ پوین قبول

ایام قدر میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصہ مکمل میں بھی کچھ دنوں مقیم رہے میں بھی حضرت

کی خدمت میں حاضر تھا وہاں ایک بزرگ حضرت کی ملاقات کے لئے اکثر تشریف لایا کرتے تھے مکہ لوگ ان کے معتقد زیادہ تھے چنانچہ ان کے ہمراہ مکہ بھی حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے اور گروہ کی حالت دیکھ کر حضرت حاجی صاحب کا ادب کیا کرتے تھے۔

ایک دن پیر جی محمد جعفر صاحب ساڈھوری نے عرض کیا کہ صوفی اسماعیل مدنپوری تو مسلم بنے سلام عرض کیا ہے اور یوں کہا ہے کہ میں نے اپنی ماں کو ہر چند سمجھایا مگر وہ مسلمان نہیں ہوتی آپ دعا فرما دیں کہ حق تعالیٰ اُسکو بھی اسلام کی توفیق عطا فرماوے اسوقت حضرت نے یہ نکتہ ارشاد فرمایا کہ صوفی اسماعیل تو مسلم ہے مگر دنیا کے دوسرے تیسرے دن گوشت کی بوٹی ماں کے منہ کو مہنسی سے لگا دیا کریں رفتہ رفتہ کفر کی سیاہی دور ہو جائیگی اور اس تدبیر سے انتشار اللہ چند روز بعد مسلمان ہو جائیگی اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ ایک قانون گو مسلمان میرے دوست تھے وہ بیان کرتے تھے کہ میں اور ایک ہندو نشی دونوں ایک جگہ ملازم تھے وہ ہندو میرے مکان کے پاس ہی رہتا اور حسب رواج چوکے پر بیٹھ کر روٹی کھایا کرتا تھا ایک روز میں اُسکے مکان پر گیا دیکھا کہ چوکے پر بیٹھا روٹی کھا رہا ہے میں اُسکے چوکے کے قریب جا کر کڑا ہو گیا وہ گھبرا یا اور بولا بھائی جی ذرا میرے چوکے سے الگ رہنا میں جھنسنے لگا اور تھوڑی دیر بعد چلا آیا اگلے روز پھر اُسی وقت گیا اور اس مرتبہ مہنسی سے اُسکے چوکے کو اپنی لاثٹی کا سرا لگا دیا وہ اچھل پڑا اور کہا ہا یہ تم نے کیا کیا میرا چوکا ہی خراب کر دیا چونکہ ایک جگہ دونوں نوکر تھے ہر وقت کا پاس اُٹھنا بیٹھنا تھا اسلئے اور کچھ نہ کہہ سکا میں ہنسنے لگا چوکے پر ہوا تیسرے دن پھر اُسی وقت میں آمو جو ہوا اور اس دفعہ چوکے پر اپنا جوتہ ہی رکھ دیا یہ دیکھ کر وہ ہندو کچھ رنجیدہ اور ترش رو ہوا مگر پھر کچھ نہیں خاموش ہو گیا اگلے روز میں اُسکے چوکے پر جا کر کڑا ہی ہو گیا اسی طرح چند بار ہونے پر اس پرچار نے چوکا کرنا ہی چھوڑ دیا اور اسکو جو نفرت مسلمانوں سے تھی وہ جالی تہی آگے یہ معلوم نہیں ہوا کہ مسلمان بھی ہوا یا نہیں؟

ایک دن فرمایا کہ آجکل کے داعظ و عطا مکہ مگر فخر کیا کرتے ہیں مولوی نواب قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ حال تھا اگر کوئی شخص آکر کہتا کہ حضرت آپ نے جو عطا کیا تھا میری عورت نے نہیں سنا اُسی وقت اُسکے ساتھ ہو لیتے اور اُسکے گھر جا کر عطا دوہراتے تھے اُسکے بعد فرمایا کہ جب میں نواب صاحب کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوتا تو خوش ہونے اور فرمایا کرتے تھے ”اے ہاں شید احمد ہے“ میرا

طابعلی کا زمانہ تھا کچھ خیال نہیں تھا اب بہت یاد آتے ہیں۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ شاہ احمد سعید صاحب نہایت پرہیزگار تھے اور بچہ بھی یوں فرمایا کرتے تھے کہ ہم سے پرہیز نہیں ہو سکتا اسکے بعد فرمایا کہ اکثر لوگ جو پہاڑوں میں چلے گئے ہیں بوجہ پرہیزگاری چلے گئے ہیں مگر ہم کہاں چلے جائیں ہم سے تو بالکل پرہیزگاری نہیں ہو سکتی۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ شاہ اسحق صاحب ہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت اولاد کی محبت مان باپ کو زیادہ ہوتی ہے حالانکہ اولاد کو اپنے مان باپ کی اتنی نسبت نہیں ہوتی اسکی کیا وجہ؟ شاہ صاحب نے فرمایا جسم سے گوشت کی بوٹی کا ٹکرا کر دور ڈال دی جائے تو اس بوٹی کو کچھ قیمت نہیں ہوتی تحلیف اُسی جگہ کو ہوتی ہے جہاں سے بوٹی کاٹی گئی۔

ایک مولوی حضرت شاہ اسحق صاحب کا مخالف تھا اسکو کچھ منہ نہ بولی تھی کہ شاہ صاحب جو کچھ فرماتے اسکی تردید کرتا ایک دن اس نے شاہ صاحب کی خدمت میں کھلا کہہ دیا کہ یاد رکھنا جس چیز کو تم حرام کہو گے میں اُسے حلال بتاؤں گا اور جسے تم حلال بتاؤ گے میں اُسکو حرام کہوں گا شاہ صاحب نے بیساختہ فرمایا ہم تو اسکی مان کو اُسپر حرام کہتے ہیں وہ حلال کہدے۔ اس جواب کو شکر مولوی صاحب مہجورہ گئے۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت امام ربانی سے سوال کیا کہ حضرت اولیا اللہ کا جسم قبر میں کھل جاتا ہے یا باقی رہتا ہے آپ نے فرمایا بعض کا کھل جاتا ہے اور بعض کا نہیں اسکے بعد ارشاد فرمایا جس زمانہ میں میں سہارنپور شائستہ خان کے پڑھایا کرتا تھا دہلی کے دو معتبر آدمیوں نے مجھے نقل کیا کہ دہلی میں ایک پرانی قبر سے دو مردے برآمد ہوئے ایک مرد کی نعش تھی دوسری نعش تیرہ چودہ برس کی لڑکی کی تھی دونوں کا کفن ویسا ہی سفید تھا نہ ان کے بدن کو سٹی نے کھایا جیسے دفن کئے گئے تھے ویسے ہی تھے۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ ایک قزاق تھا لوٹ مار میں بہت مشہور تھا تمام عمر اُس نے قزاقی میں گزاری آخر جب بوڑھا ہوا وضعیف ہو گیا تو دل میں سوچا کہ اب اگر کمین چوری کی تو پکڑا جائیگا کوئی اور حیلہ ایسا کرنا چاہئے جس سے بڑھاپا آرام سے گزر جائے بہت سوچا آخر خیال کیا کہ سوائے پیری مریدی کے اور کوئی پیشہ ایسا نہیں جس میں یہ آخری عمر راحت سے کٹے پس یہ سوچکر وہ شخص ایک گاؤں کے قریب جنگل میں بربل دریا تہ تیغ ہاتھ میں لیکر بیٹھ گیا۔ پانچوں وقت فریضہ نماز ادا کرتا اور بیسج پڑھا کرتا لوگ جو ادھر کو آتے جاتے وہ اسکو دیکھ کر رتے آخر چند روز کے بعد گاؤں والوں میں اسکی عقیدت پیدا ہونے لگی باہم ذکر سے ہونے

لگے کہ یہ کوئی بزرگ ہیں ہماری خوش نصیبی سے ادھر آنکھیں رفتہ رفتہ لوگوں کی آمد شروع ہو گئی اور گئے انکی
 خاطر مدارات کرنے یہاں تک کہ دونوں وقت کھانا آنا اور ہر ایک یوں چاہتا کہ میں انکی خدمت کروں ایک
 جھوٹا بھی ان کے رہنے کو لوگوں نے وہیں دریا کے کنارے پر بنادیا۔ اس شخص نے کم گوئی اختیار کر لی
 تھی مشائخ کی سی صورت بنا کر کچھ وظیفہ بھی شروع کر دیا تھا غرض لوگ زیارت کو آتے آتے بیعت کی خواہش
 بھی کرنے لگے اس نے انکو مرید بنایا اور ذکر کرنے کے لئے کلمہ توحید تلقین کر دیا۔ مرید بیعت ہونے کے بعد
 اپنا کام کرنے لگے اور یوں سوچا کہ میان صاحب تن نہا جنگل میں پڑے رہتے ہیں رات برات کو تکلیف
 ہوتی ہوگی لاؤ دریا کے کنارے ان کے قدموں میں رہائش اختیار کریں وہ بھی یہیں آ پڑے اب تمام شب
 نفی اثبات کا ذکر ہونے لگا غرض کثرت ذکر سے جنگل معمور و منور ہو گیا۔ لوگ دور دراز سے انکی خدمت میں
 آتے اور نذرین پیش کیا کرتے۔ فتوحات کی جب زیادتی ہوئی تو خدام نے لنگر بنایا اور آئندہ روزہ کو روٹی
 دینے لگے پھر تو آنے والوں کی تعداد اور بھی بڑھ گئی خدا کی شان وہ دس میں خدام باعٹ اعتماد تصور
 عرصہ میں منزل مقصود کو پہنچ گئے اسوقت ان خادموں نے مشورہ کیا کہ لاؤ خیال تو کریں کہ حضرت کس
 مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہیں لگے خوض کرنے چہ ماہ تک فکر کیا مگر پیر کے مقام کا پتہ نہ لگا آخر کہنے لگے کہ حضرت
 کے مقامات اس درجہ عالی ہیں کہ ہمارا کمند فکر و بیان تک پہنچنے سے قاصر ہے سب سے متقی ہو کر مرشد کی
 خدمت میں عرض کیا کہ حضرت ہم خدام نے چہ ماہ تک غور کیا مگر آپ کے مقامات کا پتہ نہ چلا آپ ہمکو برائے خدا
 اپنے مرتبہ سے مطلع فرماویں۔ پیر صاحب میں نیک لوگوں کی صحبت اور کثرت نماز و روزہ سے حق گوئی کی
 خصلت پیدا ہو گئی تھی اسلئے جواب دیا ”بھائیو میں ایک قزاق ہوں عمر بھر لوٹ مار کر کے کہا تار با اب
 بڑا پے میں جب مجھے یہ پیشہ نہو سکا تو کھانے کا یہ حیلہ اختیار کیا باقی درویشی کے فن سے مجھے کچھ بھی
 مناسبت نہیں“ خادموں نے کہا اسی نہیں حضرت تو کس نفسی سے ایسے الفاظ فرماتے ہیں تب اس
 شخص نے قسم کھائی اور کہا واللہ میں نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے اس میں انکسار نہیں ہے میں بزرگ
 اس قابل نہیں ہوں کہ کوئی بیعت ہو میں نہایت گناہگار اور نااہل شخص ہوں تم لوگ محض حسن عقیدت
 کی بنا پر اس مرتبہ کمال کو پہنچ گئے ہو اسوقت ان لوگوں نے پیر کے ارشاد کو حق سمجھ کر جناب باری
 میں التجائی کی بار اہل جانکے باعث تو نے اپنی رحمت کاملہ سے ہمکو ہدایت فرمائی ہے انکو بھی اپنے خاص
 بندوں میں شامل فرمائے“ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی دعا سن لی اور پیر کو بھی اپنے پاک لوگوں میں

شامل فرمایا اس قصہ کو نقل فرما کر حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا ”مجھے بھی کچھ آتا جانتا ہوں۔
ہے لوگوں کو تو بہ کرادیا کرتا ہوں کہ یہی وسیلہ ہی نجات کا ہو۔“

ایک روز حضرت مولانا خلیل احمد صاحب زید مجروح نے دریافت کیا کہ حضرت یہ حافظ لطافت علی
عرف حافظ مینڈھو شیخ پوری کیسے شخص تھے حضرت نے فرمایا ”بچکا کافر تھا“ اور اس کے بعد مسکرا کر ارشاد
فرمایا کہ ”ضامن علی جلال آبادی تو توحید ہی میں غرق تھے۔“

ایک بار ارشاد فرمایا کہ ضامن علی جلال آبادی کی سہارنپور میں بہت رنڈیاں مرید تھیں ایک بار یہ سہارا
میں کسی رنڈی کے مکان پر پھیرے ہوئے تھے سب مرید نیاں اپنے میان صاحب کی زیارت کیلئے
حاضر ہوئیں مگر ایک رنڈی نہیں آئی میان صاحب بولے کہ فلائی کیوں نہیں آئی رنڈیوں نے
جواب دیا ”میان صاحب ہم نے اُس سے بہتہ اُکھا کہ چل میان صاحب کی زیارت کو اُس نے کہا
میں بہت گناہگار ہوں اور بہت رو سیاہ ہوں میان صاحب کو کیا منہ دکھاؤں میں زیارت کے قابل
نہیں“ میان صاحب نے کہا نہیں جی تم اُسے ہمارے پاس ضرور لانا چنانچہ رنڈیاں اُسے لیکر آئیں جب
وہ سامنے آئی تو میان صاحب نے پوچھا ”بی تم کیوں نہیں آئی تھیں؟“ اُس نے کہا حضرت رو سیاہی
کی وجہ سے زیارت کو آئی ہوئی شرماتی ہوں۔ میان صاحب بولے ”بی تم شرماتی کیوں ہو کر نہ وال
کون اور کرانے والا کون وہ تو وہی ہے“ رنڈی یہ سن کر آگ ہو گئی اور خفا ہو کر لگا لگا اُچل ولا تو اگرچہ پلٹ گیا
وگتھار ہوں مگر ایسے پیر کے منہ پر شیش بھی نہیں کرتی۔“ میان صاحب تو شرمندہ ہو کر سرنگون رہ گئے
اور وہ اُٹھ کر چل دی۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ ایک ملحد کے سامنے ستین شخص گزرے پہلا تو خاموش اور تیز رفتاری کے ساتھ
لپکا چلا گیا ملحد کی طرف نہ پھیر کر بھی نہ دیکھا اور دوسرا شخص آہستہ آہستہ سلسلے کو نکلا مگر چلا گیا کچھ بولا
تھیں اور تیسرا شخص ملحد کی تردید کے درپے ہو گیا اور کٹھار ہو کر لگا کھنے تو فاسق ہے اور ایسا ہے ویسا، پھر
چوتھے نے کہا تیسرا شخص تو یقیناً میرا ہوا یا مجھے نکلتا محال ہے اور دوسرا بھی غالب ہے کہ قابو ہیں
آجائے مگر پہلا سالم ہی نکلا اور کھلا گیا۔

ایک دن رسول شاہی فقیروں کا تذکرہ تھا حضرت امام ربانی نے فرمایا رسول شاہ الور کا باشندہ
ایک فقیر تھا اگرچہ احکام شرع کا پابند تھا مگر شراب پیا کرتا تھا اور شاید اسکی وجہ ہو گئی کہ اُس نے اپنی جہالت

از پیر جو محض صاحب سادہ صوری

صاحب کرسی ۱۱۱
از علامہ صاحب زید مجروح

یوں سمجھا کہ حالت سکر میں طبیعت زیادہ لگتی ہے اسکا ایک مرید تھا محمد حنیف اُس نے چار بار وکاح صفا
یعنی سردار اُٹھی بھون اور موچھون کا منڈانا ایجاد کیا اُسکا خلیفہ ہوا فدا حسین اس کجنت نے یہ
زیادتی کی کہ نماز سے منع کرتا اور جنابت کے لئے بدن پر بہبوت کامل لینا کافی سمجھتا تھا ساری شریعت
کا یہ مرد و انکار کرتا تھا مگر با اینہم صاحب نصرت تھا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے
زمانہ میں یہ شخص دہلی آیا تو بہت لوگ اس کے معتقد ہو گئے شاہ صاحب نے اسکو مکمل بھیجا کہ تو سلمان
اکماتا ہے اور شریعت کا انکار کرتا ہے تجھے زیبا نہیں کہ دعویٰ اسلام کرے اور پھر قطعیات کا انکار کرے
اسے شاہ صاحب کے پاس جواب بھیجا کہ تو آپ میرے پاس آئیں اور میں آپ کے پاس جاؤں یوں کہو
کہ اپنے کسی معتبر شاگرد کو بھیج دو کہ مجھے مناظرہ کر جائے۔ شاہ صاحب کے شاگردوں میں عبداللہ بٹے
ذکی اور ذی استعداد طالب علم سمجھے جاتے تھے انہوں نے کہا حضرت مجھے بھیج دیجیے شاہ صاحب نے
فرمایا اچھا کوئی بات دریافت کرنی ہو تو کر لینا۔ گرمی کا زمانہ تھا دہلی میں یوں بھی گرمی زیادہ ہوتی ہو
اور پہلے تو آجکل سے بھی زیادہ گرمی پڑتی تھی بلکہ ہماری طالب علمی کے وقت دہلی میں جتنی گرمی پڑتی تھی
و تہی اب نہیں پڑتی اُس سے پہلے تو اور بھی زیادہ ہوگی غرض سبق کے بعد عبداللہ مناظرہ کے لئے بھیجا
گیا۔ گرمی کا وقت تھا عین دوپہر کو فدا حسین کے پاس پہونچا اُس نے انکی بڑی خاطر کی اپنے چیلون
سے کہا مولوی صاحب کو بنگھا کرو اور ان سے کہا کہ آپ تھوڑی دیر لیٹ رہیں گرمی کا وقت ہے ذرا آرام
لیلو تو اطمینان سے مناظرہ ہو گا انکی جو شامت آئی تو لیٹ رہے ٹھنڈی ہوا میں عافیت معلوم ہوئی لیٹے
ہی سو گئے اور فدا حسین پاس بیٹھ کر توجہ دینے لگا اور چیلون سے کہا کہ ہنڈیا بچاؤ کسی نے کہا بھی کہ حضرت
کوئی چیلہ تو ہونے والا ہے نہیں پھر ہنڈیا کیون پکواتے ہیں؟ اُس نے دھمکا کر کہا تمہیں اس سے
کیا غرض (اُسکے بیان چیلہ بنانے کے وقت کسی قسم کی ہنڈیا بکتی تھی) تھوڑی دیر بعد مولوی صاحب
ہوا اٹھے تو یہی کہتے اٹھے کہ حضرت مجھے چیلہ کر لیجئے۔ اُس کجنت نے سوتے سوتے اپنا کام کر لیا فدا حسین نے
کہا میان تم تو مناظرہ کرنے آئے تھے مرید ہونا کیسا؟ بولے بس حضرت ہو لیا سباحہ مجھے تو مرید کر لیجئے آخر
فدا حسین نے مولوی عبداللہ کی داڑھی موچھ منڈوانی اور وہ ہنڈیا منگائی جو مریدوں سے پکوائی
تھی جب ہنڈیا آئی تو مولوی عبداللہ سے پوچھا تم اسے اپنے استاد کے پاس بھی لیجا سکتے ہو؟ عبداللہ
نے کہا جہان حکم ہو لیا بان غلام کو کیا انکار ہے۔ غرض ہنڈیا لیکر شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں

پہونچا اور شاہ صاحب اُسکے انتظار میں بیٹھے بار بار فرماتے تھے شاید مناظرہ طویل ہو گیا اتنے میں
عبداللہ سر پر ہنڈیا رکھے آپہونچا حضرت شاہ صاحب تو اسوقت نایاب ہوا چکے تھے میر محبوب علی صاحب
جو حضرت کی خدمت میں بہت ہی بے تکلف تھے عبداللہ کو چار بار روکا صفایا کئے دیکر کہنے لگے لیجئے
حضرت آپ کے مولوی عبداللہ محمد پندر بنے آ رہے ہیں شاہ صاحب حیران ہوئے اور فرمایا تم یوں ہی
بکا کرتے ہو میر صاحب نے عرض کیا اب پہونچا چاہتے ہیں معلوم ہو جائیگا۔ تھوڑی دیر میں عبداللہ پاس
آیا اور کہا مرشد نے بھیجوا ہے لینا اور تو لیجئے ورنہ جانا ہوں۔ شاہ صاحب تھیر تھے کہ کیا قصہ ہے آخر
فرمایا ”سیان کیا شبہ پیش آیا جسکا جواب بن نہ پڑا تجھے کیا ہوا کس بلایا میں گرفتار ہوا؟ شاہ صاحب نے
سب کچھ کہا مگر اُس نے کچھ جواب نہ دیا کہا تو یہ کہا ”کچھ نہیں ہوا بس مرید ہو گیا“ شاہ صاحب نے غصا ہو کر
فرمایا دور ہو۔ اُس نے کہا بہتر مجھے اکی بھی پروا نہیں۔ اور چلا گیا۔

اسکے بعد حضرت امام ربانی نے غالباً اسی عبداللہ کا نام لیکر یوں فرمایا کہ اس میں یہ اثر تھا کہ جو اس
پاس گیا وہ اُسی کا ہو گیا ایک شخص کا نام لیکر فرمایا کہ وہ کہتے تھے ایک بار میں اُسکے پاس چلا گیا اُس
نبخت نے مجھے گلے سے لگالیا اُسی وقت میرے سینہ میں ایک آگ لگ گئی اور میں فوراً چل کر پاس پہنچا
حضرت نے فرمایا میری اطلاع علی کے زمانہ میں وہ دہلی کے اندر موجود تھا اور دہلی بھر میں یہ بات
مشہور تھی کہ اُس سٹرک سے لوگ نہیں جاسکتے۔ ایک مرتبہ اس قصہ کے بعد یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب دجال نکلے تو اُسکے سامنے ستر پڑنا پڑا کی چوٹی پر
اور غاروں کے اندر پناہ پزیرنا۔ ہزار باخلوق اُسکے مقابلہ کی گئی مگر اُسی کی ہر وہنگی۔ جناب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم سے اہل اہل کا تصرف اور اہل حق پر غلبہ ظاہر ہوتا ہے آخر اُسکے مقابلہ کے
لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائینگے۔

ایکبار شاہ سلیمان تونسوی کے مرید میان داد بخش جو ایک لاکھ مرتبہ اسم ذات اور کئی ہزار مرتبہ
درود شریف پڑھاتے تھے اس بات پر کہ توکل حسین نے انکے پیر کا ایک مرید توڑ لیا تھا فدا حسین کے
خليفة توکل حسین مجھند کے پاس چلے گئے اور شکایت کی کہ تجھے مناسب نہیں ہے کہ دوسروں کے
مرید کو اپنا مرید بنائے اس نے جواب دیا ”سلیمان زنجہ کیا جانے درویشی اور فقری کیا چیز ہے اسی
لئے میں اُسکے مریدوں کو اپنا مرید بنالیتا ہوں پیر کی شان میں یہ کھلان سے نسبت بدنامی کا غصہ آگیا

اور لگے براہملا کہنے کہ تو خود گمراہ ہے دوسروں کو گمراہ بناتا ہے تجھے نماز روزہ سے سروکار نہیں ان باتوں پر تو کل حسین کو بھی غصہ آگیا اس نے لال سبلی آنکھیں نکالیں اور چیلون سے کہا نکال دوکان پکڑ کے مجھے شکایت کرنے آیا ہے بس اتنے ہی قلیل عرصہ میں انہر اثر ہو گیا اور ہاتھ جوڑ لگے کہنے مجھے مرید کہہ لیجئے وہ تو خدا کا فضل تھا کہ غصہ کے جوش میں تو کل حسین نے انکی طرف التفات نہیں کیا نہ انکی درخواست پر توجہ کی یہی کہے گیا کہ نکال دوکان پکڑ کے مریدوں نے دونوں کان پکڑ کر انکو باہر دھکیل دیا آخر جب نیچے آئے تو آنکھ کھلی اور ہوش آیا کہ زبان سے کیا درخواست نکلی اسی وقت اٹھ کر بھاگے اور اپنے گھر کر دم لیا اسکے بعد حضرت امام ربانی نے فرمایا یاد رکھو محدون سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیے پاس جانا بہتر نہیں اس توکل شاہ مچھندر کو مین نے بھی دور سے دیکھا ہے۔

مولوی ولایت حسین صاحب نے ایک بار استفسار کیا کہ قاضی شاد اللہ ربانی جی نے اپنے رسالہ سلع میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کو سماع یا مزامیر میں غلو تھا سو یہ صحیح ہے یا نہیں حضرت نے فرمایا کہ بزدہ کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے مزامیر کی نسبت یا تو قاضی صاحب کو غلط خبر ملی یا یہ کہ کسی نے ان کے رسالہ میں الحاق کر دیا ہے۔

ایک بار فرمایا کہ شیخ سونہار رحمۃ اللہ علیہ نے اقتباس المذاہر میں تحریر فرمایا ہے ”پیران ماہر گزہر سہا تشبیہ اند بلکہ تصفیق را ہم رواندا شستہ اند“

میرٹھ کے ایک شخص جمعہ کے دن بیعت کے لئے حاضر ہوئے آپ نے انکو چشتیہ خاندان میں بیعت کیا اور بیعت کے وقت یوں ارشاد فرمایا کہ اس زمانہ میں سب سے زیادہ چشتیہ طریقہ بدنام ہے کہ اس میں اتباع شریعت کی ضرورت نہیں ہے حضرت جلال تھا فیسری رحمۃ اللہ علیہ بھی آخر چشتیہ تھے مگر مرض الموت میں جب بیماری سے زیادہ مجبور ہو کر اور اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی لوگ دوپلاسنے کے لئے لائے حضرت جلال نے فرمایا مجھے چار پائی سے اُتار دو عرض چار پائی سے نیچے اتر کر دوپائی اور یوں فرمایا کہ چار پائی پر لیٹے لیٹے دو اکھا ناسنت سے ثابت نہیں۔ جو وقت حضرت نے یہ قصہ ارشاد فرمایا ہے کثیر مجمع تھا سب عجمہ بہرہوا تھا باہر بھی آدمی کھڑے تھے ساری مجلس پر ایک اثر پڑ رہا تھا حضار جلسہ میں شاید کوئی ایسا ہو جو آبدیدہ نہ ہو گیا ہو۔

حضرت مولانا محمد حسن صاحب مراد آبادی نے ایک بار دریافت کیا کہ کیا شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ

علیہ کا قول قدی علی اس کل ولہ اللہ صحیح ہے ؟ حضرت نے فرمایا بیشک صحیح ہے اور ان کے زمانہ کے اولیاء اللہ مراد ہیں اور اگر بعد کے اولیاء بھی مراد ہوں تو کیا عجیب ہے ؟ آنزوہ سید الاولیاء تھے ۔ مشہور ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہے مگر آجکل کے چشتی اسکو تسلیم نہیں کرتے اور حضرت خواجہ کی برابر کسی بزرگ کو نہیں سمجھتے مین کتا ہوں اگر حضرت خواجہ بڑے پیر صاحب کے مرید بھی ہوں اور پھر ان سے بڑے ہوئے بھی ہوں تب بھی کوئی حرج نہیں آخر مرید پیچھے بڑھ بھی جاتے ہیں ۔ آدمی کو چاہئے کہ بڑوں کے درمیان تفضیل کا درپے نہ ہوا سکے بعد فرمایا کہ سنی مین سجد خیف کے اندر بیٹھے ہوئے ایک صاحب حضرت پیران پیر کو اردو دوسرے صاحب حضرت شیخ مجد کو تفضیل کد ہے تھے ۔ قادری صاحب پھلوری کے تھے آخر یہاں تک بات بڑھی کہ قادری صاحب نے حضرت مجد کو اور نقشبندی صاحب نے حضرت پیران پیر کو کافر کہہ دیا لغو ذبا اللہ اسوا بھمارے حضرات بیعت کے وقت چاروں مشائخ کا نام لے دیتے ہیں تاکہ سب برابر حقیقت رہے اور سب بزرگوں کے فیوض مستفیض ہو اگرچہ شجرہ چشتیہ دیتے ہیں ۔ اور چاروں خاندان کے نام لینے کا طریقہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے زمانہ سے نکلا ہے ۔

ایک مرتبہ کوئی عورت فریبہ کر لوگوں کے گہروں سے کچھ لے لو اگئی تھی حضرت کی مجلس مین اتفاق سے اسکا تذکرہ ہوا آپ نے فرمایا ”رونی کھانی شکریہ سے دنیا کمانی کتو سے“ اس کے بعد فرمایا ایک شخص لکھا پڑھا سنگی معاش سے گھبرا گیا آخر جب اسکو کچھ بن نہ پڑا تو سفر اختیار کیا اور ایک جگہ پہونچکر جاہل سقیم لسان بنگیا اور کسی مکتب مین جا کر قرآن پڑھنے کی تمنا ظاہر کی اُستاد نے سبت شروع کر دیا اب یہ پڑھنا یاد کرنے بیٹھتا بہتیرا یاد کرتا مگر یاد ہی نہوتا اور مکاری سے اس حالت پر اتاروتا کہ دیکھنے والوں کو ترس آتا جو دیکھتا وہ افسوس کرتا کہ بھارا اتنی محنت کرتا ہے مگر حافظہ ایسا خراب ہے کہ یاد نہیں ہوتا ایک دن صبح کو سوتا جو اٹھا تو ہنستا مسکراتا اٹھا کہنے لگا جہنم آج جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ آپ نے لعاب دہن شریف میرے منہ مین ڈال دیا جس سے مجھے سب کچھ آگیا ۔ پڑھا لکھا تو تھا ہی سب کچھ پڑھ کر سنا دیا ۔ پھر کیا تھا لوگوں کو اس سے اعتماد ہو گیا اور خوب آؤ بھگت ہوئی ۔

ایک دن کرنال کے ایک عالم نے عرض کیا کہ حضرت بزرگوں کا قصہ سننے مین لوگوں نے انکے ہاتھ پاؤں سر اور دھڑا لگ الگ دیکھا آپ نے فرمایا میرے ماموں صاحب (یا اور کسی کا نام لیا) تذکرہ

کر رہے تھے کہ میں میاںجی نور محمد جہانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دوپہر کے وقت گیا حجرہ شریفہ بند تھا مگر کوڑا بھی طرح نہ لگے تھے۔ گواڑ جو کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کا دھڑسا الگ الگ ہے مجھے دیکھتے ہی اعضا باہم لگے اور حضرت میاںجی صاحبؒ اٹھ بیٹھے اور فرمانے لگے کہ کسی سے کہنا نہیں۔ اس قصہ کو نقل فرما کر حضرت امام ربانی ارشاد فرمایا ”مگر یہ درجہ کمال کا نہیں۔“

ایک دن مولانا ولایت حسین صاحب نے دریافت کیا حضرت اسکی کیا وجہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سب لوگ اچھا کہتے ہیں اور مانتے ہیں مگر اسی خاندان کے دوسرے حضرات کو برا کہتے ہیں حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا ”میان کو جھکا تو تہیں بھی بُری لگی اور مجھے بھی بات یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بعض لوگوں کے اعتراضات تھے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کو دفع کرنا چاہتے تھے اس وجہ سے بات لگا کر کہتے تھے ایک مرتبہ شاہ صاحب سے وعظ کے بعد کسی شخص نے پوچھا حضرت بڑے پیر صاحب کا دو گنا نہ پڑھنا کیسا ہے؟ شاہ صاحب نے فرمایا ”بھائی حدیث میں تو کہیں نہیں آیا ہے ہاں فعل مشابہ ہے“ میرے محبوب علی صاحب وہاں ہو جو دستے کہنے لگے کہ حضرت سائل حدیث اور فعل مشابہ کو نہیں پوچھتا وہ تو جواز اور عدم جواز دریافت کرتا ہے شاہ صاحب نے پھر وہی فرمایا ”پیر میرے محبوب علی صاحبؒ کے صاف فرما دیجئے کہ جائز ہے یا ناجائز ہے تب تو سائل بھی کہنے لگا جی ہاں میری بھی یہی غرض ہے“ شاہ عبدالعزیز صاحب نے میرے محبوب علی صاحب کو ڈانٹ کر کہا ”تو مجھے لوگوں سے گالیان سنوانی چاہتا ہے ایک مرتبہ ما اہل کا مسئلہ لکھا تھا تو اب تک گالیان سن رہا ہوں“ اسوقت میرے محبوب علی صاحب نے سائل سے کہا ”سن لو حضرت اس نماز کو ناجائز فرما رہے ہیں مگر گالیوں کے ڈر سے صاف جواب نہیں دے سکتے۔“ اس قصہ کے بعد حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا کہ بات لگا کر کسی سے کوئی نفع نہیں ہوتا بڑی بات چھوڑتی نہیں۔ شاہ اسحق اور مولانا اسماعیل صاحب ان سب حضرات کا ایک ہی مشرب تھا مگر شاہ اسحق صاحب نے شقوق بکھا کر کچھ فائدہ نہوا مولوی اسماعیل صاحب نے صاف منع کیا بہتیرے مان گئے۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ شیطان بزرگوں کو بھی یہ دھوکہ دیتا ہے کہ میاںجی کے لعل روزی بیگی اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک ولایتی آیا اور اُس نے بیان کیا کہ ہم شملہ ہاڑ پرمیہ کی ایک بوٹی کی تلاش میں آئے تھے مگر نہ ملی چونکہ ہندوستان میں آئے تھے اسلئے

آپکی خدمت میں بھی زیارت کے لئے حاضر ہو گئے یہاں سے واپس جائینگے تو اپنے استاد سے پھر اچھی طرح اُس بوٹی کا حال دریافت کرینگے۔ شاہ صاحب نے ولایتی کا یہ خیال دفع کرنے کے لئے فرمایا کہ تم اتنی دور سے آؤ اور کہیں پھر نہ ملے تب؟ اُس ولایتی نے جواب دیا کہ تب تک نہ بیگی دوسری مرتبہ تیسری مرتبہ چوتھی مرتبہ یہ سنکر شاہ صاحب کے آنسو نکل پڑے اور اپنے مریدوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا دیکھا دنیا کے لئے اسکی کتنی بڑی عمت ہے اور تم لوگ برس چہ مہینہ میرے پاس رہتے ہو تو کہتے ہو کچھ حاصل ہوا۔ مولانا ولایت حسین صاحب فرماتے ہیں میں نے ایک بار دریافت کیا کہ مشہور ہے شیطان ہر کی صورت نہیں بن سکتا کیا یہ صحیح ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا ہاں اگر مرید کو توحید مطلب حاصل ہو اور اسکی یہ معنی ہیں کہ مرید کا اعتقاد پیر کے ساتھ اسقدر راسخ ہو کہ دنیا کے اندر اس کے سوا کسی کو ذریعہ ہدایت نہ سمجھتا ہو اور کمال یہ بھی فرمایا کہ توحید مطلب کی تعریف رسالہ مکتبہ میں خوب کی گئی ہے بندہ نے عرض کیا کہ کیا سال میں بھی پیر کے ساتھ اختلاف ہو؟ ارشاد فرمایا نہیں مسائل میں تو اختلاف ہوتا ہی آیا ہے مولانا مروج نے ہی ایک مرتبہ دریافت کیا کہ حضرت تصفیۃ القلوب میں قبور اولیاء اللہ سے استفادہ کی نسبت لکھا ہے کہ انہیں اپنے پیر کی صورت پر تصور کرے حضرت نے ارشاد فرمایا یہ اہل نسبت کے لئے ہے۔

ایک بار ارشاد فرمایا اس مصطلح کے معنی کہ ”مرگئے مرد و زن فاختہ نہ درود“ گدھی عبداللہ خان میں کہا کہ معلوم ہوئے کہ فاختہ فقر کے کھانے کو کہ خدا کے لئے کیا جاوے کہتے ہیں اور اس کے اگلے دن جو برادری کا کھانا ہوتا ہے اُسکو درود کہتے ہیں۔ اسی ضمن میں گھر کی بابت جو شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمہ میں آیا ہے فرمایا کہ تمہارا میں کاف نفی کا ہے یعنی خراب یعنی ایسا دسیا ضد ستر کا اور فرمایا کہ ولا تصنع خلل کا ترجمہ شاہ صاحب نے کیا ہے گال مت پہلا اسپر بھی لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ خلل خسارہ کو کہتے ہیں اور گال وسطی حصہ کو تو ٹھیک ترجمہ کیا ہو گیا لیکن عرف میں محاورہ کا بھی ترجمہ ہے جو شاہ صاحب نے کیا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی کا ذکر فرمایا کہ وہ ٹیکل جیل شہر سفید رنگ کے تھے اور گاتری انکھین تھیں حضرت شاہ اسحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان سے محبت رکھتے تھے اور یہ بیاد بھی وہ کی تعلیم خاص وقت میں فرماتے تھے انہوں نے فرط شفقت سے فرمایا کہ مولوی صاحب شاہ صاحب کی لڑکی سے نکاح کر لیں مولوی صاحب نے عرض کیا کہ میں اپنی دادی صاحبہ کی رضا مندی دریافت کرنا اسوقت جواب دوں گا۔ چنانچہ مولوی صاحب نے اپنی دادی کو لکھا انہوں نے در جواب کہا کہ شاہ صاحب

اور ہم ذات میں برابر نہیں وہ بیٹے میں اسلئے ہم کو منظور نہیں“ خدا کی شان کچھ دنوں بعد مولوی صاحب نے ایک کچھنی سے شادی کر لی۔ لوگ طعن کرتے تھے کہ شاہ صاحب تو ذات میں برابر نہ تھے ہاں اب خوب ہم کھولی۔ پھر مولوی صاحب نے اور دو شادیاں کیں لیکن زندگی پر لطف نہ گزری اور سچ بھی ہے جو بزرگوں کی بات نہیں مانتا بالآخر پشیمان ہوتا ہے آخری شادی انہٹہ ہوئی تھی۔

ایک بار منشی ابراہیم خان صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت قرآن شریف کو بے وضو پڑھتے تو جی چھکچھکتا ہے اور وضو سے ہر وقت رہا نہیں جاتا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ورق گردانی بجائے ہاتھ کے چاقو یا کسی اور چیز سے کر لیا کرو اور بڑا قرآن مجید رکھو چھوٹا قرآن رکھنا تو مکروہ بھی ہے اسکے بعد فرمایا کہ پیٹنڈن ایک ندی ہے قریب مدرسہ شاہ عبدالرحیم دہلوی کے ایک دفعہ اُس ندی کی ایکٹہ ہانگ گئی اُس میں سے ایک لاش جون کی تون نکلی جس کا کفن میلہ تھا اور وہ وہاں سے بہرے عین دہار میں پھری کچھ دیر بعد دوسری ڈھانگ گئی اور اس میں سے بھی ایک لاش نکلی جس کا کفن بالکل صاف تھا کمین داغ دھبہ بھی نہ تھا وہ پہلی لاش سے ملکر دہاری دہار چل دی جیسے کوئی کسی کا منتظر ہو اور دونوں ملکر روانہ ہو جاویں لوگوں نے ان لاشوں کی تحقیقات کرنی شروع کر دی جستجو کے بعد ایک بڑھیلے بتایا کہ یہ دونوں قرآن حافظ تھے اسکے بعد حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا اب ایسا قیاس جاتا ہے کہ جس کا کفن صاف تھا وہ با وضو تلاوت کرتا ہو گا اور دوسرا بے وضو۔ پھر منشی صاحب کے سوال پر یہ بھی فرمایا کہ حافظ کے والدین حشر کے دن ایسے تلج پہنائے جاویں گے جس کی روشنی سورج سی ہوگی۔

ایک دن کچھ تاویلات کا ذکر تھا حضرت فرمانے لگے ہاں جی مولوی لوگ تاویل بنالیا کرتے ہیں ایک قاضی تھے کسی نے ان سے آکر کہا قاضی جی ایک پیل نے دوسرے پیل کے سینک مار دیا ہے ہمیں شریعت کا کیا حکم ہے قاضی صاحب نے کہا اسمیں حکم کیا ہوتا ہے پھر اُس نے کہا اچی حضرت مارنے والا پیل تیلی کا تھا اور بیٹنے والا آپکا۔ قاضی صاحب نے کہا کہ ہاں یوں ہوا ہے تو اچھا کتاب دیکھ کر مین گے چنانچہ کتاب منگائی اور کھول کر دو چار جگہ نظر ڈالکر بولے ”لال کتاب بولی یوں۔ تیلی پیل لڑا وہ کیوں“ کہلائی مکمل کیا مسٹڈ۔ پیل کا پیل اور پانچ کا ڈنڈ۔

ایک بار منشی صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت بیعت کس کس گناہ سے منع ہو جاتی ہے آپ نے فرمایا حدیث میں آیا ہے ”الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ“ پس جب تک اپنے محبوب کے مطابق رہیگا بیعت بھی ہوگی

اور مخالفت کر چکا تو فتح ہو جائیگی اسی باب میں ارشاد فرمایا کہ کانپو میں کوئی نصرانی کچن علیٰ منہ پر ہوتا مسلمانا ہو گیا تھا مگر مصلحت پہ پائے ہوئے تھا اتفاق سے اسکا تبادلہ کسی دوسری جگہ ہو گیا اس نے ان ہواہی صاحب کو جن سے دین اسلام کی باتیں سکھی تھیں اپنے تبادلہ سے مطلع کیا اور تنہا کی کہ کسی دیندار شخص کو مجھے دین جس سے علم دین چل کر تار ہوں چنانچہ مولوی صاحب نے اپنے ایک قابل شاگرد کو اس کے ساتھ کر دیا کچھ عرصہ بعد جب یہ نصرانی بیمار ہوا تو اس نے مولوی صاحب کے شاگرد کو کچھ روپے دے دیے اور کہا کہ جب میں مر جاؤں اور عیسائی مجھے اپنے قبرستان میں دفن کر آؤں تو تم رات کو جا کر مجھے قبر سے نکالنا اور مسلمانوں کے مقبرہ میں دفن کر دینا چنانچہ ایسا ہی ہوا جب مولوی صاحب شاگرد نے حسبِ ہیئت رات کو انکی قبر کھولی تو دیکھا کہ انہیں وہ نصرانی تو ہے نہیں البتہ مولوی صاحب پرے پین وہ سخت پشیمان ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے میرے استاد یہاں کیسے؟ آخر دریافت سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب نصرانیوں کے طور طریق پسند کرتے اور اچھا جانتے تھے۔

پس نیکون سے صحبت رکھتی شمر حسنات اور ذریعہ نجات ہے دوسری بات جو بیعت کفر فسخ کرتی ہے کیا یہ گناہوں پر اصرار ہے کہ ایک گناہ کرتا ہے اور اسکو باوجود منع کے برابر کئے جاتا ہے اور نہیں مانتا اس صورت میں بھی ہیئت فسخ ہو جاتی ہے اور یہ بات بھی پہلی بات کا گویا ایک حصہ ہے باقی آجکل کی ہیری مریدی کہ مرید اور پیر خواہ کیسے ہی کام کئے جاویں چاہے پیر اور مرید میں جتنی پیر از نبی ہو جائے تب بھی وہ بیعت لوہا لاکھ ہی رہتی ہے یہ تو کچھ قابل اعتماد نہیں۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے لکھا ہے بعض علماء دیندار متبع سنت ستیہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض درویشوں سے زیادہ دوست رکھتے اور پسند فرماتے ہیں ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ تھے کہیں جا رہے تھے اتفاق سے ہندوؤں کے ہتھوار کا وہ دن تھا جس میں یہ لوگ حیوانات وغیرہ کو رنگتے ہیں یہ بزرگ پان کھارہے تھے راستہ میں ایک گد بانظر پڑا جسپر رنگ نہ تھا انہوں نے اسپر تھوک دیا اور مذاق میں فرمایا تجھے کسی نے نہیں رنگا لے تجھے میں رنگا انکی دغا کے بعد کسی نے انکو خواب میں دیکھا کہ سب حالات اچھے ہیں مگر منہ میں ایک سانپ لگا ہوا ہے اس شخص نے کہا حضرت کیا حال ہے؟ فرمایا سب حال اچھا ہے مگر ایک دن گد ہے پر بیک ڈال دی گئی اُس میں گز قمار ہو گئی اور حکم ہوا کہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ مشابہت کیوں کی تھی سو غلاب

میں مبتلا ہوں اور کئے کو بہکت رہا ہوں۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں میں ایک نظر میں پایہ کمال پر پہنچا دیجیے ہم محنت مشقت نہیں ہو سکتی اور اس پر بعض بزرگوں کے قصے پیش کرتے ہیں اسکی تو ایسی مثال ہے کہ ایک شخص جنگل میں جارا تھا اتفاقاً ٹھوکر لگی گر گیا اٹھ کر جو دیکھا تو ایک دیگچہ نظر آیا اسکو کھود کر نکالا تو زرد سیسے بھرا پایا اب اسکو سُنگرا کر کوئی شخص جنگلوں میں گرتا پھرے کہ اسی طرح خزانہ لجاؤ تو کیا ہاتھ سُنگرا کر منشی محمد ابراہیم صاحب نے ایک بار عرض کیا کہ ایسے ملک کو جسے انگریز اٹھ سال سے فتح کر رہے ہیں اہل اسلام کیونکر بنایا گیا ہوگا؟ حضرت نے ارشاد فرمایا ”مسلمان کرنے والے اُن سے بھی زیادہ قوی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔“

مولوی محمد یحییٰ صاحب نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ صوفیائے کرام بہ نسبت فقہائے عظام زیادہ مشہور کیوں ہیں حالانکہ دین کے رکن یہ ہیں حضرت نے ارشاد فرمایا جو صوفیا ہوئے وہ فقہا بھی تھے پس شہرت فقہا کی ہی ہوئی۔ دوسرے صوفیہ بوجہ ذی مرتبہ ہوئے کرامات ظاہر ہوئے اور تارک الدنیا ہوئے کے سبب دنیا میں مشہور زیادہ ہو گئے۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ زمانہ کی بدعات بدوں امام مہدی علیہ السلام کے نہیں اُٹھیں گی ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ذاکر گوشت کھانا کچھ برص نہین مگر ہفتہ میں دو بار سے زیادہ کھانا کو سخت کر دیتا ہے اس عنوان کا بھی حصہ مقصود نہیں ہے نمونہ چند ارشادات ہدیہ ناظرین کئے گئے اب حضرت مولانا صادق یقین صاحب کرسوی رحمۃ اللہ علیہ کے جمع فرمائے ہوئے ارشادات میں سے تبرکاً پندرہ ارشادات نقل کر کے اس حصہ کو ختم کرتا ہوں مولانا مرحوم حضرت امام ربانی کے مجاز طریقت خلیفہ تھے حق تعالیٰ غریقِ رحمت فرمائے۔ تیسرا سال ہے مکہ معظمہ میں بمرض اسہال و حرارت وصال فرما گئے۔ مولانا نے حضرت کے ارشادات کا بڑا ذخیرہ جمع فرمایا ہے اگر توفیق شامل حال ہوئی تو کسی وقت میں نذر ناظرین ہونگے چونکہ جملہ ارشادات مولانا نے فارسی میں لکھے ہیں تصرف کو جی نہ چاہا اسلئے بحسنہ نقل کرتا ہوں۔

(۱) حفرہ کہ قریب باب است معین یعنی تغار گل بود وقت تعمیر بیت ابراہیم علیہ السلام ساختہ انچہ مشہور غلط است و بچین سنگ زرد کرد و نصب است محض برائے زینت است شہرت نفع یوقان غلط محض است۔

(۲) از عظیم صرف شش ذراع کہ طریق مرد عظیم ساختہ اند داخل بیت بود باقی عظیم جائے بود کہ گوشت

حضرت ہاجرہ در انجائی بودند۔

(۳) در حرم صرف شش جاصلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت گشتہ۔ اندرون بیت مبین الاسطواتین و پیش باب وقت خروج از بیت خلقت المقام تحت المیزاب۔ پیش رکن یانی کہ در انجاء سنگ سیاه است۔ مقابل حجر اسود پیش اسطونہ مطاف کہ مقابل حجر اسود است۔

(۴) اعلم علماں علم المکاشفہ و علم المعاملہ۔ مراد از علم مکاشفہ سیر فی اللہ است کہ علم یقین و علم شہود از آن حاصل می شود و در کشف و کرامات چیزے نیست۔

(۵) تقرقات و کرامات اولیاء اللہ بعد مہمات بحال خود باقی می ماند بلکہ در ولایت بعد موت ترقی می شود حدیثے کہ ابن عبد البر نقل کرده شاہد است۔

(۶) حضرت صاحب ہرچی فرمایند درست می فرمایند۔

(۷) در کشف کمال اولیاء غلط نمی شود۔

(۸) طعن بر اولیاء نباید کرد حتی توسع تا ویش باید کرد اگر ممکن نشود در تخلیہ و جہش دریافت باید نمود۔

(۹) در اذکار و اشغال ہر کسے بالمام غیبی تجدیدے و تغیرے از سلف تا خلف نموده است بعد تجدید و

تبدیل در طریق اول نفع باقی نمی ماند و اگر نفع می شود قلیل می شود بر نسبت ثانی بہمورخ۔ این تقریر با کمال بسط بیان فرموند۔

(۱۰) در نسبت صحابہ صمدیہ بود یعنی خود بخش لاشے و خدائے تعالیٰ را در ذات خود متصرف می دانستند بہمن

جست تمامی مال خود را در راه مولیٰ بلا تکلف صرف می فرمودند و حضرت سید صاحب با ذات بحت صفات سمیع و علیم و بصیر را ملحوظ می کنانیدند ازین کیفیتے پیدای شد اگر کوسہ بنظر می آید استادہ بگریہ و زاری می افتادند کہ این ساخته اوست تعالیٰ شائہ ہمچنین بر تمامی اشیاء۔

(۱۱) چون شب چہمبت بیدار شود پس اذان خواب نکنی کہ ازین خواب وقت مہمہو یافتن خیلے دشوار است۔

(۱۲) بدون درشتی و سختی نمودن بر نفس کارے درست نمی شود۔

(۱۳) نیک خوری نوز شود زشت خوری ظلمت شود بسیار خوری غفلت شود کم خوری طبیعت چاق و

درست ماند و کار درست و خوب شود آب کم خوری خواب کم آید از بسیار خوردن تخمیر و باغ شدہ خواب می آید۔

(۱۴) نسبتہائے صحابہ و جدائی بود اگر کشفی بودے از آنها کاسہ شل جہاد و غیرہ بر نیامدے لا تحرقک ذنبا

اللہ بآذن اللہ جملہ ازواج و اہل شائے و بدون مشیت او اہل شائے چیزے نمی شود و بطور نمی بریزند پس با کشتن این معنی کہ را چگونه بدینداشته و جہاد فرمودے -

(۱۵) سمعت شیخی سیدنا مولانا المنجور ہی یقول سمعت الشاہ احمد سعید یقول سمعت الشاہ محمد الحق یقول سمعت الشاہ اہل اللہ یقول سمعت ابن یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من نَزَّ ثَابِعِیْرَیْنِ فَقُتِلَ فَذَمُّهُ هَذِهِ الْحَدِیْثُ وَ بِالْفَاظِ اُخْرٰی مَنْ قُتِلَ فِیْ غَیْرِیْنِ فَذَمُّهُ هَذِهِ الْحَدِیْثُ وَ فِی الْحَدِیْثِ قِصَّةٌ وَ هِیْ هَذِهِ حَضْرَتِ شَاہِ اہْلِ اللہ روزے در کتاب مشغول بودند مارے نزدشان گزشت حضرت مہرچ از قلمدان گرفتہ اورا بقتل رسانیدند و بقتل کتاب شدند بعدہ چون مارا دیدند نیاقتند ہمیدند کہ شاید جانورے بردہ باشند سن از شغل کتابت ادراک نمودم بعدہ دو کس آمدند و گفتند شمارا بادشاہ می طلبد فرمودند شاہ را با فقیر چہ کار گفتند حالا ما باب عرض می کنیم مارا حکم است با بیکر خواہیم بردہ مجبور اند رفتند جانب دلی دروازہ قصد فرمودند گفتند بختاب یعنی بیرون شہر بیا ئید ہمیدند شاید بقصد شکار و غیرہ در قطب صاحب آمدہ باشند بیرون شہر دیدند کہ خیمہاں اند در یک خیمہ رفتہ دیدند کہ بادشاہے غیر شاہ دہلی در غضب بر تخت نشسته است و بنشینے ہم موجود است شاہ کمال غضب گفت چرا قتل کردی فرمودند من کسے قتل نمودہ ام گفت قتل کردہ چرا قتل کردی بعدہ گفت چیزے را قتل کردی فرمود البتہ مارے را کشته ام بعدہ قاضی صاحب کہ نہایت معروض و ضعیف بودند تشریف آوردند پادشاہ شہنشاہ استاد و بر تخت جاداد و طلب حکم نمود کہ ازین قاتل قصاص گرفتہ آید قاضی صاحب بیست مذکور خواند - بادشاہ از حضرت مہرچ بر وید حضرت مہرچ قاضی صاحب گرفتہ فرمودند کہ زمان کثیر از یک ہزار گزشت شما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چگونہ گوئید قاضی صاحب فرمودند ^{شہید ام از غیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم} من صحابی ام انہما بصفہ می بودم من خود از ان کریم این حدیث شنیدہ ام مایان از جنات بہتیم - انجی

صاحبین کی حکایات

اَحِبِّ الصَّالِحِيْنَ وَ لَسْتُ مِنْهُمْ | لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ مَصْلَحًا

یہ اولیاد اللہ کے چند قصص ہیں جو محل ارشاد و تربیت میں حضرت قدس سرہ کی زبان مبارک سے سننے میں آئے ایک بار فرمایا کہ شیخ عبد القدوس عشرے سے فخر تک ذکر ہر کیا کرتے تھے آخر اس قدر غلبہ ہو گیا تھا کہ اصحاب ہزار

آئے تو شیخ انخانام دریافت فرماتے تھے وہ نام بتاتے اس سے آگے کچھ عرض کرنے پہنچتے تھے کہ شیخ پھر مستغرق ہو جاتے تھے اسی طرح کئی کئی بار سوال و جواب کے بعد نوبت کلام کی پہنچتی تھی۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص کیسا ہی پرہیزگار کیوں نہ ہو کتنے ہی کشف و کرامات اس سے ظاہر ہوں لوگوں کے قلوب میں تصرف کر سکتا ہو مگر ہوا کے دل میں غرور پس سمجھ لو کہ اُسے کچھ نہیں آتا اسکے بعد یہ قصہ نقل فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامی کی زیارت کے لئے چار شخص آئے جب خانقاہ کے دروازہ پر پہنچے تو باہم مشورہ کیا کہ ایک شخص کپڑوں کے پاس بیٹھا رہے اور تین زیارت کو جائیں جب وہ تینوں زیارت کر کے آجائیں تو پھر یہ چلا جائے سب اس رائے کو پسند کیا مگر اسمین جھگڑا ہوا کہ بیٹھے کون ہر ایک نے دوسرے پر رکھا کہ تم بیٹھو آخر جب جھگڑا کرتے دیر ہو گئی تو انہیں میں سے ایک شخص بولا کہ اچھا میاں تم سب زیارت کو جاؤ میں کپڑوں کے پاس بیٹھوں گا کیونکہ میں بہت گنگنا اور روسیاد ہوں حضرت کی زیارت کے قابل ہی نہیں ہوں۔ عرض وہ تو یہاں بیٹھا اور باقی تینوں آدمی شیخ کے پاس حاضر ہوئے حضرت نے انکے پاس آئے ہی جھگڑا اور فرمایا چلے جاؤ تم میں جو شخص کام کا تھا وہ تو آیا ہی نہیں آخر تین شخص لوٹے اور ہمراہی سے کہا بھائی ہمارے ہمراہ چلو کہ ہمارے یہاں چھوڑنے سے جھکو بیٹھ لی اور دھتھرائی جب وہ ساتھ ہوا تو چاروں کو بار بار پانی نصیب ہوئی اسکے بعد فرمایا کہ "حضرت بایزیدؒ نے جو انکو دھمکا یا امتحا تو شاید کشف ہو گیا ہو گا"

ایک دن ارشاد فرمایا کہ مرشدنا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنگوہ تشریف لائے ہوئے تھے رامپور کے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت میرا گھوڑا گم ہو گیا آپ دعا کیجئے کہ بجاوے حضرت اس وقت فتویٰ منویٰ دست مبارک میں لئے ہوئے تھے اُسکو کھوکھو لکر پٹھنے کا جوار ادا کیا تو برسر صفحہ یہ شعر نکلا

گر بُرو مالِ عدو پر فتنے دشمنے را بردہ باشد دشمنے

ایک دن فرمایا گنگوہ کے لوگوں نے حضرت شیخ عبدالقدوسؒ کی خدمت میں بمقام شاہ آباد علیق انبالہ ایک عریضہ اس مضمون کا بھیجا کہ شاہی عامل گنگوہ میں بغرض بند و بست اراضی آیا ہوا ہے حضور تشریف لا کر اپنی اراضی جو ڈابر کے قریب ہے اپنے نام دج کر الین حضرت شیخ نے اُسکا جواب لکھا "بندگان خدا را از خلق خدا چہ کار۔"

ایک روز فرمایا کہ شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بغرض بیت شاہ نظام الدین غنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف

عریضہ منویٰ دست مبارک میں لئے ہوئے تھے اُسکو کھوکھو لکر پٹھنے کا جوار ادا کیا تو برسر صفحہ یہ شعر نکلا

بلخ تشریف لے گئے شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع ہوئی کہ صاحبزادہ تشریف لاتے ہیں تو ایک منزل پر اگر استقبال کیا اور بہت اعزاز و احترام کے ساتھ لیکر بلخ پہنچے وہاں پہونچکر صاحبزادہ صاحب کی خوب خوب خاطرین کیں ہر روز نئے نئے اور لذیذ سے لذیذ کھانے پکوا کر کھلاتے انکو مسند پر بٹھاتے خود خادمین کی جگہ بیٹھتے آخر جب شاہ ابو سعید نے اجازت چاہی کہ وطن واپس ہوں تو شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی اشرفیان بطور نذر پیش کیں اسوقت شاہ ابو سعید نے عرض کیا کہ حضرت اس دنیوی دولت کی مجھے ضرورت نہیں ہے نہ اسکے لئے میں بیان آیا مجھے تو وہ دولت چاہئے جو آپ ہمارے بیان سے لیکر آئے ہیں پس اتنا سنا تھا کہ شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ لنگہ بدل گئے اور جھڑک کر فرمایا جاؤ طویلہ میں جا کر بیٹھو اور کتوں کے دانہ رات کی فکر رکھو غرض یہ طویلہ میں آئے شکاری کتے انکی تحویل میں دیدے گئے کہ روز نہلا میں دھلا میں اور صاف ستھرا کھین کبھی حمام جھکوا یا جاتا اور کبھی شکار کے وقت شیخ گھوڑے پر سوار ہوتے اور یہ کتوں کی زنجیر تھاکر ہمراہ چلتے آدمی سے کہہ دیا گیا کہ شخص جو طویلہ میں رہتا ہے اسکو دور ویشان جو کی دولوں وقت گھر سے لا دیا کرو اب شاہ ابو سعید صاحب جب کبھی حاضر خدمت ہوتے تو شیخ نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے چاروں کھنچ دور بیٹھنے کا حکم فرماتے اور التفات بھی نہ فرماتے تھے کہ کون آیا اور کہاں بیٹھا تین چار ماہ بعد ایک روز حضرت شیخ نے بھنگن کو حکم دیا کہ آج طویلہ کی لید اکھی کر کے لیجائے تو اس دیوانہ کے پاس سے گزریو جو طویلہ میں بیٹھا رہتا ہے چنانچہ شیخ کے ارشاد کے بموجب بھنگن نے ایسا ہی کیا پاس سے گزری کہ کچھ نجاست شاہ ابو سعید پر پڑی شاہ ابو سعید کا پھرہ غصہ سے لال ہو گیا تیوری چڑھا کر بولے ”نہو انگوہ ورنہ اپنی طرح مزا چکھتا غیر ملک ہے شیخ کے گھر کی بھنگن ہے اسلئے کچھ کر نہیں سکتا۔“ بھنگن نے قصہ حضرت شیخ سے عرض کر دیا حضرت نے فرمایا ”ہاں ابھی بڑے صاحبزادگی کی“ پھر دو ماہ تک خبر نہ لی اسکے بعد بھنگن کو حکم ہوا کہ آج پھر ویسا ہی کرے بلکہ قصد کچھ غلاطت شاہ ابو سعید پر ڈالکر جواب سنے کہ کیا مٹا ہے چنانچہ بھنگن نے پھر ارشاد کی تعمیل کی اس مرتبہ شاہ ابو سعید نے کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالا ہاں تیز اور تیزی نگاہ سے اسکو دیکھا اور گردن جھکا کر خاموش ہو رہے بھنگن نے اگر حضرت شیخ سے عرض کیا کہ آج تو میاں کچھ بولے نہیں تیز نظروں سے دیکھ کر حیرت ہو رہے حضرت شیخ نے فرمایا ”ابھی کچھ بولاتی ہے“ پھر دو چار ماہ کے بعد بھنگن کو حکم دیا کہ اس مرتبہ لید کو برکا بہر اٹو کرہ سر پر پھینک ہی دیجو کہ پاؤں تک بھر جائیں“ چنانچہ بھنگن نے ایسا ہی کیا

مگر اب شاہ ابوسعید بچکے تھے جو کچھ بناتھا اسلئے گھبرا گئے اور گڑا گڑا کر کہنے لگے ”مجھے ٹھوکھا کر چاہی
 اگر گئی کہیں چوٹ تو نہیں لگی“ یہ فرما کر گری ہوئی لید جلدی جلدی اٹھا کر ٹوکے میں ڈالنی شروع کی کہ
 لایں بھر دوں“ بھنگن نے قصہ حضرت شیخ سے آگاہ کیا آج تو بیانی غصہ کی جگہ اُلٹے مہپر ترس کھانے لگے
 اور لید بھر کر میرے ڈوکے میں ڈال دی شیخ نے فرمایا ”بس اب کام ہو گیا“ اسی دن شیخ نے خادم کی
 زبان پر کھلا بھیجا کہ آج شکار کو چلین گئے کتوں کو تیار کر کے ہمراہ ہونا شام کو شیخ گھوڑے پر سوار خدام کا مجمع
 ساتھ جنگل کی طرف چلے شاہ ابوسعید کتوں کی زنجیر تھامے پابرکاب ہمراہ ہو لئے کتے تھے زبردست
 شکاری کھاتے پیتے تو انا اور ابوسعید بچارے سوکھے بدن کمزور اسلئے کتے انکے سنبھالنے سنبھالنے
 بہتر کھینچے روکتے گروہ قابو سے باہر ہوئے جاتے تھے آخر انہوں نے زنجیر اپنی کمر سے باندھ لی شکار
 جو نظر پڑا تو کتے اسپر پلکے اب شاہ ابوسعید بچارے گر گئے اور زمین پر گسٹے کتوں کے کھینچے کھینچے چلے
 جاتے تھے کہیں اینٹ لگی کہیں کنکر چوسی بدن سارا لہو لہان ہو گیا مگر انہوں نے اُف نہ کی جب دوسرے
 خادم نے کتوں کو روکا اور انکو اٹھایا تو یہ پتھر پتھر کانپیں کہ حضرت خفا ہونگے اور فرماینگے حکم کی تعمیل نہ کی
 کتوں کو روکا کیوں نہیں؟ شیخ کو تو امتحان منظور تھا سو ہولیا اسی شب شیخ نے اپنے مرشد قطب العالم
 شیخ عبدالقدوس کو خواب میں دیکھا کہ رنج کے ساتھ فرماتے ہیں ”نظام الدین میں نے تو تجھے اتنی
 کڑی محنت لی نہ تھی جتنی تو نے میری اولاد سے لی“ صبح ہوتے ہی شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ
 ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کو طویل سے بلا کر چھاتی سے لگایا اور فرمایا خاندانِ حبشیہ کا فیضان میں ہندوستان
 لیکر آیا تھا تم ہی ہو جو میرے پاس سے اس فیضان کو ہندوستان لئے جاتے ہو مبارک ہو وطن جاؤ
 مخلص مجاز طریقت بنا کر ہندوستان واپس فرمایا۔

ایک روز فرمایا قصبہ لوہاری میں جس جگہ حضرت میا نجو نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے
 تھے وہاں ایک مجذوب پنجابی رہتے تھے اور اتفاقاً اُس جگہ حضرت حاجی عبدالرحیم صاحب ولایتی
 شہید رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے وہ مجذوب کثر حضرت حاجی صاحب شہید کے خدام سے یوں
 کہا کرتے تھے کہ ”اوتھارا حاجی بڑا بزرگ ہے“ حضرت حاجی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ جب بغرض
 زیارت حرمین شریفین عرب کو گئے تو ایک دن ہماز میں حضرت کے ہاتھ سے لوٹا چھوٹ کر سندھ میں گر گیا
 دوا سی دیر گزری تھی کہ ایک ہاتھ سمند میں سے لوٹا تھا سے ہوئے نکلا اور لوٹا حضرت حاجی صاحب کے

ہاتھ میں کڑکڑاتا رہا۔ جب گیا اور لوہاری میں ان مجذوب صاحب نے حضرت کے خدام سے فرمایا کہ تمہارے حاجی کے ہاتھ میں سے لوٹا چھوٹا کمر بند رہا۔ گر گیا تھا میں نے انکو لوٹا پا کر لایا۔ حضرت کے خدام نے سمجھا کہ بڑا ہلکا رہتا ہے۔ جب حضرت حاجی صاحب حج سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور لوہاری میں تشریف لائے تو کسی کو مجذوب کی یہ بات یاد آگئی انہوں نے حضرت سے عرض کیا آپ نے فرمایا سچ ہے بیشک یہ واقعہ ہمارے پیش آیا مگر اسوقت وہ ہاتھ میری شناخت میں نہیں آیا کہ کس کا ہے ؟

ایک دن فرمایا کہ جس زمانہ میں علم حاصل کرنے کی غرض سے میں دہلی رہتا تھا دارالبقائین ایک مجذوب خانہ آباد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے ایک دن وہ راستہ میں جا رہے تھے اور میں چند قدم پیچھے پیچھے تھا دفعۃً مرکز میری طرف دیکھا اور فرمایا کون ہے قدرت اللہ ہے ؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت شہید احمد ہے اسکے بعد چند قدم اٹھتے پاؤں پیچھے ہٹے اور کہا ہٹو۔ ہٹو۔ ہٹو اور سینہ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا یہ میرے گولی لگی یہ میرے گولی لگی یہ چند الفاظ فرما کر بھاگ گئے اس قصہ سے عینہ سوا عینہ بعد ہی غدر کا اثر شروع ہوا اور یہ حضرت گولی سے شہید ہوئے سینہ ہی میں گولی لگی۔ نیز فرمایا ایک دن مولوی محمد قاسم صاحب بخاری شریف لئے جا رہے تھے کہ یہی مجذوب حافظ صاحب راستہ میں مل گئے اور بخاری شریف مولوی صاحب کے ہاتھ میں سے چھین لیکر چل دیئے مولوی صاحب ڈرتے ہوئے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے کہ کہیں بخاری شریف ڈال نہ دیں راہ میں ایک بھڑبھڑکی دوکان تھی اسکی بھٹی پر بیٹھ گئے اور بخاری شریف کی اوراق گردانی شروع کر دی اور زبان لگے مرن مرن مرن مرن کرتے تھوڑی دیر تک درقون کو الٹ پلٹ کرتے رہے اسکے بعد کتاب کو لے کر چلے گئے ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور مولانا فخر الدین صاحب

چشتی اور حضرت مرزا جان جانان رحمۃ اللہ علیہم جمعین تینوں کا ایک زمانہ تھا اور تینوں حضرات ہلی میں تشریف رکھتے تھے ایک شخص نے چاہا کہ تینوں حضرات اتفاق سے ایک شہر میں موجود رہیں انکا امتحان لیتا چاہئے کہ کس کا مرتبہ بڑا ہے ؟ یہ شخص اول شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت کل کو آپ کی میرے بیان دعوت ہے قبول فرماویں اور تو مجھے دن کے غریب خانہ پر خود تشریف لاؤ گے میرے بلائے کے منتظر رہیں شاہ صاحب نے فرمایا بہت اچھا اسکے بعد وہ شخص مولانا فخر الدین صاحب کی خدمت میں پہونچا اور عرض کیا کہ ساڑھے نو بجے میرے بلائے بغیر مکان پر تشریف لاؤ گے

اور حاضر تناول فرماوین بیان سے اُنکو یہ شخص مرزا جان جانان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کاروبار کے سبب حاضر خدمت نہ ہو سکا پھر دس بجے دن کو غریب خانہ پر تشریف لے آوین تینوں حضرات نے دعوت قبول فرمائی اور اگلے روز ٹھیک وقت مقررہ پر اس شخص کے مکان پر پہنچ گئے اول نو بجے شاہ صاحب تشریف لائے اس شخص نے اُنکو ایک مکان میں بٹھایا اور چلا گیا سارے نو بجے مولانا تشریف لائے اُنکو دوسرے مکان میں بٹھایا پھر دس بجے مرزا صاحب تشریف لائے اُنکو تیسرے مکان میں بٹھایا غرض تینوں حضرات علیحدہ علیحدہ مکان میں بٹھائے گئے کہ ایک کو دوسرے کی اطلاع بھی نہیں ہوئی۔ جب تینوں حضرات بیٹھ گئے تو یہ شخص پانی لیکر آیا یا تھ دہلائے اور یہ کہہ چلا گیا کہ ابھی کھانا لیکر حاضر ہوتا ہوں کئی گھنٹے گزر گئے اور اس شخص نے خبر نہ لی اگر یہ بھی نہ دیکھا کہ کون گیا اور کون بیٹھا ہے جب ظہر وقت قریب آگیا اور اس نے سوچا کہ ہمارے کو نماز بھی پڑھنی ہے تو اول شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور شرمندہ صورت بنا کر عرض کیا حضرت کیا کہوں گھر میں تکلیف ہو گئی تھی اسلئے کھانے کا انتظام نہ ہو سکا دو پیسہ نذر کئے اور کہا اُنکو قبول فرمائیے شاہ صاحب نے خوشی سے دو پیسے لے لئے اور فرمایا کیا مضائقہ ہے بھائی گروں میں اکثر ایسا ہو ہی جاتا ہے شرمندہ ہونے کی کوئی بات نہیں یہ فرما کر چلے پھر یہ شخص مولانا فخر الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہی کہا جو وہاں کہا تھا اور دو پیسے نذر کئے مولانا نے فرمایا بھائی فکر کی کیا بات ہے اکثر گروں میں ایسے فقہ پیش آجاتے ہیں اور کٹھے ہو کر نہایت خندہ پیشانی سے تعظیم کے ساتھ رومال پھیلا دیا دو پیسے کی نذر قبول فرمائی اور رومال میں باندھ کر روانہ ہوئے دونوں کو رخصت کر کے یہ شخص حضرت مرزا جان جانان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا اور وہی عذر بیان کر کے دو پیسے نذر کئے۔ مرزا صاحب نے پیسے تو اٹھا کر حبیب میں ڈال لئے اور پیشانی پر بل ڈاکر فرمایا کچھ مضائقہ نہیں مگر پھر ہمیں ایسی تکلیف مت دیجو یہ فرما کر تشریف لے گئے اس شخص نے یہ قصہ اور بزرگوں سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مولانا شاہ فخر الدین صاحب فرین درویشی میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں کہ انہوں نے وہ تندر خندہ پیشانی کے ساتھ تعظیم سے کٹھے ہو کر قبول فرمائی اور ان کے کم درجہ شاہ ولی اللہ صاحب کا ہے کہ کٹھے تو نہیں ہوئے مگر خوشی نذر کو قبول فرمایا اور تیسرے درجہ پر مرزا صاحب ہیں کہ نذر کی قبولیت کے ساتھ طالع بھی ظاہر فرمایا۔ یہ قصہ نقل فرما کر حضرت امام ربانی سے بچے ارشاد فرمایا کہ اُس زمانہ کے بزرگوں کا یہی خیال تھا مگر میرے نزدیک نہ حضرت مرزا صاحب کا درجہ بڑھا

کہ یا وجودِ استغناء نازک مزاج ہونے کے اتنا صبر و تحمل فرمایا اور کچھ مضائقہ نہیں جواب عطا فرمایا۔

مرزا جان، جانان رحمۃ اللہ علیہ کی لطافت طبع اور نفاست و نازک مزاجی کے بہتیرے قصے حضرت ارشاد فرمایا کرتے تھے ایک دن فرمانے لگے کہ مرزا صاحب کی ایک شخص نے دعوت کی اور چونکہ وہ آپ کی نازک مزاجی سے واقف تھا اسلئے گھر کو خوب صاف کیا جھاڑو دی قلمی کرائی جب سب طرح اُسکو سترا اور خوبصورت بنالیا تو مرزا صاحب کو بلایا مرزا صاحب تشریف لائے اور ایک طرف بیٹھ گئے جب کھانا سامنے آیا اور مرزا صاحب نے نظر اٹھائی تو سہ ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا ”میان وہ روڑا زمین سے کیسا اٹھا ہوا ہے جب تک یہ صاف نہ ہو گا مجھے کھانا نہ کھایا جائیگا“ چنانچہ اُسی وقت روڑا نکال کر زمین کو ہموار کیا جب مرزا صاحب نے نوالہ توڑا۔

بے قاعدہ رکھی ہوئی چیز ذیکر مرزا صاحب کے سر میں درد ہونے لگتا تھا ایک دن بہادر شاہ بہت الحاح و التجا کے بعد اجازت حضوری ملنے پر زیارت کے لئے حاضر ہوا موسم تھا گرمی کا بادشاہ کو پیال لگی اور پانی طلب کیا حضرت نے فرمایا وہ گٹر اڑکھا ہوا ہے پیالہ میں لیکر پانی پیو۔ بادشاہ نے پانی پیالہ اور پیالہ گٹر سے پر کھدیا مرزا صاحب کی نظر جو گٹر سے پر پڑی تو پیالہ ذرا ترچھا دہرا ہوا تھا دیر تک ترچھی نگاہ سے دیکھتے رہے آخر ضبط نہ ہو سکا فرمایا جناب آپ بادشاہت کیا کرتے ہونگے ابی تک خدمتگاری تو انی ہی نہیں دیکھو تو گٹر سے پر پیالہ رکھنے کا یہی طور ہے ؟ اسکے بعد مرزا صاحب نے ترشی کے ساتھ فرمایا آئندہ ہمیں ایسی تکلیف نہ بخو۔

ایک رات مرزا صاحب کو سردی کی وجہ سے نیند کم آئی ایک بڑھیا خادمہ کو یہ حال معلوم ہوا تو حاضر ہو کر عرض کرنے لگی اجازت ہو تو رزائی بناؤں حضرت نے فرمایا بہت اچھا۔ بعد نمازِ عشاء بڑھیا رزائی لیکر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ حضرت رضائی حاضر ہے آپ اُسوقت چار پانی پریٹ چکے تھے فرمایا مائی مین تو اب لیٹ رہا اٹھنا مشکل ہے تو ہی اگر میرے اوپر ڈال دے بڑھیا نے رزائی حضرت کو اڑا دی اور چلی گئی صبح ہوئی تو مرزا صاحب نے اپنے خادم سے فرمایا غلام علی مجھے تو تمام رات نیند نہیں آئی دیکھ تو سہی رزائی مین کوئی جون تو نہیں ہے ؟ شاہ غلام علی صاحب نے خوب غور سے دیکھا نئی رزائی تھی جون کا کمان پتہ ہاں جلدی مین نگندے ٹیرے پڑے تھے جب پرکار سے خط کھینچ کر درست کئے گئے تب مرزا صاحب کو آرام ملا۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ شاہ غلام علی حضرت مرزا صاحب کے خاص خادم تھے جب بنگھا کر کے گھر سے ہوتے تو بہت احتیاط رکھتے تھے مگر پھر بھی یہ حال تھا کہ جب ذرا سچ سچ بنگھا ہلتا تو حضرت فرماتے میان تمہارے ہاتھوں میں جان نہیں ہے؟ اور جب ذرا تیز بھلتے تو فرماتے تو تو بکواڑا دیکھا آخر ایک روز شاہ غلام علی صاحب نے دبی زبان سے عرض کیا کہ حضرت یوں بن پڑے نہ دون بن پڑے حضرت مرزا صاحب کو غصہ آگیا اور جھڑک کر فرمایا ”ہمارا بنگھا چھوڑ دو“ پھر شاہ غلام علی صاحب روئے اور خطا معاف کر کر بنگھا جھٹلنے کی درخواست کی حضرت نے اجازت دیدی۔

ایک بار قاضی صاحب بلباس فاخرہ بغرض زیارت حاضر ہوئے ایک شیخ زادہ ہمراہ تھے شیخ صاحب کو پیاس معلوم ہوئی مرزا صاحب نے گھر سے پانی پینے کی اجازت عطا فرمائی شیخ جی نے پانی پیکر گلاس ڈھکدیا مرزا صاحب نے سر پکڑ لیا اور خود گھر سے ہو کر گلاس کو گھر سے پر درست کر کے رکھا۔ اتفاق سے شیخ صاحب کا پا جامہ ایک طرف ڈھلا ہوا اور نیچے کی چڑیا اپنی جگہ سے سر کی ہوئی تھی حضرت مرزا صاحب کی جو نظر پڑی تو پریشان ہو گئے اور قاضی صاحب سے فرمایا اب کی ان شیخ صاحب کے ساتھ کوئی کمرہ نہ تھی ہوگی جنہیں پا جامہ پہننے کا بھی سلیقہ نہیں دو لون مہرین ایک ہی پانچہ میں ڈال لئے۔

حضرت مرزا صاحب کے حجرہ سے باہر تشریف لانے کا جب وقت ہوتا تو پہلے سے شاہ غلام علی صاحب فرش کو صاف کر دیا کرتے تھے ایک دن مرزا صاحب جو حجرہ سے باہر تشریف لائے تو سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور فرمایا ”غلام علی تجھ کو اب تک تیز نہ آئی دیکھ تو سہی وہ فرش پر نکلا پڑا ہوا ہے جلدی اٹھا۔“

ایک مرتبہ کسی اور شخص نے بہت اہتمام سے لوز طیار کر کے نذر گزارنے اپنے رکھ لئے کچھ جواب دیا دوسرے دن اُس شخص نے دریا نہایت کیا حضرت لوز پسند بھی آئے؟ آپ خاموش ہو گئے پھر لوچھا پھر کچھ نفرمایا تیسری مرتبہ اُس شخص نے پھر یہی سوال کیا اس وقت مرزا صاحب نے ضبط نہوسکا فرمایا لوز تھے یا جو تہ کا تلہ ہاتھ کی تین یا چار انگلیاں اٹھا کر فرمایا اتنے اتنے بڑے بھی لوز کہیں ہوتے ہوتے ایسے لوکھے لوز تو آپ طیار کر کے لئے اسپر طرہ یہ کہ داد بھی چاہتے ہیں میان لوز بادام کو تھتہ ہیں بادام ہی کی براہ ہونا چاہتے کہ آدمی کھانے کے بعد ایک دو منہ میں ڈال لے۔

پھر ایک تہ کوئی شخص لوز طیار کر کے لائے تو آپ کو پسند آئے انکے دن شاہ غلام علی صاحب کو بلا کر چند لوز عطا فرمائے انہوں نے اپنے دو لون ہاتھ پھیلا دئے مرزا صاحب نے نیت نکلتے سے ہاتھ ہائے

کی اور فرمایا ”میان کاغذ لاؤ اور اسمین لو“ شاہ صاحب جلدی سے کاغذ لائے مرزا صاحب نے اسمین
 روز کہہ دیئے انہوں نے کاغذ کی پوڑیہ باندھ لی پھر دوبارہ مرزا صاحب مقبض ہوئے اور سر ہاتھ سے تھاکر
 فرمایا غلام علی تو مجھے مار کر چھوڑیگا بندش کا بھی سلیقہ نہیں یہ لوز اس طرح بند ہتے ہونگے؟ اسکے بعد خود
 لیکر سلیقہ کے ساتھ انکو لپیٹا اور ہر چار گوشہ صاف ستھرے پیدھے سچے موڑ کر ان کے حوالہ کئے
 اگلے دن دریافت فرمایا کہ غلام علی لوز کھائے انہوں نے کہا جی حضرت کھائے بڑے مزے کے تھے
 آپ نے فرمایا کتنے کھائے؟ شاہ صاحب بولے حضرت سب کھائے اتنا سکر مرزا صاحب بے کیف
 ہو گئے اور تعجب فرمایا ایں سب کھائے آدمی ہو یا ڈنگر؟

حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان اور عجیبہ سبب سی نفاست و نزاکت طبع میں تھا ایک
 عورت تھی نہایت بد مزاج کج خلق منہ بھٹ حضرت مرزا صاحب کو امام ہو اکا اگر اس عورت سے نجات
 کرو اور اسکی بد زبانی و اذی دہی پر صبر کرو گے تو تمکو نواز لیا جائیگا“ حضرت نے فوراً پیام بھیج دیا اور اس سے
 نجات کر لیا وہ عورت اس درجہ تند خو بد خصلت سخت دل اور خشن گو تھی کہ الامان حضرت مرزا صاحب
 خوشی خوشی دو تھانہ تشریف لجاتے اور وہ سٹری سٹری سنائی شروع کرتی چپکے بیٹھے سنتے رہتے زبان
 سے اُت نہ نکالتے اندر گھولتے آخر واپس تشریف لے آتے تھے آپکا معمول تھا کہ روزانہ صبح ہوتے
 ہی خادم کو حکم فرماتے کہ جاؤ دروازہ پر حاضر ہو کر میرا سلام عرض کرو اور پوچھو کوئی کار خدمت ہو تو انجام
 دیا جائے بموجب ارشاد خادم آستانہ پر حاضر ہوتا اور شیخ کا سلام پہنچا کر مزاج پرسی کرتا وہ نیکیست سچا
 جواب سلام گالیاں سنائی اور وہ وہ مغلفات کہتی تھی کہ سننے والے شرابا جاتے تھے مگر مرزا صاحب
 کی خادم کو تاکید تھی کہ دیکھو اہلیہ کی شان میں گستاخی نہو نے پائے کسی بات کا جواب مت دینا جو کچھ
 فرماوین سن لینا۔ ایک روز کوئی ولایتی خادم اس خدمت پر مامور ہوا ہر چند کہ اسکو تاکید تھی کہ جواب
 نہ دیا جائے مگر سچا ضبط نہ کر سکا جب دروازہ پر پہنچا کہ حضرت کا سلام پہنچایا مزاج پرسی کی تو عورت نے
 کہنا شروع کیا پر بنا بیٹھا ہے اُسے یوں کروں اور ووں کروں ہر چند کہ ولایتی نے ضبط کی کوشش کی
 مگر آخر کہاں تک پہنچا کہ گالیاں نہ سن سکا اور غصہ میں آکر کہا میں چپ رہ ورنہ گردن اڑا دوں گا اس جواب پر
 وہ نیکیست اور ناگ بگولا ہو گئی اب لگی ہوئے تو تو میں میں غل کی آواز جو مرزا صاحب کے کان میں پہنچی
 تو گھبرا اٹھے اور جلدی سے ولایتی کو واپس بلا بھیجا اسکو بٹھایا اور فرمایا تم ناواقف ہو دوسرے خادم کو بھیجا

وہ گالیان شکر واپس آگیا۔ حضرت مرزا صاحب کثرت فرمایا کرتے تھے کہ میں اس عورت کا نہایت مشکور و احسانمند ہوں اسکے باعث مجھے بہت نفع پہونچا ہے اور حقیقت میں اسکی شہادت اور خدیون کی برداشت کرنے کرتے حضرت مرزا صاحب کے اخلاق غایت درجہ ہندوب ہو گئے اور آپ کا صاحب بیٹا غضب و غصہ فرما رہا تھا مرزا صاحب کی نزاکت طبع کا یہ حال تھا کہ ایک شخص زیادہ کھانے والا تھا اسکو لوگ ”گول“ کہتے تھے مرزا صاحب کی خدمت میں جب حاضر ہوتا تو اسکی صورت دیکھ کر زیادہ کھانے کے تصور سے سر میں درد ہو جاتا اور کتنی کتنی دیر تک سر ہٹا کر بیٹھے رہتے تھے۔ فرش کے نیچے کوئی شکریرہ ہوتا اور بچہ چونا ابھرا ہوتا اسپر اگر نظر پڑ جاتی تو بے چین اور متاؤسی ہو جاتے تھے۔

ایک شخص نے مرزا صاحب کے کھانے کو گول طیار کر کے بھیجے اس بچارے نے اپنی دانست میں اچھے ہی بھیجے تھے مگر مرزا صاحب نے دیکھا تو فرمایا کیسے لوزہ میں جیسے گھوڑے کے نعل ہوں۔ اسکے بعد حضرت امام ربانی نے فرمایا کہ مرزا صاحب کسی کی خدمت اور کسی کا تحفہ پسند نہیں فرماتے تھے اس سے طالبین کی اصلاح منظور تھی ہی سبب کہ شاہ غلام علی صاحب کی بہت اصلاح ہوئی تھی۔ فرمایا کہ شاہ غلام علی صاحب میں عجز و انکسار تاثر بگیا تھا کہ ایک سید شاہ صاحب کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ حضرت آپ مجھے اپنا خادم بنالین شاہ صاحب گھبراٹھے اور فرمایا ”ہا ہا یہ لفظ ہرگز زبان سے نہ نکالنا تم فرزند علی ہو اور میں غلام علی ہوں۔“

ایک روز ارشاد فرمایا کہ میرے والد مولوی ہدایت احمد صاحب مرحوم شاہ غلام علی صاحب کی خدمت میں رہتے تھے شاہ صاحب میرے والد کے حال پر نہایت شفقت فرماتے لگے حضرت کے ولایتی خدام کو حسد ہوا اور انہوں نے میرے والد کو سنگسار دینے کی تجویز کی والد صاحب کو اطلاع ہو گئی والد صاحب حضرت سے رخصت ہو کر گنگوہ تشریف لے آئے۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب شہید اور دو شخص انکے ہمراہ ہو کر امروہہ شاہ علیہما رحمہما صاحب کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے تین دن تک حضرت کے ہاں مسجد میں مہمان رہے حضرت شاہ صاحب نے انکے حال پر کچھ توجہ نقرمانی نماز کے لئے مسجد میں آتے اور فارغ ہو کر حجرہ میں تشریف لیجاتے جب سی طرح تین دن گزر لئے تو دونوں ہمراہیوں نے حضرت حاجی صاحب شہید سے کہا کہ میان یہ تو ایک امیر آدمی معلوم ہوتے ہیں ہماری طرف بالکل بھی توجہ نہیں کرتے پھر ہم بھی مرید ہو کر گیا

کرتیگے جاؤ کوئی دوسری جگہ دیکھیں جہاں فقیری اور درویشی ہو حضرت حاجی صاحب نے جواب دیا بھائی تمہیں اختیار ہے جاؤ میں تو اسی جگہ کا ہوں یا آخر وہ دونوں چلے گئے اسکے بعد جو حضرت حاجی صاحب شہید شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے چہین بچہ میں ہو کر آڑے ہاتھوں لیا اور خوب دھکایا کہ یہاں کیوں پڑے ہو جاتے کیوں نہیں؟ حاجی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو سلسلہ خدام میں داخل فرمالین۔ شاہ صاحب نے ترشی کے ساتھ جواب دیا ”میں ایک امیر آدمی ہوں پان چھالیا کھاتا ہوں میں بیعت کے قابل نہیں نہ میں منکوسیت کرتا ہوں جاؤ کوئی دوسری جگہ دیکھو“ حاجی صاحب نے گردن جھکا لی اور عرض کیا کہ حضرت مجھے تو بیعت فرما ہی لین آخر دو چار دن کے بعد حضرت کو یقین ہوا کہ بدون بیعت جائیں گے نہیں تب نذر عصر کے مابین حاجی صاحب کو ہمراہ لیکر دربار پر گئے اور دربار کے کنارہ انکو بیعت کیا حضرت حاجی صاحب شہید پر بے اختیار ہنسی کا غلبہ ہوا اور قمقمے لگانے شروع کئے حضرت شاہ صاحب بھی اسی طرح ہنسنے لگے جب عصر کا وقت ہوا تو شاہ صاحب نماز پڑھنے کے کھڑے ہوئے حاجی صاحب مقتدی تھے گرد و نوں پر ہنسی اس درجہ طاری تھی کہ نماز کی نیت نہ باندھ سکے کتنی مرتبہ نماز کی نیت سے کھڑے ہوئے مگر پڑھ ہی نہ سکے آخر جب وقت تنگ ہونے لگا تو بمشکل نماز پڑھی دو چار روز کے بعد حاجی صاحب حضرت شاہ صاحب سے رخصت ہو کر ایک جگہ اللہ کی یاد میں مصروف ہو گئے چھ ماہ کے بعد جب شاہ صاحب کی زیارت کو امر وہم حاضر ہوئے تو شاہ صاحب کا وصال ہو لیا تھا یہ ابھی مجاز بھی نہیں ہوئے تھے کہ شیخ کا انتقال ہو گیا۔

اسی طرح حضرت حاجی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ اول ہی اول پنجلاہ میں شاہ رحم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تھے شاہ صاحب نے انکے حال پر بڑی غصایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ لو یہ لٹو لیکر جاؤ اور کالا آم کے پہاڑ میں بیٹھ کر اپنا کام کرو جتنا پیچہ بوجب ارشاد چھ ماہ کالا آم کے پہاڑ میں یاد آئی کے اندر مصروف رہے اور درختوں کے پتے کھا کر گزارا کیا چھ ماہ کے بعد وہ لٹو لیکر پنجلاہ آئے انکے پونچنے سے پہلے شاہ صاحب کا بھی انتقال ہو لیا تھا ان سے بھی مجاز نہ ہوئے۔

آخر سید احمد صاحب بریلوی جب سہارنپور تشریف لائے تو حضرت حاجی صاحب بھی حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ مجھے اجازت عطا فرماؤ میں ذکر شغل حضرات قادریہ و چشتیہ کے کرچکا ہوں سید صاحب نے فرمایا جب تک ہم سے بیعت نہ ہو گے ہم تمہیں اجازت نہ دیں گے بوجہ ارشاد سید صاحب آخر بیعت

ہوئے اور حضرت سید صاحب نے انکو مجاز فرمایا۔ حضرت حاجی صاحب شہید فرمایا کرتے تھے کہ سید صاحب
میں انوار شریعت بہت زیادہ ہیں جب دونوں حضرات مراقب ہوتے تھے حضرت حاجی صاحب شہید
ہنستے تھے اور سید صاحب خاموش رہتے تھے۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ خانقاہ پنجلا سے من جو تالاب ہے اسکو حضرت حاجی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے
اپنے ہاتھ سے کھودا ہے یہ جو محمد جعفر صاحب ساڈھوری نے عرض کیا کہ حضرت پہلے تمام سال تک اُس
تالاب میں کبھرت پانی رہتا تھا دوسرے تالاب سارے سوکھ جاتے مگر اُسکا پانی خشک نہوتا کبھی نہیں
دیکھا تھا مگر اب دس بارہ برس ہوئے کہ اُس تالاب کو گاؤں والوں نے صاف کیا اور مٹی بچا لکھو اسکو
گہرا کر دیا ہے اُسوقت سے یہ بات جاتی رہی اسلئے برسات برسات پانی نظر آتا ہے اور بعد میں سوکھ جاتا
ہے برسات کے بعد ایک ماہ پورا بھی اُس تالاب میں پانی نہیں رہتا حضرت نے ارشاد فرمایا ہاں جو بات
اُس تالاب میں تھی وہ جاتی رہی۔

ایک روز فرمایا کہ یہ جہ جو سجادہ صاحب کے ہاں رکھا ہوا ہے حضرت شیخ عبدالقدوس نے پچاس سال تک
زیب تن رکھا ہے بعض لوگوں نے حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ فقیری کچھ پڑائے پڑے پر نہیں ہے
لہذا آپ اسپر پیوند پر پیوند لگانے جاتے ہیں حضرت نے فرمایا بخدا مجھے حلال کمائی کا کوئی کپڑا دستیاب نہیں
ہوتا جسکو پہنوں اور اسے آرون آخر آپ کے چند خدام حضرت حلال تھانیں سری وغیرہ نے مزدوری کر کے
پونیس ٹکے اکٹھے کئے اور اسٹاف کپڑا مول لیا جس میں سے ایک پاجامہ اور ایک کورتہ بنایا انکو شیخ نے پہن
لیا پھر جب یہ پڑائے ہوئے تو انپر پیوند پر پیوند لگانے شروع کر دئے پھر بعد میں کوئی کپڑا نہیں بنایا۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک رسالہ میں تحریر فرمایا ہے
”الحمد للہ میرے زمانہ میں ایک بزرگ ہیں شاید تقدیر میں بھی ایسا مجاہدہ کرنے والا کوئی نہوا ہو جائیں
سال سے ہر روز صرف ایک بادام کھاتے ہیں اسی پر گزارا ہے اسکے سوا دنیا کی کوئی چیز نہیں کھاتے۔“
ایک بار ارشاد فرمایا کہ شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر فاقہ پر فاقہ اٹھائے ہیں صاحبزاد
جھوک کے مارتے پلکتے پیختے اور روتے تھے اُنکی والدہ ہلانے کے واسطے جو لمبے پر خالی ہانڈی چڑھاؤ تین
اور جب بچے جھوک سے میٹاب ہو کر کھانے کا تقاضہ کرتے تو انکو چکار تین اور تلی دیکر فرماتی تھیں دیکھو چلے
پر کیا پڑھا ہوا ہے گھبرائے کیوں جاتے ہو جب تمہارے والد آئینگے اُنکے ساتھ کھانا کھاؤ بچے روتے ہو

حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور پہلے کہ جلدی چلو ہمیں گھر چل کر کھانا کلاؤ حضرت اُن کے ہمراہ گھر میں تشریف لاتے اور شیکر خود بھی اُن کے ساتھ آبدیدہ ہوتے اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ میرے گناہوں کے باعث ان معصوم بچوں پر بھی مصیبت آئی یہی قصہ دن میں دو چار دفعہ ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ عشاء کی نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے بیٹھے اور صبح تک کرتے تھے سو جب کا ذکر اتنا لمبا ہوا اسکا حال کتنا لمبا ہوگا؟

ایک بار بیت المال میں سلاطین کے اسراف کا تذکرہ تھا فرمائے لگے کہ ہارون رشید عالم تھا اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد تھا جب تخت پر بیٹھا تو علماء و صلحا پر بہت کچھ خرچ کیا حضرت سفیان اس کے پاس تشریف نہ لے گئے ہارون رشید نے عریضہ لکھا کہ ”میں نے علما و صلحا پر زکریٰ صرف کیا حضرت تشریف نہیں لائے اگر تکلیف فرماتے تو بندہ کی عزت افزائی کا سبب تھا“ قاصد عریضہ سلاطانی لیکر حضرت سفیان ثوری کی خدمت میں پہنچا اسوقت حضرت حلقہ درس میں مہر و فتنے دیکھتے ہی فرمایا خدا خیر کرے ظالم کا قاصد آیا“ قاصد نے عریضہ پیش کیا حضرت نے رومال سے پکر کر شاگرد کے حوالہ کیا کہ پڑھ کر سناؤ اور فرمایا ”میں ظالم کے خط کو ہاتھ لگانا نہیں چاہتا“ شاگرد نے عریضہ پڑھ کر سنا یا فرمایا میں ظالم کو کاغذ دینا بھی نہیں چاہتا اسی کی پشت پر جواب لکھ دو اور لکھو تمہارے ظلم کی اطلاع ہو چکی اور تم نے بذریعہ تحریر اپنی حرکت ظلم کا اقرار بھی کیا اور مجھے گواہ بھی بنالیا پس یاد رکھنا میں قیامت کے دن تمہارے ظلم کی گواہی دوں گا اور تم کو اس کے معاوضہ میں عذاب بگشتنا پڑے گا بہا انتہیں بیت المال میں کیا تھا کہ اسکو ٹانے لگے ”مکتا بنے جواب لکھ کر پرچہ قاصد کے ہاتھ دیا کہ جاؤ لیجاؤ قاصد پر حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کی اس تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ عرض کرنے لگا مجھے تو اپنی خدمت میں حاضر رہنے کی اجازت دیجئے حضرت نے فرمایا ہمارا کام یہیں ہے کہ قاصد کو روک لیں جاؤ اول جواب پہنچاؤ اس کے بعد اگر دلی چاہے اور طلب و تمنا ہو تو چلے آنا“ قاصد وہاں سے اٹھا اور بازار میں کھڑا ہو کر ٹھہرا کوئی سہم جوہری پوچھا کہ کوپنے مفلسانہ لباس کے بدلے خریدے“ عرض دو سو روپیہ قیمت تھی جوڑہ دو سو روپیہ قیمت کے پہن سے بلکہ ہارون رشید کا خط اس کے حوالہ کیا کہ پہنچاؤ اور خود حضرت سفیان ثوری کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہارون رشید نامہ شریف پڑھ کر رو دیا اور کہا فاذا المرسل غاب المرسل اس کے بعد حکم دیا کہ جب میں تخت پر بیٹھا کروں ہمیشہ یہ کراہت نامہ میرے روبرو رکھا جائے۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنے شیخ سعید کی اور ذکر شغل کرنے لگے تو میں ہی روز کے بعد ان کے شیخ انکی خاطر مدارات اور تعظیم کرنے لگے تھے جب حاضر ہوتے تو منازعہ جگہ چوکی وغیرہ پر بیٹھنے کا ارشاد فرماتے اور نہایت شفقت و توجہ سے باتیں کرتے بعض خادموں کو حسد ہوا اور انکی حکمریم ناگوار گزری کہ ہم پندرہ پندرہ بیس بیس برس کے رستے سے اس عنایت سے محروم ہیں اور کل کے آئے ہوئے پر یہ لطف و شفقت ہے حضرت شیخ انکے دوسو سوں پر مطلع ہوئے اور خانقاہ کے سارے درویشوں کو مع شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ایک مرغ و دیگر حکم فرمایا کہ اسکو ذبح کر لاؤ مگر ایک شخص اپنا مرغ ایسی جگہ ذبح کرے جہاں کوئی موجود نہ ہو چنانچہ سب گئے اور تنہا جنگل میں جہاں کوئی آدمی نہ تھا اپنا اپنا مرغ ذبح کر کے لے آئے مگر شیخ شہاب الدین آئے تو زندہ مرغ ہاتھ میں دباے ہوئے لاکر چپ کھڑے ہو گئے درویشوں نے انکا مضحکہ اڑایا کہ اتنا بھی نہو سکا جب سب نے اپنا ذبیحہ شیخ کے سامنے رکھ دیا تو مرشد نے حضرت شہاب الدین سہروردی سے دریافت کیا ”بھائی تم مرغ کو ذبح کر کے نہیں لائے؟“ انہوں نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ حضرت آپکا حکم تھا کہ جہاں کوئی موجود نہ ہو وہاں ذبح کیا جاوے اور مجھے کوئی جگہ ایسی ملی نہیں جہاں حق تعالیٰ موجود نہوں ”اُسوقت حضرت شیخ نے طالبین سے فرمایا دیکھو تمہاری اور انکی استعداد میں اتنا فرق ہے پھر ہلا انکی تعظیم کیوں نہ کیجا۔ دوسری مرتبہ حضرت شیخ نے تمام خدام کو حکم دیا کہ صحرے ہری گھاس لیکر آؤ سب کے سب حکم پاتے ہی لپکے اور جنگل سے ہری گھاس کھود کھود کر سروں پر رکھ کر حاضر ہوئے شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ آئے تو مستحی میں ذرا سی سوکھی گھاس دباے لاکر کھڑے ہو گئے پھر لوگوں نے انکی ہنسی اڑائی کہ سارے جنگل میں انکو ایک شئی ہری گھاس بھی نصیب نہوئی شیخ نے ان سے پوچھا تو عرض کرنے لگے حضرت کیا عرض کروں جس ہری گھاس کو توڑنا چاہا اسکو ذکر آئی میں شامل پایا بہت نہوئی کہ حق تعالیٰ کا ذکر میرے ہاتھوں قطع ہو ایک جگہ اتنی سوکھی گھاس پڑی تھی جو ذکر سے غافل تھی پہلے اس کو اٹھا لایا۔“

ایک بار ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سبب مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور زندگی سے یاس ہوئی تو بمقتضائے بشریت بچوں کی پیغمبر سنی کا تردد تھا انسی وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تشریف لائے سنہ اور فرماتے ہیں تو کا ہے کا فکر کرے ہے جیسے تیری

اولاد ویسی ہی ہیری۔ آپکو اطمینان ہو گیا شاہ صاحب کی اولاد سب عالم ہوئی اور بڑے مرتبوں پر پہنچے جیسے بھی صاحب فضل و کمال ہوئے ظاہر ہے۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے اب انکی اولاد میں بجز عبدالسلام غیر تعلیم یافتہ اور کوئی بھی نہیں۔

ایک بار فرمایا کہ جب مولانا اسحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کوئی شخص بیعت ہونے حاضر ہوتا تو یوں فرماتے کہ میں کچھ معلوم نہیں مولوی یعقوب صاحب کے پاس جاؤ انہوں نے نانا صاحب یعنی شاہ عبدالعزیز صاحب سے یہ سب سیکھا ہے سو باوجودیکہ شاہ اسحق صاحب ان باتوں سے صاف انکار فرماتے تھے مگر پھر بھی دیکھنے والوں نے دیکھا ہے کہ مولانا یعقوب صاحب سے مولانا اسحق صاحب ہی درجہ میں بڑھے ہوئے تھے اور اسکی وجہ نشر علم دین ہے۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ مولوی محمد یعقوب صاحب کو فن تعمیر میں کمال تھا ایک بار کسی شخص نے دہلی میں خواب دیکھا کہ فلان دروازہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ لوگ لئے جاتے ہیں اور اُس زمانہ میں مولانا محمد اسحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہجرت کرنے والے تھے مولوی یعقوب صاحب نے فرمایا بھائی صاحب ہجرت کرنے والے ہیں آپ کے ساتھ علم حدیث کا کھٹنا جنازہ کا کھٹنا ہے۔

ایک بار شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ مذہب اربعہ میں کون مذہب آپ کے مذہب کے مطابق ہے؟ فرمایا ”کوئی بھی نہیں“ پھر سلاسل اربعہ کو دریافت کیا اسکی بابت بھی وہی جواب ارشاد ہوا کہ کوئی بھی نہیں جب اس خواب کی خبر مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی تو اپنے شاہ صاحب کو پوچھ بھیجا کہ یہ خواب اضغاث احلام تو نہیں ہے؟ اسکے کیا معنی کہ سلاسل اربعہ اور مذہب اربعہ میں سے کوئی ایک بھی جناب امیر کے موافق نہ ہو؟ شاہ صاحب نے جواب لکھا کہ یہ خواب رویائے صالحہ ہے اور عید موافقت کا یہ مطلب ہے کہ من کل الوجہ اور ہر جزئیات میں کوئی مسئلہ اور کوئی مذہب آپ کے مذہب کے مطابق نہیں ہے اسلئے کہ ہر ایک مذہب مذہب صحابہ کا مجموعہ ہے کوئی مسئلہ حضرت صدیق کے مطابق ہے تو کوئی مسئلہ حضرت علی کے اور کوئی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور یہی حال سلاسل مشائخ کا ہے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا حضرت ملا نظام الدین لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ جب مرید ہوئے تو انکے پر محض اُمّی تھے ایک بار پر صاحب گھوڑے پر سوار ہوئے اور مولانا کے ہاتھ میں حقہ دیا اور تمام بازار میں پہرایا مگر

مولانا صاحب نے ابین جہ کمال اس خدمت سے مطلق انکار فرمایا اسکے بعد ایک اور بزرگ کا تذکرہ فرمایا
(غالباً شیخ جلال تھانی سری تھے) اُن کے مرید ایک خانصاحب تھے حضرت شیخ کی گھوڑی زمین باہر سے
لائی گئی اتفاقاً گھوڑی نے لات مادی اسپر خانصاحب کو غصہ کیا کہنے لگے "اقصیم وار شاد تو اور دن
کے لئے ہے اور گھوڑی دن کی لات ہمارے واسطے" شیخ کے کسی مرید نے یہ قصہ مذہب سے جا کا صاحب
خان صاحب گھوڑی لیکر حاضر ہوئے تو شیخ نے غصہ ظاہر فرمایا اور خانقاہ سے نکال دینے کا حکم دیدیا تمہارا
حکم حضرت شیخ کے خانصاحب نکال باہر کئے گئے ادھر خانصاحب کا بدلہ ہوا کہ روئے روئے بیتاب
ہو گئے اور جب اندر جانے کی کوئی صورت نہ پائی تو فرط عقیدت و محبت سے خانقاہ کی بدر میں گھس پڑے
اتفاق سے بارش ہوئی تو خانقاہ کا پانی رگ گیا لوگوں نے بانس سے نالی صاف کرنی شروع کی وہ نال
خانصاحب کے سر میں جا کر لگا اور پانی کے ساتھ خون بہنے لگا تب تو لوگوں کو تعجب ہوا اور فکر بھی کہ
کیا بات ہے نالی کو جو دیکھا تو اُمین خانصاحب کو سر گسائے پڑا پایا اسکی خبر حضرت کو دی گئی سنکر
حضرت شیخ کو رحم آگیا اور کمال شفقت شرف حضوری بخشا۔

ایک دن ارشاد فرمایا ایک بزرگ تھے جلا ہے ایک روز عصر کی نماز میں اُنکو دیر ہو گئی دوڑے ہوئے
کنوین پر وضو کے لئے پانی لینے گئے کنوین کے اندر لٹایا ڈول جو ڈالا تو پانی کی جلد چاندی سے بہا
ہوا نکلا اس بزرگ نے پھینک دیا اور جناب باری میں عرض کیا کہ مذاق نہ کرو مجھے تو نماز کو دیر ہوتی ہے دوبارہ
کنوین میں ڈالا تو سونے سے بہا ہوا نکلا پھر اسکو زمین پر دے پٹکا اور عرض کیا مذاق نہ کرو مجھے تو نماز میں
تاخیر ہوئی جاتی ہے اسوقت امام ہوا کہ میں نے یہ معاملہ اسلئے کیا کہ لوگ تجھ کو حقیر نہ جانیں۔

ایک بار ارشاد فرمایا حضرت یازید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی معمولی آدمی نے دریافت کیا کہ حضرت
پر کیا ہونا چاہئے اور مرید کیا ہے آپ نے خیال کیا کہ اگر علمی بحث کجائے تو یہ سمجھ گیا نہیں اور جواب دینا
ضرور ہے اسلئے فرمایا "اچھا کل آنا اسوقت بتائینگے" اگلے دن جب وہ شخص حاضر ہوا تو آپ نے ایک
خط اُسکے حوالہ کیا اور فرمایا اسکو فلاں شخص کے پاس پہنچا دو جب لوگ آؤ گے اسوقت ہماری بات کا جواب
دینگا "مکتوب ایہ وہاں سے تمہیں منزل پر تھا اور اُسکے یہاں ایک لڑکا تھا اور نہایت حسین جیل۔ شیخ نے
خط میں لکھ دیا کہ آئندہ ہمہ کی خوب خاطر کرنا علم پر تحلف مکان میں ٹھہرنا اور خاص اپنے لئے کو اسکی
خدمت گنداری پر مامور کرنا اور اسکو تاکید کر دینا کہ اسکے تعمیل حکم سے مرعوب نہ ہو کر جسے گناہ کا ترغیب بھی ہو

تو عذر نہ کرے ” اور اس ناسہ برو فرمایا کہ ٹھیک تیس دن میں مقام مقصود پر پہنچ کر اکتیسویں دن واپس چلنا
 شخص حسب حکم خط لیکر حیدر باتیس دن میں وہاں پہنچا اور خط حوالہ کیا مکتوب لیکر اسے کراست ناسہ کی پوری نقل
 کی جب اس شخص کو لڑکے سے خلوت میسر ہوئی اور طبیعت بھنگی تو مرتکب فعل ہونا چاہا فوراً ایک دھول لگی
 گویا خاص حضرت بایزیدؒ کا ہاتھ ہے معاً رک گیا اور نادم ہوا کہ کیا حرکت ہے اگلے روز وہاں سے جواب
 لیکر حیدر الشیخ کے پاس پہنچا اور کہا کہ حضرت اب میرے سوال کا جواب دیجیے فرمایا ” پیرایسا ہونا چاہئے
 جیسے نہین دھول لگی اور مرید ایسا ہو جیسا مکتوب لیکر یعنی پیر عین لغزش کے موقع سے بچالے اور مرید
 اپنے مرشد کا اتنا مطیع ہو کہ امثال سے سرمو تجاوز نہ کرے عام اس سے کہ آبرودنیوی جلائے یار ہے۔
 اسکے بعد اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ شروع فرمادیا یہ بھی فرمایا کہ جب میں قید خانہ
 میں تھا تو میری تین سال کے لئے تین ہزار کی ضمانت طلب ہوئی تھی چنانچہ تین شخص ضمانت ہوئے
 لیکن اگر زحمت منج تھا اس نے یہ کہہ کر کہ تینوں گنگوہہ کے باشندے نہین ہیں ضمانت نامہ منظور کر دی مامون
 صاحب نے قسم کھائی تھی کہ جب تک اسکو نہ چڑالو گنگوہہ نہ آؤ گنگا چنانچہ وہ سماعی تھے اسی اثنائیں
 ہمارے حضرت گنگوہہ تشریف لائے اور یہاں خبر تھی کہ میں اب رہا ہوا اب رہا ہوا حضرت نے فرمایا کہ اُسکے
 چھوٹے میں ابھی دیر ہے ہم اس سے مل آئے ہیں انہیں آیام میں کہ میں قید خانہ میں تھا خواب میں آپ
 تشریف لائے گویا میرے پاس تشریف رکھتے ہیں اور سبلی فرماتے ہیں پھر حضرت یہاں سے تشریف لیگئے
 اور میں ایک ماہ بعد چھوٹ آیا۔

ایک بار ارشاد فرمایا حضرت حافظ ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ سپاہی منش اور نہایت خوش مزاج
 آدمی تھے مجھے کمال الفت کرتے تھے ایک دفعہ جب وہ گنگوہہ میں تشریف فرماتے تھے تو ایک شخص نے
 انکی دعوت کی وہ کلڑ ہا ہا تھا آپ نے قبول فرمائی کچھ دیر بعد حافظ محمد راہیم صاحب ڈپٹی کلکٹر مال کے
 والد نے بھی التجا قبول ضیافت کی چنانچہ وہ بھی قبول کر لی ایک شخص نے کہا حضرت وہ پہلا ناراض ہوگا
 تو حضرت حافظ صاحب نے مسکنا کر فرمایا کہ ہم اسکا سنہ توڑ دیں گے اور کہا کہ وہ لاویگا کیا بیچ چہ روٹیاں اور
 پیالہ پھر وال سو یہ اتنے آدمیوں کو کافی نہ ہوگا ہم اسکا لایا ہوا بھی رکھ لیں گے اور دوسرے کا لایا ہوا بھی اور پھر
 کھا دیں گے۔ چنانچہ وہ کلڑ ہا ہا آتا تو بیچ چہ روٹیاں جو کی لایا اور ایک لوتے میں سیر بھر کے قریب درودہ حافظ
 صاحب نے اسکو کہہ لیا اور کلڑ ہا ہا کے کوڑھٹ کر دیا جب دوسرے شخص بھی کھانے آئے تو آپ نے

پہلا کھانا بھی نکلوا یا اور سب کو ملا کر کھایا۔

حضرت حافظ صاحب کے مزاج اور خوش مزاجی کے بہت قصے بیان فرمایا کرتے تھے ایک بار فرمایا حافظ صاحب کو چمپلی کے شکار کا بہت شوق تھا ایک بار ندی پر شکار کھیل رہے تھے کسی نے کہا ”حضرت ہمیں آپ نے فرمایا ”اب کے مارون تیری“

منشی محمد ابراہیم صاحب نے ایک بار دریافت کیا کہ حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے دیکھنے والوں میں سے اب بھی کوئی شخص زندہ ہے یا نہیں حضرت نے فرمایا بالفضل تو مجھے یاد نہیں بعد فکر بتلاؤں گا مولانا عبد الرحیم صاحب نے فرمایا کہ سہانپور میں ایک خشت فروش زندہ ہے حضرت نے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حافظ جانی ساکن انہٹہ نے مجھے بیان کیا تھا کہ ہم قافلہ میں ہمراہ تھے بہت سی کراستیں وقتاً فوقتاً حضرت سید صاحب دیکھیں مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسن صاحب رامپوری بھی ہمراہ تھے اور یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے سید صاحب نے پہلا جہاد مسمیٰ یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا تھا سید صاحب نے پہلے اپنا قاصد یار محمد خان کے پاس بھیجا وہ تنہا یار محمد خان کے پاس پہنچا اور پیغام سنایا اُس نے جواب دیا سید کمدے وہ کیوں عیث جنگ پر آمادہ ہے اُسکے لئے بہتر نہوگا اُسکے ہمراہی ایک ایک کر کے مارے جا دیں گے اور خود اس قاصد کے کوڑے لگوائے پھر واپس کر دیا اور پوچھا پھر بھی اگر سید تجھے بھیجے گا تو تو آئیگا ہا اُس نے کہنا ”ہاں پھر آؤں گا“ غرض قاصد نے واپس ہو کر سارا حال سید صاحب سے عرض کیا سید صاحب نے فرمایا اچھا تم ہی واپس جا کر یار محمد خان سے کمدو کہ ہم کو کیا زک دیگا تو خود پیشاب پیکر مر گیا۔ انختہ لڑائی ہوئی اور یار محمد خان کی فرج نے ہزیمت پائی۔ یار محمد خان بھی بھاگا اس اثنا میں اُسے تشنگی لاحق ہوئی جب پانی مانگا اور خادم نے جواب دیا کہ موجود نہیں ہے تو کہا ”شاشہ بیار“ یعنی پیشاب ہی لاؤ پیکر قتل ہوا۔

پھر کچھ عرصہ بعد کمرنگ سنگہ سپر نخبیت سنگہ والی لاہور سے لڑائی ہوئی جس میں بہت سے مجاہدین شہید ہوئے حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب و مولوی محمد حسن صاحب بھی وہیں شہید ہوئے البتہ میدان مجاہدین کے ہاتھ رہا جب لاشیں سنہالی گئیں تو سید صاحب اور اُن کے ساتھیوں کا پتہ نہ لگا لوگ تلاش میں نکلے اور ادھر ادھر جستجو کرنے لگے چند چند آدمی مختلف دیہات اور پہاڑوں میں جا کر ہونڈا

کرتے تھے اور کسی کو نہ ملتے تھے۔ گانون میں برابر پتہ ملتا چلا جاتا کہ یہاں تھے وہاں تھے۔ ایک شخص نے بیان کیا کہ مجھے سخت بخار تھا اسی حالت میں میں نے تینوں شخصوں کو جاتے دیکھا جن میں ایک سید صاحب تھے میں نے غل مچایا کہ حضرت آپ ہم کو کہاں چھوڑ گئے اور کیوں ہمیں علیحدہ ہو گئے؟ سب لوگ آپ کے اور براہ ہیں میرے غل مچانے پر حضرت سید صاحب نے منہ پھیر کر مجھے دکھا کچھ جواب دیا اور چلے گئے میں بوجہ سخت بیماری کے اٹھ نہ سکا غل مچایا کیا۔

دوسرے شخص نے بیان کیا کہ ہم انہیں دلوں سید صاحب کو ایک پہاڑ میں تلاش کر رہے تھے دفتر کچھ فاصلہ پر گر ٹھٹھاٹ سنا میں وہاں گیا تو دیکھوں کیا سید صاحب دران کے دو ہمراہی بیٹھے ہیں میں نے سلام و مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت کیوں غائب ہو گئے سب لوگ بغیر آپ کے پریشان ہیں مجبور ہو کر ہم نے فلاں شخص کو اپنا خلیفہ بنالیا ہے اور ان سے بیعت کی ہے اپنے اسپر تحسین کی اور فرمایا ہم کو اب غائب رہنے کا حکم ہوا ہے اسلئے ہم نہیں آسکتے“ اتنا فرما کر قافلہ والوں کی خیریت اور حالات پوچھے اور پھر روانہ ہو گئے میں نے بھی ہمراہ ہونے کے لئے عرض کیا تو منع فرمایا اور پھر کوشش کر کے جو میں نے پیچھے چلنا چاہا تو میرے ہاتھ پاؤں وزنی ہو گئے میں لو کھڑا کھڑا رہ گیا حیران اور مایوس تھا کہ یا اللہ کیسے چلون اور حضرت سید صاحب معہ ہمراہ بیان نظر سے غائب ہو گئے۔

تیسرے ایک اور شخص نے بیان کیا کہ سید صاحب کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے ہم ایک گانون میں ایک جگہ اترے وہاں دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ قبر جو ڈھنڈھنی ہوئی تازہ پڑی ہے اس کو سید صاحب بھی ڈھونڈ کر گئے ہیں کیونکہ اونچی تھی ادھر اُدھر دیکھا تو کمین پتہ نہ لگا۔

منشی محمد ابراہیم صاحب نے کہا سید صاحب تیرہویں صدی کے آغاز میں پیدا ہوئے تھے اور اب ۱۳۱۸ھ میں ممکن ہے کہ حیات ہوں انہوں نے جب لفظ ممکن کہا تو حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا بلکہ ممکن اور فرمایا کہ سید صاحب انہی میں بھی تشریف لائے میان صاحب بخش سجادہ نشین شاہ ابوالمعالی کے یہاں دعوت ہوئی تھی مولوی عبدالحی صاحب مولوی محمد سالار سے ملنے کو ان کے مکان پر گئے تھے مولوی محمد سالار نے قیام کا حال دریافت کیا تو صاحب بخش کے مکان پر قیام بنایا گیا مولوی محمد سالار نے کہا ”اس کافر کے مکان پر پھیر کر“ مولوی عبدالحی صاحب نے فرمایا وہ کافر نہیں ہے اور وجوہات میں کتب فقہ کا حوالہ دیا مولوی محمد سالار نے کہا ”مولوی صاحب یہ دہلی نباشد کہ کتاب منہ پر دے ماری یہ اتہم ہے“ مولوی عبدالحی صاحب دہر اُدھر

کی باتیں کر کے واپس ہوئے۔ گنگوہ بھی سید صاحب تشریف لائے تھے اور سکے کی سرائے میں قیام ہوا تھا۔ چند شخص یہاں شرفِ بیعت سے شرف بھی ہوئے تھے جن میں سے ایک شخص بیان کی مسجد میں رہتا تھا۔ بڑا ہی متبع سنت تھا اسکی عادت تھی جب رمضان شریف گزر چکا تو لوگوں سے کہدیتا بھائیو ایک برس کی بڑی زندگی اور کل آئی لوگ ہنساکرتے کہ ہر رمضان کے بعد یوں ہی کہدیتا جو حتیٰ کہ رمضان کی سات تاریخ کو انتقال کیا۔ سید صاحب ناؤتہ بھی تشریف لے گئے تھے وہاں بھی بہت سے لوگ مرید ہوئے ایک مرید نے بیان کیا "میری آنکھوں میں پھر رہا ہے کہ سید صاحب مسجد جامع کے وسطی دروازہ میں کھڑے ہیں نہایت نکمیل جمیل تھے اور آپ اپنے اپنی پگڑی اتار کر ایک سر اپنے ہاتھ میں لیکر باقی بیعت کرنے والوں کو پگڑا دی لوگ بار بار دوسرے سے تک اسکو کھڑے ہوئے تھے اور پگڑی کھنکجورے کی شکل معلوم ہوتی تھی کیونکہ دونوں طرف سے اسکو تھامے ہوئے تھے۔

سید صاحب نے حیدر رسالت اور اتباع سنت پر لوگوں سے بیعت لیتے تھے اور بس۔ سید صاحب اتباع سنت کے لئے از حد تاکید فرمایا کرتے تھے اور بدعت کے سخت ماحی اور مخالف تھے مولوی عبدالحی صاحب سے ایک دن فرمایا اگر کوئی ام مخالف سنت مجھے ہوتا دیکھو تو مجھے اطلاع کر دینا" مولوی صاحب نے کہا حضرت جب کوئی مخالف سنت فعل آپ سے بعد لیا دیکھیکے زدہ آپکے ساتھ ہوگا ہی کہاں بائینی ہمراہی چھوڑ دینگا۔ ایک دفعہ یاد کر سچ سید صاحب نے شادی کی تھی نماز میں کچھ دیر سے آئے مولوی صاحب نے سکرت کیا کہ شاید تیری شادی لی وہ سنہ اتفاق کہ پور دیر ہوئی اگلے دن پھر وہاں ہی ہوا کہ سید صاحب کو اتنی دیر ہوگئی کہ تکبیر اولیٰ ہو چکی تھی مولوی عبدالحی صاحب نے اپنے پیچھے لایا کہ میرے لئے کچھ کما کر عبادت آئی ہوگی یا شادی کی عشرت سید صاحب چپ ہو رہے اور اپنی صفائی نہ کرنا کیا پھر نماز میں اپنے معمولی طریق پر تشریف لائے گئے۔

سرا یکبار ارشاد فرمایا کہ سید صاحب نے اپنے پیچھے عظیم آباد سے کوئی شخص تین ہوتا تھا جوڑے کرتے کے طیار کر کے بھیجا کرتے تھے کہ حضرت ہر روز نیا جوڑہ زیب تن فرماؤں لیکن غائب ہونے سے کچھ دن قبل فرمایا کرتے تھے کہ لوگو اگر میرے ہر روز جوڑہ بدلتا ہوں لیکن اگر خدا یہ ہو کہ میں کبلی پہنوں اور بھینس کے گوبر میں دھنسن جاؤں تو بندہ کا دم سنہ راخصی برضا ہو۔ اس کلمہ کو بار بار کچھ کچھ دنوں میں فرمایا کرتے آخر ایک مرتبہ افغان نے کہا "کیا ہم سے تم جدا ہونا چاہتا ہے یا کیا معاملہ ہے کہ بار بار ایسا کلمہ کہتا ہے" سید صاحب نے فرمایا کہ واقعہ میں بندہ کو خدا کے نیکو کی تعمیل میں بہر حالت مستعد رہنا چاہئے۔

ایک بار فرمایا مولوی احمد حسن صاحب امر وہی جو سید صاحب کے ہمراہ تھے ان کا یہ حال تھا کہ ایام سرما میں جب اُن کے پاس گھر سے رزائی بچھونا جاتا تو اپنے اعضا سے کہتے کہ تم ان میں آرام لو گے؟ ان میں رہو گے؟ لیکن میں جب خوش ہو چکا کہ تم میں سے ہر عضو خون میں بہا ہوا خاک میں رُلتا ہوا اور بالآخر ٹوٹی ہوا ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ سید صاحب کسی شہر میں گزرے ایک کبھی خوبصورت اپنے دروازہ پر کھڑی تھی سید صاحب گھوڑے پر سوار جا رہے تھے آپ نے جو ایک نظر اُسکی طرف دیکھا اور پھر چلے گئے تو وہ رندی بے تحاشا ڈوری اور گھوڑے کے قدموں میں گر پڑی کہ حضرت برائے خدا مجھے افعال ناشائستہ سے تو بہ کر اُڑاؤ اور معیت کرو“ حضرت نے توبہ کر لی اور اُس سے دریافت کیا کس سے نکاح کرنا چاہتی ہے؟ اُس کا کوئی آشنا تھا اُس نے اُسکی نسبت کہا اُس شخص نے انکار کر دیا تب اُسی وقت قافلہ والوں میں سے کسی شخص کے ساتھ حضرت نے اُسکا نکاح کر دیا اور قیام گاہ پر پہونچ کر فرمایا کہ لوگو جو کچھ تم نے دیکھا اس پر تعجب نہ کرنا اگر کوئی شخص اس سے زیادہ بھی اپنا اثر دکھائے مگر ہو خلاف سنت ہرگز ہرگز اُسکا اعتبار نہ کرنا۔

ایک دن ارشاد فرمایا ہنگام قیام نانوتہ میں سخی غلام حسین شیعوں کا مولوی تھا وہ بھی سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ایک مکان میں بیٹھے تھے جب وہ اندر آیا تو آپ متوجہ نہ ہوئے اُسپر جون ہی اثر پڑا تو وہ بد نصیب جو تیان بھی وہیں چھوڑ کر بھاگا کہ شخص سید بڑا جادوگر ہے اور جب تک سید صاحب نانوتہ میں مقیم رہے وہ جنگل میں رہا کیا شہر میں نہ آیا۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں ایک بار فرمایا کہ کثرت میں شیعوں کا مجتہد لباس بدکر سید صاحب کے پاس آیا مولوی اسماعیل صاحب موجود نہ تھے کہیں سیر سپائے گو گئے ہوئے تھے مجتہد نے اکر کہا مجھے چند مسئلے دریافت کرنے ہیں سید صاحب نے فرمایا لو چھو مولوی جلدی صاحب کا قاعدہ تھا کہ سائل کا سوال سُن کر ذرا سکوت فرماتے پھر جواب دیتے تھے چنانچہ حسب عادت مولوی صاحب نے مجتہد کو جواب دیا مجتہد نے کہا اس بیان سے تو کچھ تسکین نہیں ہوئی چلتے ہیں مجتہد صاحب سے دریافت کرینگے کیونکہ وہ ان پورے طور پر تسکین ہو جاتی ہے یہ سکر فوراً اٹھ کر چلے یا گو یا الزام لگایا کچھ دیر بعد مولوی محمد اسماعیل صاحب آئے اور معاملہ معلوم کیا تو افسوس کرنے لگے کہ ہم نہوئے مولوی اسماعیل صاحب کشیدہ قامت سپاہیانہ وضع پر رہتے تھے ایک دن بلا اطلاع مجتہد صاحب کی مجلس میں جا پہونچے اور کہا ”جو کچھ سُنیں کی صحبت اکثر رہتی ہے اور وہ لوگ مختلف سوالات پوچھا کرتے ہیں

چنانچہ چند سوال دقت طلب تھے اُنکا جواب دریافت کرنا چاہتا ہوں مجتہد صاحب نے نہ پہچانا اور کہا کہ پوچھ مولوی اسماعیل صاحب نے سوال شروع کئے مجتہد چچا راجو جواب دیتا اُسکو رد کر دیتے حتیٰ کہ وہ ساکت ہو کر مولوی صاحب اُنکے کمرے ہوئے اور کہا کہ چلین سید صاحب ہی دریافت کریں وہ پورے طور سے تسکین کر دیں گے اور تسلی وہیں جا کر ہوتی ہے اتنا کہہ کر چلے گئے جب باہر نکل آئے تو مجتہد کو معلوم ہوا کہ مولوی محمد اسماعیل تھے سخت افسوس کیا اور اپنے لاجواب ہونے پر کمال نادم ہوا۔

ایک بار مولوی محمد اسماعیل صاحب پالکی میں جا رہے تھے ایک طالب علم نے کمرہ زمین سے متعلق ہیئت کا مسئلہ دریافت کیا آپ نے بلا تکلف اپنی سٹھی یا نہ کہہ کر فرض کر کے اُسکو سمجھا دیا۔

مولوی محمد حسن صاحب لاہوری کے متعلق فرمایا کہ وہ بہت نازک مزاج تھے اور قافلہ میں نازک مزاج نہ ہونا مشکل تھا فذاسی کوئی بات اُنکے خلاف مزاج ہو جاتی تو کھانا نہ کھاتے مولوی محمد اسماعیل صاحب نے جو یہ حال معلوم کیا تو ایک دن بالغرم اُنکو اپنے پاس بٹھایا اور جب کھانا آیا تو رومال میں ناک سنک کر رومال کو دریغ لیا مولوی محمد حسن صاحب فوراً اُنکے کمرے ہوئے اور کھانا نہ کھایا دوسرے وقت پھر کھانا آیا تو مولوی اسماعیل صاحب نے اُنکا ہاتھ پکڑ کر پھر اپنے پاس بٹھالیا اور بدستور رومال میں ناک سنکی اور اس مرتبہ اتنا اور زیادہ کیا کہ اُنکو دکھا کر اُسکو مل بھی دیا اسپر مولوی صاحب نفرت کر کے پھر اُنکے کمرے ہوئے اور یہ وقت بھی فاقہ گذارا تیسرے وقت پھر وہی صورت پیش آئی مولوی محمد حسن صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب اگر آج آپ کھانے میں ملا بھی دیں گے تو بھی آج ضبط نہیں ہو سکتی چنانچہ کھانا کھایا مولوی اسماعیل صاحب نے فرمایا مولانا قافلہ میں آپ کی نازک مزاجی مجھ نہیں سکتی اسلئے یہ کیا گیا۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ مولانا اسماعیل صاحب شہید اور حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہما کا یہ مشرب تھا کہ حدیث صحیح غیر منسوخ کے مقابلہ میں کسی کے قول پر عمل نہ کرے اور جہان حدیث صحیح غیر منسوخ نہ ملے تو مذہب حنفی سے بڑھ کر کوئی مذہب محقق نہیں ایک بار یہ دونوں حضرات لکھنؤ تشریف لے گئے تھے وہاں پہونچ کر اہل ہند پرچ کی فرضیت کا مسئلہ بیان فرمایا لکھنؤ کے علماء ان کے مخالف ہوئے اور دلیل کپڑی اُن ضعیف فتویٰ رواتوں کی جن میں دریائے شور (کہ مابین ہندو و حجاز حائل ہے) محل امن طریق کھانا عرض یہ بات ٹھیری کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول دونوں فریق فیصلہ سمجھیں چنانچہ اہل لکھنؤ نے شاہ صاحب کو لکھا وہاں سے جواب آیا کہ ان دونوں صاحبوں کو میرا قائم مقام سچو اور فقیر کی راہ بھی ہی ہو کہ اہل ہند پرچ فریق کی

ایک مرتبہ ارشاد فرما شاہ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کے صاحبزادے تھے اور مجذب تھے ایک بار جمع مسجد دہلی میں اکبر خان غیر مقلدی کا بانی وعظ کر رہا تھا جمعہ کے بعد حضرت مولانا محمد عمر صاحب اُسکے پاس وعظ سننے کو تشریف لیچے لوگوں نے کہا بھی کہ حضرت غیر مقلد ہے آپ نے فرمایا ”پھر کیا ہوا قرآن“ حدیث رسولؐ ہی تو بیان کرتا ہے“ عرض شاہ صاحب مراقب ہو کر وعظ میں بیٹھ گئے جب تک وہ حدیث پڑھتا رہا خاموش بیٹھے سنتے رہے ایک حدیث کے بعد اکبر خان کی جو شامت آئی تو اُس نے کہا ”اگر ابو حنیفہ بھی ہوتے تو اس حدیث کا مطلب ہم نہیں سمجھا دیتے“ بہلا شاہ صاحب میں کہاں تاب تھی آپ نے سر اٹھا کر فرمایا ”تو ابو حنیفہ کو مطلب سمجھا تا جبکہ مقلد بنید و شبلی جیسے ہو گئے“ اُن کو ایک دھول اُسکے سر پر ایسی لگائی گئی کہ اُس کا عامہ اڑ گیا حند بنگالی طالب علم جو اکبر خان کے متقلد کے ہمراہ تھے شاہ صاحب کے مقابلہ کو تیار ہوئے تو اکبر خان نے روکا کہ نہیں نہیں صاحبزادے ایک بار شاہ محمد عمر صاحب جارہے تھے اندھیری رات تھی پُورہ والے نے ٹوکا کہ کون جاتا ہے؟ شاہ صاحب نے کچھ جواب نہ دیا پُورہ والے نے پھر پوچھا کون ہے؟ تب فرمائے گئے ”مجھے معلوم نہیں تھا آفتاب نکلا ہوا“ اس جواب پر پُورہ والے نے مارنا شروع کیا کسی نے اتفاق سے پہچان لیا اور کہا ارے یہ تو مولانا محمد عمر صاحب ہیں اسپر پُورہ والے نے بھی ہتھ لگی کہ حضرت میں نے پہچانا تھا شاہ صاحب نے فرمایا ”کچھ نہیں میان کچھ نہیں“ اور چلے گئے۔

ایک مرتبہ حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا غدر کے زمانہ میں ایک مجذب صاحب تھا نہ بیون میں تھے جب مولوی رحمت اللہ صاحب کی گرفتاری کا حکم ہوا اور ان کا ارادہ ہجرت کا ہوا تو لوگوں نے کہا کہ مجذب صاحب ذرا مشورہ لینا چاہئے چنانچہ اُنکی خدمت میں گئے اور عرض کیا انہوں نے فرمایا رجاؤ کچھ نہیں ہوگا اُسکے بعد مزید اطمینان کیلئے مولوی رحمت اللہ صاحب پھر اُن کے پاس گئے تب مجذب صاحب فرمائے گئے ”جلا جا بہان نہیں رہ سکتا اُن کو“ اسی چھوڑی بات نہیں بھائی اور اپنے والد صاحب کا نام لیکر کہا کہ میں روپیہ انکی طرف سے اور پھر روپیہ میری طرف سے تجھے ملے رہینگے“ پس مولوی رحمت اللہ صاحب نے بھی ہجرت کا قصد کر لیا اور اُس تاریخ سے نور وہیم ماہ اور انکو برابر لاکھ اسمین کھینچی فتور واقع نہیں ہوا مولوی ولایت حسین صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر مجذب صاحب کے کہنے کے موافق ہو تو رحمت اللہ صاحب ہندوستان میں رہ جاتے تو کچھ دارو گیر نہیں ہوتی؟ حضرت نے ارشاد فرمایا ہاں کوئی صورت ہرات کی جانب نکلتی ایک بار ارشاد فرمایا کہ حضرت مرشد ناہاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھو تشریف لائے میری لڑکی کی عمر کوئی تین سال کی تھی حضرت نے اُسکے ہاتھ میں پانچ روپیہ شہرینی کے دے میری لڑکی نے وہ روپیہ لیکر حضرت کے قدموں میں رکھ دیئے پھر دیئے اُس ایسا ہی کیا ہر چند حضرت نے پھسلا لیا کہ تو تو میری بیٹی ہے لے لے مگر اُس نے مانا ہی نہیں حضرت نے فرمایا آخر تو فقیر کی بیٹی نہیں

ہی ہے اسکے بعد یہ دعا فرمائی ”ایں دختر صاحب نصیب است و بیچ عمرتے در دنیا نہ بند و الا زاد صالح
خواہ شود“ اسکے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا الحمد للہ میری لڑکی کو دنیا کی محبت بالکل نہیں ہو۔
ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جب میں اُستادی مولانا ملوک العلی صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت
میں پڑھتا تھا میرے تمام بدن کے اوپر خارش نکل آئی۔ میں ہاتھوں میں داستانہ پہنکر سبق پڑھنے کیلئے
حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اُن ایام میں بھی ایک دن سبق نافعہ نہیں کیا۔ ایک روز حکم زیادہ
خارش میں مبتلا دیکھ کر حضرت اُستادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”میان رشید تمہارا تو وہ حال ہو گیا بقول شخصے“

لیکن و خیل آرزو دل بحسب مدعا دہم | تن بہر دلغ داغ شد سنبہ کجا گنجائیم

ایک بار ارشاد فرمایا کہ ایک شخص حضرت امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت
میں اسمِ عظیم سیکھنے آیا ہوں آپ نے اُس سے وعدہ فرمایا اور کہا کہ فلاں دن فلاں دریا کے کنارہ پر
مجھے ملنا چنانچہ وہ شخص وعدہ پر آیا اور تجنی سیکھنے اسمِ عظیم کا ہوا آپ نے فرمایا اس دریا میں جا اور میرا
نام لیتا رہ وہ شخص حسبِ الارشاد دریا میں گمسا اور اپکا نام لیتا رہا یہاں تک کہ پانی نافت سے اوپر آگیا
اور یہ شخص بہت کر کے بڑھتا ہی رہا آخر جب بیچ دھار میں پہنچا تو لگا ڈوبنے اُس پریشان حالی میں آئے
امام کا نام لینا تو چھوڑ دیا اور بے اختیار زبان سے نکلا اللہ اللہ چنانچہ اللہ کو پکارتا ہوا دریا سے بالا اُڑ گیا
اُس وقت حضرت امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا کہ اسمِ عظیم یہی نام مبارک اللہ اللہ ہے بشرطیکہ سطح
دل سے نکلے جیسا ابھی ڈوبتے وقت تیری زبان سے نکلا تھا اس قصہ کے بعد حضرت امام ربانی
قدس سرہ نے ارشاد فرمایا تو میان راہ خدا میں خلوص کا ہونا ہی کوئی بات ہے۔

ایک بار ارشاد فرمایا میرے اُستاد حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ بہت بڑھا
ہوا تھا سیکڑوں مرید تھے اور اُن میں اکثر امرا اور بڑے آدمی تھے مگر آپ کے ہاں اکثر فاقہ ہوتا تھا
ایک روز آپ کے ہاں کئی روز کا فاقہ تھا خادمہ کسی بچہ کو گود میں لئے ہوئے باہر نکلی بچہ کے چہرہ پر بھی فاقہ کے
سبب پٹم رکھی تھی اتفاق سے مفتی صدیق الدین صاحب کین سے تشریف لاتے تھے بچہ کا چہرہ مچھایا
دیکھا تو خادمہ سے پوچھا بچہ کیسا ہے اسکا رنگ کیوں متغیر ہے؟ اُس نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا حضرت
کے ہاں کئی وقت سے فاقہ ہے مفتی صاحب کو سخت صدمہ ہوا اُسی وقت گھر پہنچ کر خادمہ کے
ہاتھ دیکھ کر سوچا یہ روانہ کئے اور لکھا کہ یہ آمدنی فیس کی نہیں ہے بلکہ خواہ ہے قبول فرمائیے۔

حضرت شاہ صاحب نے واپس فرمادے اور کہنا بھیجا اگلی تخواہ ہی کمان جائز ہے؟ یہ تو ہوا اس کے بعد شاہ صاحب کو فکر ہوا کہ فاقہ کاراز کس طرح ظاہر ہوا تحقیق سے معلوم ہوا کہ خادمہ نے کہدیا تھا آپ نے اسکو بلایا اور فرمایا نیک بخت اگر فاقہ کی برداشت نہیں ہے تو اور گھر دیکھ لو گھر خالی ہے ہمارا زافشا نکرو۔ ایک بار آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اور میرے گھر کے لوگوں نے فاقے اٹھائے مگر الحمد للہ میں نے کبھی قرض نہیں لیا۔

ملفوظات

دریاست مجلس شاہ درباب وقت و شناس

ہاں اے زبان رسیدہ وقت تجارت آمد

ایک دن حضرت امام ربانی قدس سرہ چار پانی پر لیٹے تھے طبع کچھ ناساز تھی مولانا حکیم سہو احمد صاحب آئے اور مزاج پرسی فرمائی کسی قدر درویش بائیں ساق میں بیان فرمایا اور اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا ایک میاں بخی کو لڑکوں نے بیمار بنا دیا تھا لڑکوں نے صلاح کی کہ آؤ آج کی چھٹی لین صبح کو لڑکے لڑکا آیا اس نے کہا میاں بخی صاحب آج طبیعت کیسی ہے؟ میاں بخی نے کہا ابھی ہے کچھ دیر بعد دوسرا آیا اس نے بھی پوچھا میاں بخی صاحب آج مزاج کیسا ہے کچھ ہوا اتر اتر ہوا سا ہے میاں بخی نے اسکو بھی ہرٹک دیا پھر تیسرا آیا اس نے بھی ناسازی طبع کے آثار بیان کئے اور مزاج پوچھا تو میاں بخی جواب خیال بد لا چپ ہو گئے پھر چھوٹی دیر بعد چوتھا آیا اس نے بھی کہا کہ میاں بخی صاحب آج کچھ ہوا اتر اتر ہے طبیعت کیسی ہے پے در پے ان باتوں سے میاں بخی صاحب اچھے خاصے بیمار ہو گئے اور لڑکے رہے لڑکوں نے اُستاد کو صاحب فراش بن کر چھٹی منائی اور خوب کھیلے اب جو کوئی آوے میاں بخی صاحب فرماؤ میں طبیعت ابھی نہیں دوست آشنا نبض دیکھیں تو کچھ بھی نہیں سبکین جی آپ تو اچھے ہیں تندرست آدمی خواہ مخواہ کو بیمار کیوں بننے ہیں مگر میاں بخی کو یقین ہی نہ آوے آخر بمشکل یقین آیا اور اُٹھ کر بیٹھے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ مولوی مظہر حسین صاحب کے دادے ایک بھولے آدمی تھے اُن کے لڑکے عبدالرحمن نے جنگی قبر دیوار غزنی احاطہ خانقاہ کے قریب ہے ایک دن کہد مضام کی سٹائل یا اٹھائیں تھی اپنے والد سے کہا اباجی میں نے چاند دیکھا انہیں یقین آگیا اور کہتے پھرے لو بھی

چاند ہو گیا کل کو عید ہے لوگوں نے کہا مولوی صاحب غضب کرتے ہو بلا شائیں یا اٹھائیں کو
بھی چاند دکھائی دیتا ہے؟ وہ بولے کہ میرا عبدالرحمن جھوٹا نہیں اسکی بالی نگاہ ہے دیکھ لیا ہوگا۔

ایک بار اسی طرح حضرت امام ربانی استراحت فرما رہے تھے اُسدن آپکی داہنی ٹانگ میں درد کی
تکلیف تھی نشی ابراہیم خان صاحب حاضر ہوئے اور مزاج پرسی کی فرمایا داہنی ٹانگ میں کسی قدر درد
ہے اور دوا بنیکی عادت کے سبب جو لوگوں نے ڈال دی ہے اور یہی تکلیف ہوتی ہے اسکے بعد اُشاد
فرمایا مولوی محمد بخش صاحب اسپوری رحمۃ اللہ علیہ میرے استاد تھے جب وہ حج سے واپس آئے تو
لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت ہمارے لئے بھی دعلی تھی مولانا نے فرمایا کہ ہاں گالیان بھی دینی
اور بد دعا بھی کی تھی لوگوں نے کہا کہ حضرت یہ کیوں آپ نے فرمایا جب میں واپسی میں ہماز پر ہمارا ہوا
اور کوئی تم میرے بدن دبانے والا نہ ملا تو مجھے سخت تکلیف ہوئی ہر ای سب برابر کے تھے دوا تاکس
اُسوقت بہت بُرا ہلا تم لوگوں کو کہا کہ نہ عادت ڈالتے نہ ایسا ہوتا۔

ایک شخص نے دریافت کیا کہ بچے جب چار پائی یا مونڈھے پر بیٹھے ہوئے پیر ہلانے لگا کرتے
ہیں تو انکو منع کرتے ہیں کیا یہ کوئی شرعی بات ہے؟ حضرت نے فرمایا انہیں کچھ بھی نہیں بہتیری
باتیں محض بے اہل بھی مشہور ہو گئی ہیں مثلاً ننک جو گر جاتا ہے تو کہا کرتے ہیں کہ پلکون سے چُٹنا
پڑ گیا اور یہ ایسی بات ہے کہ قریباً سب ملکوں میں مشہور ہے پورب شمال دکن کی طرف بھی شائع
ہوئی مولانا حکیم سعود احمد صاحب نے فرمایا اور حضرت یہ جو مشہور ہے کہ مور جب ناچتا ہے تو اُسکی اُنکھ سے
قطرات ٹپک پڑتے ہیں جسے اُسکے گرد کی مود نیان چک لیتی ہیں اور حاملہ ہو جاتی ہیں اور اس طرح
انکھ سے دیتی ہیں؟ آپ نے فرمایا اسکو حضرت علیؑ نے ایک بیان میں غلط فرمایا ہے۔

ایک مرتبہ آپ کے پوتے صاحبزادہ میان سعید احمد حاضر خدمت ہوئے آپ نے کمال شفقت
انکو اپنے پاس بٹھالیا۔ وہ اپنی خواب جو بھی دیکھی تھی بیان کرنے لگے حضرت نے فرمایا جب خواب
پریشان دیکھا کہ تو قل اعوذ برب الناس قل اعوذ برب الفلق پڑھ کر اپنے پردہ کر لینا چاہئے اُسکے بعد
ارشاد فرمایا نشی خلیل احمد کا لڑکا بہت خواہن دیکھا کرتا تھا اور مجھے بہت محبت رکھتا تھا چپک کے
مرض میں جب وہ قریب الموت تھا تو ذرا فاقہ ہوئے پر اُس نے اپنے والدین سے کہا کہ حضرت کو
بلا دو تو میں اچھا ہو جاؤ گا چنانچہ میں طلبہ کو سبق پڑھا رہا تھا کہ گاڑی آئی۔ کھانا کھانے کے بعد میں آئے

دیکھنے کو گیا کچھ دیر بیٹھ کر واپس آیا بعد میں اُس نے کہا کہ میں اب چھا ہو گیا اور پھر ہی مرض میں مری گیا۔ ایک دن میان سعید احمد سلمہ ربکی بکری گولریان چرتی پھرتی تھی حضرت نے ارشاد فرمایا ایک قصبہ میں ایک شخص کے یہاں بکرا ایل رہا تھا اُس کا نام تھا سنگلا لوگ اُس کو بلا خیال کرتے تھے وہ ایسا قوی اور زور آور تھا کہ زمین سے بانڈوں کی دوکان پر چڑھ جاتا اور دوکانوں سے نیچے کود جاتا یا تار کی ایک دوکان سے مقابلہ والی دوسری دوکان پر جا کو دتا اور سنگلا سنگلا کر کے بلانے پر فوراً پاس چلا آتا فوج کے بعد اُس کے پیٹ سے ایک پتھر نکلی تھی جس کو حجرۃ التیس کہتے ہیں اور میت میں زمین کام آتی ہے چنانچہ میرے بھورال نے کاٹ کھایا تھا تو اُس میں ذرا سی استعمال کی گئی اور نافع پایا۔

ایک دن امدادیہ کا ذکر کرتا تھا حضرت نے فرمایا اہمپور میں ایک شخص نے ادھر ادھر سے چندہ کے طور پر جمع کر کے مسجد بنائی تھی مسجد تو بن گئی لیکن کنواں سار پر نہ بیٹھتا تھا اور برابر جل نکلتی آتی تھی اس شخص کو بڑا فکر تھا کہ روپیہ تو رہا نہیں اور کنواں درست ہوتا نہیں یا اللہ کیا کروں ہا ایک روز یہی سوچ کرتے کرتے رو پڑے اور روتے روتے غنودگی سی آگئی تو دیکھا حضرت تشریف رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تسلی رکھا ایک شخص کا تیرا کام کر دیکھا پھر انکوشفی سی ہو گئی اگلے روز ایک شخص لمبا حٹنگا کسی گاؤں کا آیا اُس نے دریافت کیا کہ یہاں کوئی کنواں بن رہا ہے ہا میں کچھ خرابی ہے ہا انہوں نے اُس کو کنواں دکھلایا اور مزدوری کے لئے کہا اُس نے کچھ معمولی سی محنت کی اور جلد سر کٹے مورخ وغیرہ منگا کر بیٹھ گئے بنوائے اور خود کنوین میں اتر کر دو تین جھام لکھائے اور بیٹھ گئے کام میں لایا اور جلد مکمل آیا لوگ کہتے تھے کہ وہ کنواں بالکل سار پر جا بیٹھا اور اچھا خاصہ بنا ایک بار شی محمد ابراہیم خان صاحب نے سورہ توبہ کے اول یا فوج میں بسم اللہ پڑھنے کے لئے دریافت کیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کچھ حج نہیں اور بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ بیان فرمائی کہ یہ صحیح طور سے نہیں معلوم ہوا کہ یہ سورہ اپنے ما قبل سورہ کا جزو ہے یا جدا گانہ مستقل سورہ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا تھا۔

حضرت علیؑ سے وہ دعا منقول آج عوذ باللہ من غلاب لانا الخ پھر ذکر کرتے کرتے ولایت کے باشندوں اور وہاں کی اشیاء کے قوی ہونیکا ذکر کیا تو فرمانے لگے کہ علیؑ وہ میں ایک شہر دار تھے اُن سے کلکڑ کو محبت تھی شہر دار نے صاحب سے ایک دن سبیل تذکرہ کہا کہ نسبت گوروں کے

افغان زیادہ ترقی ہوئے ہیں صاحب کو اسپر اعراض ہوا تو شستر دار نے تجربہ کرانے کے لئے ایک افغان کو بلایا جو بازار میں ہینک بیچتا اور معمولی خرید وخت کرتا پھر ہاتھ اور اس سے گورے کیساتھ زور آزمائی کے لئے کہا پھر مقابلہ ہونے تک اُسکے کھانے کی غور برداشت کرتا رہا اور صاحب نے ایک خاص قسم کے گورے کو جو قوت میں اس قوم کے اندر مشہور ہیں آمادہ کیا کہ افغان کا مقابلہ کر عرض دن مقرر ہو گیا وقت مقررہ پر افغان اور گورہ مقابل ہوئے افغان نے کہا چہ تم ہمارے ایک ٹکٹا مارو گورے نے پوری طاقت سے ایک ٹکٹا افغان کی پیڑی پر مارا لیکن افغان کو وہ کچھ یوں لگا محسوس ہوا افغان نے پھر کہا کہ دوبار مارو تا کچھ علوم ہو گورے نے پھر کمال قوت سے ایک اور ٹکٹا مارا جس سے افغان کا پھرہ سُرخ ہو گیا اور اُسکو غصہ آ گیا اب افغان نے ایک ٹکٹا گورے کے سر پر اس زور سے مارا کہ سر کی کھوپری ٹپک گئی اور گورہ مار گیا شستر دار نے بلدق سے افغان کو وہاں سے رفو چکر کر دیا کہ دارو گیر سے محفوظ رہے۔

ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ سہارنپور کی بڑی سرائے میں ایک افغان گھوڑوں کا تاجر اُترا ہوا تھا اُسکے پاس ایک جیٹروس سا گھوڑا بندھا تھا ایک شخص کو خبر ہوئی تو اُسے اور اُس گھوڑے کو ہاتھ پاؤں کا قوی لیکن بھدا سوچکر افغان سے کہا کہ یہ گھوڑا تیس روپیہ تک ہمیں دیدو گے یا نہیں؟ سو اگر نہ کہما کہ جتنے گھوڑے میرے ساتھ آپ دیکھتے ہیں یہ گھوڑا ان سب سے قوی ہے اور میں نہ تو اسکو دانہ دیتا ہوں اور نہ اچھا لکھا اس ہی دیتا ہوں تب بھی یہ اتنا تیز رو ہے کہ میں یہاں سے دیوبند کے پڑاؤ پر سارے گھوڑوں کو تنوع سامان علی الصبح روانہ کر دوں گا اگر میں خود یہاں سے چار پانی پیکر دن چڑھے اسپر سوار ہو کر نپوں گا لیکن وہاں وہ گھوڑے پہنچے ہی ہونگے کہ میں پہنچ جاؤں گا سو اس قوت و طاقت پر میں اسے تیس روپیہ میں کیونکر بیچ سکتا ہوں؟ ایک دن ملا شمس الدین نے دریافت کیا کہ حضرت جو لوگ آندھی اُتر جانے کے لئے عمل پیر ہیں یہ کیسا ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جیسے اور امراض کے لئے ادویہ اور اواراد ہیں ویسے ہی یہ بھی ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں جائز ہے۔

منشی محمد حسین صاحب نے ایک بار درود تلخ کے پڑھنے کی بابت دریافت کیا کہ کیسا ہے حضرت نے فرمایا کہ بتیرے درود وغیرہ لوگوں نے بنا لئے ہیں اور خود انکی اسنادیں لکھ رکھی ہیں بانی کچھ نہیں لکھ سکتا ہی نہیں

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ شاہ احمد سعید صاحب سے میں سبق حدیث پڑھ رہا تھا شاہ صاحب کی خدمت میں ایک سہارنپوری بغرض سلام حاضر ہوئے شاہ صاحب نے فرمایا میان تم مولوی ہدایت احمد صاحب گنگوہی کو بھی جانتے ہو وہ کمان بین انہوں نے عرض کیا کہ حضرت انکا تو انتقال ہو گیا یہ رشید احمد انکا لڑکا موجود ہے حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ لویہ تو کج سے ہی معلوم ہوا کہ یہ انکا لڑکا ہے اسکے بعد حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا کہ شاہ عبدالغنی صاحب و شاہ احمد سعید صاحب میرے اوستاذین اور میرے حال پر میرے اولاد عنایت فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کہ میرا دادہ شاہ عبدالغنی صاحب سے بیعت ہونے کا تھا مگر پھر حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہو گیا۔

ایک دن کسی شخص نے بیعت کی تمنا کی آپ نے چاروں خاندان میں بیعت فرمایا اور اوسنوں تعلیم کئے نماز کی تاکید فرمائی اور اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ میں صرف درمیانی واسطہ ہوں تم حضرت حاجی صاحب کو مرشد جانتا اور لوگوں کے حسن ظن کے سبب مجھے بھی امید مغفرت ہے پھر حضرت حاجی صاحب کی بیعت کا تذکرہ فرمایا کہ حضرت کو خواب میں بشارت ہوئی کہ اس شخص سے مرید ہو جاؤ اور انکی صورت بھی دکھائی گئی حضرت کا عزم اسوقت شاہ سلیمان صاحب کو ذمہ شریف والوں سے بیعت کا تھا چنانچہ اس خواب پر حضرت رگ رہے اور تلاشی ہوئے کہ وہ کون شخص ہیں حتیٰ کہ ایک شخص کی راہبری سے حضرت میاں بخی نور محمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے میاں بخی صاحب نے فرمایا کہ بھائی خواب و خیال کا کچھ اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ اس سے حضرت حاجی صاحب کی ارادت اور بھی زیادہ ہو گئی اور خواہش بیعت کرنے پر فوراً میاں بخی صاحب نے بیعت کر لیا حلیہ ٹھیک ہو گیا جو خواب میں نظر آیا تھا اور پیش رفتے دادا پیر حضرت عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی ضمن میں حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بھی آیا کہ انکو میاں بخی صاحب نے بہت انتظار دکھا کر اور خوب جلیج پرتال کر کے عرصہ بعد مرید کیا۔

اس قصہ کے بعد منشی ابراہیم خاں صاحب نے مولوی عبدالحق مابٹھوی کا ذکر کیا کہ وہ بھی تو اپنے کو حضرت حافظ صاحب ہی کا مرید بتلاتے ہیں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ہی اُسکو حافظ صاحب سے مرید کیا اور سفارش کی اور اب وہ ہمارے بزرگوں کا منکر اور ہمارا مخالفت ہے حضرت حافظ صاحب سے ایک دفعہ وہ کچھ ذکر کا بتی ہوا تو فرمایا کہ جتنے دو تو باتیں ہی کسائی ہیں ایک

بارہ شب دو سہری اور۔ اور تو ساری رات پڑا گوز مارے جائے اور خواہش کرو وظائف و اوراد کر سیکھنے کی ایک مرتبہ حکیم صدیق احمد صاحب نے دو شخصوں کی نسبت دریافت کیا کہ وہ کس سے بیعت ہیں؟ آپ نے فرمایا بڑے حضرت حکیم صاحب نے عرض کیا کہ انکا آپ سے بیعت ہونا ان سب تھا کہ آپ قریب تھے حضرت نے فرمایا نسبت بڑوں سے ہی ہونا بہتر ہے اس پر منشی محمد ابراہیم صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ جو مشہور ہے استاد شیخہ پاس اور کام آوے اس پس قریب کو چھوڑ کر بعید سے کیوں منتسب ہو؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ گو وہ بعید ظاہری طور سے ہوں لیکن امداد قریب ہی ہوتے ہیں اور مثل میں حضرت بایزید بسطامی کا اور اپنے قید خانہ کا قصہ نقل فرمایا (جنکو حکایات کے عنوان میں درج کیا گیا ہے) اسکے بعد منشی صاحب نے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کا پتہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا مکہ معظمہ بارہ آبا بخدمت حاجی امداد اللہ صاحب اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ حضرت کی عمر اب پچاسی یا چھیاسی سال کی ہے اور میری بہتر سال کی میری پیدائش ۱۲۸۸ھ ہجری کی ہے حضرت میں اور مجھ میں تیرہ یا چودہ سال کی کمی بیشی ہے۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ جب ہمارے حضرت بخلا سے واقع پنجاب میں مقیم تھے اور باغیان غدر کی تفتیش و دار و گیر ہو رہی تھی تو ایک شب کسی نے خبری کر دی کہ حضرت ایک شخص کے صہیل میں مقیم ہیں کلکٹر ضلع خود سوار ہو کر شب کو قریب نیم شب دروازہ صہیل پر موجود ہوا اور کوڑا کھلوانے چاہے۔ بڑے بھائی نے جو مالک مکان تھے انگریز سے کہا کہ آپ اس وقت کیوں تکلیف فرمائی انگریز نے گھوڑا دیکھنے کا بھانڈ کر کے کہا کہ کیوار کھو لو چنانچہ کوڑا کھولے گئے دیکھا تو بستر لگا ہوا تھا اور سب سامان لیٹنے کا درست تھا لیکن حضرت نہ تھے ادھر ادھر دیکھا کہ میں پتہ نہیں مالک مکان سے پوچھا کہ یہ بستر کس کا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے چھوٹے بھائی کا ہے۔ خوف کے مارے پشاب خطا ہو گیا لیکن انگریز نے اور کچھ نہیں پوچھا اور گھوڑے کو دیکھتے ہوئے واپس ہو گیا۔ غالباً حضرت کو کشف سے یہ حال آمد انگریز کا معلوم ہو گیا ہو گا کہ پہلے سے تشریف لے گئے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ علماء دین کی توہین اور اُن پر طعن و تشنیع کرتے ہیں قبر کے اندر انکا منہ قبلہ سے پھر جاتا ہے بلکہ یہ فرمایا کہ جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ غیر قلعہ دین چونکہ ائمہ دین کو برا کہتے ہیں اسلئے انکے پیچھے بھی نماز پڑھنی مکرہ فرمائی۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ کسی مسجد میں ایک ولایتی مراقبہ کیا کرتا تھا ایک شخص مسجد میں سوتا تھا اور انکی ناک سے خرائٹ کی آواز نکلتی تھی ولایتی صاحب نے فرمایا آواز مت نکالو ہمارے مراقبہ کا حج ہوتا ہے اس شخص کی آنکھ کھل گئی آواز منقوت ہو گئی تھوڑی دیر کے بعد پھر نیند غالب ہوئی اور وہی خرائٹ کی آواز آنے لگی پھر ولایتی نے منع کیا آخر جب کئی بار ایسا ہوا تو ولایتی کو غصہ آگیا اور پھری سے اس پر پیچھے کا گلا کاٹ دیا اور کہا ہمارے مراقبہ میں حج ڈالتا ہے ساری مسجد خون سے آلودہ ہو گئی۔

ایک بار کوئی مسافر مسجد میں آکر ٹھہرا مگر حضرت نے ملا سرب کے بعد حضرت کے ایک خادم کی زبانی انہوں نے کہلا بھیجا کہ اگر اجازت ہو تو حاضر ہوں حضرت نے جواب دیا جی چاہے تو آدین آخر دوسرے دن جبکہ مجمع حاضر خدمت تھا وہ مسافر آئے اور بیٹھ گئے حضرت امام ربانی اس وقت پہلے مریدوں کے خلوص عقیدت و ارادت کا تذکرہ فرما رہے تھے اسی سلسلہ میں ملا نظام الدین لکنوی اور شیخ جلال کے مرید خان صاحب کا تذکرہ فرمایا اسکے بعد اتباع شریعت کی ترغیب شروع فرمادی اور چند قصے اور ننگوں کی حکایتیں بیان فرمائیں بعد مغرب یہ مسافر مولوی ولایت حسین صاحب سے کہنے لگے کہ مولوی صاحب تو یہ چاہتے ہیں کہ میں انکی خدمت کروں مگر خدمت کروں تو کس امید پر کروں جب خود ہی فرماتے ہیں کہ مجھے کچھ نہیں آتا اور میں نے دو خواب دیکھے تھے جنکی وجہ سے میں گنگوہہ آیا ایک تو یہ کہ گویا میں مولوی صاحب کو برا کہہ رہا ہوں کہ مولوی صاحب تشریف لائے اور مجھے پھری سے ملا دوں گی خواب یہ دیکھی تھی کہ ایک جگہ مولوی صاحب بھی ہیں اور حضرت حاجی صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں حضرت حاجی صاحب مولوی صاحب کے یوں فرما رہے ہیں کہ اسکی طرف توجہ کرنا چاہئے آخر یہ مسافر بے نیل مرام واپس ہو گئے۔

اگلے دن حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا کہ کل کی باتیں اگرچہ سیکھ گئیں مگر مقصود وہ ہے جسے اس مسافر کا ایک مرتبہ اور تذکرہ ہوا تو فرمایا کہ آدمی تو خوش عقیدہ ہے اس پر مولوی ولایت حسین صاحب نے انکی گفتگو نقل کی تب حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا میان کوئی سیکھنے کے طور پر آؤ تو بتایا جاوے۔ ایک بار ارشاد فرمایا کہ بعض مشائخ نقشبندیہ نے ذکر خفی کے لئے اس قدر تہذیب کو ضروری فرمایا ہے کہ اس جگہ چڑیوں کی آواز بھی نہ ہو اور ذکر جہر کرنے والوں کو ان باتوں کی حاجت نہیں ہے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ آدمی جب بزرگوں کے قہقہے سنتا ہے تو اسکا بھی دل ہی چاہتا ہے کہ

ماسون تھے دنیا میں بہت منہمک تھے مگر اب نشاء اللہ انکی مغفرت ہو گئی۔“

ایک مرتبہ انکی مجلس شریف میں ریل کا تذکرہ ہوا بلوی ولایت حسین صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت ریل جائز ہے ؟ فرمایا اسکی دو قسم ہیں ایک سے تو خواص اشیاء دریافت ہوتی ہیں اور دوسری سے مغیبات کا علم حاصل کیا جاتا ہے اول قسم جائز ہے اور دوسری ناجائز مگر دیکھو کبھی اسمین پر تانہیں اس کے بعد ایک آیت سورہ رد عد کی پڑھی اور فرمایا کہ اس آیت سے بقاعدہ ریل کی کیا کٹھنٹھتا ہے پھر کہ کیا کا تذکرہ فرمایا اسی ضمن میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مکہ معظمہ میں سید قاسم صاحب یک بزرگ سید صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں تھے اچھے بزرگ تھے جب میں اُن سے ملا تو مجھے وہ فرمایا لگے کہ جیسے سید صاحب کے شامل دہڑیوں سونا بنایا ہے تم سیکھ لو اور میان صاحب یعنی حضرت حاجی صاحب لکھو حافظ احمد حسین یعنی حضرت کے ہتیجے کو لیتے آؤ دونوں کو بتلوں جیسے جاکر حضرت سے عرض کیا کہ حافظ احمد حسین کو اُن کے پاس مت بھیجے کیسا کہ پیچھے خواہ خواہ تباہ ہو جاویگے۔ ایک بار ارشاد فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے نسبت صلاح کی تعلیم تھی اور اُن سے مولانا یعقوب صاحب کو بہونچی مکہ معظمہ میں اس کے سیکھنے کے لئے ہمارے حضرت حاجی صاحب مولانا یعقوب کی خدمت میں تشریف لے گئے اور میں اسوقت حاضر نہ تھا اسلئے حضرت کے شامل نہ کیا اسکے بعد جب میں حضرت سے ملا تو میں نے اسکی حقیقت بیان کر دی حضرت حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا تمہیں مولانا یعقوب صاحب کے پاس جانکی حاجت نہیں۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حضرت میاخی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں ایک خان صاحب تھے ہمارے حضرت حاجی صاحب کے شامل حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی مرید بھی خان صاحب سے ملنے گئے مگر خان صاحب کو خبر نہ تھی کہ وہ کس کے مرید ہیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خان صاحب پوچھنے لگے کہ یہ کس کے مرید ہیں انکے ساتھ تو میرے میان کا ہاتھ معلوم ہوتا ہے حضرت نے فرمایا یہ حافظ ضامن صاحب کے مرید ہیں اس قصہ پر بعض خدام نے حضرت امام ربانی سے عرض کیا تو پھر ہمارے ساتھ بھی میاخی صاحب کا ہاتھ ہوگا ؟ فرمایا ہاں کیا عجیب ہے آخر تم بھی تو انھیں کے مرید ہو میں تو فقط واسطہ ہوں۔

ایک بار تہذیب اخلاق کا تذکرہ تھا فرمایا حق تعالیٰ جسکے دل سے کبر نکال دے تو سب کچھ ہے

اسکے بعد ارشاد فرمایا میں تھا وہ بہن میں تھا اور بہت سے آدمی میرے پاس بیٹھے تھے ایک خالص صاحب کا نام لیکر فرمایا کہ وہ بہت سیدھے آدمی تھے اُسی مجلس میں مجھے پوچھنے لگے کہ مولوی صاحب ٹھیک کہتے تھے آدمی جو تمہارے پاس بیٹھے ہوئے ہیں پاس سے کچھ تمہارے دل میں بڑائی تو نہیں آئی میں نے کہا خالص صاحب سچ کہتا ہوں اسکا کچھ بھی خیال نہیں خوش ہو کر خالص صاحب فرماتے لگے ہاں تب ٹھیک ہے۔

ایک دن کسی شخص نے زیارت قبور کے لئے سفر کا حکم دریافت کیا کہ جائز ہے یا ناجائز ہے آپ نے فرمایا اسمین علماء کا اختلاف ہے بندہ فیصلہ نہیں کر سکتا مولوی محمد نجی صاحب کا خیال ہوا کہ عدم جواز کا فتویٰ دیا جائے حضرت ارشاد فرمایا آدمی خود جس طرح چاہے عمل کرے مگر وہ سرورِ نبویؐ کی کجیائے۔ ایک روز مولوی ولایت حسین صاحب نے عشرہ کا مسئلہ دریافت کیا کہ مالک زمین پر بھی واجب ہے یا صرف کاشتکار یا ٹھیکہ دار پر فرمایا اسمین امام صاحب و امام محمد رحمہما اللہ کا اختلاف ہے اور مفتی یہ دونوں قول ہیں دونوں میں جبر چاہئے عمل کرنے مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضور کے نزدیک کون قول اربع ہے؟ فرمایا امام کا مذہب کیونکہ قاضی خجستہ اَلَا دُخْ تو مالک کے پاس نہیں جاتا اس کے بعد عشر کی نسبت یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بڑی برکت کی چیز ہے۔

ایک مرتبہ مولوی محمد حسن صاحب نے دریافت کیا کہ تکفیر و رافضیہ کے باب میں کیا رائے ہے؟ فرمایا ہمارے اساتذہ تو شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے براہِ تکفیر ہی کے قائل ہیں بعضوں نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے اور بعضوں نے مرتد کا مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی کیا رائے ہے؟ ارشاد فرمایا میرے نزدیک تو ان کے علماء کا فرہین اور جہل فاسق۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ میں تراویح پڑھا کرتا تھا اور پیچھے مولوی محمد یعقوب صاحب اور مولوی محمد نظر صاحب بھی تھے مجھے ایک جگہ غلطی ہو گئی مگر ان دونوں میں سے کسی نے بھی نہ ٹوکا ہر ایک اس خیال میں رہا کہ غلط ہوتا تو دوسرے صاحب ٹوکتے۔

جس زمانہ میں فیصلہ ہیئت مسئلہ کا ہنگامہ ہوا تھا ارشاد فرمایا کہ ہندوستان میں لوگوں کی بات بھی نہیں تھی عرب سے تو اب عجیب عجیب خبریں آتی ہیں اصل یہ ہے کہ جیسا لوگوں نے کہا حضرت نے اسے مان لیا ایک حاجی کا نام لیکر فرمایا وہ بیان کرتے تھے کہ ہم مکہ معظمہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر

ہوئے تو اس وقت کسی نے ایک استقبالیہ کیا جس میں صعوبات سفر کی بنا پر عورتوں سے سقوط
رج کا بیان تھا اسکی وجوہات سنکر حضرت بھی مہر کر دیئے کو طیار تھے مگر جتنے روکا اور عرض کیا کہ اس قسم
کے واقعات ان لوگوں کو پیش آتے ہیں جنکو صحت و بخل کی وجہ سے ضروری اخراجات میں بھی کمی کرنا
مذہب ہے اس وقت حضرت ر کے اور مہر نہیں فرمائی اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر اس وقت کوئی ذر و کتا تو حور
سے حج ہی ساقط ہو چکا تھا شہوی کا درس ہوتا ہے امین سب طرح کے لوگ اور سب قسم کی باتیں ہوتی
ہیں اسی میں کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے جتنے کئی بار حضرت کو لکھا کہ سائل میں آپ گفتگو نفر ماوین البتہ حقانیت
جو اسکے اہل ہوں انکے سامنے بیان فرمائے جاویں اسی ضمن میں حضرت امام ربانی نے ارشاد
فرمایا کہ رام اور کنہیا اچھے لوگ تھے پھلون نے کیا کیا بنا دیا۔

مولوی حکیم حیات علی صاحب نے ایک مرتبہ خواب عرض کیا کہ میں نے اپنے آپکو بالکل ننگا دیکھا
فقط ایک لنگوٹی باندھے ہوئے ہوں حضرت نے ارشاد فرمایا بس لنگوٹی ہی کی کسر ہے اسکے بعد ارشاد
فرمایا کہ سالک کے لئے دو قسم کا خواب محمود ہے یا تو اپنے آپکو ننگا دیکھے قطع تعلقات پر دال ہے یا خوب
لنگتا ہوا کرتے دیکھے۔

کسی شخص نے دریافت کیا کہ اس زمانہ میں امام المسلمین کون ہو چکا ہے چنانچہ اہل اسلام کو ضروری ہوا ارشاد فرمایا
ایک دن مجلس شریفین میں دین مہر کا تذکرہ تھا مولوی ولایت حسین صاحب نے کہا کہ یہاں تو لاکھ
لاکھ روپے مہر کے مقرر ہوتے ہیں مگر لینے اور دینے والوں میں کسی کو لینا یا دینا مقصود نہیں ہوتا حضرت
نے ارشاد فرمایا یہاں جو کچھ آخرت میں تو بگستاخاں کا اللہ عزوجل اتنی عذوبت سے غلبتہ الدین۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے شکایت کے طور پر کہا کہ ملا مراد صاحب مظفر نگری یہاں حضرت کی خدمت
میں حاضر نہیں ہوتے دیوبند حاجی صاحب کے پاس جاتے ہیں حضرت نے ارشاد فرمایا کیا مضائقہ ہے
آدمی کو جہاں فائدہ معلوم ہوتا ہے وہاں جایا ہی کرتا ہے ہاں انکار ہونا چاہئے۔

مولوی حیات علی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک رات انکھ کی لٹی لٹتے ہوئے کسل معلوم ہوا اور
یہ دوسو گندرا کہ خدا جانے قبول ہوتا بھی ہے یا نہیں ہاں اسی دوسو میں انکھ لگ گئی اور میں سو گیا
میں علی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ایک آیت پڑھ رہے ہیں اسی وقت انکھ گھل گئی
خواب کو حضرت امام ربانی کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا کہ آدمی جب تک ایسے کوئی کام کرتا ہے تو قبول ہوا ہی ہے

ایک بار آپ کے ارشاد فرمایا کہ جب اولیٰ بن گئے تین کیا تو ذی الہ کی رویت بدال استغیث فی البعد
کو ہوئی نہیں تھی شہادت کی رو سے حج ہوا مجھے اس شہادت رویت میں شبہ رہا اور ملل ہوا کہ
اتنی تو سعادت فراٹھانی اور کچھ بھی حج درست ذوالآفاق سے اس سال تیرہ تاج کو چاند گرہن
اس وقت تیس فیصدین بنی ہو گیا کہ حج بالکل نہیں ہوا کیونکہ چاند گرہن ہمیشہ چودہ یا پندرہ تین نہیں ہوتا ہوا
اتفاق سے ایک دفعہ میں رامپور سے آتا تھا کہ چاند تیس کا تین نے دیکھا اور تیرہ کو چاند گرہن ہوا
اس وقت میں نے جانا کہ تیرہ کو بھی چاند گرہن ہوتا ہے اور یہ سچ صحیح ہوا۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ دہلی میں شاہ جہاں نے صاحب کی خدمت میں جب میں بڑھا کرتا تھا
جہاں پر سیر اکھانا مقرر تھا وہاں میں خود لینے جایا کرتا تھا راستہ میں ایک مجذوب پڑے رہا کرتے تھے
میں پڑھنے کی طرف استعداد شغولی تھی کہ درویش کیا کسی چیز کی طرف بھی طبیعت کو التفات نہ تھا ایک
روز وہ مجذوب مجھے بولے کہ مولوی تو کمان جایا کرتا ہے میں نے عرض کیا کھانا لینے انہوں نے کہا
میں تجکو دو لون وقت اس طرف جاتا دیکھتا ہوں کیا راستہ دوسرا نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا
دوسرا راستہ بازار میں ہو کر ہے وہاں ہر قسم کی چیز پر نگاہ پڑتی ہے شاید کسی چیز کو دیکھ کر طبیعت کو
پریشانی ہو مجذوب نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تجھے خیر کی تکلیف رہتی ہے میں تجکو سونا بنا بنا تاؤ
تو میرے پاس کسی وقت آؤ میں اس وقت تو خانہ خانی کا اقرار کیا یا خانہ نقاہ ہو چکر پڑے تھے میں نے
یہی نہیں رہا وہ دوسرے دن وہ مجذوب پھر ملے اور کہا مولوی تو آیا نہیں میں نے کہا کہ مجھے پڑھنے
سے فرصت نہیں ہوتی ہے جمعہ کو آؤ مجھا الغرض تبہ آیا اور اس دن ہی کتاب وغیرہ دیکھنے میں مجھے
یاد نہ رہا اور وہ پھر ملے پھر انہوں نے کہا کہ مولوی تو وہ دیکھ گیا تھا اور نہیں آیا میں نے عرض کیا
کہ مجکو یاد نہیں رہا آخر دوسرے جمعہ کا وعدہ کیا اور اسی طرح کئی جمعہ بھولا آخر ایک جمعہ کو وہ مجذوب
خود میرے پاس خانقاہ میں آئے اور مجھے شاہ نظام الدین صاحب کی درگاہ میں لے گئے وہاں
ایک گھاس مجھے دکھائی اور مقامات بتائے کہ فلاں فلاں جگہ یہ گھاس ملتی ہے اور مجھے کماؤ
دیکھ لے میں نے اچھی طرح پہچان لی آخر وہ تھوڑی سی توڑ کر لے لے اور میرے حجرہ میں آکر مجھے
سلسلے بٹھا کر اس سے سونا بنایا۔ سونا بنگیا اور میں بھی بنانا جانگیا وہ مجذوب مجھے ہر مکہ کر اسے
بیکرا اپنے کام میں لایا وہ اپنے مقام کو چلے گئے۔ مجھے کتاب کے مطالعہ کے آگے اتنی جہالت کہ

تھی کہ اسکو بازار میں بیچنے جاؤں آخر دوسرے دن وہ مجذب پھر ملے اور کہا کہ مولوی تو نے وہ سونا
 بیچا نہیں خیر میں ہی بیچ لا دوں گا۔ دوسرے وقت آئے اور میرے پاس سے وہ لے گئے اور پھر
 انکی قیمت منجھوا دی۔ پھر ایک روز وہی مجذب ملے اور فرمایش کی کہ مولوی ہمارے واسطے امرود
 میں دو پیسہ کے امرود لیکیا اور انکے سامنے رکھ دئے انہوں نے ایک امرود انہیں سے ہاتھ میں لیا
 اور ہنسنے لگے امرود کو دیکھتے جاتے اور یوں کہتے جاتے تھے کہ تجھ کو تو مولوی ہی کھاویگا اسکے بعد
 وہ امرود منجھو دیا میں نے جو ہاتھ میں لیا تو وہ نہایت گرم تھا اسوقت میرے ذہن میں آیا کہ اگر تو فی
 یہ امرود کھا لیا تو مجذب ہو جائیگا اسلئے ڈر گیا اور کھایا نہیں چپکایا امرود کو ہاتھ میں لئے اٹھ کر چلا
 اور لا کر اپنے حجرہ میں رکھ دیا پھر بھول گیا دس بندہ دن کے بعد جو نگاہ پڑی اور اٹھا کر دیکھا تو وہ
 امرود بدستور ویسا ہی تازہ معلوم ہوتا تھا کسی قسم کا تغیر نہ آیا تھا بلکہ وہ گرمی جو اسوقت تھی اب بھی
 موجود تھی (اسکے بعد یاد نہیں حضرت نے کیا فرمایا شاید یوں کہا تھا کہ اُس امرود کو کسی شخص نے کھا
 تھا اور وہ مجذب ہو گیا تھا) ایک روز وہ مجذب پھر آئے اور کہنے لگے کہ مولوی میں یہاں سے
 جاتا ہوں تو میرے ساتھ چل اور اُس بوٹی کو پھر دیکھ لے غرض پھر مجھے ساتھ لے گئے اور سلطان جی
 صاحب میں وہ بوٹی پھر دکھائی اسکے بعد کہیں چلے گئے۔

ایک بار اُنکی داڑھ میں درد تھا فرمانے لگے میں سمجھتا ہوں کہ اگر داڑھ اکھڑا دوں تو تکلیف
 جاتی ہوگی مگر ہمت نہیں پڑتی یہی حال اہل دنیا کا ہے کہ دنیا کی تھوڑی مشقت نہیں برداشت کرتی
 اور آخرت کے مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں۔

ایک بار فرمایا جیسے جیسے لڑکے بڑے ہوتے ہیں آدمی خوش ہوتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ روزِ برفدا
 زندگی کے دن کم ہوتے جاتے ہیں اور موت سے وہ قریب ہوتا جاتا ہے۔

ایک بار ارشاد فرمایا میں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب عروس کی صورت
 میں ہیں اور میرا اُن سے نکاح ہوا ہے جو سطحِ زن و شوہر میں ایک کو دوسرے سے فائدہ پہونچتا ہی
 اسی طرح مجھے اُن سے اور انہیں مجھے فائدہ پہونچتا ہے انہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف
 کر کے عینِ مرید کیا اور ہم نے حضرت سے سفارش کر کے انہیں مرید کر دیا حکیم محمد صدیق صاحب نے فرمایا
 نے کہا اَللّٰہُ جَالٌ قَیُّوْمٌ عَلَی الْفَسَادِ آپ نے فرمایا ہاں آخر انکے چونکی تربیت کرتا ہی ہوں۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب دہلوی نے ایک بار دریافت کیا حضرت قبر میں شہید رکھنا یا زندہ رکھنا
 حضرت نے فرمایا ہاں مگر میت کے کفن میں نہ رکھیے بلکہ زندہ رکھ دے اس پر حضرت مولانا نے
 عرض کیا اس سے کچھ فائدہ بھی ہوتا ہے حضرت نے ارشاد فرمایا ہاں ہوتا ہے اسکے بعد فرمایا
 کہ شاہ غلام علی صاحب حمہ اللہ علیہ کے کوئی مرید تھے ان کی قبر میں شاہ صاحب کا جوتا تھا اقل
 کے وقت انہوں نے شاہ عبدالغنی صاحب حمہ اللہ علیہ کو نو سو سال کی قبر پر لے کر دیکھا تو فرمایا
 رکھ دے جائیں چنانچہ حسبِ وصیت رکھ دے گئے اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ لو میں زندہ رہتا تو
 استہزاء کما کئے جوتوں میں کتنا غلیظ لگا ہوا تھا اور کوئی پوچھتا کہ یہ کیا ہے اس پر شاہ صاحب نے
 فرمایا اگر فیصل نایاب نہ تھا تو ہمیں دلیل سے سمجھا دیتے استہزاء اور شہ فحش کیا عبادت تھی سو اب تم لوگوں
 کے پاس کبھی نہ بیٹھوں گا اور دستور یہ تھا کہ نماز جمعہ کے بعد یہ لوگ بدین بٹھیا کرتے تھے اس کے
 بعد شاہ صاحب کے کسی شاگرد نے ضربِ لٹعال علی رسول الجہال رسالہ لکھا ائمین تانا و سنا
 وغیرہ مثنوی اللہ عنہم سے ثابت کیا کہ تبرکات بزرگان کو قبر میں لٹالینا ناجائز ہے اس رسالہ کو دیکھ کر
 مسکین نادام ہوئے۔

مولوی ولایت حسین صاحب فرماتے ہیں علامہ مین بندہ بارادہ تجرید حیات حاضر آستانہ ہونا حضرت
 کی ہمت نہ تھی جب لوگ مر رہے ہوتے ان کے ساتھ میں بھی آہستہ آہستہ کلمات تو یہ کہتا جاتا تھا ایک دن
 حضرت ارشاد فرماتے لگے میں نے ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تجرید حیات کیلئے
 عرض کیا تھا مگر منظور نہیں فرمایا اس پر بندہ نے عرض کیا کہ میں اپنی وطن سے باہر ارادہ پلا تھا حضرت نے
 فرمایا ہاں مولویوں کے خیالات اسی قسم کے ہوتے ہیں۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ جس زمانہ میں ہم پڑھتے تھے اُس زمانہ میں عربی پڑھے ہوں کی بڑی
 قدر تھی منصفی اور صد الصدوی وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے علمائے ملت تھے چنانچہ ہمارے ساتھ تھے
 پڑھے ہوئے اکثر لوگ بڑے بڑے علم و دین پر لوگوں کے ناموں صاحب نے میرے لئے بھی میری
 مگر میں نے منظور نہیں کیا اس پر مامون صاحب نانوش ہوئے جب وہ سمجھ گئے کہ یہ انگریزی ڈگری
 ہرگز نہ لے سکتا تھا انہوں نے پیچھے ہٹتے ہی میسر کیا اور ایک رئیس کے ہاں تسلیم پر لڑ کر ادا کیا وہ صاحب
 کی سفارش سے زبانِ خوب قدر کثرت ہوئی مگر ہم چند ہی روز میں لڑ کر ہی چھوڑ کر چلے آئے تھے احمقوں

میں صاحب صاحب صاحب صاحب صاحب

صاحب سمجھ گئے کہ اسے کچھ کرنا نہیں ہے پھر مجھے کچھ نفرمایا اور ناخوش بھی نہیں ہوئے اسکے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اسی خاتہارین عمر گذر گئی اور حق تعالیٰ نے سب کچھ دیا۔

ایکبار کسی شخص نے سوال کیا کہ کسی قبر پر شیر بنی لیجانا اور کسی بزرگ کی فاتحہ دیکر تقسیم کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ آپ نے ارشاد فرمایا اگر نام خدا ہے اور ایصالِ ثواب ہی مقصود ہے تو کچھ قیاحت نہیں اور اگر پیر کے نام ہے عیسائے کثر جمال کرتے ہیں وہ حرام ہے اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت اگر ایصالِ ثواب ہی مقصود ہو تو ہر جگہ سے ممکن ہے قبر ہی پر کون ضرورت ہے کہ کوئی چیز بھیجی جاوے آپ نے فرمایا خیر وہاں خادم رہتے ہیں اچھا ہے انکو ہی دیدیجائے اسمین کیا قیاحت ہے؟ یہ جواب دیکر ارشاد فرمایا کہ ایکبار ایک شخص حضرت شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر کچھ شیر بنی لایا اور مجھے فاتحہ کے واسطے کامین نے دریافت کیا کہ یہ ٹھکانی اللہ کے نام کی ہے؟ اُس نے کہا نا صاحب پیر کے نام کی ہے۔ میں نے کہا جامر دو دھلا جا۔

ایکبار کسی شخص نے طلاق کے متعلق کوئی مسئلہ دریافت کیا تھا اسکا جواب دیکر قصہ نقل فرمایا کہ ایک واعظ صاحب یہاں تشریف لائے بڑے زور شور سے وعظ فرماتے رہے ان کے اہل و عیال بھی انکے ہمراہ تھے ایک روز اپنی بیوی کو طلاق دے بیٹھے اور اس زور سے کہ دور تک آواز پہنچی لیکن اسکے بعد علیحدگی نہیں کی بلکہ ساتھ رہتے رہے ایک دن میرے پاس بھی آئے میں پوچھا کہ طلاق دینے کے بعد جواز کی صورت آپ نے کیا اختیار کی واعظ صاحب بولے میں نے تلاق (ت) سے دی ہے طلاق (ط) سے نہیں دی مجھے غصہ آگیا میں نے کہا کہ اگر اخیر میں غ بھی ملا دیجائے تو کیا غمی تمہارے موافق فیصلہ دیکتا ہے یہ سکر وہ حضرت گلوہ ہی سے چلے گئے۔

ایک مرتبہ مولانا ولایت حسین صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت نماز میں درود شریف کے اندر لفظ سیدنا کا ملانا چاہئے یا نہیں؟ حضرت نے فرمایا ہاں مولوی صاحب نے عرض کیا کہ کسی روایت میں لفظ سیدنا پایا نہیں گیا حضرت امام ربانی نے فرمایا اگرچہ جناب سولہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ سیدنا فرمایا ہو مگر میں ہی ملاؤں گا کہ ملائین اسکی ایسی مثال سمجھ جائیں جس سے بیعت ہوا تو بیعت کے وقت حضرت حاجی صفا نے فرمایا کہوئے امداد اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی میں نے کہا جناب حاجی امداد اللہ صاحب کے دست مبارک پر بیعت کی اُوقت جناب مولوی شیخ محمد صاحب بھی موجود تھے فرماتے تھے آج سجدہ شخص آج باہر نہیں آئے لوگ کوئی کامدار کرتے تھے ہندو اور اللہ کے ہاتھ پر بیعت

عمیات

ہونا ہی تھا کہ میں نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کو اپنی پریشان حالی سے مطلع کیا تو وہ فرمایا کہ
 کے لئے پشیمانی نہ کرنا کہ جو خداوند تعالیٰ نے تم پر اپنی رحمت کا نزول فرمایا ہے اس لئے مسخ
 نہ چہاں ہو جانے والے آفت رسیہ و انہی اور مالوس و نامید بنانے والے بیماروں اور فکر مندوں کی بھی
 و سنگیری فرمایا کرتے تھے۔ اگرچہ ان روین و ابغلی آپ کو طبیعتاً کمزور و نالوار تھی اس لئے کہ آپ کا منصب
 رفیع ارشاد و تربیت باطنی اور ہدایت و معالجہ روحانی تھا مگر چونکہ اس عالم دنیا میں کالبد خالی کا روح
 کے ساتھ باطنی تعلق ایسا وابستہ کیا گیا ہے کہ کثرت و ترقی روح کے اسباب میں ہم کی تدریجی و رفع احزان
 و الام کو بہت تدریج و خاص نفسیہ اس لئے بطرح زمین کی نباتات اور یونانی ادویات کے ذریعہ سے
 آپ کا جسمانی معالیف فرمایا اور طبیعت کو ہم پر جو شانہ و غیسانہ پلا قطع نظر نفع رسانی و علاقہ کے روحانی
 تربیت و اصلاح کا ذریعہ بننے کے سبب آپ کے منصب ارشاد کا مقدمہ بھی اسی طرح تعویذات و نقوش
 اور عملیات و اذکار کے واسطہ سے مخلوق کو بقدر ضرورت اپنی طرف کھینچنا اور ان کے قلبی الطینان
 و سکون کا سبب بنکر اپنا منصب شہداء و اصلاح قلب کی فکر کرنا اور باطنی تربیت سے انکو مدد و لاشریک
 کے دروازہ ہانا انہی آپ کے مرتبہ رفیع اور ذلیلہ مفوضہ کی تہید ہے۔

مذہب و سیاس غیر کی سیاست و سلیقہ شکاری اور انتظام و تدبیر کی تدریس و ترویج کے اعتبار سے کہ اختیار اسباب
 میں بھی سفارت و نیابت کا حق پورا کرے اور طریق میں اتنا شک و شک نہ ہو کہ وہ ذہنی و عقلی
 ہو جائے اس لئے عموماً ایسی زندگی میں پراپکا جواب بھی ہوتا تھا کہ میں ماضی میں نہ ہوں مجھے تعویذ
 کنڈ انہیں آنا کہ جب طالب کا اندازہ و اصلاح حد سے گزرتا یا مخلوق پر شفقت کا غلبہ بالطبع آپ کو غور و برتاؤ
 جو کچھ اس وقت خیال میں آتا ہے کہ کو فرماتے یا لکھ کر بعد ورت تعویذ عطا فرمادیا کرتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ آپ کی ستر پابعدیت کا اقتضا جو آپ کے قلب میں جوش و ہار تھا اور اکثر زبان
 مبارک سے ظاہر بھی ہوتا تھا وہ عملیات سے جوش بلکہ تفر تھا آپ خوب سمجھتے تھے کہ اس مضمون
 میں بھی انہی کے خیالات حد سے بڑھ چلے اور فساد قلبی و عقائد کا سبب ہوتے جاتے ہیں اس لئے
 ان کو احتیاطاً راز کرتے ہی تھے مگر ان کے ساتھ ہی تعویذ یا نقوش و عمل طلب کرنے والوں کے ذہن سے

اسکی جانب عقیدت کا غلو رفع فرماتے اور تقدیر پر ایمان جو مقدس مذہب اسلام کا رکن اعظم ہے بختہ بنایا کرتے عملیات کے تعلق آپ کا مقصد اے طبع یہ تھا جو ایک مرتبہ آپ کے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں آگ سلگنا ٹیکو چیتھڑا اور گودڑ ہے اگر قیمتی شال کو جو زینت و عزت کے لئے وضع ہوا ہے کوئی شخص تاپنے کے لئے دیا سلامتی دکھائے تو بے وقوف ہے اسی طرح حق تعالیٰ شانہ کا نام اس واسطے نہیں ہے کہ چھوری دنیا اُس سے کمائی جائے دنیا جیسی حقیر شے ہے اُسکے محل کر کے کو ذرا لُح بھی حقیر ہی ہیں اور اہمیت کا نام بڑی چیز ہے اُس سے بڑی ہی چیز حاصل کرنی چاہئے یعنی اُسکی رضا و خوشنودی۔

ایک بار کسی شخص نے وحمت رزق کے لئے سورہٴ حُرُوق کی آپ نے بذریعہ تحریر اجازت چاہی تھی انکو تو آپ نے لکھوا دیا جائز ہے پڑھو مگر حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ دنیا کیلئے قرآن پڑھنے کو مین پسند نہیں کرتا بعض مایوس اصلاح مرضی اور بعض پریشان حال مبتلائے افکار و آلام اشخاص آپکی خدمت میں حاضر ہوئے مگر آپ نے صاف انکار فرما دیا بلکہ ایسا کورا اور دکھا جواب دیا کہ یہ آخری امید بھی اُن کی منقطع ہو گئی ایسے مواقع میں آپ کا انکار فرمانا گو کسی کو ناگوار گذرا ہو مگر آپ کے عباد اور فرمانبردار محکوم حکم خداوندی ہونے کے سبب سکالیقین کرنا لازمی ہے کہ اس محل کے لئے ہی سزاوار و زیبا تھا اب یہی وجہ سواہل تو اس کے سوال یا جواب کی گنجائش ہی نہیں نہ تتبع اور تلاش کی ضرورت مگر پھر بھی معلوم ہو گیا کہ ایسا انکار یا ایسی جگہ صادر ہوا کہ کامیابی سائل کی تقدیر میں نہ تھی اور یا ایسے مقام پر ہوا کہ افراد کرنا اُسکے بار و سرون کے فساد قلب و راپنے اوقات عزیز میں اختلال واقع ہونے کا ذریعہ تھا اور بعض جگہ ایسا بھی ہوا کہ ناامید بنادینا ہی اُس طالب کے مطلوب مقصود کے حصول کا سبب ہو گیا اسلامی کہ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت واسعہ مضطرب الحال بندہ کی بے چینی دیکھ نہیں سکتی مگر یوں چاہتی ہے کہ ماسوی اللہ سے قطعاً ناامید ہو کر ہماری طرف جھکے اُسوقت ظہور نصرت اُسکی شامل حال ہو پس آپ گور بانی تھے مگر رب نہ تھے مقبول خدا تھے خود خدا نہ تھے اگر کوئی مصیبت زدہ یا آفت رسیدہ شخص آپ کے آستانہ پر بالاستقلال کامیابی کا امیدوار بن گیا اور یہی نظر ماسوی اللہ غیر متبذرحمت خاصہ کے حجاب کا سبب بنی ہوئی تھی تو آپ کے مایوس کن جواب سے حنین و غمزدہ سائل کا خود اَدل ٹوٹا اور ایک خدا کے لاشربیک کا مخلص فقیر بنکر عرض کرتا تھا کہ اب تیرے سوائے کوئی سہارا نہیں اُسی وقت دریائے رحمت میں جو شر ہاتا اور مصلوہ کا گہر شہوار رحمت پرست عطا ہو جاتا تھا یہ ہوتا

حاضر ہیں جو ہمیشہ اہل اللہ کے حالات مختلف میں مخفی و مستور رہے اور سہتہ میں جن پر اطلاع و آگاہی نہیں
 نہیں کہ ہم روز سلطنت خویش خسروان دانند۔ حق تعالیٰ ان مقدس حضرات کے گوناگون عطا
 اور مختلف و متنوع احوال کا ادب عطا فرماوین معترض و گستاخ نہ بنائیں کہ اپنی ناقص فہم میں طاقت
 پر داز نہ ہونے کے سبب وہاں تک رسائی نہیں ورنہ ہر صاحب نسبت شیخ کے قلب میں جس وقت
 مشکوٰۃ نبوت سے روشن کیا ہوا چراغ رکھا گیا گویا عالم پر یہ بات ظاہر کر دی گئی کہ میں ہرچہ گوید دیدہ گوید۔
 امین شک نہیں کہ اگر امام ربانی علیہ السلام اور نقوش و تعویذات کے مشعل سے اپنے آپکو
 اس درجہ نہ کھینچتے تو وہ مخلوق جو عام فقاہ کو اسکی بدولت اپنا سر تاج جھک کر حاجت روا و فریاد میں خطاب
 دیکر جوق جوق پہنچی پہنچی آتی سب ایک طرف کتنی کچھ لپکتی اور دوڑ دوڑ کر آتی مگر اس انعام الٰہی اور
 بیشمار گما کے مجمع میں آپکا وہ خلوت پسند دل جو بعض وقت ایک خادم کے موجود ہونے سے بھی
 آگتا تا اور گھبرا جاتا تھا جس یا نما میں مبتلا ہوتا اسکا انداز دوسرے کو ہونا ہی مشکل ہے اور گویہ تازی
 جو باقتضائے بشریت آپکو ہوتی دوسروں کی جانب خطا کے ساتھ منسوب نہ کرے مگر سال کی محرومیت
 کے لئے کافی تھی اور اسکے علاوہ آپکی بڑی خدمت یعنی ترقی دین و تربیت روحانی میں جو اختلال کی
 بدولت واقع ہوتا وہ آنے والی حاجت مند مخلوق کو خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بناتی ہے

ان خطابی عائد وصال صنم نادر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اصلاح دنیا اور راحت اجسام کو طمانینت قلب اور سرور روح میں داخل ہونیکا شرف امام
 ربانی کے بیان صرف دعا و توجہ یا محبت اور باطنی تصرف میں محدود ہو گیا تھا اور حقیقت میں یہ
 وہ آرمودہ گل اور عرب تعزید تھا جسکو لاکھ نقوش کا ایک نقش کہا جائے تو بجا ہے ہاں اسکے ساتھ
 کسی بھی سائل کی تسکین و طمانینت قلب یا اپنی عبدیت کے اظہار کے لئے اتباعا للسلطان
 و طاعت اور بھی تلقین فرماتے اور نقوش و تعویذات منقولہ بھی تطہیر فرما کر حاجت مند کے حوالہ فرما دیتے
 کرتے تھے مگر چونکہ سنت نبوی کی محبت آپکی رگوں اور پھولوں میں رچی ہوئی تھی اسلئے عموماً وہ عطا
 تسلیم فرماتے تھے جو حدیث میں وارد ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے عطا فرمائے ہوئے نقوش و تعویذات کو بجز اسکے کہ آپکی
 کرامت کہا جائے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا

صاحب کمال کے مکتبہ میں کسیر کا نمونہ چٹلی اٹھائی نکال کی اور زربشا دیا

مولوی یعقوب الدین صاحب فرماتے تھے میرے ایک دوست کی کہ وہ بھی حضرت کے خادم تھے ایک جگہ نسبت قرار پائی وہ لڑکی تھی حسینہ دھیمیلہ قبل از پنج ہی انکو غائبانہ اسکے ساتھ سجد محبت ہو گئی تھی اتفاق سے اسے اعزاز میں کچھ بخشا ہوا اور یہ خطبہ قلم ہو گیا نسبت کے ٹوٹے ہی انکی حالت غیر ہونے لگی جو جس نے بتایا پڑنا اور جو جس نے کہادہ کیا لگو کچھ کارگر نہوا آخر جب جان پر آئی تو لنگوہ آئے اور رد کر عرض کیا کہ حضرت شرم کے سبب کچھ کمزور رہا مگر تب زندگی سے مایوس ہو گیا تو عرض کئے بغیر چارہ نہیں اسکے بعد اپنا قصہ اور حال بیان کیا حضرت نے حسب عادت فرمایا بھائی مجھے تو تعلیمات اتنے تھے نہیں یہودیئے اور اصرار تھا کہ کچھ کمزور عطا فرماوین اسوقت حضرت نے پرچہ پر کچھ لکھا اور فرمایا لو است باز پرماندھ لینا تعویذ کیر یہ وطن واپس آئے اور باز پرماندھ خدا کی شان اسی ہفتہ میں باہمی بخش رقعہ ہو گئی اور لڑکی کے ورثا خود بخود راضی ہو کر پنج پر صبر ہوئے چنانچہ فوراً پنج ہوا اور اسی دن لڑکی نہمت ہو کر انکے گھر آگئی لوگوں کو نہایت تعجب ہوا کہ اسی جلدی کس طرح کا یا بلٹ گئی آخر یہ سوچ کر لنگوہ گئے تھے کوئی محرم نقش لیکر آئے ہیں انکے بچوں نے اصرار کیا کہ باز سے کھو کر نقش دکھاؤ است نقل کریں ہر چند انہوں نے انکار کیا مگر وہ باز نہ آئے اور انکو پکڑ کر چھاتی پر چڑھ بیٹھے جبراً بازو کا تعویذ پھینا اور کھو کر دیکھا تو اسمیں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی یا الہی میں نہیں جانتا اور یہ نہیں ماننا تیرا بندہ اور غلام تو جاسنے اور تیرا کام۔

حضرت امام ربانی کے مبارک ہاتھوں کو حق تعالیٰ شانہ نے وہ خاصہ عطا فرمایا تھا جو کئی مسکنہ دل مظلوم اور ماسوی اللہ سے مایوس ہو جانے والے بچارہ ستم سیدہ کی زبان میں ہوتا ہے جس کی مقبولیت لوگوں کے نزدیک مسلم ہے بقول حافظہ

بترس از آہ مظلومان کہ ہنگام دعا کردن اجابت از در حق بہر استقبال می آید

بہتر سے آفتہ رسیدہ تباہ حال مضطرب پریشان اور مایوس علاج بیمار کی دعا کو اپنی سپر بنائے اور دعا قرار دے ہوئے تھے اور چونکہ آپ کی شان عبدیت کا اقتضا تھا قبولیت عاتماں نے نقش و کتابت محض یہاں تھا اس کامیابی کا جو مجملہ دعوات نے اپکا تو تسلیم کر پڑنے والوں کیلئے روز ازل میں مقدم فرمائی تھی کسی کو کیا خبر ہے کہ آپ متعینین کو کیا لگ کر دیتے تھے اور کوئی کیونکر سمجھ سکتا

شیخ افضل حسین صاحب رحمہ اللہ

تھا اسلئے قدردان شاہنشاہ کی طرف سے اس صلہ میں آپکو وہ مرتبہ عطا ہوا تھا جس نے آپکا معاذ و ملاذہونا مخلوق کو باور کرایا تھا آپکا غائبانہ توسل بسا اوقات لوگوں کی حاجت روائی کیلئے کافی ہو جاتا اور آپکی ذات بابرکات کا محض واسطہ مصیبت زدہ توسلین کی کامیابی و مقصد برائی کفیل بن جاتا تھا جس زمانہ میں طاعون کا مہلک مرض مظلم گشا کی صورت امٹتا اور تیز اندھیا کو کیطرح مسلسل و لگاتار شہر بہ شہر چھپاتا چلا جاتا تھا مخلوق جس درجہ پریشان تھی وہ محتاج بیان نہیں اس مرض لا علاج کے مبتلا سیاروں اور انکی زندگی سے مایوس ہو جانے والے بیمار داروں نے کبھی آپکی دعا سے اور کبھی محض آپ کے توسل سے نجات و حیات کی وہ کامیابیاں حاصل کی ہیں جنکی طرف سے ہر سال ناامیدی ہو چکی تھی مولوی احمد صاحب سورتی بغرض ذکر و شغل آپکی خدمت میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ مکان سے خبر آئی تمہارے گھر میں طاعون کے اندر کئی موتیں ہو چکی ہیں اور اب تمہاری حقیقی بہن اس مرض میں مبتلا ہے یہ وحشت اثر خبر سنکر مولوی احمد صاحب گھبرائے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کے لئے عرض کیا اپنے دعا کا وعدہ فرمایا اور ارشاد فرمایا گھبراؤ مت انشاء اللہ شفا ہو جائیگی چنانچہ یہ گنگوہ ہی رہے اور چند روز بعد مکان سے اطلاع آگئی کہ ہمشیرہ کو بالکل آرام ہو۔

جس زمانہ میں لاہور امرتسر جالندھر وغیرہ اضلاع میں طاعون پھیلتا اور اس جانب پڑتا چلا آ رہا تھا جب انبالہ تک پہنچ لیا تو اہل سہارنپور گھبرائے کیونکہ اس پٹری پر اب اسی ضلع کا نمبر تھا مگر گھبرائے سے کیا ہوتا تھا آخر ایک مختصر مجمع دربار خداوندی میں حاضر ہو کر اس طرح بتائی ہوا کہ اے جانوں کے پیدا کرنے والے اور جلانے و مارنے والے پادشاہ ہم بے زر و بے پر گناہ گاروں میں قابل استجابت دعا مانگنے کی بھی اہمیت نہیں ہے ہماری شامت اعمال جس عذاب کی عتاب بجا اور زیبا ہے مگر ہمارے درمیان آپکا ایک مقبول بندہ موجود ہے جسکا نام مولانا رشید احمد ہے انکو شفیع گردا کر آپ سے التجا ہے کہ اس آفت ناکمانی سے محفوظ رکھئے اور اس مرجع خلاق مخدوم ذات کے طفیل میں ہماری بستی کو طاعون سے بچا لیجے چنانچہ چند روز بعد انبالہ سے طاعون کے بڑے بڑے ضلع مظفر نگر بہونچا اور وہاں سے ضلع میرٹھ میں پھیلا سہارنپور کا ضلع باوجود درمیان میں واقع ہونے کے ایسا محفوظ رہا کہ باوجود مرطوب ہونے کے آپکی حیات تک ایک موت بھی طاعون کی اٹھیں واقع نہیں ہوئی۔ ایسے واقعات جہاں نہ آپکا لکھا ہوا تعویذ بہونچا نہ تعلیم فرمایا

ہو اور وظیفہ یا عمل پڑا گیا اور خلافت گمان مراد یا بی ہو گئی میرے سبب خیال کی تائید کر رہے ہیں کہ نقوش
میں اثر کتاب کی قوت قدسیہ کا تھا اور مکتوب حصول مقصود کا محض بہانہ۔

تاہم جن اوراد و نقوش کا آپ کی جانب انتساب تعلیم یا کتابت ثابت ہے نفع سے خالی
نہیں بلکہ بالاضافہ قوی اور زود اثر ہوں تو کچھ بعید نہیں اس لئے بقدر ضرورت درج سوانح کرنا مناسب
حاجی عبدالعزیز خان بھلا سوسی جرم و فساد ایک زمانہ میں اس درجہ مبتلا تھے کہ اللہ و افکار کو
کہ زندگی سے اکتا گئے تنہا معیشت چھوڑ کر قرض ملحقہ اور اسپر دشمنوں کی عداوت میں اور بظن طرح کی
ایذا رسانیاں طرہ تعین روزانہ ایک نئی مصیبت کا سامنا تھا یہاں تک کہ جمعہ کی نماز کو چاہے مسجد
میں آنا بند ہو گیا تھا کہ جان کا خطرہ قوی تھا۔ مخالفوں نے جب دیکھا کہ بند مکان میں رہنا خطر
جان کی تدبیر کی گئی ہے تو آخر کا منصوبہ باندھا اور کر بھی گزرے۔ اس سرنگی کی حالت میں جو خطا حضرت
کی خدمت میں پہنچا تھا اس کا جواب یہ تھا اور بایجنہ درج کرتا ہوں۔

خانی صاحب کرم بعد سلام مستنون مطالعہ فرمائیے تم اپنی تدبیر ظاہری کرو کہ عالم اسباب میں ماں
و تدبیر و ظاہر پر مدار رکھا ہے حسبنا اللہ و نعم الوکیل کو پانچ سو مرتبہ اوقات مختلف میں پڑھتے رہے
اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس تین تین بار اور آیت الکرسی ایک بار ہوتے وقت
ہاتھوں پر دم کر کے تمام بدن پر پھرایا کرو اور انکو ہی صبح شام بعد نماز پڑھ لیا کرو کسی کا سحر و کلاثر
بے اثر کیا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور استغفار کثرت سے کرو استغفار کی کثرت پر ادائے قرض و دفع غم و
حصول مطلب کا وعدہ ہے۔ ایک بات یاد رکھنا کہ اپنے راز کی کسی کو دوست جا کر اطلاع مت کرنا۔
یہ بھی ایک ضروری بات ہے کسی کا اعتبار نہیں والسلام۔

خانی صاحب مدوح کے نام انہیں ایام میں دوسرا والا نامہ مرسل ہوا جس میں تحریر فرمایا کہ تم
صبح شام اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق کو تین تین بار نہایت رد و تحریر پڑھتے رہو اور
قل یا اور قل ہو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سورہ فاتحہ آیت الکرسی کو صبح
شام ایک ایک بار پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر دم کر کے تمام بدن پر پھرایا کرو اور جو وقت کو کیا
کسی وقت مقرر کر کے حزب البحر پڑھ لیا کرو درجہ حضرت نہیں یہی دونوں عمل کافی ہو جائیگے الخ
جو ملازم ہمیشہ ناگرد گناہ کسی جرم میں پڑے جلتے یا مقہور قائم رہتا یا اس قسم کی عیب اور

درجہ حضرت

پریشانی میں مبتلا ہوتے انکو اکثر آپ یوں فرمایا کرتے تھے کہ حسبنا اللہ ونعتمد علیہ یا پنجسو خیر
بعد عشا سوتے وقت پڑھا کرو اور اس وقت انوسکے توجہ سوت بھی ممکن ہو اور یک دفعہ انوسکے توجہ نہایت
اور متفرق اوقات میں اس مقدار کو پورا کر کے دعا مانگا کرو اگر یا پنجسو بار انوسکے توجہ متبہ ضرور پڑھ لو۔
اور اگر بہت ہی زیادہ پریشانی میں مبتلا ہو تا تو تعداد اٹھا دیتے اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ چلتے پھرتے
اٹھتے بیٹھتے وضو نہ وضو جتنا بھی ہو سکے اسکو پڑھتے رہو چنانچہ سیکڑوں نے اس پر عمل کیا اور عموماً
ہمیشہ کامیاب ہوئے ۔

مغکشی و افلاس کے مبتلا کو یا بآئینہ گیارہ سو مرتبہ بعد عشا پڑھنا تعلیم فرماتے تھے اور
آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھا جائے ادائے قرض اور نعمت ذرق دونوں کا مدد اس
حاصل ہوتے ہیں ۔

جس شخص کی بصارت ضعیف ہو آپ فرماتے تھے کہ اللہ باین بیٹ بنط شیخ کسی کا غدا بختی پر
خوب چلی لکھ کر اس پر نظر جمایا کرے انشاء اللہ نگاہ تیر ہو جاوے گی اور نظر کو بہت قوت حاصل ہوگی ۔
جس عورت کا خاوند اس سے ناراض ہو اور توجہ نہ کرنا ہو آپ نے فرمایا کہ ہفتے وقت یعنی صبح
یا شب کو بعد عشا قل هو اللہ پوری سورۃ ستر مرتبہ اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھو یا لکھ کر
عقیقہ یعنی اس عورت کے لئے جس کے اولاد نہ ہوئی تھی ایک بار اپنے دو انڈے منگا کر انہوں نے
اور چھکاتا کر ایک انڈے پر والہ اللہ بیکھتا بآیل وانا لکھو سعید لکھا اور دوسرے پر کلا دھن
قر شہنا انعم الماھل و ن تحریر فرمایا اور خاوند کو دینے کہ پہلا مرد کھائے اور دوسرا عورت کو
سے پاک ہوئے ۔

ایسی عورت کے لئے جسکے اولاد زندہ نہ رہی تھی آپ نے اجوائن اولاد لکھ کر چالیس بار سورہہ شمس
پڑھو دم فرمائی اور دیدی کہ شروع حل سے برابر کھائی رہے اور یہی فرمایا انہیں ہے انشاء اللہ اولاد
طویل العمر ہوگی ۔

قرار حل کے لئے عموماً اگر وہ گائندہ کر دیا کرتے تھے جو قول جمیل میں مذکور ہے ۔
ولادت کے وقت عورت کو درد کی اگر سخت تکلیف ہوئی تو آپ کا غدیروا لقت ما فیہا فی
لحاف واذنک لہرچھا وحققت لکھ کر عطا فرماتے کہ حاملہ کی ران میں باندھ دیا جائے اور بچہ ہوتے

نفع پریشانی و رفع مقدمات

خدا

تفویض بعد از

تفویض بعد از

تفویض بعد از

تفویض بعد از

تفویض بعد از

ہی فوراً گھول دیا جائے ورنہ آنٹوں کے باہر آجائے گا اندیشہ ہے۔

کمبہ کے مبتلا کو گیارہ تار کے نیلے ڈورے پراکتا لیس بار سورہ فاتحہ مع بسم اللہ پڑھ کر اکتالیس گھنٹے یعنی ہر گزہ پر ایک بار سورہ فاتحہ اور عطا فرمادیتے کہ بچہ کے گلے میں ڈال دیا جائے۔

ایک بار دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے اور حاکم کے مہربان ہونے کو بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد نماز صبح آٹھ سو مرتبہ اور یا عیسیٰ بلا تعدا جتنا ہو سکے پڑھنے کو فرمایا۔

جملہ مقاصد میں کامیابی اور حصول اطمینان قلب کے لئے ایک صاحب کو لا الہ الا انت سبحانک اے انت کنت من الظالمین تین سو مرتبہ پڑھنے کو تعلیم فرمایا اول آخر درود شریف میں یا پانچ یا سات سات بار۔

تپ کمنہ کے مبتلا کو ایک بار اپنے یوں ارشاد فرمایا کہ چینی کی سفید طشتری پر سورہ فاتحہ مع بسم اللہ پڑھ جائے اور بکری کا دودھ اسپر دیا جائے اور گھو لکر علی الصباح مریض کو پلایا جائے اگر حقیقتاً کوئی منظر ہو تو فائدہ عام امراض خصوصاً آل علاج بیمار یوں کے لئے جن سے اطباء عاجز آگئے ہوں سورہ فاتحہ مع بسم اللہ چینی کی طشتری پر لکھ کر پانی میں دھو کر چالیس دن متواتر صبح کے وقت پلانے کا عمل آپ بتلایا کرتے اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ سورہ فاتحہ کے بعد یہ دعا بھی لکھی جائے یا حی جنت لاجی فی دیومۃ ملک وبقائہ یا حی۔

سورہ فاتحہ کا سبب شفا ہونا حدیث میں ثابت ہے اسلئے آپ فرماتے تھے کہ ہر مرض کیلئے اسکا نفع عام ہے یہاں تک کہ چینی اور آوارگی کے لئے بھی اسکا کاغذ یا طشتری پر لکھ کر پانی میں گھول کر پلانا مفید ہے چینی پھوڑا زخم اسہال استفراغ تپ لرزہ غرض ہر بیماری کو نفع ہے ولوی سراج احمد صاحب کے باین یاؤنن چھا جن تھی اور ورم کے سبب درد اور تکلیف میں ایسے بیتاب تھے کہ اٹھنا اور بیٹھنا مشکل تھا آپ نے انکے خط کا جواب اسطرح تحریر فرمایا کہ بجاست مرض پلنگ پر پڑا پڑے سورہ فاتحہ پڑھ کر موضع مرض پر دم کرتے رہو اور اپنے اوپر بھی دم کرتے رہو اور اس عاجز کے لئے کہ دعا گو تھا یہ دعا نے خیریت خاتمہ کرتے ہو کہ دعا مرض میں قبول ہوتی ہے۔ بندہ کلقین دلایا گیا ہے کہ تم کو اس مرض سے شفا ہو جائیگی۔

آسیب زدہ کے لئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسکا محتاج کف بعبارت ذیل کا غدر لکھ کر جس مکان

سان
شرعاً

حصول مقاصد

دق

عام امراض

چینی اور بکری کا دودھ

بکری

مین مریض یا مریضہ اسکی دیواروں پر جگہ جگہ پر چسپان کر دے جائیں اور بٹیس کا نقش مندرجہ ذیل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۸	۶	۴	۲
۲	۴	۶	۸
۶	۸	۲	۴
۴	۲	۸	۶

۱۰۴

ایک کاغذ پر لکھ کر مریض کو دکھایا جاوے وہ دیکھنے سے گھبرائے اور انکار کرے گا مگر زبردستی اسکی نظر اُس پر ڈالوائی جائے اور جبراً نقش کو تحوید بنا کر اُسکے گلے میں ڈال دیا جائے اسماء اصحاب کشف یہ ہیں۔ اَللّٰهُمَّ بِحَبْرَةِ مَخْلُوقِ الْمَسْکِیْنِ

کَشَفُوْ طَطَطِیْوْ نَسْ کَشَا فُطِیْوْ نَسْ اَذَرْ فُطِیْوْ نَسْ کُوْا نَسْ یُوْسْ وَکَلْبُ مَطَطِیْوْ نَسْ وَ عَلَی اللّٰهِ تَقْصِدُ السَّیْدِلِ وَ مَتَحَا جَاوْ و کُوْشَا هَلْ کُم اَجْمَعِیْنَ وَ صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولا محمد و آلہ و صحبہ و بارک و سلّم۔

حب کے لئے ایک بار اپنے یہ عمل ارشاد فرمایا کہ بسم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محمد با تھیل منہ جیکتا بیٹھوں سر ڈھاؤ تھک باندھوں ٹھاکر باندھوں باندھوں سگر گانون میران جمن جتی یون کمین من مومن میرا ناؤن بحق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اکتالیس بار پڑھ کر عطر پر دم کر۔ بے اور اُس عطر کو دونوں اٹھو ٹھون کے ناخن پر لگا کر اپنی ابرووں پر پھیر لے اور مطلوب کے سامنے جہاں ابتداء اللہ اسکے قلب میں محبت پیدا ہوگی جس زمانہ میں بالزام فساد تھانہ ہوں آپ منظر نگار کی جیلتی میں تھے اسنی ضلع کے کسی قیدی کو جو نہایت پریشان و ہراسان تھا یہ عمل پڑھ کر آپ نے عطا فرمایا تھا صبح کو پیشی تھی بفضل خدا رہا ہو گیا۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب بھی یہ عمل منقول ہے گرامین بسم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز یہ کہ ابرو پر عطر لگا کر سبحان اللہ والحمد للہ والہ الا اللہ والہ الا اللہ کبر و لا حول و لا قوۃ الا باللہ پڑھتا ہوا مطلوب کے سامنے جائے واللہ اعلم بالصواب۔

دنیا بری بلا ہے اسکی محبت کچھ ایسی لچر ہے کہ اچھے اچھے سجدہ آدمی باوجود اسکے چند روزہ ناپائدار اور خالی ہونے کے والہ و شیدا اور فریفتہ و عاشق زار بنے ہوئے ہیں اللہ والوں کی بربادی کا جب شیطان قصد کرتا ہے تو عموماً اس محبت کو عملیات کے پردہ میں لا کر انکی راہزنی کرتا اور مقصود سے کوئی دھڑٹکار لیجاتا ہے اسلئے حضرت امام ربانی قدس سرہ نواس شخص میں خود مشغول ہوئے اور اپنی روحانی اولاد کو اسمین مبتلا ہونکی اجازت دی اگر کبھی عملیات کا ذکر آتا تو کچھ بیان فرمادیتے مگر اسکے

ساتھ ہی اسکا شوق دلوں سے نکالنے کی کوشش فرمایا کہ تھے مولوی محمد بنوہل صاحب نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ میرے والد صاحب چونکہ تعویذ گنڈے کر کے لوگوں کو دیا کرتے تھے اب انکے انتقال کے بعد لوگ مجھے تنگ کرتے اور تعویذ مانگا کرتے ہیں آپنے ارشاد فرمایا دیدیا کریں انہوں نے عرض کیا کہ مجھے تو کچھ معلوم نہیں اس عرض سے مقصود یہ تھا کہ حضرت کسی عمل کی اجازت عطا فرمادیں تو نفع زیادہ ہوگا حضرت نے ارشاد فرمایا اسوقت جو کچھ یاد آجایا کرے لکھ کر دیدیا کرے اگر نفع ہو گیا تو تم کو ثواب بلجائیگا اور نفع نہوا تو تمہارا پیچھا چھوٹ جائیگا۔

یہ سبہ تعویذ گنڈوں کی اصل حقیقت جسکا نام اعتدال ہے مگر چونکہ اسپر قائم رہنا دشوار ہے اور نفع لوگوں کی تعریف و تہنیت کے کلمات شکر و تہنیت کا مضمون پیدا ہوتا اور جب جاہ کی بدولت مرجع خلاف بنتا ہوتا معلوم ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ نفع نہونے کی صورت میں ایک انتقباض و بند اور حزن و رنج پیدا ہوتا ہے اسلئے اول نفس کی اصلاح ضرور ہے جب یہ قابو میں آجائے اور جب جاہ و شہرت بین الناس سے نجات پھلے ہو جائے اسوقت نفع رسانی خلق کی نیت سے دو اودما کے مثل اللہ کا نام لکھ کر کسیکو دیدینا یا پڑ کر دم کر دینا بھی مستحسن اور امر نیک بنجاتا ہے مگر اس سے پہلے پہلے نفع رسانی خلق کا حیلہ و بہانہ اپنے نفس کی بدترمی و اسات حال کا سبب ہوتا ہے اس لئے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جبے نائب رسول بنکراست محمدی کی تربیت و کفالت کا جو چھاپنے سر رکھا اور لوگوں کے نفسوں سے زیادہ ان کے شفیق و غیر خواہ بکران کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لگایا اس اندیشہ و خطرناک مشغلہ میں پڑنے سے انکو ہمیشہ بچاتے رہے چنانچہ مولوی محمد سہول صاحب کو تعویذات کی علت غائی سمجھانے کے بعد اپنے یہ تقریر فرمائی کہ مگر تعویذ گنڈوں کے پیچھے زیادہ بڑا چھاپنا نہیں ہے اصل مقصود سے انسان رہتا ہے اسکے بعد اپنا قصہ نقل فرمایا کہ مجھے ابتدا میں تعویذ گنڈوں کا زیادہ شوق تھا ایک شخص نے ایک دفعہ مجھے جب کا تعویذ مانگا میں نے ایک قلمی پرانی کتاب سے جو میرے گھر میں خاندانی تھی نقل کر کے دیدیا۔ خدا کی شان کہ اسی روز اسکا مقصود حاصل ہو گیا۔ کاشی کے بعد اس نے مجھے اپنا حال بیان کیا تب معلوم ہوا کہ اُسکو کسی اجنبی عورت سے شغل تھا یہ شکر مجھے بڑی ندامت ہوئی اُسی وقت گھر میں آکر میں نے اُس کتاب میں آگ لگادی کہ مبادا پھر کوئی اُس سے ناجائز فائدہ نہ اٹھالے۔

اصلاح خلق کے مرتبہ میں بطوری خیالات حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ان الفاظ سے ظاہر ہو رہے ہیں انکی نوعیت شان اور علوم مرتبت کا ادراک بڑے ہی لوگوں کا کام ہے جیسے نادان و کفر کے لئے اتنا کافی ہے کہ چونکہ اس مضمون کے ساتھ حضرت کی دلچسپی ثابت نہیں ہوئی اسلئے پچوان اس حد پر میں نہیں پہنچا سکتا جس سے ناظرین ابھی طرح مخطوطہ ہو سکیں یا انجمنی سربراہ خواہش پوری ہو جائے کئی وجوہات ایسی ہیں جنکا مقتضی یہ تھا کہ یہ عنوان ہی بیچ سہل نہ ہوتا مگر محض اسوجہ سے کہ سوانح پر نقصان کا الزام قائم ہوا سکو شال کیا گیا اور اس خیال سے کہ صلاح حال و جنگلی ایمان کے بعد تاہم علیات و نقوش کسی درجہ میں سبب منفعت ہیں چنداں عمل ہونے ناظرین کو دئے گئے خدا کرے کہ یہ اسی مرتبہ پر قائم رہیں جو حقیقی فہان کے نزدیک انکے لئے مقرر ہوا اور ان نے ظاہر کر دیا ہے ورنہ اس میں مبتلا ہو کر اصل مقصود یعنی اپنے پیچھے آقا کی رضا جوئی سے محروم رہنا بڑی خسارہ کی تجارت ہے جہیں منفعت و اسٹاک تو درگنا بچھکی توفیق اور شغلیت و جہر نہ ہاگنکی ضرورت مولوی نضر محمد خان صاحب نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضرت پہرے دشمن بہت ہیں اور خون کے پیاسے ہیں کچھ پڑھنے کو بتا دیجئے جس سے وہ قہور و ذلیل ہو جائیں آپ نے ارشاد فرمایا کسی کے مقہور و ذلیل ہونے سے تمہیں کیا لینا یا مومن پانچ سو بار روزانہ پڑھ لیا کرو انشاء اللہ ان کے شیرو مکر سے محفوظ رہو گے۔

ایک بار اپنے درد کی دائرہ کا جھاڑن ایک شخص کو بتایا ہم ایک تم بتیس ہجری قمری کیسار میں بتیس کی یا کو آپ نے مجھ پر پڑھا اور فرمایا کہ بزرگوں کی زبان سے جسطرح پر الفاظ نکلتے ہیں خدا تعالیٰ اسی میں اثر دیتا ہے۔

خاص خاص علیات حضرت امام ربانی سے کہیں اور کسی کسی موقع پر ثابت ہیں ورنہ عموماً عام امراض کے لئے آپ کا نذر پر سیم اللہ لکھ کر اعوذ بکلی اللہ التا قات میں شہداء خلق تحریر کرتے اور بعد میں حروف سربانی یعنی ﴿اللہ﴾ لکھ کر تعویذ بنا کر سائل کے حوالہ فرمادیتے تھے انکی ظاہری میتلی جانے کے بعد حضرت قدس سرہ کی اجازت سے یہی تعویذ مولوی محمد یحییٰ صاحب لکھ کر تلمذان میں بکھ لیا کرتے تھے جو روزانہ پچاس سائڈ بلکہ سو سو سائڈ تقسیم ہو جاتے تھے جو کئی حاضر آستانہ ہوتا ایک دو چار تعویذ ہمراہ لیجا تا اور جسکی درخواست بذریعہ تحریر و اکب میں آتی یہی تعویذ ہوتا

لغافہ میں رکھ کر بھیج دیا جاتا باذن اللہ تعالیٰ اسی سے ہزاروں مرضی کو شفا حاصل ہوئی اور اسی سے سیکڑوں حاجات پوری ہوئیں پندرہ کا نقش عاملوں کے یہاں شہور ہے جسکو کسی عامل نے ان دو شعروں میں بیان کیا ہے ۵

صفر و سہ الف سائبانے بر سر	جیم کچ و گور نرد باسنے بدوہر
چہار الف مساوی ہاؤ داؤ معکوس	اینست ز اسماء اللہ اکبر

(میر تقی زبان میں اللہ کا نام ہو)

اٹھتے بیٹھے چلتے پھرتے سوتے جاگتے غرض جملہ حرکات و سکنات اور اتھالات و حالات میں وہ اذکار آپکے معرل اور ورد زبان تھے جو حدیث میں وارد ہوئے ہیں احزاب متداولہ میں کوئی حزب ایک معمول نہیں دیکھا گیا۔ آپکی لطیف نسبت عبدیت حق تعالیٰ شانہ کے نازل فرمائے ہوئے قرآن مجید اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی اعلیٰ ماورہ و اذکار منقولہ کے ساتھ اسدرجہ مانوس تھی کہ دوسری جانب تو چہ میبائن کی گنجائش باقی نہ تھی ہاں خدام میں جو کوئی آپ سے کسی حزب یا ورد کی اجازت مانگتا آپ اسکی بفریق مناسبہ اجازت دیدیا کرتے تھے چنانچہ حصین حزب البحر حزب الاعظم معلوۃ تنبیہ تا وغیرہ کی اجازت آپ کے سیکڑوں خدام کو آپی طرف سے حاصل ہے ایک مرتبہ کوئی طالب حزب البحر کی آپ سے اجازت لینے کو سبق ناخذ کر کے پانی پت سے لنگوہ آئے۔ ایک ورد کی اجازت کو اتنا مہتمم بالشان بنانا کہ تعلیم میں و درس حدیث چھوڑ کر اسکے لئے سفر کیا گیا آپ کو پسند نہیں آیا بلکہ ناخوشی ظاہر فرمائی مگر اجازت دیدی اور یہی فرمایا کہ مجھے حزب البحر کی اجازت ہے مگر میں پڑھتا نہیں اسی موقع میں مولوی ولایت حسین صاحب نے حزب البحر کی اجازت چاہی آپ نے انکو بھی عطا فرمادی۔

احزاب متداولہ میں اگر آپکو کچھ افس تھا تو حزب الاعظم سے تھا اور وہ بھی اسوبہ سے کہ تمہیں قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی دعائیں منتخب کر کے جمع کی گئی ہیں۔ بعض احزاب کے بعض الفاظ آپ پسند بھی نہیں فرماتے تھے چنانچہ ایک بار ارشاد فرمایا کہ جن وردوں میں بعدہ معلوم لک لوگ پڑھتے ہیں میں اسکو پسند نہیں کرتا کیونکہ اس سے معلومات بایں اعلیٰ کے متناہی ہونے کا شہید ہوتا ہے۔ حزب البحر اور حزب الاعظم سدا ہاں پڑھنا سب تقبیح ہے اس لئے انہما کو توڑ دینا بہتر ہے

احزاب اور اہل اجازت دینے میں آپ کو مطلق نجل نہ تھا مگر چونکہ سنت نبویہ کے ساتھ آپ کو
بالطبع انسیت و محبت تھی اس لئے عملیات کی طرح احزاب میں بھی انہماک کہ تلاوت قرآن مجید و
درس احادیث شریفہ سے بے توہمی ہو جائے آپ کو مطلق نہیں بھاتا تھا ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا
کہ درود تین گنا کی اجازت مجھے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دی تھی کہ مہمات
میں بیک جلسہ ہزار مرتبہ پڑھا جائے چنانچہ بعض مہمات میں ہم نے پڑھا بھی ہے خدا تعالیٰ نے نجات
دی اور شاہ عبدالغنی صاحب کے سکون و نون اجازت دی ہے اور غالباً شیخ مخدوم بخش رامپوری
رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا کہ انہوں نے بشدید نون اجازت دی تھی اسکے بعد عام حاضرین جلسہ مطاب
بنا کر فرمایا کہ میں تم سب کو اسکی اجازت دیتا ہوں۔

دلائل انخیرات کی جگہ اجازت آپ اپنے خدام کو یا بن سعد عطا فرماتے تھے کہ عن الشیخ
مخدوم بخش رامپوری عن الشیخ الدلائل الشیخ عبدالرحمن المدنی الی اخرا لسند۔
ایک بار آپ نے بعض خدام کو دلائل کے اس ورد کی اجازت عطا فرمائی اللہم صل علی محمد علی
ال محمد صلوة تكون لك خیر و لہ جزاء و لحقہ اداء و اعط الوسیلہ و الفضیلہ و المقام
المحمدی الذی وعدتہ و اجرہ عنا ما هو اھلہ اخرہ افضل ما جازیت بنیاعن قویہ و رسولہ
عن امتہ و صل علی جمیع اخوانہ من النبیین و الصلحین یا ارحم الراحمین کہ جمعہ کو سات مرتبہ
پڑھا کرے موجب برکات ہے۔

بشرات و شہادات

حضرت امام ربانی قدس سرہ کا مخدوم العالم اور مقتدائے اہل اسلام ہونا آپ کے کمال اتباع و شریع
اور صاحب ستقامت فی الدین ہونے سے ایسا ظاہر ہو چکا تھا کہ کسی کو آپ کا دامن پکڑنے سے ہرگز
و اعراض جایز نہ رہا تھا پھر آپ کا مستجاب الدعوات اور معاذ و ملاذ خلق اللہ ہونا آپ کے علوم مرتب و رفعت منزلت
اور تقدس و تقرب خداوندی کا ظاہر کرنے والا جدا تھا آپ کی دعا دینے والی وہ زبان جسکی حفاظت حق تعالیٰ
شانہ کی طرف سے ہوتی تھی آپ کی ولایت و غوثیت کا ہر وقت ثبوت دیتی تھی اور آپ کا ظل عاطفت و
توسل جسکے ذریعہ سے ہزار ہا انسان کی حاجات براری ہوئی جلا گانہ آپ کی مقبولیت و محبوبیت کو عالم

یہ مطلب نہیں کہ رحمتہ اللہ علیہ کتنا ممنوع ہے یا یہ کہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے مضموم میں قدس سرہ سے گشتا ہوا ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ بعض اوقات الفاظ و عبارات متحدہ لہجی میں جب عرف کچھ تغایر اور تمایز بھی ہو کر تاسے چنا چھا اسی بنا پر صلی اللہ علیہ وسلم بجز انبیاء علیہم السلام کے کسی پر اطلاق نہیں کیا جاتا رضی اللہ عنہ بجز سلف کے کسی کے لئے استعمال نہیں ہوتا اسی طرح اس وقت عرفاً رحمۃ اللہ علیہ عموماً ماصلاح کے لئے بولا جاتا ہے اور قلّ من سئل عن اکابر اولیاء کے لئے سستعل ہوتا ہے پس مقصود اس خواب سے تنبیہ تھی کہ حضرت مولانا اس درجہ کے اکابر میں سے ہیں وانشاء علم۔

حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب مجددی نقشبندی دام مجدہ ایکبار حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مزار پر انوار پر سر ہند شریف حاضر ہوئے تو آپ کو معلوم کرایا گیا کہ امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب قطب الارشاد ہیں حضرت مولانا صدیق احمد صاحب بہٹوی مدت فیوضہ جو حضرت امام ربانی قدس سرہ کے خلفاء کاملین میں صاحب حالات عجیبہ و واردات غریبہ ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ اس عاجز کو جو معلوم کرایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے حضرت قدس سرہ اس زمانہ کے قطب الارشاد تھے آپ کا لقب عالم بالامین مخدوم العالم ہے آپ ولایت النبوة و مقام محمدی میں نہایت راسخ القدم ہیں اولیائے امت محمدیہ میں بہت کم ایسے ہوئے ہیں کہ اس مقام عالی میں اس قدر رسوخ رکھتے ہیں یہ مقام حضرت فخر عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہے اسی مقام میں عبدیت غالب ہوتی ہے بوجہ علیہ قلبی ذاتی و انجی کے صاحب اس مقام کا کسی کمال کو اپنی طرف منسوب نہیں پاتا بلکہ تمام کمالات کو راجع بحضرت ذوالجلال والکمال دیکھتا ہے اور تقاض بشریہ کو جو لوازم انسان ہیں اپنی طرف منسوب دیکھ کر نہایت شرمندہ ہوتا ہے اور مجسم عجز و احتیاج ہوتا ہے جس قدر اس مقام عالی میں رسوخ ہوگا اسی قدر محض بیکار گنگار محتاج و عاجز اپنے آپ کو دیکھیں گے۔

مولانا مخلص الرحمن صاحب بنگالی دام مجدہ جب دیوبند میں تحصیل علم سے فارغ ہوئے تو گنگوہ حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے دو ادا دے ہیں ایک یہ کہ حضرت کے ہاتھ پر بیعت کر کے ذکر شغل کروں اور دوسرا یہ کہ قرآن مجید حفظ کروں اب جس طرح حضرت ارشاد فرماویں اسکی تعمیل کروں آپ نے فرمایا اول قرآن شریف حفظ کرو اسکے بعد دیکھا جائیگا۔ مولوی مخلص الرحمن صاحب اس مشورہ پر پانی پیت آئے اور دو سال محنت کر کے قرآن شریف حفظ کیا اس سے فارغ ہو کر دوسرے ادا دہ کو پورا کر نیچے لے

لنگوہ آنا چاہا مگر خرچ پاس نہ رہا تھا آخر دس روپیہ قرض لیکر حضرت کے آستانہ پر حاضر ہوئے چونکہ وطن سے آئے ہوئے عرصہ گزر لیا تھا اسلئے یوں خیال تھا کہ حضرت سے ذکر شغل پوچھکر اور دو ماہ حاضر خدمت رہکر مکان چلا جاؤنگا یہاں پہونچنے تو حضرت نے معمولی طور پر بیعت فرمایا لینے کے بعد نہ ذکر تعلیم فرمایا نہ شغل یہاں تک کہ جب کئی عیسینے اس حالت میں گزر گئے تو انکا جی گھبرایا اور دل میں کہنے لگے کہ تیرا قصد تو دو مہینہ یہاں رہکر وطن جانے کا تھا اور یہاں کئی مہینہ ہو گئے ابھی ذکر بھی تعلیم نہیں ہوا اس حساب سے تو عمر یہیں گزرتی جاوے گی پاس خیال کے بعد دوسرے دروازہ پر جانے کا وسوسہ پیدا ہوا اور لوگوں سے دریافت کرنا شروع کیا کہ ان اضلاع میں کوئی اور بزرگ بھی ایسے ہیں جہاں میرا مطلب حاصل ہو جائے ؟ بار بار تفصیلات پر لوگوں سے معلوم ہوا کہ سبلی بحیثیت میں ایک مشہور بزرگ ستے ہیں کیا عجب ہے کہ وہاں چند روز رہکر کچھ حاصل ہو اور بعد فراغت بلجائے۔ اس اطلاع پر انکا دل خوش ہو گیا اور انہوں نے مولانا شہیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام خط لکھا جس میں فصل اپنا قصہ اور حال عرض کر دیا۔ یہ لفظ ناوقت ہونے کی وجہ سے ڈاک میں نہ پڑ سکا اور مولوی قاضی ان صاحب سو گئے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ انہیں کو مخاطب بنا کر فرما رہے ہیں کہ مخلص الرحمن قطب وقت کو چھوڑ کر کہاں جاتا ہے ؟ اسکے بعد دفعۃً آنکھ کھل گئی دیکھا کہ طبع کا حال دگرگون تھا اور یوں جی چاہتا تھا کہ چاہے عمر گزر جائے مگر ٹرار ہونگا یہیں۔

طلب صادق جبکا انتظار تھا چونکہ پختہ ہو گئی تھی اسلئے فضل حق تعالیٰ نے رہبری فرمائی عزیمت میں استقلال پیدا ہوا اور نہال مراد میں پہنچل آئے شروع ہوئے طیب امت شیخ کے تصرفات و توجہ نے دستگیری فرمائی اور اسی دن حضرت امام ربانی قدس سرہ نے انکو اپنے پاس بلا کر خود بخود ذکر و تعلیم فرمایا پہلے ہی دن مولوی مخلص الرحمن صاحب ذکر سے فخر ہو کر سوئے تو خواب میں دیکھا کہ ایک حضرت امام ربانی نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں دیدی انکو معلوم ہوا کہ اسوقت انکے قلب اللہ کی آواز اس زور سے نکلی جیسے اونٹ کی آواز نہوتی ہے یہ خواب دیکھکر آنکھ کھل گئی۔ صبح کو جب حضرت سے خواب عرض کیا تو آپ نے فرمایا باریک اللہ تمہارے قلب میں ذکر کا اثر شروع ہو گیا اسکے بعد اپنے پاس انفاس تعلیم فرمایا ایک روز خانقاہ میں لیٹے ہوئے اپنے شغل میں مشغول تھے کہ کچھ سکر پیدا ہوا اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کو دیکھا کہ سامنے سے تشریف لئے جا رہے ہیں

چلتے چلتے انکو مخا طب بنا کر اس طرح امر فرمایا کہ دیکھو جو کچھ چاہو حضرت مولانا رشید احمد صاحب سے چاہنا
 مولوی احمد صاحب ایک ضلع سورت کے رہنے والے تھے جو قوت دیوبند میں علوم شرعیہ پڑھتے
 تھے اسی وقت سے اللہ کا نام سیکھنے کی دلیمن طلب تھی۔ اور چونکہ جوان صلح تھے اسلئے اکثر دیا و
 صالحہ نظر آتی تھیں خوابوں میں یہ بات انکو معلوم ہو چکی تھی کہ گنگوہ حاضر ہوگا اللہ کا نام سیکھنا چاہئے مگر
 چونکہ حضرت کی عادت سے واقف تھے کہ طالب علم کو بیعت نہیں فرماتے اسلئے عرض کی جو رشتہ کر سکتے
 تھے اسی فکر میں تھے کہ ایک شب خواب دیکھا ایک باغ ہے بہت بڑا جس میں طرح طرح کے پھلدار درخت
 لگے ہوئے ہیں یہ باغ حضرت مولانا رشید احمد صاحب کا کمالا ہے اسی باغ میں انہوں نے اپنے آپکو
 دیکھا کہ اندر گئے اور دو تین امر و دوڑ کر کھائے دفعہً انکھ کھل گئی تو سمجھ گئے کہ انشاء اللہ حضرت کے فیض سے
 محروم نہ رہوں گا آخر ماہ شعبان میں گنگوہ حاضر ہوئے تو بیعت کی درخواست کی اور حضرت نے منظور فرمائی
 مگر ذکر شغل کچھ تعلیم نہیں فرمایا بلکہ یوں ارشاد فرمایا کہ یہاں رہو تو کچھ بتاؤں ورنہ نہیں چونکہ انکو وطن
 چھوڑے مدت ہوئی تھی والدہ کی زیارت کو بہت جی چاہتا تھا اسلئے خانقاہ میں ٹھہرنے سکے اور صرف
 بیعت ہو کر بحصول اجازت وطن واپس ہو گئے اگرچہ صرف بیعت ہوئے تھے مگر تصرفات کے آثار اور
 برکت و توجہ کے ثمرات سے محروم نہ تھے حق تعالیٰ کا خوف اور خشیہ دل میں ایسا پیدا ہو گیا تھا جسکا وجود
 طالب علمی کے زمانہ میں بھی نہ تھا فرانس کی پابندی کا ایک خیال قائم ہو گیا تھا کہ نماز قضا نہ کرنے
 پانی تھی قلب میں ایسی چٹک محسوس ہوتی تھی جو طاعات کی طرف شوق دلاتی اور حصول رضاء
 خالق جل و علی شانہ کو دیگر مرغوبات پر ترجیح دیتی تھی مگر چونکہ کچھ کتابیں معقول کی پڑھنے سے رہی
 تھیں اسلئے انکی تکمیل کا خیال مقدم تھا چنانچہ ٹونک پہنچے اور فلسفہ و منطق میں مشغول ہو گئے
 اٹھواں یا نوواں دن تھا کہ خواب میں دیکھا ایک بہت بڑا دریا ہے جسکو انہوں نے ایک دم میں عبور
 کر لیا ہے اُس دریا کے پرلے کنارے پر حضرت مولانا اکثرے تھے اور انکو اپنی طرف بلا رہے تھے یہ خواب
 دیکھ کر جب انکی آنکھ کھلی تو دل میں ایک وحشت اور گھبراہٹ موجود تھی آخر وہاں سے چلے آئے اور
 دیوبند آئے یہاں ایک سال رہ کر ساری بقیہ کتابیں ختم کیں اور پھر گنگوہ حاضر ہوئے ذکر شغل شروع
 کیا اور نعمتوں سے متمتع ہوئے مگر افسوس چند ہی ماہ بعد حضرت قدس سرہ کا وصال ہو گیا اور انکو صرف نو
 عینے خانقاہ میں رہ کر وطن واپس ہونا پڑا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے بلائے گنگوہ پہنچے ضرور مگر بدبو کیل معقولات میں ایک سال گزرا
اس مدت میں بہتری خواہیں انکو نظر آئیں جو قریب قریب تصریح کے قریب تھے کہ وقت کو غنیمت سمجھو اور
گنگوہ جلاؤ مگر تقدیر میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس میں تیرہ تبدیل نہیں ہو سکتا حق تعالیٰ کی مشیت سید
غالب ہے۔ وہی ہوا جو کاتب ازل نے لکھا تھا۔ تاہم حضرت قدس سرہ کے فیوضات و تصرفات محمد زکریا
اس ایک سال میں انکے کئی قوتی رشتہ داروں کا انتقال ہوا جنکی غارت دنیاویہ سے دیوبندی
میں سطح ہو۔ مگر احمد شہیدیناب اور ازجہار فتنہ بنی پرست سال تک کلیل علم میں مشغول رہے اور انکے
بعد لڑا گنگوہ میں قیام بھی کیا انکے اکثر عزیزوں نے طاعون میں وفات پائی جنکو مولوی احمد صاحب
اکثر نہایت مین دیکھا کرتے کہ وہ نہایت خوش اور ہشاش بشاش ہیں نیز انکو نصیحت کرتے ہیں کہ احمد
گنگوہ میں حضرت مولانا کے پاس تم جلدی جلاؤ اور وہاں رہ کر ذکر مشغول کرو دیکھو پھر ایسا موقع کبھی نہ ملے گا۔

ایک مرتبہ انہوں نے اپنی خالہ کو جو نہایت پارسا اور عابدہ زاہدہ عورت تھیں خواب میں دیکھا فرماتی ہیں
کہ احمد تم حضرت مولانا سے فقط مرید ہوئے ہو اس سے تمہیں زیادہ فائدہ نہیں ہے اگر تم وہاں پہنچ کر ذکر
مشغول کرو تو گنگوہ بہت نفع ہو۔ ایسے شخص سے مرید ہونے کا فائدہ تمہیں ہیوت حاصل ہوگا جیسا کہ ذکر شریعہ کرد
ایک بار خواب دیکھا کہ کوئی بزرگ کھڑے ہیں اور خاص انکو مخاطب بنا کر یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ
مجاہد میں مدرسہ بنانے سے گنگوہ شریف میں حضرت مولانا کے بیان رہنا بہت عمدہ اور تمہارے لئے
زیادہ بہتر ہے۔ ایسی کئی کہوئی خواب میں انکو نظر آئی تھیں مگر پھر اس خیال سے کہ ناتمام کتابوں کی تکمیل کا
وقت دوبارہ ملنا مشکل ہے یہ درس میں مصروف تھے ہاں مجتہد ضرور کرتے تھے کہ کسی طرح جلد ختم
ہو جاویں آخر ایک خواب اور دیکھا کہ انکے اور گنگوہ کے درمیان ایک نہایت عظیم الشان مسجد حال
ہے یہ حساب ہے چند ہم سبق طلبہ کے اسکے کنارے پر کھڑے اور گنگوہ پہنچنے کا ارادہ کر رہے ہیں چنانچہ
ہمت کر کے اسی میں قدم ڈال دیا اور پالا تھکے وہاں ایک جاسن کا درخت کھڑا ہے انکے ہمراہی رفقاء تو
جائیں کھانے میں مصروف ہو گئے اور یہ سیدھے گنگوہ پہنچے دیکھا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ
تشریف فرما ہیں آپکے خدام و متوسلین آپکے ارد گرد بیٹھے ہوئے ہیں اور حضرت قدس سرہ جس مہم کو
توبہ فرماتے ہیں اسی طرف استفراغ فرماتے ہیں یہ دیکھ کر انکی آنکھ کھل گئی مولوی احمد صاحب نے سارا خواب
انکے تعبیر کے لئے طیبیہ امت حضرت مولانا اشرف علی دہلوی صاحب کفایت میں مذکور ہے مولانا نے تحریر فرمایا ہے

دریا علم کا سہوہ تھا کہ گنگوہی پوچھ گئے اور تمہارے ہم سبق طلبہ اپنے دنیاوی مشاغل میں مشغول ہو جائیں گے انشاء اللہ تمہاری اندرونی خرابیاں سب مٹ جائیں گی جو شیخ کے منہ سے قہری صورت میں نکلے
نظر آئیں حضرت کامر دین کی جانب متوجہ ہو کر استغفار کرنا مریدین کے مفاسد باطنیہ کا وہ اخراج ہو جس کا
توجہ اور حضرت سے تعلق ہے۔ اس زیارت پر آخر کار ولوی احمد صاحب گنگوہ حاضر ہوئے اور حضرت سے
اجازت لیکر خانقاہ میں قیام فرمایا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ شام کو آنا ملک کو کچھ بتلاؤ مگر چنانچہ مغرب کے بعد اس
قبل کہ یہ حاضر خدمت ہوں خود ہی حضرت نے بلا بھیجا اور بارہ تسبیح ذکر باجمہر کی تعلیم فرمائی۔

دکڑ کے دوسرے دن المٹھ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے کہ حضرت حاجی
صاحب یک ایسے عظیم الشان دربار میں تشریف فرما ہیں جہاں بکثرت علماء موجود ہیں اسی حال میں ایک
بڑے عالم کے توسط سے یہ بھی حضرت حاجی صاحب گنگوہ پوچھ گئے گئے اس وقت حضرت حاجی صاحب نے
انکو بارہ تسبیح تعلیم فرمائی یہ دیکھتے ہی آنکھ کھل گئی۔ اس خواب کے انکو اطمینان ہو گیا کہ حضرت والا انکی تعلیم
بجسٹہ حضرت حاجی صاحب کی تعلیم ہے اور وہ دوسرے دن ہو گیا جو ظلمت فلسفہ کی بدولت دوزخ حضرت
میں خائف کا پیدا ہو گیا تھا اب انکی قیام خانقاہ میں خالص محبت اور حسن عقیدت کے ساتھ ہوا اور سلام دعا
بادش کی طرح برسنے والے فیوضات سے تغیر ہو گیا۔ ارشاد قیام خانقاہ ہی میں انکو پوچھا نظر آیا
کہ گویا المٹھ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ سے ذکر شغل کی تعلیم حاصل کرتا ہوں
اس قسم کی خوابوں سے انکا یقین بڑھتا رہا حضرت کی تعلیم المٹھ حضرت کی تعلیم سے ذرہ برابر تجاوز و متجاوز
نہیں اور حضرت امام ربانی قدس سرہ المٹھ حضرت فانی فی اللہ حاجی اماد اللہ شاہ حجازی کی نور اللہ قدس سرہ
سچے جانشین ہیں۔ جو شہد مانع استفادہ تھا جو کفر فہم ہوا اور حجاب حائل درمیان سے اٹھ لیا تھا
جو کچھ مقدر تھا حاصل کیا اور الحمد للہ سیکڑوں سے بہتر حاصل کیا اذک فضل اللہ یوتیہ ومن یشاء۔

منشی رحمت علی صاحب موضع رستہ پور گوجران ضلع جالندھر کے سرکاری مدرسہ میں مدرس ہیں ابتدا
میں بدعات سنیہ و رسومات مختصر عین بدرجہ غایت سہولت تھے حضرت حافظ محمد صلح صاحب دام مجرہ
کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ پڑھا اور مسائل شرعیہ سے واقفیت پر عقاید کی فی الجملہ اصلاح کی چونکہ منشی
صاحب کو ابتدا سے حضرت پیران پیر عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے ساتھ خاص محبت و عقیدت تھی
اسکی بدولت انکو شیخ کے ساتھ ایسا شائق ہو گیا تھا کہ اکثر ہمت کے وقت حضرت شیخ خواب میں ان

لائے اور میری فرمایا کرتے تھے نیز اسی محبت کا ثمرہ تھا کہ زمانہ ناواقفیت ہی میں اسکی تمنائی کسی شیخ کا داس پکڑوں اور اللہ کا نام سیکھوں حافظہ بعد صلح صاحب امجدہ کی شاگردی کے زمانہ میں اسکا شہر مولانا قدس سرہ کے محامد و مناقب کے کان میں پڑے مگر یہ متاثر نہ ہوتے اور یوں خیال کئے ہوئے تھے کہ جب تک حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ خواب میں تشریف لا کر خود ارشاد فرما دیں گے کہ فلاں شخص سے بیعت ہو اسوقت تک بطور خود کسی سے بیعت نہ کرو لگایا اسی حالت میں ایک مدت گزر گئی کہ یہ اپنے خیال پر جمے رہے آخر ایک شب حضرت پیران پیر قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے حضرت شیخ نے یوں ارشاد فرمایا کہ اس زمانہ میں مولانا رشید احمد گنگوہی کو حق تعالیٰ نے وہ علم دیا ہے کہ جب کوئی حاضر ہونے والا السلام علیکم کہتا ہے تو آپ اس کے ارادہ سے واقف ہو جاتے ہیں اور جو ذکر و شغل اس کے مناسب ہوتا ہے وہی بتلاتے ہیں اس کے بعد انکی آنکھ کھل گئی دیکھا تو طلب میں ایک سکون اور طمانینہ کا اثر موجود تھا بایں ہمہ حضرت امام ربانی کی طرف وہ میلان عین ہوا جو حاضری آستانہ محمود بنادیا چند روز بعد حضرت پیران پیر کی زیارت سے دوبارہ مشرف ہوئے اور پھر سہ بارہ اور چوتھی مرتبہ غرض متواتر کئی بار یہی خواب نظر آیا کہ حضرت پیران پیر ارشاد فرماتے ہیں ”مولانا رشید احمد صاحب کعبہ حقیقہ“ نے دو وزن علم پورے عطا فرمائے ہیں نیز خواب ہی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کی انکو زیارت کرائی گئی اور دکھایا گیا کہ یہ شخص ہیں جنکی خدمت کا بلو بار ملک و حکم دیا جاتا ہے اس سے قبل انکو حضرت کی زیارت کا کبھی اتفاق نہ ہوا تھا آخر ۱۲۹۷ھ میں بعد نماز عید جبکہ دہلی میں دربار منعقد ہوا تھا ان کو گنگوہی میں حاضری نصیب ہوئی اور جب حضرت کے چہرہ مبارک پر نظر پڑی تو فوراً پہچان لیا کہ وہی ہیں جنکو خواب میں دیکھا تھا حضرت امام ربانی نے بھی ہانکے سے کہنے میں تاثر نہیں فرمایا تو یہ کرائی اور ذکر و شغل تعلیم فرمادیا اسی جلسہ میں انہوں نے تصور شیخ سے متعلق دریافت کیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا ہمارے مشایخ نے لکھا ہے کہ انجام میں شرک ہو جاتا ہے ہاں اگر کوئی شخص ذہین اور سلیم الطبع ہو وہ تصور شیخ رکھے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

مولوی سراج احمد صاحب گنگوہی حضرت شیخ عبدالقدوس قدس سرہ کی اولاد میں ایک شخص ہیں باوجودیکہ حضرت امام ربانی سے ملنے حال تھا اور خدمت میں بہت دوزن رہے مگر بجائے حسن عقیدت کے بد عقیدگی لئے ہوئے تھے اسکی بڑی وجہ یہ تھی کہ پیرزادگی کے سبب عرس وغیرہ کی طرف میلان تھا اور

حضرت اسکے مخالف تھے غرض مولوی سراج احمد صاحب ادھر ادھر اس تلاش میں بہا کرتے تھے کہ کوئی
 باکمال بلجائے تو مرید ہر جاؤں اتفاق سے ایک شخص سہانہ پور میں آئے خلاف شرع اور بکے دنیا دار گر لوگ
 انکی طرف بھڑکی جوق پکنتے اور ولی کامل سمجھتے تھے وجہ یہ تھی کہ پاس بیٹھنے والوں کے دلوں کی بات
 بتایا کرتے تھے چونکہ عوام کے نزدیک کمال کا معیار بس ایسی ہی باتیں لگتی ہیں اسلئے سیکڑوں مرید
 ہو گئے مولوی سراج احمد صاحب بھی اس بات پر سمجھ گئے اور بیعت کی درخواست کی۔ پیر جی کو معلوم تھا کہ یہ
 پیر زادے شیخ کی اولاد اور حضرت مولانا کے شاگردوں میں ہیں انکا مرید بنانا انکے لئے باعث فخر تھا اس لئے
 انکے خیال پر سرست ظاہر کی اور فرمایا کہ جب گنگوہہ آؤ گھا اسوقت وہیں تمہیں بیعت کرو گھا امہیں یہ نفع بھی سچا
 کہ ادھر گنگوہہ کے پیر زادوں پر سکہ جم جائیگا اور عزت ہونے لگے گی ادھر حضرت مولانا پر تقاضا کا موقع ملیگا کہ
 خاص شاگرد اور برسوں خدمت میں رہنے والے کو توڑا اور اپنی طرف کھینچا قصہ مختصر چند روز بعد یہ صاحب
 گنگوہہ آئے اور مولوی سراج احمد کو اطلاع کرائی یہ خوشی خوشی بیعت ہونے کے امدادہ سے حاضر ہوئے اتفاق
 سے اسوقت انہوں نے یہ جواب دیا کہ شام کو بیعت کرو گھا شام نہونے پانی تھی کہ مولوی سراج احمد صاحب
 دفعہ ایسی وحشت سوار ہوئی کہ کپڑے پھاڑ کر جنگل کی طرف بھاگ گئے تین دن رات ان کا پتہ نہ لگا کہ
 کدھر گئے اور کہاں رہے تیسرے دن اس جنوں سے کچھ افادہ ہوا تو گنگوہہ واپس آئے اور اس مسجد
 میں آئے جہاں انکے شاہ صاحب ٹھہرے ہوئے تھے وہاں سے اپنے بچے بچلے کپڑے اٹھا کر
 سیدھے جنگل کو ہو لئے اور سائین ٹوکل شاہ صاحب عمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہونچے وہاں پہونچکر شاہ
 صاحب سے بیعت کی خواہش ظاہر کی شاہ صاحب نے تسلی دی اور فرمایا عصر کے بعد آنا اسوقت انشا اللہ مرید
 کرو گھا یہ جواب سنکر مولوی سراج احمد اپنی قیام گاہ پر آئے اور سو گئے آنکھ لگتے ہی خواب میں اپنے جدا حجب
 قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس قدس سرہ کی زیارت شرف ہوئے کہ حضرت شیخ نے انکا ہاتھ پکڑا اور
 حضرت مولانا گنگوہہ قدس سرہ کے پاس لا کر کھڑا کر دیا اسکے بعد انکی طرف منہ کر کے ذرا غصہ کے ساتھ
 یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ کجبت اپنا گھر چھوڑ کر ادھر ادھر کیوں مارا پھر تاپے ؟ یہ ارشاد ختم ہوتے ہی آنکھ لگی
 آخر سائین ٹوکل شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اس سے قبل کہ خواب یا اپنا حال بیان کریں اپنے
 انکی صورت دیکھتے ہی اپنی پنجابی زبان میں ارشاد فرمایا بھائی ادھر ادھر کیوں مارے پھر تے ہو جاؤ اپنے گھر کو
 جاؤ ہوقت مولوی سراج احمد صاحب گنگوہہ واپس آئے اور حضرت سے بیعت ہو کر حسب نصیب مقدر مستفیض ہوئے۔

اس قسم کی خوابیں ایک دو یا دس میں نہیں بلکہ سیکڑوں میں جو لوگوں کو نظر آئیں اور چونکہ عام لوگوں کو اس قسم کے واقعات اور سنا میں بشرات بہت زیادہ تلی کا سبب بنتے ہیں اسلئے جنہر حق تعالیٰ کی رحمت کا سائبان سایہ افکن تھا انکو ایسی روئے صالحہ سے اطمینان دلا کہ آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا اور شک و تذبذب کا پردہ جو پیر لڑکے استفادہ سے مانع بنتا تھا اٹھا کر انکو منافع عظمیٰ سے بہرہ یاب کیا جاتا تھا۔

حضرت امام ربانی کے فیوضات ظاہرہ و تاثیرات کے بکثرت شیخ اور ربیع الاثر ہونے کا منجملہ دیگر وجوہات کے ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ موثر کے قوی التأثير ہونے کے ساتھ آپ کے تہسلیں کی جماعت میں الفعل کی قوت پیدا ہو جاتی تھی اور آپ کے امتحان کی بدولت طلبہ کے پختہ ہو جانے کے بعد اطمینان قلب و حرب شیخ کا حصول حاصل ہوتا تھا اور پھر جرم اعتقاد جو در حقیقت استفادہ کا کارکن اعظم ہے آپ کے منتسبین کو عطا ہوتا تھا اس پر ہی امر میں حق تعالیٰ کا فضل و کرم منافع طور پر مخلوق کی دشگیری فرماتا تھا جن میں زیادہ تر ان بشرات منافیہ کا حصہ ہے بنی تعداد سیکڑوں تک پہنچی ہوئی ہے۔

ایک شخص پنجاب کے باشندے نہایت دیندار اور صالح تھے انکو بیعت کا خیال ہوا اور کئی دن تفکر رہے کہ کدھر جاؤں اور کہاں بیعت کروں ایک شب اسی سوچ میں سو گئے دیکھا کہ جناب سواں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہیں اور حضرت ان سے ارشاد فرماتے ہیں کہ تم مولوی رشید احمد ہندی سے بیعت کر لو ان سے بہتر اس وقت کوئی نہیں ہے اسکے بعد انکھل گئی حضرت امام ربانی کا نام انہوں نے سنا تھا اسلئے فوراً گنگوہہ کا ارادہ کر دیا اگر بیچارے فقیر آدمی تھے مسافت تھی دور دراز اور پاس خرچ تھا نہیں اسلئے خاموش ہو کر بیٹھ رہے دوسری شب پھر فرخ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شرف ہوئے کہ حضرت دریافت فرماتے ہیں تم گئے نہیں؟ خواب ہی میں انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے پاس خرچ نہیں ہے آپ نے ارشاد فرمایا خرچ تمکو لمبا ایگا تم چلے جاؤ یہ سنکر انکھل گئی حیران تھے کہ کیا کروں سوال کسی سے کر نہیں سکتا عرض کی ہمت نہیں اور پاس میں نہیں اسی حیرت میں تھے کہ صبح ہو گئی ایک شخص اجنبی آئے اور سفر خرچ کی مقدار ان کے حوالہ کر کے چل دیے۔ چونکہ گھروالوں کو بھی خرچ کی ضرورت تھی اسلئے اُس رقم میں سے کچھ خرچ انہوں نے گھر میں دیدیا باقی رقم کو دیکھا تو سفر کے لئے ناکافی تھی اسدن بھی نپل سکے تیسری شب پھر بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا اور حضرت نے فرمایا جاؤ چلے جاؤ رات میں اور لمبا ایگا اسکے بعد انکھل گئی صبح کو رونا لکی کا تھپتہ کر دیا اور تو کلا علی اللہ نکل کھڑے ہوئے گنگوہہ کے قریب پہونچے تو خن خن ہو گیا

راستہ ہی میں ایک شخص ملے اور مناسب مقدار دیکر چلے گئے چنانچہ اسکو لیکر گنگوہ حاضر ہوئے اور حضرت سے بیعت ہو کر ذکر و شغل کیا۔ چونکہ بڑی سرکار کے بھیجے ہوئے تھے اسلئے حضرت کی خدمت میں رہنے سے پرہیز و سرون کے انکو نفع بھی زیادہ اور بہت جلد ہوا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کو جو روایئے صالحہ نظر آئیں وہ خود اس کثرت سے ہیں کہ بیان کے لئے دفتر چاہئے مگر چونکہ حضرت کی بھاری بھر کم طبع اور عالی ظرف ذات کو انکا اظہار پسند نہ تھا اسلئے کل میں جو فضائل کا بھی کسی کو علم نہ ہو سکا اور حقیقت میں آپکا وہ پاک شغلہ جس نے ایسے مضامین سے آپکو بیان کرنے اور خود کو دریافت کرنے سے بالکل مستغنی ویسے نیاز بنا رکھا تھا اسی لائق تھا کہ اپنا بنا کر دوسری حالت سے غافل کر دے تاہم کسی گفتگو کے ضمن میں متبعا آپکی زبان سے وہ منامات بھی ظاہر ہو جاتی تھیں جنکو اتنا عالم السنۃ اور بغرض تحدیث نعمت رب بنیت حصول ثواب آپ ذکر فرما دیا کرتے تھے۔

ایکبار آپکے ارشاد فرمایا کہ میں نے حضرت سید صاحب قدس سرہ کو خواب میں دیکھا آدمی بہت وخیمہ اور خوش رویہ میں خواب ہی کے اندر میں نے سید صاحب سے کہا کہ کچھ بتلائیے سید صاحب نے فرمایا کہ نیکو کرو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں تارک سنت نہیں ہوں مگر پھر بھی سید صاحب نے وہی فرمایا اسکے بعد اکھ کھلگئی میں نے اس خواب کو حضرت مرشدی حاجی صاحب سے عرض کیا مگر حضرت نے کوئی تعبیر بیان نہیں فرمائی تاخر میں یون سمجھا کہ حضرت سید صاحب کا مطلب یہ کہ انہیں اسباب ظاہری میں مبتلا اور قطعاً کمال میں ایک مرتبہ آپ فرماتے تھے کہ میں نے خواب میں حضرت شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور حضرت شیخ نے مجھے کچھ ذکر تعلیم فرمایا اسکے بعد انکھ کھلگئی اسوقت تو شیخ کافر سودہ ذکر مجھے یاد تھا مگر اب بھول گیا ہاں اتنا یاد ہے کہ وہ ذکر ہمارے خاندان کا مروج ہے۔

ایک بار آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت شیخ داؤد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ ایک سفید چادر بچھوئے پر تان رکھی ہو اور اس پر سفید لٹاؤ کی دال پڑی ہوئی ہے ایک چاندی حضرت شیخ خورشید سے ہو گیا ہوں میں درود و طاعت ایک مرتبہ فرمایا کہ میں نے حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابری کلیری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ جھکے لگاتے ہیں اور یوں فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں اگر خوشی کر۔

ایک بار فرماتے تھے کہ عرصہ ہوا میں نے خواب میں حضرت شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ حضرت قطب العالم اور مولوی محمد غوث صاحب جو علم فہمی میں میرے استاد تھے پہلو انون کی طرح باہم

کشتی کر رہے ہیں میں دونوں حضرات کو لڑتا ہوا اور مولانا محمد غوث صاحب کو پھڑپھڑا ہوا دیکھ کر ہلکا آیا اسکے بعد انکھٹگی میں نے اس خواب کو شرم کے سبب بولیے صاحب کے کبھی ذکر نہیں کیا اور نہ اس وقت خواب کی تعبیر سمجھ میں آئی اب خیال میں آیا کہ حضرت شیخ قدس سرہ مولوی صاحب کی تعلیم فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا میں ایک ماہون اور حضرت شیخ عبدالقدوس رحمتا علیہ السلام کے دروازہ پر علامت شروع تعمیر جیسی ہو رہی ہے میں وہاں کو بدقت تکلمر خانقاہ میں گیا اسکے بعد آپ نے تعبیر کچھ بیان نہیں فرمائی اور بات ظاہر ہے محتاج تاویل ہے بھی نہیں۔

ایک بار آپ نے فرمایا کہ جب میں حج بیت اللہ کو گیا تو ایک دن جناب حاجی صاحب کے چوتھے پر پر کر سوا گیا دیکھتا ہوں کہ میں کسی کو چرمین ہوں اور چند آدمی جو تقریباً چالیس ہوں گے مجھے آگے جا رہے ہیں خواب ہی میں میری سمجھ میں یوں آیا کہ یہ لوگ ابدال واقطاب اور بہان کے اہل خدمت ہیں میں نے خواب ہی میں دعا مانگی کہ اسی مجھے انکے ساتھ لاق کر دے یہ دعا مانگ کر میں انکے پیچھے دوڑا اور ایک کمر نہیں شامل ہو گیا اسکے بعد انکھٹگی اور میں اٹھ بیٹھا جب مرشدنا حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے یہ خواب عرض کیا حضرت سکا کر فرماتے لگے لاق تو ہو گئے اب کیا چاہتے ہو؟

ایک مرتبہ مجلس پرانوار میں غلام و متبیین کا مجمع حاضر تھا کچھ خوابوں کا تذکرہ شروع ہو گیا آپ نے فرمایا ایک بار میں نے خواب دیکھا کہ میری چار انکھٹگیوں سے خون جاری ہے دوسرے زیادہ اور تیسری سے کم اور چوتھی سے اور کچھ کم خواب ہی میں نے کہا کہ تمہاری چاروں نسبتیں جاری ہوں گی اسکے بعد انکھٹگی ایک ایک اتفاق ہوا کہ میں نے اس خواب کو جناب مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی سے ذکر کیا تو سنتے ہی مولانا نے فرمایا کہ تمہاری چاروں نسبتیں جاری ہوں گی اسکے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہ کمال تواضع فرماتے لگے کہ اس وقت سے اب تک منتظر ہوں اگر مولانا مظفر حسین صاحب زندہ ہوتے تو عرض کرتا کہ آپ کی تعبیر فرمائی تھی کہ کچھ ہو۔ ایک بار آپ نے ارشاد فرمایا میں نے خواب میں حضرت شیخ عبدالقدوس رحمتا علیہ السلام کو دیکھا کہ اپنی خانقاہ کی چوٹ کھٹکھٹ کر رہے ہیں اور درود شریف اس طرح پڑھ رہے ہیں جیسے کوئی کسی کو سناتا یا تعلیم کرتا ہے وہ درود شریف یہ ہے **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا عَلٰی بَعْدِہٖ** الخ **ذَرِّ الْاَلْفَ مَرَّةً** اسکے بعد انکھٹگی آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں نے اس درود شریف کو بہت پڑھا اور بہت برکات دی ہیں۔

ایک مرتبہ مولانا محمد غوث صاحب نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے دعا مانگی کہ اسی مجھے انکے ساتھ لاق کر دے یہ دعا مانگ کر میں انکے پیچھے دوڑا اور ایک کمر نہیں شامل ہو گیا اسکے بعد انکھٹگی اور میں اٹھ بیٹھا جب مرشدنا حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے یہ خواب عرض کیا حضرت سکا کر فرماتے لگے لاق تو ہو گئے اب کیا چاہتے ہو؟

ایک مرتبہ آپ فرمائے گئے میں نے ایک باخواب میں دیکھا کہ ایک نرسہ اور اسکے کنارہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریف رکستے ہیں میں نے نہیں کہتا کہ میں نے آپ کو دیکھا مگر ہاں معلوم ایسا ہی ہوا اور وہ اپنی جانب آپ کے یمن کمر اہوں اسکے بعد ارشاد فرمایا آخر مقتدی تو امام کے دراپنی ہی طرف کمر اہوتا ہو۔ ایک بار آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ جبکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طفولیت کے عالم کی زیارت کرانی گئی اور معصومیت فرما عالم رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجسم ہوئی کی گئی۔

ایک مرتبہ آپ فرمائے گئے کہ خواب ماقول بھی ہوتے ہیں ایک نے مانہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق مجھ پر اس درجہ غالب ہوا کہ کھانا پینا کم ہو گیا اور درود شریف کی اتنی کثرت کرنے لگا کہ صبح وشام کی غذا کا کام بھی یہی دیتا تھا چہرہ زرد پڑ گیا اور جسم لاغر ہو گیا تھا لوگ پوچھا کرتے کہ میان پرشیدہ کھایا تم بیمار ہو؟ میں جب ہورہا تھا جواب ہی کسی کو کیا دیتا آخر کچھ دنوں بعد حالت جنابت میں کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک موٹے پر رونق افروز زمین میں جو اُٹھنے سے گدڑا تو اپنے مجھے حکم فرمایا کہ فلاں افیونی کو بلا لاؤ یہ ارشاد سنکے میں قہقہے سے چلا اسوقت خواب ہی میں یہ خیال گذرا کہ کٹر طاہر اور بدن پاک صاف کر کے حضرت کے حضور میں چلنا چاہئے غرض طہارت میں مشغول ہو گیا اتنے میں آنکھ کھل گئی حاضرین میں کسی شخص نے دریافت کیا کہ حضرت اسکی تعبیر کیا ہوئی آپ نے فرمایا مطلب یہ کہ دنیا کے لوگ جو نشہ غفلت میں پڑے ہیں یا یوں فرمایا کہ جو لوگ دنیا کے نشہ میں پڑے ہیں انکو نشہ غفلت سے ہوش میں لا کر خدمت اقدس میں پہنچایا کروں۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ ایک روز میں نے حضرت شیخ عہد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کو کھانا کھوایا تھا اس روز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ میں ان کے پاس بیٹھا ہوں یہ دیکھ کر آنکھ کھل گئی اسکے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اسوقت سے مجھے کئی مذہب کے ساتھ محبت ہو گئی شیخ کے ایصال ثواب کے موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود کی زیارت کا تناسب حضرت سے کسی نے دریافت نہیں کیا اور نہ کیا جب تھا کہ کوئی جدید فائدہ حاصل ہوتا پتے ناقص خیال میں یوں آتا ہے کہ شاید حضرت شیخ کا حقیقی اللہ پر ہوتا ہے نہ خدا نہ شیخ کے توسل سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک رسائی ہو سکتی ہے میں اکثر انہی امور معمول ہے اس روایت کے صاحب کا مطلب ہو واللہ اعلم۔

اسی اشارہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مولوی عبدالرحمن صاحب ایک صلح شخص تھے انکو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے

۱۰

میری رات میں جب

چاہی کہ میں

میں نے اپنے

سرواں میں

زیارت جات

میں نے اپنے

میں نے اپنے

میں نے اپنے

میں نے اپنے

میں نے اپنے

میں نے اپنے

میں نے اپنے

میں نے اپنے

میں نے اپنے

میں نے اپنے

میں نے اپنے

میں نے اپنے

رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت کے ساتھ بہت مناسبت تھی اگرچہ ہم نے کاشوق ہوا تو حضرت شاہ صاحب جناب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم تہین پڑھنے کی بہت اچھی جگہ بتاتے ہیں کانپور میں مفتی عنایت احمد صاحب کے پاس چلے جاؤ اسکے بعد انکے گھگلی عرض حافظ عبدالرحمن صاحب کانپور روانہ ہوئے اور مفتی صاحب کے تہین پڑھتے رہے جب مفتی صاحب کانپور سے چلے گئے تو مولوی عبدالرحمن صاحب نے پھر شاہ صاحب کے خواب میں دیکھا فرماتے ہیں کہ ہم تہین اس سے بھی اچھی جگہ بتاتے ہیں مولوی نذراحمین صاحب کانپور کے پاس جاؤ اور وہاں پڑھو چنانچہ وہاں پہونچے عقودے دن گذرے تھے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ پھر خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم تہین اس سے بھی اچھی جگہ بتاتے ہیں اور میرا نام لیکر فرمایا کہ لنگوہ چلے جاؤ چنانچہ وہ یہاں آئے اور حدیث پڑھی۔ مولانا حافظ عبدالرحمن صاحب حدیث اور دینیات سے فارغ ہو کر کچھ ایسے مانوس ہوئے کہ حضرت امام ربانی ہی کی خدمت میں پڑھ رہے بیت ہوئے اور ذکر شغل کرتے رہے حضرت قدس سرہ کو بھی انکی صلاحیت و اہلیت کے سبب انکے ساتھ خاص محبت تھی آئنا علیہ پر حاضری کی بدولت فیوضات سے بلبلا اور بہت زیادہ متفع ہوئے چند روز میں صاحب نسبت ہو گئے اور حضرت امام ربانی نے اجازت بیت عطا فرمائی مگر افسوس عمر نے وفاداری اور وصال فرم گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ یہی مولانا عبدالرحمن صاحب حجازی حضرت مولانا حکیم مسعود احمد صاحب کے استاد ہیں صاحب زادہ کو پڑھاتے اور شیخ کی خدمت میں پڑھ رہے ہیں اور دنیا سب کچھ سمجھتے تھے رحمت اللہ علیہ واسعۃ۔

اسی تذکرہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کین کے کوئی پیر زادے تھے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے خاندان کے کوئی بزرگ ہیں اُن بزرگ کی وساطت سے یہ شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کئے گئے اُس وقت حضرت خرم عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ رشید احمد ہندی کے پاس لیجاؤ حضرت سناس خواب کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا مگر الفاظ چونکہ یاد نہیں رہے اسلئے مختصر متیقن مضمون عرض کر دیا گیا یہ خواب دیکھ کر پیر زادہ کی کلمہ گنگلی اور انہوں نے بذریعہ خط کے اپنا قصہ اور خواب کا قصہ حضرت سے عرض کیا آپ نے جواب لکھوا دیا کہ بدعات سے تو ہر کوئی آؤ تو مجھے کیا غم ہے اسکے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہ نہایت مجز کے ساتھ فرمانے لگے کہ دنیا میں تو میرے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے دیکھئے وہاں بھی کچھ ہے یا نہیں یہ دھوم دھام ہے۔

اس قسم کے عاجز اذکلمات حضرت قدس سرہ کی زبان سے اکثر یہ کلمات و بلا تفسیر تھے اور یہ

اثر تھا اُس نسبت عہدیت کا جو آپ کی رگ رگ میں سرایت کئے ہوئے تھی اور جس کے سبب آپ کسی کمال کو بھی اپنی
 جانب منسوب نہ سمجھتے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم جس مقام علی بن ابی طالب کو کمال بخود
 عطا کیا گیا تھا اس کا اقتضای یہ کہ جتنا مہر بڑھتا اور بڑھتا جائے آپ کے کو بیچ بیکار محض اور سرتاپا عجز و احتیاج سمجھتا تھا۔

یہ نمونہ تھا اُن فیہی شہادات اور منامی ہدشات کا جنکو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارشاد و بردھاء
 المسلمین اور توحید الہ اثر رشد و صلاح اور علامت ولایت و مقبولیت فرمایا ہے اب رہے ارشادات خاصانِ خدا سو
 اٹھا پوچھنا ہی کیا جبکہ خلاصہ عالم جماعت اہل اللہ یعنی زمرہ علماء و گروہ اصفیائے متفق للفظ آپ کی سرپرستی کو اپنے
 سروں کا تاج بنالیا اور آپ کی نخلین کو چومنا اور آنکھوں سے لگانا ذریعہ نجات و سبب حصول برکات سمجھ لیا اطراف عالم
 کے کئی سو سردارانِ مذہب اور مقتدیانِ دین علماء کا آپ کے وجود باوجود کو عطیہ خداوندی سمجھا اور آپ کے سامع گردن
 ہر گھٹنے کو فلاح و بہیشتی دین و دنیامان لینا مستقلاً آپ کے قطب و قسٹ ہوئے کی شہادت عظمیٰ ہر اور اگر سچ پرچھے
 جو شخص ہر فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کو آپ فرماتے ہیں گایحتمع امتی علی الضلالہ۔

آپ کے متشیس کا جم غفیر جس میں بڑی تعداد حاملینِ دین میں اور تمسکینِ شریعہ مضبوطیہ علماء اور طلبہ کی ہے
 جس وقت آپ کے محامد و مناقب بیان کرنا شروع کرے تو اس لذیذ تذکرہ میں عمر صرف کر دے اور پھر بھی آپ کے
 کمالات علیہ و علیہ کا حق ادا نہ کر چو کہ ناواقف عوام کے نزدیک انکی شہادت شہادت نہیں ہے اس لئے اُن کا
 ذکر بھی نہیں کیا جاتا دیگر مشاہیر اہل اللہ نے جو کلمات آپ کی شان میں ارشاد فرمائے ہیں چند اقوال ہدیہ ناظرین ہیں۔

سب سے زیادہ پائدار و معتبر شہادت وہ الہامی تحریر ہے جو مرشد العرب العجم علی حضرت حاجی امام اللہ شاہ صاحب
 نور اللہ مرقدہ کے قلم مبارک سے نکل کر ضیاء القلوب میں طبع ہوئی اور مقبول خاص و عام شیخ کی وصیت نافذ ہو کر
 انشاء اللہ تاقیامت قائم رہی علی حضرت نے تحریر فرمایا ہے ہر کس کہ ازین فقیر محبت و عقیدت و امانت دار
 مولوی کرشید احمد صاحب سلمہ و مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ کہ جامع جمیع کمالات علوم ظاہری و باطنی نماند بجای
 من راقم اوراق بلکہ بھلے جہل و فوج از من شمار نہ اگرچہ معاملہ برعکس شد کہ اوشان بجائے من و من بمقام اوشان شہد
 و صحبت اوشان را غنیمت دانند کہ این چنین کسان دیرین زمان نایاب اند و از خدمت یا برکت ایشان فیضیاب
 پرورہ باشند و طریق سلوک کہ دیرین رسالہ نوشتہ شد و نظر شان تحصیل نمایند انشاء اللہ ہے بہرہ نخواستہ اند ما ند۔ اللہ تعالیٰ
 در عمر شان برکت دہد و از تمامی نعمائے عرفانی و کمالات قربیت خود مشرف گرداند و بمراتب عالیات رساند
 و از نور ہدایت شان عالم را منور گرداند و تاقیامت فیض اوشان جاری داراد بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب ظاہر جب مکہ معظمہ سے چلنے لگے تو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب بن شہرہ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا رشید احمد صاحب کے کمینا کہ گواہ کے مخالف لوگ یہاں آکر طرح طرح کی باتیں لگاتے ہیں مگر آپ اطمینان رکھیں یہاں ان کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ہماری آپ کی محبت اللہ کے واسطے ہے اور جب اللہ باقی رہی تو جو محبت اللہ واسطے ہوتی ہے وہ بھی باقی رہتی ہے اور میں نے جو ضیاء القلوب میں آپ کی نسبت کچھ لکھا ہے وہ امام سے لکھا ہے کیا میرا وہ علم اب بد بجا ہو گیا؟ حضرت مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ میں نے ہندوستان واپس آکر اعلیٰ حضرت کا پیام حضرت مولانا کو پہنچا دیا حضرت مولانا قدس سرہ فرمایا بھائی ہم تو توکل کئے بیٹھے ہیں اس ارشاد سے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کے قلب میں جو کنبائش حضرت مولانا کی تھی وہ ظاہر ہر سچ اور بھی نکلا ہے کیا یہ شیخ کامل کی شہادت کیا وقعت رکھتی ہے۔

منشی قادر بخش صاحب بلند شہری تحریر فرماتے ہیں کہ گنگوہ کے راستہ میں ایک بار میرے ہمراہ ایک دیندار عالم نے ان کا نام مجھے یاد نہیں رہا وہ یون فرماتے تھے کہ میرے والد جب حج کر کے ہندوستان واپس ہوئے تو ایک دن ان کو کرنے لگے کہ میں مکہ معظمہ میں حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر تھا مولانا رشید احمد صاحب کا تذکرہ تھا اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا یہ بیان کیا پوچھتے ہو ایک سبب جو اسے دُعا پر روشن ہو گئی میں نیز فرمایا کہ اگر حق تعالیٰ مجھے دریافت فرما دے گا اعداد اللہ کیا لیکر آیا تو مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب کے پیش کر دو گنگا کی دیکر حاضر ہوا ہوں۔

مولوی عبد المجید صاحب فراوی فرماتے تھے کہ جب میں نے مولوی نذیر حسین صاحب ہلوی کے پاس حدیث شریف پڑھنی شروع کی تو دل اندوسے گھبراتا تھا اور خواب میں اکثر نذر کے بپ نظر آیا کرتے کہ میرے چاروں طرف پھرتے ہیں ایسی خواب میں دیکھ کر میرا دل بالکل اُچاٹ ہو گیا اور میں وہاں سے روانہ ہو کر سید ہانج مراد آباد حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا وہاں حاضر ہو کر میں نے اپنے بڑے بھائی اور مولانا کی حالت بیان کی۔ مولانا نے دریافت فرمایا پڑھتے کہاں ہو؟ میں نے عرض کیا کہ دہلی میں مولانا نذیر حسین صاحب کے پاس آپ نے ارشاد فرمایا کہ گنگوہ مولانا رشید احمد صاحب کی خدمت میں جا کر پڑھو وہاں حدیث کی دو کانٹھلی مہنتی ہو اس کے بعد دینک حضرت امام ربانی قدس سرہ کی تعریف کرتے رہے اور فرمایا کہ تم جاؤ تو چار اسلام کہنا اور بتاؤ تاکہ مجھے آپ کی خدمت میں فضل الرحمن سے بھیجا ہے عرض مولوی عبد المجید صاحب گنگوہ آئے جو وقت حضرت کی خدمت میں پہنچے تو حضرت وضو کے لئے چوکی پر بیٹھا اور سوال کر رہے تھے انکو دیکھ کر مسکرائے انہوں نے سلام

کیا اور حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کا سلام اور پیام پہنچایا اور یہ بھی عرض کیا کہ مولانا نے آپ کی بہت تعریف کی اور انہیں کہا بھیجا ہوا حاضر خدمت ہوا ہوں حضرت امام ربانی نے انکی تقریر کو کمال قرار دیا اور فرمایا کہ وہ خود قابل تعریف ہیں اس لئے دوسروں کی بھی تعریف فرماتے ہیں ورنہ من کا تم کہ من دوا غم مولوی عبد المجید صاحب فرماتے تھے کہ آخر میں نے حدیث شروع کی اور حضرت کے فیض سے مستفیض ہوا اسی دن سے روز بروز پریشانی کم ہوئی اور فرحت بڑھتی رہی۔

مولوی محمد سہول صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت کے وصال کے بعد مجھے مستی طہر صاحب نے سہول صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا حضرت امام ربانی قدس سرہ کا کچھ تذکرہ کیا سید صاحب شہم نم ہوئے اور قسم کھا کر فرمایا کہ ایک دن میں اپنے مرشد حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا بزرگوں کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ ایک شخص نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کی حالت دریافت کی مجھے خوب یاد ہے حضرت مولانا نے یہ لفظ فرمائے کہ مولانا رشید احمد صاحب کا کیا حال پوچھتے ہو وہ تو دریابی گئے اور دھڑک نہ رہے لیکن حضرت کی زبان مبارک سے جو وقت میں نے یہ ارشاد سنا اسی وقت سے میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب سے واقف ہوں اور بڑا بزرگ سمجھتا ہوں۔

مولانا نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو یوں فرمایا کرتے تھے کہ میں مفہوم ولی کا قابل ہوں مگر مصداق اب تک نہیں پایا زمانہ ماضیہ میں ولی کے مصداق بکثرت تھے مگر فی زمانہ میری نظر سے بجز حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کے ولی کا کوئی فرد نہیں گذر سکا مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول یا غلبہ حال تھا یا کوئی بہت اونچا مضمون ذہن میں جما ہوا تھا جسکو ولی میں دیکھنا چاہتے تھے یا ممکن ہے کہ جو بات حضرت امام ربانی قدس سرہ میں بھی وہ دوسری جگہ نہ پانے کے سبب استعارہ فرمایا ورنہ عالم خالی نہیں ہر زمانہ میں اور ہر جگہ جھٹکانے اپنے مقبولین کو پھیلا رکھا ہے یہ اور بات ہے کہ مناصب جدا جدا اور مراتب علیحدہ علیحدہ ہیں۔

مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ شہا پہا پنور میں ایک بزرگ تھے ایک مرتبہ مولوی سہول صاحب سے حضرت امام ربانی کا پورا حلیہ بیان کر کے دریافت کیا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب کی اسی حلیہ ہے جو میں نے بیان کیا کچھ اور بڑا تعجب ہوا کہ مولانا کو انگوٹھ جانے اور حضرت سے ملنے کا بھی اتفاق تو ہوا انہیں اعلیٰ بالکل ٹھیک بیان فرما رہے ہیں اسوقت مولانا عبد القادر صاحب نے ارشاد فرمایا میرا عرصہ سے قصد ہے اور جی چاہتا ہے کہ حضرت کی زیارت کروں مگر کیا کروں معذرت ہوں فرصت نہیں ملتی میں کبھی انگوٹھ نہیں گیا مگر ایک مرتبہ

خراب میں دیکھا تھا کہ اس قسم کی مسجد ہے اور اس شکل کے ایک بزرگ مسجد کے اندر تشریف رکھتے ہیں لوگوں نے
 کہا کہ مولانا رشید احمد صاحب یہی ہیں چنانچہ میں اندر گیا تو حضرت مولانا نے مجھے بلایا اور ہاتھ بڑھا کر فرمایا کہ
 کراؤ میرے ہو جاؤ میں اسی وقت میرے ہو گیا اسکے بعد آنگنہ گنگوہی صبح کو مولوی عبدالحق صاحب مرحوم سے میں نے
 اپنی خواب بیان کی اور عالم رویا میں دیکھی ہوئی مسجد اور حضرت کے چہرہ کا نقشہ بیان کیا تو انہوں نے میری
 تصدیق کی اور فرمایا کہ بیشک یہی شکل حضرت امام ربانی اور آپ کی مسجد کی ہر آج سے دریافت کیا تھے بھی وہی کہا
 جس زمانہ میں مسئلہ اسکان کذب پر آپ کے مخالفین نے شور مچایا اور تکفیر کا فتوے شائع کیا ہے سائیں تو کل
 صاحب بنہا لوی کی مجلس میں کسی مولوی نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کا ذکر کیا اور کہا کہ اسکان کذب بڑی
 کے قابل ہیں یہ مسکر سائیں تو کل شاہ صاحب نے گردن جھکا لی اور تھوڑی دیر مراقب رکھ کر منہ اوپر اٹھا کر اپنی
 پنجابی زبان میں یہ الفاظ فرمائے گو گو تم کیا کہتے ہو میں مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پر پکٹا ہوا دیکھ رہا ہوں
 فیض محمد خان صاحب بھونگامی فرماتے تھے کہ مدینہ منورہ میں ایک بزرگ ولایتی سے میری ملاقات ہوئی
 نہایت خوبصورت جوان شخص نواح کابل کے باشندہ تھے وہ فرماتے لگے کہ میں مدت تک بغداد بصرہ عراق
 و شام اور دیگر بلاد اسلامیہ میں سیاحت کرتا اور اہل اللہ کا مشا لاشی رہا ہوں پھر تاپہر آج شب شہر حلب میں پہنچا
 تو ایک شیخ کمال کیائے عصر متبع سنت علامہ من مولانا اسام الدین صاحب قادری نقشبندی کی زیارت
 نصیب ہوئی اور میں اُن سے بیعت ہو گیا ڈھائی سال انہوں نے مجھ کو اپنی خدمت میں رکھا اور مجھ پر کرے
 اس سال یون ارشاد فرمایا ہے کہ تم ہندوستان جاؤ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث کے ہاتھ پر
 سلسلہ حشمتہ صابریہ میں بیعت ہو کر آؤ اگر مولانا قیام کو فرما دیں تو وہاں ٹھہرنا اور فیوض حاصل کرنا مگر جلسہ میں
 مجھت کرو کہ حضرت کا وصال جلد ہونے والا ہے چنانچہ یہ قصد گنگوہہ جاسے گا سب آپ راستگی کیفیت اور سفر
 کی سہولتوں سے مجھے اطلاع دیں غرض یہ بزرگ ہندوستان آئے اور گنگوہہ میں حاضر ہو کر حضرت سے بیعت
 ہوئے یہاں سے رخصت ہو کر چلے تو الہ آباد میں اتفاقاً قس محمد خان صاحب سے ملاقات ہو گئی بہت ہی غلامی
 سے پیش آئے اور اپنا قصہ بیان کیا کہ میں جو وقت سہارنپور پہنچا اتفاق سے موسلا دیا بارش ہو رہی تھی سوچا
 علی نہیں اور حضرت کی زیارت کا شوق چین لینے نہیں دیتا تھا پا پادہ جل کٹر ہوا حالانکہ سترہ میں ٹھٹھون
 ٹھٹھون پانی جو کرنا پڑا مگر شوق کے سبب اصلاً تخلیف نہ ہوئی ظہر کے وقت گنگوہہ پہنچا اول مسجد میں جا کر
 کپڑے پھوڑے اور کھائے بعد نماز ظہر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت مولانا کے اخلاق کی تعریف

نہیں ہو سکتی غایت شفقت سے اس غلام کو نوازا اور خاندان صابریں میں داخل فرمایا حقیقت میں جو باتیں
آستانہ پر اگر چند روز میں حاصل ہو گئی اُسکے لئے عمر چاہئے تھی اس دولتِ عظمیٰ کے لئے یہی زبانتھا کہ اتنی دور
دراز کا سفر کیا جائے چند روز حضرت نے ٹھیکر کرام فرمایا کہ حلیب کو واپس ہو جاؤ اور اپنے شیخ سے میرا سلام کہنا
غرض وہ ولایتی بزرگ حلیب واپس ہو گئے اور اسی سال چند ماہ کے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہ وصال فرمایا۔
حضرت امام ربانی قدس سرہ کی مقبولیت عامہ کا شرہ تھا کہ اپنے مذہب کے واقفیت رکھنے والے بعض
جوگی اور پنڈت بھی آپ کے کمال کا اعتراف کرتے اور باوجود خود کفر و ضلال میں مبتلا ہونے کے آپ کو
بامرتبہ و صاحب شان سمجھتے تھے مولوی محمد سہول صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں گنگوہ سے دیوبند
آ رہا تھا راستہ میں پیاس معلوم ہوئی تو ایک کھیت کی جانب چلا وہاں ایک جوگی پنڈت بیٹھا ہوا تھا مجھے
دیکھ کر کہنے لگا کیا تم مولوی جی کے پاس سے آتے ہو؟ میں نے کہا ہاں اسپر اُس نے حضرت کی بہت
تعریف کی اور کہا کہ دلی کی بادشاہت میں انکے جیسا فقیر کوئی نہیں ہے میں نے اُس سے پوچھا کہ تم کو
کیونکر معلوم ہوا؟ اُس نے جواب دیا کہ میں تمام میں پہرا ہوں دنیا دیکھی ہے مجھے مولوی جی کی حالت
خوب معلوم ہے میں نے ایسا کامل شخص اپنی عمر بھر میں نہیں دیکھا۔

وہ علما جو مسائل اختلاف میں آپ کے طریقہ مضیہ سے انحراف رکھتے تھے دلوں میں آپ کے کمال
علو کا اقرار ضرور لئے ہوئے تھے یعنی فتنہ گما لیر فتنہ انبائتھم کو پہچانتے سب کچھ تھے مگر کرتے وہ
تھے جس پر ان کا نفس امارت کو مجبور کرتا تھا منشی محمد نسرو صاحب بھگلپوری فرماتے تھے کہ جب میں مکہ معظمہ
حاضر ہوا اتفاق سے مولوی محمد حسین صاحب مرحوم الہ آبادی وہاں تھے ایک دن اتفاق سے حضرت
مولانا کا ذکر آگیا میں نے دریافت کیا کہ اسکان کذب کے مسئلہ میں بعض مولویوں نے حضرت کی تکفیر کی ہے
آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ سخت غلطی ہے جب ایسے بڑے بزرگ
ہی کا فر تو جاویں تو مسلمان کون رہا؟ سچ ہے عارف فضل مآشہادت یہ اکاخذاء +

حافظ امیر حسن صاحب کے والد منشی امیر احمد صاحب گنگوہی جس زمانہ میں اگرہ کے ڈپٹی مجسٹریٹ
نہر تھے ایک روز حافظ عبدالحی صاحب دیوبندی مشہور دارچھاؤنی مجسٹریٹ اگرہ سے فرمانے لگے کہ
مجھے بزرگوں سے ملنے کا بہت شوق رہا ہے اتفاق سے ایک بزرگ نے مجھے عمل بتایا کہ اگر خواب میں
کسی مردہ کو دیکھو تو اسی حالت میں اُسکے دونوں ہاتھ کے انگوٹھے پکڑ لو اس کے بعد جو کچھ اُس سے دریافت

کرو گے وہ عالم برزخ کی دیکھی بھالی ساری باتیں سچ سچ بتلا دیگا اسکے ساتھ ہی یہ بھی کہا مگر اکثر خواب میں یاد نہیں آتا کہ یہ شخص جسکو دیکھ رہے ہیں مہر چکا ہے اور اسکی روح عالم برزخ میں ہے اگر کسی کو یاد آ جائے تو وہ اس عمل سے فائدہ اٹھا سکتا ہے ڈپٹی صاحب فرماتے تھے کہ بیعت یہ عمل بہت پسند آیا اور میں نے اسکو دل میں بٹھالیا اول اول تو حقیقت میں کسی مردہ کو خواب میں دیکھا تو یاد ہی نہ آیا کہ یہ شخص مردہ ہے اور اسکے انگوٹھے پکڑ کر کچھ پوچھنا چاہئے مگر چونکہ عمل دل میں بیٹھا ہوا تھا اور ہر وقت اسکا خیال رہتا تھا اسکو کچھ دنوں بعد حافظہ اور ذہن سوسنے کی حالت میں کام دینے لگا اب میری یہ حالت ہے کہ جب کسی مردہ کو خواب میں دیکھتا ہوں معاً سمجھ جاتا ہوں کہ یہ مردہ ہے اور پھر انگوٹھے پکڑ کر جو کچھ پوچھنا چاہتا ہوں پوچھ لیتا ہوں اتفاق سے گنگوہہ کا ایک شخص شیعہ مذہب مہر گیا اور میں نے اسے خواب میں دیکھا فوراً اسکے ہاتھ کے دونوں انگوٹھے میں نے پکڑ لئے وہ گہرا گیا اور پریشان ہو کر بولا جلدی پوچھو جو پوچھنا چاہو مجھے تکلیف ہے میں نے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ مرنے کے بعد تیر کیا گذرا اور اب کس حال میں ہو؟ اس نے جواب دیا کہ غذا لیم میں گرفتار ہوں حالت بیماری میں مولانا رشید احمد صاحب دیکھنے تشریف لائے تھے جسم کے جتنے حصے پر مولوی صاحب کا ہاتھ لگا لیں اتنا جسم تو غذا ہے بچا ہے باقی جسم پر بڑا غذا ہے اسکے بعد انکو کھل گئی۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی مقبولیت کمال اتباع سنت کے سبب اسد جہاد وضع ہو چکی تھی کہ اگر من اجل البل یہ آیات کہیں تو زیبا اور کا الشمس فی نصف النہاد کہیں تو بجا ہے مگر جب محمود ملتہ اصحاب کی فطرت باطنی قساوت قلبی نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت باہرہ کے فیوضات ظاہرہ کا اعتراف نہ کیا تو نائب رسول قطبِ قت پادشاہ کی ولایت یا قطبیت کے انکار کرنے والوں پر کیا افسوس کیا جائے اگر کسی کو حق تعالیٰ بصیرت عطا فرماوین تو معلوم ہو جائے کہ آپ کی ولایت پر زمین و آسمان اور اشجار و اہجرا رنگ گواہ بنے ہوئے ہیں تمام ذی روح مخلوق حتیٰ کہ چوہ و نیاں اپنے ہتھوں میں اور مہمندان ہمند و آب و دیا میں آپ کی ترقی عمر اور آپ پر بے پایاں رحمت کے نازل ہونے کی دعائیں مانگتی ہیں آپ کی بابرکت ذات اور مورد رحمت خاصہ وجود باوجود سے صرف نوع انسان ہی شمع نہیں ہوئے بلکہ خوشحالی و غارتگی البالی اور کسی درجہ میں اطمینان و راحت کے ساتھ گذران کا نفع ہر جاندار مخلوق کو پونچا بلکہ سربسزی و شادابی کی صنعت سے زمین کی ہری گھاس اور درختوں کے پتے بھی محروم نہ رہے جس قلب کی خالق سبحان نے ادا رک اور جس عطا فرمایا ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ جو نوزول سکینہ آج سے تین برس پہلے عالم کھلا

حق اباسکا وجود نہیں اسلئے کہ جس فرشتہ خصلت سر پرست محبوب کے طفیل میں عالم کو نوازا جا رہا تھا وہ دنیا سے سدا رہ چکا اور عالم فانی سے نصبت بعالم جاودانی ہوا شیخ اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ و
حشر نافی ذمہ نہ بھرتہ سقاۃ النبیین آمین۔ یاد دل لعالمین

مرض و وفات

شہ دین قبر میں کیا گئے؟ ہمیں زیر خاک سلا گئے تسے کون ہائے صدمہ لئے دل لئے کس آہ شفاء دل دل مضطرب کا نہ پوچھ حال کروں کہ کن بیان سچیاں ملل نہ سکون ہے نہ قرار ہے نہ غم و الم کی شمار ہے	وہ دین سب کو دکھا گئے مگر آگ دل میں لگا گئے وہ جو بانٹتے تھے دوائے دل وہ دوکان اپنی بڑھ گئے وہ رشید احمد خوشحال مجھے آٹھ اُشور لاس گئے یہ نظر جو آتما زار ہے وہ حبیب اس میں سما گئے
---	--

ایک وقت وہ تھا کہ آفتاب کمالات کے طلوع کا سماں بعنوان ولادت دکھایا گیا تھا اور ایک وقت یہ ہے کہ ماہیات ولایت کے غروب کا تذکرہ بعنوان وفات کیا جاتا ہے زمانہ کا انقلاب و رفلک کی گردش محتاج بیان نہیں سچ ہے ۶ ہر آنکھ زاد بنا چار بایدش نوشید۔ زجام ہر کئے گل میں علیہا فان۔

دنیا میں جو کوئی آیا وہ فنا ہونے کے لئے آیا اور جو کچھ پیدا ہوا وہ ایک دن مٹ جانے کے لئے پیدا ہوا مگر جو مٹنے سے پہلے اپنے آقائے وحدہ لا شریک کی طاعت میں مر رہا ہو اسکی موت موت نہیں بلکہ زندگی ہے۔

زندگانی نتوان گفت حیاتے کمر است	زندہ آہست کربادوست وصالے دارد
---------------------------------	-------------------------------

اہل اللہ کی وفات جس کا نام وصال ہے اسلئے حشر ناک نہیں ہے کہ ان سے دنیا اور دنیا کی لذات چھو گئیں کیونکہ ٹپٹی ہوئی ہیر کا چھوٹنا کیا مگر اسوجہ سے اندوہناک ضرور ہے کہ انکے عالم تاب چہرہ کے نظروں سے غائب ہو جانے پر ہزار ہا مخلوق کی آرزو زمین یسا میٹ ہوتی اور لکھ لکھا تمنائیں بکفن خاک میں دب جاتی ہیں جس محبوب کلخ زیاں رہا برس تماشا گاہ عالم بنا رہا ہو اسکا دفعۃً نظروں سے غائب ہو جانا جیسا حشر ناک منظر ہے اسکو مجھ میں سے دریافت کرنا چاہئے یوں تو ہمیشہ پیدا ہونے والے پیدا ہوتے اور مرنے والے مرنے والے چلے جاتے ہیں مگر ایک کی پیدائش متضمن ہے ہزار ہا بیدائشوں کو اور ایک کی موت مشتمل ہے کئی بڑے گروہ کے مرنے کو پس امام ربانی قدس سو کی وفات کا پوچھنا کیا کہ آپ کے دم واپسین پر رحم غفر کی تھی تمنائیں مردہ ہو گئیں اور آپ کی نفس کے ساتھ مخلوق کے کیا کیا خیالات زمین میں دفن ہو گئے۔

اکیلا کون کتا ہے بسدین نیش حاتم کو | ہزار دن حسرتیں موفون بین دریا کے پہلو میں

جب ایسے ناز پروردہ لاڈلے بچوں کے سروں سے شفق مہربان باپ کا سایہ اٹھ جائے جہنم سے نکل
عاطفت کی پرورش میں دنیا کا نشیب و فراز جانا ہی نہیں کر لیا ہے اس وقت جو کچھ صدمہ کا اظہار ہو رہا ہے اور
جن نا تجربہ کار مسافروں کی سفینہ مراد کا کھیون بار اکہین چلا گیا ہوا کی جو کچھ آدوا و ملا بر پا ہو بجا ہے کسا کی قدر
اُن کے سوائے دوسرا نہیں جان سکتا ہے

نہ یارے آن چنان محرم کراوے یار کچھ آمد | نہ دلدارے چنان شفق کماز حال حسن پرسم

مذکرہ حصہ دوم کا انتقام دیدبان وقت و طالع روزگار کی ایسے وقت کچھ کے بیان پہلو ہا ہے کہ بتیر کے کشی وقت
ابھی ساحل نجات پر نہ پہنچے پائے

کشی شکستگانیم اے باد شہر بر خیز | باشد کہ باز نیم آن یار آشنا را

۱۲۲۳ھ ہجری نبوی جو مخدوم العالم قدس سرہ کے وصال کا سال ہے شروع ہی سے اپنا رنگ بدلے ہوئے
تھا آپ کی محبت و استغراق کا اس درجہ بڑھا آگیا کہ بعض وقت واقفکار تو مسلمین کو بھی باپ نہ پہچانتے تھے ظاہر کرنا
تھا کہ آپ دنیا کا ظاہری علاقہ بھی جلد توڑنے والے ہیں مگر افسوس کہ اس وقت اسکا کسی کو دوسرے بھی نہ گذرا۔

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے وصال کی خبر آنے سے چند روز قبل آپ کے تو مسلمین میں کسی شخص نے
خواب دیکھا تھا کہ حاجی صاحب دیوبند میں تشریف لائے آپکا چہرہ آفتاب جیسا روشن ہے اور فرما رہے ہیں
کہ میرا انتقال ہو چکا میں مولوی رشید احمد صاحب کو لینے کے لئے آیا ہوں ۲۰- ذی الحجہ تک لیجاؤ گے اس
خواب پر غلصہ میں کو پریشانی لاحق ہوئی اور خواب حضرت کی خدمت میں بیان بھی کیا گیا آپ نے تاویل اور تفسیر
بیان فرما کر پریشانی کو دفعت فرمادیا مگر بارہا بون بھی ارشاد فرمایا اچھی تاویل ہی سمجھاتے دنوں میں تو آدمی
کتنی بار مرے اور بعض مرتبہ نہایت بشاشت کے ساتھ یہ بھی کہا اور جب حضرت لینے آئے تو امید ہے ابھی ہی
طرح لیجاؤ گے اس قسم کی تصریحات پر بھی آپ کی محبت میں مغلوب ہو نیوالی قوم کا آپ کے وصال کی طرف سے بوجھ گیا پر گیا
وصال سے مہینوں پہلے سے آپ کی عادت بارہا میں سجدہ ارادہ نام کے لئے ایک تغیر خاص نمودار ہو چلا تھا
جسکو آپ کی حیل کا بیش خیمہ کتا چاہئے تھا مخلوق کا اطراف عالم سے جوق جوق آنا اور آپکا بہت کم کسی کو محروم
واپس کرنا عبادت میں زیادتی کا ہونا بڑا بڑ بھانا نذر وں کے قبول فرماتے سے سہولت اور سادہ اوقات انکا
فرمادینا اور تصریح یہ دینا دنیا کی بے ثباتی کا بار بار وعظ فرمانا طابین کو ادنیٰ درخواست پر خاتما میں قیام

کی اجازت دیدینا بلکہ بیع ایشیائے خدام کو ذکر اللہ کی رغبت دلانا اور حاضری آستانہ پر آمادہ کرنا یعنی اشارۃً بمانا اور استغفار خاص کو جماعتِ محبین میں عام فرمادینا رخصت ہونے والوں کو کمال شفقت و دل کرنا اور مفاہقت پر بیتاب ہونے والوں کو دلاسا دینا کرنا کہ انشاء اللہ جلد آؤ گے غرض ہر زمانہ لازماً بتلار ہاتھاکہ باغِ علم کا چشمہ روانِ زمین میں اترنے والا اور ہدایت باہرہ کا آفتاب عالمِ تابقی مغربینِ نظرون سے چھپ جانے والا طاہرین و متوسلین کی دشمنانکِ خواین اور متسببین و محبین کے منامی مریات جداگانہ ظاہر کر رہے تھے کہ بنید وقت کے کچھ کا وقت قریب ہے اور باریز عصر کے وصال کا زمانہ بہت نزدیک مگر اکی موت چونکہ اپنی موت تھی اسلئے باوجود یقین و اوسومن بہ ہونے کے عام طبلۃ میں اسکی جانب سے ایسا زہول تھا کہ گویا حضرت امام ربانی ہمیشہ زخمہ رہینگے اور وہ سمانِ نظر ہی نہ آئے گا کہ اکی چلا پائی ہوگی اور ہمارے کاندہ ہے ایکابے جس و حرکت جسدا طہر ہوگا اور غسل و تجنیز و تکفین خدام کے حوالہ۔

آہ وہ عید الفطر جسکو عید الوداع کہنا جاتے آپکی شانِ محبوبیت کو ظاہر کر رہی تھی جبکہ آپ اُس ہوا دار پر سوار ہو کر عید گاہ پہنچے ہیں جسکے حاملینِ علم، ربانیمین اور خاصانِ خدا مقبولین کا جم غفیر تھا۔ اس شان کے ساتھ آپ عید گاہ پہنچے کہ ہفت اقلیم کے بادشاہ کو بھی یہ بات اضییب نہیں ہو سکتی وہ پاکباز گروہ جنگی قدہوں کے نیچے فرشتے پر بچھاتے تھے آپکا ہوا دار اپنے کاندھوں پر رکھے اُس شوق میں جا رہا تھا جسکی نظیر شاید اب نظر نہ آئے گی ایک ہوا دار اور سیکڑوں اُسکو سرون پر اٹھانے کے خواہشمند کیے بعد دیگرے کاندہ سے بدستہ اپنی خوش نصیبی پر ناز کرتے اور اس دولتِ لازوال کے حصول پر فرحانِ شادان عید گاہ کی طرف پیکے چلے جاتے تھے بیسیوں ایسے تھے کہ جب باوجود کوشش کے کاندہ نہ دیکھے تو محل کو ہاتھ ہی لگا دینا غنیمت سمجھے اور یہ بھی انوسکا تو کسی حامل کو سہارا دیدینا ہی شرکتِ سمجھکر داخلِ حسات ہو گئے کیا خبر تھی کہ عنقریب حزان و قلق کے ساتھ کاندہ دینے کا وقت آئے والا ہے اور یہ سرور و فرح کا سمان بہت جلد متقلب ہو جائیگا۔ جسوقت آپ عید گاہ میں پہنچے اور میر پرچہ میں آپکا چہرہ شبِ ہماز و ہم کا چاند بنا ہوا تھا ہر ذلنِ نظر اپنی جانب ہٹ گئی کاندہ سے ہوئے محو حال تھیں اور سیکڑوں دلِ محبت بہری نظرون سے شیفٹہ دارا پکرتے اور بار بار پڑھ رہے تھے۔ ہمن پس است کہ مارغِ غلامِ زولہ + غنی بجا اللہ یجزلو اعلیٰ کا اللہ۔

نماز پڑھانے کے بعد اپنے خطبہ مسلمانا احکام مسائل اور دین بیان فرمائے اور ثناء بیان میں ارشاد فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر دنیا کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک منچھر کے پر کی برابر بھی ہوتی تو کونکر

اُسکا ایک گھونٹ بھی نہ دیتا اسکے بعد حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے زہد کا ذکر فرمایا کہ حضرت شیخ ترک دنیا کی یہ حالت تھی کہ صرف ایک کربہ میں تمام عمر گزار دی جہاں سے کورتہ پھٹ جاتا نگلی کوچہ سے پڑے وغیرہ کا ٹکڑہ جیتھڑا اٹھا کر پاک کرتے اور اُسکا پیوند لگایا کرتے تھے نہ صرف اتنے بیان پر حاضرین کی جو حالت تھی وہ انہیں سے پوچھنی چاہئے سیکڑوں آنکھیں آنسو بہانے لگیں اور ہتھیروں کی جینچیں بھل گئیں۔
خطبہ کے بعد تھوڑی دیر آپ نے عید گاہ میں قیام فرمایا اور پیر علماء و مسلمانوں کے کاندھوں پر ہوا دارین سوار اُسی آن بان سے خانقاہ میں تشریف لائے بسطرح عید گاہ تشریف لے گئے تھے۔

ہوا دار کی کوئی جگہ ایسی باقی نہ تھی جہاں کسی اہل اللہ صاحبِ دل کا ہاتھ یا کاندھا یا سر لگا ہوا نہ ہو۔ آپ بھلا حسن ظاہری و باطنی محبوبانہ شان سے انہیں سوار اور بار بار الفاظ فرماتے آرہے تھے کہ خداوند امیری کوئی حقیقت نہیں میں کچھ نہیں مگر ان لوگوں کو میرے ساتھ ٹھن ٹھن ہے تو انکے ظن کے موافق انکے اور میرے ساتھ معاملہ فرمایو یہ دعا آپ کی جامع دعا تھی اور وقت کے مناسب برخل اسلئے حالیین و حاضرین کی یہ قدر جماعت جتنا فخر کرے نہیا ہے اور جتنہ بھی بخت رب کا شکر ادا کرے بجا ہے کہ وقت گزر لیا اور دعا کا ثمرہ و اجر باقی ہے جو کریم کے ہاتھوں عنقریب انشا اللہ ملے والا ہے۔

جون جون زمانہ گزرتا گیا وں وں آثار وصال ظاہر ہوتے گئے محب کے اپنے محبوب سے لقا کا وقت قریب آتا رہا اور مخلصین کو بذریعہ رویائے صالحہ آپ کی مفارقت جبانی سے اطلاع ملتی رہی اس قسم کی خوابیں بیس بیس نہیں بلکہ سیکڑوں میں جن سے اس امر کا گویا اعلان کر دیا گیا تھا کہ جو خدمت امام ربانی کے سپرد کی گئی تھی انکی تکمیل ہو چکی اور جس فریضہ کی انجام دہی کے لئے نائب رسول بنا کر اچھو دنیا میں بھیجا گیا تھا وہ ادا ہو گیا اچھا شیعہ و ضعیف وں بدن بڑھتا جاتا اور عبادات کی جانب رغبت روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ وہ دن آگیا جسکا آپ کے مرض الموت کا پہلا دن کہا جاتا ہے۔

جن اشرف الے ذکر شاعری اہل مصطفیٰ کی جماعت کا خانقاہ آباد تھی انکو خواب میں صراحت ہو چلا دیا گیا تھا کہ تمہارے اکتساب کا دور اخیر دور ہے مولوی احمد صاحب سورتی جو اسی دورہ کے ذکر شاعری شخص تھے تھے فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت کے یہاں نہایت صاف پانی کے ہتیرے شے رکھے ہوئے ہیں حاضرین انہیں سے پانی پی رہے ہیں جب سب پی چکے تو میں اٹھا اور پانی پیاسیر کر کے کوئی نہ تھا جو پانی پڑے دوسرا خواجہ دیکھا کہ بہت سے آدمی صفین باندھے بیٹھے ہوئے ہیں اور کوئی شخص انہیں آبِ طہور نہیں

رہا ہے آخر نصف مین بندہ بیٹھا ہے مجھ پر بھی پانی چھڑا گیا اور قصہ ختم ہو گیا۔

تیسرا خواب دیکھا کہ ایک ریل گاڑی نہایت تیز رفتار ہے جس میں بہت سے آدمی سوار ہیں مچھلان کے مین بھی ہوں اس ریل کے چلائے والے حضرت مولانا رشید احمد صاحب مین ایک مقام پر ریل رکی اور تمام سواروں کو اتار کر تیز رفتاری کے ساتھ جلدی مین روتا ہوا اُسکے پیچھے دوڑا مگر کچھ نہ کر سکا بیٹھا رہ گیا کہ مجھے ساتھ لیجئے مگر میری ہائے ہائے پر کسی نے ترس نہ دکھایا حضرت مولانا جو ریل کے چلائے والے تھے یہ جواب دیکر روانہ ہو گئے کہ اچھ گھبراؤ مت اپنی طاقت سے چلو اور پیدل چلو مین بگڑ لو گے اس جواب پر مین پیدل چلنے لگا اور ریل ٹنگ گئی۔ ایک دن خواب دیکھا کہ مین اپنے گھر جا رہا ہوں حضرت مولانا مجھے رخصت کرنے کے لئے تھوڑی دور تک آئے اور مصافحہ کر کے یوں ارشاد فرمایا جاؤ اللہ حافظ ہے۔

مولوی احمد صاحب کی ان خوابوں کا خاتمہ اس خواب پر تھا جو آپ کے یوم وصال کی شب مین دیکھا کہ ریل سے یہ اترے اور دوسری جگہ جانے کو ٹکٹ لینے گئے ٹکٹ ہائٹے والے کچھ عجیب و غریب آدمی تھے یہ اُنکے پاس تک پہنچ کر ریل جلدی یہ چلائے کہ ہائے ہائے مین رہ گیا مجھے جلدی ٹکٹ دو ٹکٹ ہائٹے والے نے جواب دیا احمد مت روو اس ریل کی میناؤ ختم ہو چکی اب یہ ٹھیر نہیں سکتی تم مین جانہیں سکتے دس بارہ سال بعد ایک ریل اور طیارہ ہوگی آسمین تم چلے جانا۔

منشی قادی بخش صاحب بلند شہری تحریر فرماتے ہیں کہ وصال سے آٹھ یوم قبل مین نے خواب دیکھا کہ گوراجنترام بابا بانی قدس سرہ کے بلند شہر تشریف لائے کی خبر گرم ہے استقبال کے شوق مین شہر سے باہر ریل غی کی چاؤ کے قریب جا کھڑا ہوا تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک بھل آئی جس مین حضرت سوار تھے لپک کر اُسکے پاس گیا تو دیکھا حضرت امام ربانی بھل کے اندر سوئے ہوئے مین اوڑنہ پر ایک باریک سفید کپڑا پڑا ہوا ہے ادب کی وجہ سے جگانہ سکے بھل کے ساتھ ساتھ ہوئے چند قدم چل کر پہلے بان سے جو نہایت نورانی صورت والے تھے دریا ت گیا کہ اچھا نام کیا ہے کہنے لگے محمد علی دفعۃً آنکھ کھل گئی۔

اس قسم کی خوابیں جمع کی جائیں تو مستقل دفتر ہو جائے خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے وصال کی فیسی اطلاع مین بھی کوئی دقیقہ فر و گذاشت نہیں ہوا مگر محبت کے فلیہ محبت نے ان مضامین پر بھی آپ کے انتقال کا خیال دلون پر چنے نہ دیا اسی سکون و اطمینان کے ساتھ وقت پورا ہوتا رہا جاوای الاصلی علی السلام بحری کی بارہویں یا تیرہویں شب مین گورنمنکی کے سبب حضرت امام ربانی قدس سرہ نمافل ادا فرمائے مگر مین تشریف لیگے

اور حق تعالیٰ سے مناجات میں کہنے لگے اسی بات کی دوا انگلیوں میں خضر اور شہین نامی سے کہ
 نیچے کسی زہریلے جانور کے کانٹے سے زخم کو نہ ملے تو یہ تین موت کے سبب حساس ہی نہوا صبح کے وقت صبح
 معمولی سے آپ سوجھیں کہ آئیں گے تو گیزدن پر خون کی سُرخ کی خامی نے دیکھی اور آپ عرض کیا کہ
 گوہر خون نالود ہے چو نکلا سفار ہو یا تھا طلیح قریب تھا اسلئے جلدی سے آپ کے کپڑے بدلے اور تار پڑائی۔
 نماز سے طلح ہو کر جب آپ چار پائی پر شریف لائے اور کپڑاؤں سے پاؤں نکال کر اوپر رکھا تو انگلیوں پر
 خون چاہا اور نظر نہ اتب تو متوسلین کا کھر ثربا اللہ سے مسئلہ لاکر دیکھا گیا تو خون میں تر تھا اور دیر زوری جانا
 کے پیشہ یکاثر ہو چکا تھا آفاقہ تجلیت سے خدام کی پریشانی کچھ اتاری بات نہیں سہجئے تو گئی ہی
 اس وقت جانور کے سبب مر رہے تھے کسی کا خیال تھا کہ گرگ کا نہ کھنکھارے جو خون جاری ہو گیا اور کسی کی
 مائے حق کی کچھ مریاے کا کپڑا گرجہ تھے۔ یہ جب فرمایا یہی فرمایا کہ جسے تو کسی کے کاشنک اطلاق نہ ہو
 کوہ تجلیت ہوتی اور ناپ کوئی دریا تکلیف ہے۔

حضرت کے اس پہ پروائی کے ساتھ اس قسم کو نالہ دینے سے دوسروں کا خیال بھی ہٹ گیا اور بات
 آئی گئی ہوئی مگر چونکہ پاؤں سے ہٹنا بھر کے قریب خون کش رہا تھا اسلئے کچھ ہی دن سے حضرت پر
 ضعف و کمزوری اور خشوگی و نرمی کی حالت زیادہ طاری ہوئی شروع ہو گئی کھڑا آپ وظیفہ پڑھتے پڑھتے
 بیٹ جاتے تو مٹا مٹا ہاتھ اور خواتین لینے لگتے تھے آپ کے تمام حاضر ہوتے اور مزاج کا حال دریافت
 کرتے تو آپ جواب دیتے تیس اب تو سوتے سے کام ہو گیا ہے جن میں ہنسی ہی طبع ہو گیا ہے۔

باوجود ذاتِ ضعف کے سبب غریبوں کے آپ کے معاملات اور ذیالیت و اوراد میں مطلق کی نہیں مینی
 وقت ہوا نا وقت جو وقت بھی آپ کی آگاہ گئی آپ نے خبر سوجاتے اور اذان سے دو چار منت قبل خود بخود
 آگاہ مل جاتی اور اس وقت آپ کی زبان سے ہلافت جو کھلا تھا وہ یہ ہوتا تھا اذان ہوئی، نماز میں کیا رہے۔
 انگلیوں کے خفیفہ زخم کی جانب سے چونکہ آپ نے استقامت اختیار تاکہ کسی پیشہ کی حفاظت کے لئے
 لعاب لگے ہوئے کاغذ کے علاوہ کوئی دوا بھی استعمال نہ فرمائی اسلئے مایوسوں کے ذہن میں بھی اس خیال
 کہ یہی زخم سال کا مقدس اور امتحان کا پیشہ چھوڑ دیا تاکہ کہ ۲۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ ہجری مطابق ۱۳۔
 جولائی ۱۳۳۰ء یومِ بدھ نماز عشاء جبکہ آپ چار پائی پر لیٹ رہے تھے اور تمام بدن دبانے لگے ہلکے
 لرزدہ منہ میں تھا اور خوب زور شور سے بخار جا رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد چارہ تو رفع ہو گیا مگر بخار کی اس درجہ زیادتی بہت تھی کہ چاند کے اوپر ہاتھ رکھنا دشوار تھا شنبہ کا
تمام دن شدت بخار میں گذرا اور اتنا قاتی بخار سمجھ کر معمولی طور پر دو اسٹائل مین آئی لیکن چار شنبہ کو بھی جب
بخار کی وہی حالت رہی تو فکر ہو گیا اور صاحبزادہ مولانا حکیم مسعود احمد صاحب امجدہ نے مسند ہی کے
ساتھ تدبیر علاج مشتمل فرمائی۔

جمعہ کے دن مولوی حکیم محمد اسماعیل صاحب تفاقیمہ بی بی سے تشریف لائے انہوں نے اپنے بھائی روضی
اُستاد و شیخ کے مرض کی یہ حالت دیکھ کر معالجہ بشروع کیا چونکہ انگلیوں پر جہان خوں زلزلہ آ رہا تھا لیکن
پچھلے پڑ گئے تھے اسلئے یہ بھی خیال ہوا کہ شاید سانپ نے کاٹا ہوا اور بعض کا خیال سحر کی جانب بھی تھا
کہ پہلے مرض کی طرح کیا عجب سہ پہر کی کسی دشمن کا شرعہ عداوت ہو پنا پٹھا اسکی بھی تلبیہ عمل میں لائی
گئیں غلا صیہ سہ پہر تک تدبیر و معالجہ میں اور عہدت و تیمارداری میں اتنی الامکان کوئی امر فرو گذاشت
نہیں ہوا مگر تقدیر ہی حکم کا کوئی ٹالنے والا نہیں اور آئے ہوئے وقت کو کوئی پیچھے ہٹا نہیں سکتا
اسلئے کوئی تدبیر کارگر اور کوئی دوا نافذ و سود مند نہ ہوئی پادریں بدن بدن ورم بڑھتا اور پوچھتا رہتا مرض
جسمانی کا روز زیادہ ہوتا اور نگاہیں بظہر بخفہ ترقی کرتا رہا یہاں تک کہ باختلاف رویت ۸ یا ۹ جمادی الثانیہ
مطابق ۱۱ اگست ۱۹۵۹ کو یوم جمعہ بعد اذان یعنی ساڑھے بارہ بجے اپنے دنیا کو الوداع کہا اور اٹھتر
سال سات ماہ تین یوم کی عمر میں رفیق اعلیٰ کی جانب پہنچے اور شکر کرتے ہوئے سدھارے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کو چھ روز پہلے سے جمعہ کا انتظار تھا یوم شنبہ دریافت فرمایا تھا کہ آج کیا
جمعہ کا دن ہے؟ وہام نے عرض کیا کہ حضرت آج تو شنبہ ہے اسکے بعد درمیان میں بھی کئی بار یوم جمعہ کو
دریافت کیا حتیٰ کہ جمعہ کے دن جس روز وصال ہوا صبح کے وقت پھر دریافت فرمایا کہ کیا دن ہے اور جب
معلوم ہوا کہ جمعہ ہے تو فرمایا اِنَّ اللّٰهَ وَاَزْوَاجُہٗ جُوعُوْنَ ۛ

مرض و وصال کا فصل حال رسالہ وصل الجلیب میں شایع ہو چکا ہے اسلئے اعادہ ضروری
نہ سمجھا گیا۔ یہاں صرف یہ بات ظاہر کرنی ہے کہ آپ کا وصال وہ وصال تھا جسکی نتائج ہزار ہا مخلوق کو رہی
اور آپکی وفات ایسی وفات تھی جسپر ہزار ہا زندگیاں قربان کرنے کو مخلوق طیار ہے۔

آپ کے وصال کے بعد مشرقات نامیہ میں جو واقعات لوگوں کے مشاہدہ میں آئے وہ بھی اس درجہ
عجیب غریب و کثرت ہیں کہ بیان کرنے کو ذمہ چاہئے۔

محمد شفیع نامی ایک شخص خاص پورٹ ملیہ کے رسالہ میں فوجی سپاہی ہیں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے
 حضرت مولانا قدس سرہ کو خواب میں دیکھا ایک آیت پڑھ کر سنائی اور غائب ہو گئے وہ آیت یثقی واثقا
 اثمی ثلث المکذبتون اس کے چند روز بعد آپ کے وصال کی خبر تمام ملک میں شائع ہوئی اور میرے کانوں میں
 بھی بجاالت بیداری پری۔

مولوی احمد صاحب سورتی فرماتے ہیں کہ وطن پہونچکر بندہ ایک پریشانی میں مبتلا ہوا اور گریہ کر دیا
 یہی چلا گیا اسی شب خواب میں حضرت تشریف لائے اور قاب و تمام جسد پر آپ نے ہاتھ پیر کر دیں اور شاد فرمایا
 کہ احمد دست تکبر و دنیا میں ہم سب کو ایسی تکلیفیں پہونچی ہیں اور ایسا ہوا ہی کرتا ہوا ہے۔

ان سورت میں کسی گاہن کے بعد کہ امام ایک شخص میں سلیمان میان انعام ہے انہوں نے خواب دیکھا
 کہ ایک تخت پر دو بزرگ نہایت پالیز و سورت واسے بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک شخص تخت سے نیچے کھڑا ہے اس
 شخص سے سلیمان میان نے دریافت کیا کہ یہ بڑے شخص کون ہیں اور ان کے پاس تخت پر بیٹھے ہوئے دو بزرگ
 بزرگ کون ہیں اس شخص نے جواب دیا کہ بڑے تو فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرے حضرت مولوی
 احمد کے ہیں مولانا رشید احمد صاحب میں سلیمان میان نے یہ خواب مولوی احمد صاحب سے بیان کیا انہوں
 نے پوچھا کہ یہ خواب تم نے کب دیکھا تھا؟ انہوں نے سوچکر بتایا کہ جمادی الثانیہ کی آٹھ یا نو تاریخ کو دیکھا
 تھا۔ وہی تاریخ حضرت امام ربانی کے وصال کی تھی۔

ان قسموں کے لئے دفتر پابین کوئی کہا تک بیان کرے خلاصہ یہ ہے کہ ساقی مایوم و معرفت
 جس نے شریعت و لریقت کی جد ابد اسبیلین لکھا رکھی تھیں دنیا سے اٹھ گیا آفتاب علم و ہدایت چمپ گیا
 اور ماہتاب و روع و امانت غروب ہو گیا بھار و نا کوئی دلدادہ روئے بجائے اور جب تھری کوئی شفیقہ و عید
 سنت جیتا ہو زیاں ہے اب اگر تسلی ہے تو اس باغی سے ہے۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْتَغِي الدِّينَ	لِاصْبِرَ كُلِّ مَصِيبَةٍ وَتَجِدَ
فَإِذَا ذُكِرَتْ مَصِيبَةٌ لَّنْهَاسًا	فَإِذَا ذُكِرَتْ مَصِيبَةٌ لَّنْهَاسًا

چونکہ آپ کے دامان ماطفت سے وابستہ جماعت زیادہ تر علماء کی تھی اور جو علماء نہ تھے وہ بھی اذکیب و
 ذوی العقول میں پیدا ہوئے تھے اس لئے آپ کے وصال کی تواریخ بھی بشارت اور عیب خیز نہ تھی
 عربی و فارسی و اردو نظم و نثر و غیرہ شجرہ یحوی ہر قسم کے مادہ سخا لے کئے نہایت بڑے ہدیہ نامین کرتا ہوں۔

زبدۃ المحدثین حضرت مولانا الحاج المولوی محمود حسن صدادام مجیدہ مدرسہ اعلیٰ مدرسہ عالیہ یونیورسٹی لاہور علیہ السلام
قدوة الاتقیاء حضرت مولانا الحافظ الحاج المولوی عبد الرحیم صاحب توفیق فیضہ راجپوری کنت حیدر الدین شہید
طیبیہ حضرت مولانا الحافظ الحاج المولوی اشرف علی صاحب جام خلد تھانوی مولانا عاشق حیدر کلامات شہید
حضرت مولانا الحاج المولوی عزیز الرحمن صاحب فیضہ مفتی مدرسہ دیوبند سید حسن الخلیل
حضرت امام ربانی قدس سرہ کے مامون مولانا محمد شفیع صاحب گنگوہی نے چند اشعار تحریر فرمائے ہیں۔

مادہ تاریخ یہ مصرع ہے ۴۱ اے وائے نہان شد آفتاب عرفان

دوسرا مادہ تاریخ اس مصرع میں نکلتا ہے ۴۲ گھنڈ کہ وسے شدہ خرامان بجنان

جناب مولانا حکیم رحیم اللہ صاحب بخنوری نے چند اشعار تحریر فرمائے ہیں آخری شعر جس کا مصرعہ تاریخ ہے

۴۳ خائے مولانا رشید احمد بفرود ۲۲

۴۴ اگر سر و شغیم دکش صد آمد بگوش

مولوی ابوالحسن صاحب سیکلن گلاؤٹھی ضلع ہندو شہر کے قلم سے نہایت پند وراشعار لکھے ہیں آخری شعر
جس کا مصرعہ دوم مادہ تاریخ ہے یہ ہے۔

۴۵ ہائے راہ حق کا سچا رہنما تار با

۴۶ کیوں ندر وین سا لکان جادہ قرب الہ

از حکیم امانت علی صاحب مجبور ساکن بہت ضلع مظفر نگر

۴۷ آج دیکھا بھیا چسرا غ دین

۴۸ بولا ہاقت کہ ہائے آنکھوں سے

چند تاریخ جناب مولانا حکیم قیام الدین صاحب جنت جو پوری نے لکھ کر ارسال فرمائی ہیں جن کا پہلا ناظرین ہیں

تاریخ ولی اللہ

۴۹ رفت روش زقن باوینہ

۵۰ چون برغوش خواند حق اورا

۵۱ عالم پر فتن بادینہ

۵۲ ترک کرد آہ مرشد گنگوہ

۵۳ مردوخ زمین بادینہ

۵۴ بخت برستہ گفت دین تاریخ

۵۵ بسکہ ہر مرد و زن بادینہ

۵۶ درفش حزمین و نالان شد

ایضاً

۵۷ کروں کیا انگلیں اوج تھری

۵۸ جلیل القدر کمال شیخ قہرہ

۵۹ جو تھے مسترشد کحقین کبر

۶۰ وہ مولانا رشید احمد فرزند

۶۱

۶۲ ہمایہ کی تھی اک پاکیزہ تہود

۶۳

۶۴ مناسبت یہ لکھ دخت تاریخ

ایضاً صوری و معنوی

۶۵ سہ شمشیر آدینہ کا یوم

۶۶ بخت لکھ سال صوری معنوی

۶۷ کس قدر اندوہ میں سہ ساری قوم

۶۸ سرگ مولانا شیا احمد سے آہ

جناب مولانا حکیم مختار احمد صاحب دہلوی نے موضوع کرشمہ صوریہ بہا الہم پر غلامیہ امام فاضل دہلوی نے پوئیس اشعار
 موریہ کی نظم تحریر فرما کر بھیجی ہے جسکا اول میں حضرت امیر امیرانی قدس سرہ کا سال وفات
 نکلتا ہے اور آخر کے چار شعروں میں نزدیک سوانح کا سہرا آتا ہے یہ کلام سید صاحب مہر حضرت امام ربانی قدس
 سرہ کے شاگرد یعنی جناب مولانا نور محمد صاحب سہیل پانی رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد رشیدی ہیں جبکہ علوم و فنون میں فاضل
 فن تدریج گوئی میں ید طولی رکھتے ہیں یہ فقہ اور سیاست جو تاریخی واقعات سے منظر ہیں وہ کلام صاحب کے
 علمی کمال پر دال ہیں بَارکَ اللہ فی حَسنہ و دنیاء و جعل آخرتہ خیرا من اولہا

اِسْمُ رَبِّكَ الْكَبِيرُ الْجَلِيلُ الْعَظِيمُ

اَلَمْ يَكُنْ مَوْلٰى الرَّسُوْلِ صَدِّقًا اٰمِنًا	اَلَمْ يَكُنْ خَيْرَ الطَّاهِرِيْنَ
قُوَّةً بِاللّٰهِ فَوَيْتَ اِلَاقَتَيْنِ	مَوْنَةً يَّارَبِّ مَوْنَتِ الْاَصْفِيَا
بَلْ فَوَيْتَ بَيْنَ فَقْرِ الْعَمَّاخِيْنَ	زَالِ اَصْبَلِ الْاَصْفِيَا تَا سَمَا
قَدْ بَلَكَ اَنْ اَسْرَجَ الْعَاشِقِيْنَ	اَوْهَ مِنْ تَرْجِيْلِ اَهْلِ الْاَقْدَا
صَاحِجُ خَمْعِ الْخَلْقِ قَلْبًا وَاعْيَالِيْنَ	عَرَفْتَنِيْ صَاحِجُ مِنْ رَحْلِ اَهْلِ
قَدْ جَرَّبْتُ مِنْ اَمْرِ اَمْرِ اَمْرِ	شَاعَ سِرُّ الزُّهْدِ مِنْ تَعْلِيْمِ
فَاَنْتَ اَنْتَ اَنْتَ اَنْتَ اَنْتَ اَنْتَ	فَاَنْتَ مَوْلَانَا الرَّسُوْلُ الصَّادِقُ
كَانَ حَيْثُ الْعُلُوْا اَلَدِيْنِ	كَانَ نَهْرُ الشُّجْعِ اَمْرُ صَدِّقِ الْهَدِيْ
صَاحِبِ الدُّرُوْزِ اَصْلُ الشُّجْعِ	اَرْشَدَ الْاَبْرَارُ اَمْرُ عِيْنِ الصَّفِيَا
شَرَفَ فَنَ تُوْرَ عِيْنِ اَلْمُوْمِنِيْنَ	مَا تَبْنَ اَلْاَسْرَارُ بَلْ عِيْنِ الْعُلُوْمِ

تَأْتِي أَصْلًا بِأَصْحَابِ الصِّدْقِ

عَيْنِ زَيْدِ الْحَجَّيْهِ مَطْرُ الصِّفَا

بِحُجَّتِ الْأَسْرَارِ فَتَأْتِي الْعُلُومُ

كَاشَفَ الْآيَاتِ مَقْبُولِ الْكَرِيمِ

أَشْرَفَ الْأَبْرَارِ مَقْبُولِ الزَّمَانِ

طَيْبِ وَتَسْتَأْنِقُ رِيحَ الْعِلْمِ

عَالِمِ الْقُرْآنِ أَمْ بَدْرُ الْحَدِيثِ

صَاحِبِ الْإِشَادِ يُزِيدُ الْقُنُونِ

شَائِعِ الْمَوَدِّعِ فِي مَقَرِّ

سَيْنِ عَيْنِ الشَّرْحِ أَمْ عَيْنِ الْكَرَمِ

هَذِهِ طُوبَى لِأَبِ الرَّشِيدِ

فَصَلَتْ آيَاتُهُ بَيْنَ الْوَدَى

مَنْ سَعَى الْحَقِّ فِي هَذَا الْكَمَالِ

إِنَّهُ مِنْ عَاشِقِي الْبَاقِ النَّشِيدِ

خَمَمِ الْمَسْرَادِ بِتَأْيِيدِ خَالِقِ كُلِّ الْعِبَادِ

مُخْتَارِ أَحْمَدِ أَحِبَّةِ أَعْيَانِ

أَعْلَمَ الْأَخْيَارِ بَدْرَ الطَّالِبِينَ

مَنْ جَعَلَ لِقَاطَ صِدْرِ الْعَاشِقِينَ

فَحْكَمَ الْأَذْكَارِ حَامِيَ السَّائِلِينَ

فَاضِلِ الْأَيَّامِ وَالْمِيقَاتِ

دَائِمِ التَّنْزِيلِ صَلِّ الْعَادِفِينَ

رُوحِ مَسْرُوعِ الشَّرْعِ بَدْرَ الْكَاطِبِينَ

مَا هِيَ التَّفْسِيرِ حَبَّ الصَّادِقِينَ

كَاشَفَ الْأَنْوَارِ عَيْنِ الْكَاشِفِينَ

مُحَضَّرِ الطَّلَافِ حَبَّ السَّائِلِينَ

سَيِّدِ الْمَسَادَاتِ أَمْعُ الشَّاكِرِينَ

دُقِ نَبْتُ حَالَاتِ بَدْرِ الْأَمَلِ الْخَيْرِينَ

قَدْ سَعَى فِي مَارِئِي الرَّاشِدِينَ

يُعْطِي الْمَحْيَى مَالَ الْخَاشِعِينَ

رَبَّنَا وَفَوْقَهُ عَيْشُ الشَّائِقِينَ

خَمَمِ الْمَسْرَادِ بِتَأْيِيدِ خَالِقِ كُلِّ الْعِبَادِ

الْحَقِيقِي مَذْهَبِ الْفَاسِي مَسْكَا

مجھے عداوت ہے اور جو انکو دوست سمجھے وہ میرا دوست ہے۔

صاحبزادی صاحبہ یعنی عفت مآب صفیہ خاتون سلمہ کے محاذ زیادہ تر اس وجہ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں کہ آپ حکیم صاحب سے چار سال بڑی ہیں اور اتنی مدت باپ کے بیضان سے زیادہ مستفیض ہوئیں ایک بار حضرت سنے فرمایا تھا کہ اگر عورتوں کو سبیت کی اجازت ہوتی تو میری صفیہ میری کیا کرتی اس مضمون سے آپ کی ہمت ادا اور قوت روحانیت ظاہر ہو رہی ہے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مازلہ نے ایک بار فرمایا تھا کہ بہن کے لطائف ستہ جاری ہیں مگر زبان سے کبھی کچھ ظاہر نہیں فرماتیں صاحبزادی صاحبہ کو اس زمانہ کی رابعہ بصریہ کہا جائے تو حقیقت میں نازیبا نہیں جو خوب بیان حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہیں انکا اظہار چونکہ خود آپ کو پسند نہیں اسلئے بیان میں تاہل حضرت قدس سرہ نے ایک بار بڑی مسرت کے ساتھ ارشاد فرمایا تھا احمد شمسیری بی بی کو دنیا کی محبت بالکل نہیں اور انھما سے دیکھتے تو یہی اصل ولایت ہے آپ کے شوہر جناب حافظ محمد ابراہیم صاحب یک مدت تک ہنر کے ضلعدار رہے مگر کبھی ایک پسید شوت کا گھر میں نہیں آیا ایسا گوشت و پوست جو ابتدا و ولادت سے آج تک ناجائز کسب کی بات برابر غذا سے کبھی مخلوط نہوا ہو دعوے کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ صفیہ خاتون کا ہے اور وہ صاحب نصیب عورت جسے ضلعدار کی بی بی بنکر پونے دو سو روپیہ ماہوار ہاتھ میں لئے اور مہینے کے مہینے خرچ کر دئے ہوں جسکا نتیجہ ہو کہ عمر بھر میں آج تک زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی اگر کوئی ہے تو صفیہ خاتون ہیں باپ کے ساتھ باوجود عشق ہونے کے صبر و استقلال کا یہ عالم ہے کہ وصال کے دن ساری مخلوق جمع کی نماز میں مشغول تھی اور آپ سردی میں پردہ کے پیچھے باپ کے جنازہ سے لگی ہوئی تلاوت کلام اللہ میں مشغول تھیں کفن اپنے ہاتھ سے کیا اور چیخ یاہائے کی آواز کسی ایک مستنفس نے بھی نہ سنی۔

صاحبزادی صاحبہ کے تین صاحبزادے یعنی حضرت کے نواسے ہیں بڑے حافظ محمد یعقوب صاحب جنگی ولادت ماہ رجب ۱۲۹۵ ہجری میں ہوئی اور منجملے حافظ محمد یوسف صاحب جنگی ولادت ۲۸ محرم ۱۳۰۳ ہجری میں ہوئی اور چھوٹے محمد زکریا جو ماہ ربیع الاول ۱۳۰۳ ہجری میں پیدا ہوئے سب بڑے صاحبزادہ حافظ محمد اسحق مرحوم جو نانا کے گویا جان نثار تھے بیوم جمعہ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۰۳ ہجری وصال فرما گئے۔ حافظ محمد یعقوب صاحب چھوٹی ایک بن تھیں حمیدہ مرحومہ جبکا انتقال بعمر تین سال ہو چکا اور حافظ محمد یوسف سے چھوٹے ایک بھائی اور تھے محمد یونس مرحوم وہ پانچ سال زندہ رکرا رہی دارالبقا ہوئے انا لله وانا الیہ راجعون ۵ تینوں نواسے احمد شمسراپنے ناناکلی یادگارا اور مان کی آنکھوں کا نور ہیں خصوصاً حافظ محمد یعقوب صاحب

انتقال سے قبل ہی تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت حضرت فہم فرماست تھوڑے عرصے میں قیامت آئے گی اور کلمہ غیاث کا مضمون بہت
بڑھا ہوا ہے حتیٰ تعالیٰ ان حضرات کی عمر و ان کی برکت عطا فرمائے اور اس صلاحیت میں ترقی عطا
فرمائے جس کی بنا پر تذکرہ رشیدیہ میں ان کے مبارک نام درج ہوئے۔

سید امجد علی صاحب رحمہ اللہ کی یادگار ایک صاحبزادی تھیں حضرت قدس سرہ پوتے سید علی صاحب اہل اللہ عمر
میں جن کی ولادت ۱۲۶۲ھ میں الاول ستمبر کو ہوئی باپ کا جسد انتقال ہوا ہے ان کی عمر ایک ماہ بیس روز
کی تھی حضرت امام ربانی قدس سرہ کو ان کے ساتھ خاص اہانت اس وجہ سے بھی تھی کہ ہونا مرحوم کی نشانی
تھی اور تین سال بعد ان کے پیشے کے بدلے دو ماہ کی ہان حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی تھی ہاں سید الاول
سید امجد علی صاحب رحمہ اللہ کی عمر دو برس تھی ان کی والدہ نے بھی صلہ قرنی حق تعالیٰ عمر و علم میں
برکت دے اس وقت سولہ برس کی عمر ہے اور دیوبند میں عربی پڑھتے ہیں۔

سید صاحب کی ایک صاحبزادی تھیں کلثوم مرحومہ جن کی ولادت ماہ جمادی الاول سنہ ۱۲۶۳ھ میں ہوئی
تھی ان کی کنیت تھیں کہ ماں کا انتقال ہو گیا تھا ۲۸ برس سنہ ۱۲۹۳ھ میں کو عمر پندرہ سال بچہ بھی نہ ادبھائی
سابقہ حیدر آباد کے ساتھ سیاہی گین ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں مگر افسوس عمر نے وفات کی ۲۱ برس بعد
سنہ ۱۲۹۳ھ میں کہ وہ نہایت سیر کیا صاحبزادی کا نام رقیہ ہے خدا کرے حتیٰ پہلے اور دنیا و دین کی دولت کا مال مال ہو
امام ربانی قدس سرہ کی روحانی اولاد کا شمار جسے ہونین سکتا کہ بیان کر دین میں سو سے زیادہ علماء جو آپ کے
حدیث و روایات پر عمل کرتے تھے ان میں سے زیادہ جو اس وقت زندہ ہیں اور اکثر درس
تدریس میں مشغول ہیں سب آپ کی باقیات صالحات میں مثال ہیں اور باطنی افاضہ سے مستفیض ہونے والوں کی
توفیق پر قدرت ہی نہیں تینوں سے زیادہ آپ کے خلفاء صاحب نسبت شاخ طریقت ہیں جن کے فیوض اس وقت
کے قیام میں ہیں جو وقت کا تب ازل نے ان کے بقا کا مقرر فرما دیا ہے خصوصاً آپ کے اجلہ خلفاء اربعہ حضرت مرشد
مولانا قلی محمد صاحب مولانا محمد حسن صاحب مولانا عبد الرحیم صاحب مولانا ناصر صاحب مولانا عبد اللہ صاحب
بقائے ان کے کمالا علیہ علیہ و فیوضات ظاہرہ و باطنیہ کو ہر صاحب بصیرت شخص ہندوستان میں پھیلا ہوا دیکھ رہا ہے۔
خلفاء کے علاوہ ہزاران ہزار جماعت آپ کے ان علم متوسلین کی بھی باقیات صالحات میں محبوبہ حنین
سیکھوں کی اکثر غافل اپنے سچے خدا کی طلب میں بدستور لگے ہوئے ہیں اور جو اس امر سے غافل ہیں ان کی بھی قلب
میں ضام محبوب کی محبت ضرور لگے ہوئے ہیں بغض فی اللہ اور بدعات سے متفرج و شیعہ ہر سنت کی محبت کا

یہ ایک صاحبزادی تھیں
سنہ ۱۲۶۳ھ میں ولادت ہوئی
سنہ ۱۲۹۳ھ میں وفات ہوئی
سنہ ۱۲۹۳ھ میں ولادت ہوئی
سنہ ۱۲۹۳ھ میں وفات ہوئی
سنہ ۱۲۹۳ھ میں ولادت ہوئی
سنہ ۱۲۹۳ھ میں وفات ہوئی

آپ کے متوسلین کی وہ علامت شناخت ہے جسکو اس جماعت کا خاصہ لازمہ کہنا چاہئے۔ سادگی، تزکیہ، خلوص، میل جول اور باہم نصیحت و خیر خواہی کا مضمون عموماً اس گروہ کے افراد میں موجود ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں باہمی بخشش نہیں ہوتی شکر رنجی کا وجود تو اکابر میں پایا جاتا ہے پھر یہ فرقہ حقہ اس سے کیونکر خالی رہ سکتا ہے چھوٹوں میں کیا اور بڑوں میں کیا اجتہادی غلطیوں اور جانہن کی فہم کے اس اختلاف پر جبکا بدنی مستحسن ہے اکثر اختلاف ہوتے اور سچ و کشیدگی کے درجہ پر پہنچ جاتے ہیں مگر الحمد للہ اختلاف درجہ خلاف پر نہیں پہنچتا اور باہم دودہ شربک بھائیوں کی طرح چاہے کیسا ہی لطین مگر غریب کے مقابلہ پر ایسے ایک ہیں کہ گویا خون میں خون ملا ہوا ہے اور یہ غمخیز ہی اسی روحانیت کا جو امام ربانی نے سب کے اجسام میں بھونک دی ہے اور عجیبی بھڑکائی اللہ تم پر صادق نہ رہے یہ اختلاف اگر بڑوں میں نظر آئے تو یقیناً سبب ترقی ہر تہ سے اور چھوٹوں میں ہو تو امید ہو انشاء اللہ ہمیں رفع ہو جائے ورنہ حشر کے دن ایک شیخ کا دامن تھامتے وقت غلبہ اخوت کے سامنے دیکر ضرور غموں میں جا بیگا۔ ان خصائل کو بھی اتباعاً للسلط باقیات صالحات میں شمار کرنا بیجا نہیں ہے۔

امام ربانی قدس سرہ کے لگائے ہوئے نوہا لالہ جن ٹھنڈی ہواؤں کے کچھ ایسے دلدادہ ہو چکے ہیں کہ یتیم بننے کے بعد بھی احتیاج تربیت سے غافل نہیں ہوئے انہوں نے سمجھا کہ آزاد ہونے سے پابند بنارہنا زیادہ نافع اور شربے ہمار بننے سے آپ محکوم ہونا زیادہ راحت کا سبب ہے اسلئے زمام اختیار امام ربانی کے وصال پاتے ہی آپ کے خلفاء کے ہاتھ میں دینے کی تمنا کی اور الحمد للہ جلد اجتہاد خلفاء میں جسکی طرف طبع کا میلان ہوا اعلامی کا اظہار کر کے منسلک ہو گئے۔

پھلے اور پھولے درختوں اور ہرے بہرے ممکنے والے پھولوں کچ پودوں کا نگران جب نیا سے اٹھ جاتا اور بہار پر آئے ہوئے باغ کا باغبان جسوقت بانقطاع تام اپنے محبوب کے جمال میں متغرق ہو جاتا ہے تو عالم الاسباب میں کیوں پھولوں اور قہام پہلوں کی نگرانی کے لئے دوسرے باغبان کی ضرورت پیش آتی ہے اور کرم و قدردان آقا سابق باغبان کی قابل اور لائق اولاد ہی پر ائیں خدمت کو تقسیم فرمادیتا ہے جو انکے باپ کے لگائے ہوئے پودوں اور سنبھے ہوئے درختوں کو اندھیاؤں کے جھونکوں سے محفوظ رکھے اور راہزہ نون کی دست برد سے پچا اسلئے نوہا لالہ چرک یہ کہنا کہ ہمیں باغبان کی حاجت نہیں گویا اپنے کمال پر پہنچ جانے اور پختہ ہونے پر اظہار کرنا ہے جو تکبر کہلاتا ہے الحمد للہ کہ حضرت امام ربانی جو نسبت بیزنگ لیکر تشریف لائے تھے اسلئے انہیں آپ کی جماعت کا اکثر حصہ ایسا مستفیض ہوا کہ جتنا بڑھتا جاتا ہے اسی قدر اپنے کو مرقی کا محتاج سمجھتا جاتا ہے۔

مستعدی بننے سے مقدری بنارہنا سب جانتے ہیں کہ بے خطر اور راحت کا سبب ہے مگر بعض مشائخ کے متوسلین کو
 اور انہیں شیطان یوں دھوکہ دیتا ہے کہ ہمارے شیخ کی تربیت ایسی تمام تھی کہ وصال کے بعد دوسرے کا دامن
 پکڑنے کی ضرورت نہیں اس خیال پر تجدیدِ بعیت کو جو اکابر سے برابر معمول چلی آئی ہے اپنے شیخ کا ہتک سمجھنے
 لگتے ہیں مگر خدا کا شکر ہے کہ اس خوش نصیب شیخ سنت گروہ نے اسکو شیطانی دھوکہ سمجھا۔ حق تعالیٰ کی عطا
 جاریہ کا خرق نہ چاہا عالم اسباب میں اسباب کا متلاشی بکرمیہ خالق اسباب بنارہا اور یوں سمجھ کر جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر صحابہ کرام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بعیت کرنے سے جب مستغنی ہوئے
 تو ہم بے سرو سامان مسافر اور تاجر بہ کار پئے کس شمار میں ہیں۔ حق تعالیٰ کا یا احسان کیا تقوڑا ہے کہ یتامی کی پریت
 باپ کے بعد بڑے بھائیوں کے ہاتھ میں آئی در بدر بھیک مانگتے پھرنے سے بڑے بھائی کو باپ کا قائم مقام بھکر
 حلقہ غلامی میں ایسا لکنا اچھا ہوا ہے نصیب اس اولاد کے جو گھر کا مالک اٹھ جانے کے بعد بھلی بیڑی بھائیوں کی بدولت
 بگمیری نہوئی اور در پے قسمت اس باپ کی جسکے بالغ لڑکوں نے نابالغ بھائی بہنوں کا سارا بوجھ بطوع و رغبت
 اٹھایا اور ان نادان کج فہم نازک مزاج لڑکوں کو طالب بکر چھاتی سے لگالیا کہ ایسا نہوا وارہ پرین اور انٹھلیاں ٹھین
 کہ فلان پادشاہ کے شاہزادے خاتمان برباد خیروں کی دکانوں پر ہاتھ پھیلاتے پھر رہے ہیں۔

امام ربانی قدس سرہ کے اکثر متوسلین کے ذہنوں میں قدرت کی طرف سے اس شخص خیال کا عزم بن کر
 جم جانا اور حضرت کے خلفاء کا باوجودیکہ حضرت کی حیات میں حیات کرنے سے شرماتے جھکتے اور گریز فرمایا کرتے
 تھے دفعہ طبعیت کا پلٹ دینا اور سعی و کوشش سمیٹ سمیٹ کر چھوٹے بھائیوں کو اپنے پرول میں چھپالینا
 سب کچھ حضرت کی روحانیت کا طفیل اور آپ کے کمال قوت باطنیہ کا اثر ہے اور باقیات صالحات میں صدقہ
 جاریہ ہے جو انشاء اللہ صد ہا برس قائم ہوگا امام ربانی کے مراتب عالیہ میں ترقی کا سبب بتا رہیگا اس سلسلہ مبارک
 کے اس روش پر چلنے سے حضرت امام ربانی قدس سرہ کی مدح پر فوج جسد رجب سرور ہے وہ بہتر سے رویائے
 صادقہ اور جزوالنبیۃ بشرات منامیہ سے ظاہر ہے مگر بدیہی امر کی براہست محتاج دلیل ہی نہیں کہ بیلاری کے
 محاسن خواب سے ثابت کئے جائیں۔

شہرہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم | چو غلام آفتاب ہم بہ ز آفتاب گویم

امام ربانی قدس سرہ کی باقیات صالحات میں آپ کی وہ تصانیف ہیں جو تحقیق مسائل شرعیہ اور احکام
 مضامین اختلافیہ میں آپ کے قلم سے نکلیں اور مطبوع ہو کر عالم میں شائع ہوئیں خیال ہے کہ جہاں تصانیف بصورت

کلیات کجا طبع کر دیجائیں اگر حق تعالیٰ کو منظور ہوا تو انشاء اللہ یہ بھی ہو جائیگا باقی اس وقت آپ کی تصنیفات جہاں
 رسائل کی صورت میں طبع شدہ ہیں اور مولوی محمد عی صاحب مکتبی دین احقر کے پاس بھی موجود ہیں جہاں آپ کی تحریر
 (۱) تصفیۃ القلوب - اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کی مصنف ضیاء القلوب کا اردو ترجمہ قیمت ۴۰ (۲) امداد الکو
 تصوف کے رسالہ یکدہ کا ترجمہ جو اہل شباب میں بارشاد حضرت حافظ ضامن صاحب شہید ہوا قیمت ۴۰ (۳)
 ہدایۃ الشیعہ - ہادی علی شیعہ لکنوی کے اعتراضات کے جوابات قیمت ۴۰ (۴) زبدۃ المناسک -
 حج کے متعلق تمام مسائل ضروریہ قیمت ۳۰ (۵) لطائف رشیدیہ - چند آیات قرآنی کے نکات اور پردہ
 مروجہ شرفاء ہند کا حدیث سے ثبوت قیمت ۱۰ (۶) فتاویٰ میلاد و عرس وغیرہ معہ مواہیر دیگر علماء قیمت ۱۰
 (۷) رسالہ تراویح - بیس رکعت تراویح کا احادیث سے ثبوت قیمت ۱۰ (۸) قطوف دانیہ - محلہ کی مسجد میں جماعت
 ثانیہ کی کراہت کا دفعہ سے ثبوت قیمت ۱۰ (۹) جمعہ فی القریٰ - احادیث کے اُس فتوے کا جواب ہے
 جس میں انہوں نے گاؤں میں جمعہ جائز ہونے کا ثبوت دیا ہے قیمت ۱۰ (۱۰) رد الطغیان - کلام مجید کے
 اوقات کو احادیث سے بدعت ثابت کیا تھا اس کا جواب قیمت ۱۰ (۱۱) احتیاط النظر - اس کا ثبوت ہے کہ ہمارے
 جمعہ ہو جاتا ہے وہاں احتیاط نظر کی حاجت نہیں قیمت ۱۰ (۱۲) ہدایۃ المصطفیٰ - مقررۃ فاتحہ خلف الامام
 جوابات قیمت ۲۰ (۱۳) تبیل الرشاد - رد عدم تقلید قیمت ۱۰
 اس حیثیت سے کہ برائین قاطعہ حضرت امام ربانی کے حکم سے لکھی گئی اور آپ نے اس کو من اولہ الی آخرہ بغور و نظر
 فرما کر تقریظ تحریر فرمائی اس کو بھی من وجہ حضرت کی تصنیف میں شمار کر سکتے ہیں یہ انوار ساطعہ کا جواب اور
 رد بدعات و تحقیق سنت میں وہ لاثانی کتاب ہے جس کو حضرت کے رنگ نسبت اور کمالات علیہ وعلیہ السلام پر
 تو بجا ہے سنت کے عشق میں جو غصہ بارہ انداز اور شان جلالی کا اظہار اس میں نظر آتا ہے وہ دیگر تصانیف میں کم
 اس کی قیمت ۱۲ روپے کل رسالہ قیمتی عجز یکشت خریدار کو عجز میں دے جاتے ہیں -
 حضرت امام ربانی کی باقیات صالحات میں وہ وصیت بھی شامل ہے جس کو وصال سے کئی سال قبل آپ تحریر
 میں لائے تھے اور قلب بند فرما کر اسے رکھ لیا تھا کہ آپ کے بعد نکالی جاوے اور اُس پر عمل کیا جائے - مکمل وصیت
 وصل الحبیب میں طبع ہوئی جو خالص دین کی اطاعت کے متعلق آپ کی جو وصیت تمام متوسلین کو ہے اس کو
 یہاں دوبارہ دہر کرنا ہوں وہ ہذا ہے -

حاکم و مصلحتاً - یہ وصیت عام ہے سب کو پھیلانے اور نواہین اور عمل کرین اپنی اولاد اور نذو و جہ اور سب

دوستوں کو تاکید و نصیحت کرتا ہوں کہ اتباعِ سنت کو بہت ضروری جان کر شرع کے موافق عمل کریں مگر یہی نصیحت
کو بہت سخت دشمن اپنا جانیں اور رسوم دنیا کو سرسری جان کر کرنا نہایت خرابی کی بات ہے اور لذت کھانے اور کپڑے
کی قید نہایت خرابی ڈالنے والی دین دنیا کی ہے اس سے بہت احتیاج کریں۔ اپنے مقدور سے بڑھ کر کام نہ
مال کار ذلیل ہونا ہے۔ اسکی رسوائی دین دنیا میں اٹھانی ہوتی ہے۔ بد مزاج و کج خلقی سخت نامرضی حقیقتاً
کی ہے۔ دنیا میں ایسا آدمی خوار رہتا ہے اور آخرت میں نہایت ذلت اٹھاتا ہے۔ نرمی سبکے ساتھ لازم
ہے اور ہر کام قلیل بھی بڑا ہے اور اطاعت واجبہ کام اگرچہ چھوڑا ہو بہت بڑا رفیق ہے۔ تکلفات شادی و عہد
کے بدعت خالی نہیں ہیں اسکو سرسری جانیں طعن و تشنیع خلق و برادری کے سبب اپنے مقدور سے زیادہ
کام کرنا یا خلاف شرع یا بدعت کو کرنا عقل کی بات نہیں۔ دنیا و دین میں اسکا خمیازہ بڑا ہے۔ اسراف کی
مذمت اور بُرائی شریعت میں سخت آئی ہے کہ شیطان کا بھائی اسکو قرآن میں فرمایا ہے۔ اگر یہ انتقال ہو جاوے
تو حسب مقدور ثواب پہنچاؤں اندازہ سے زیادہ ہرگز نہ کریں کوئی تکلف غیر مشروع کریں جو کچھ ہو موافق
سنت کے ہو یا ہم اتفاق سلوک سے رہیں میسرے دیکھی کا ایک پسینہ تک قرض نہیں اسکا کچھ فکر نہ کریں الخ۔

امام ربانی قدس سرہ کی باقیات صالحات میں مسائل شریعت و طہارت کے متعلق وہ تحریرات ہیں جو اطرافِ عالم
میں پھیلی ہوئی لوگوں کے پاس موجود ہیں ان تحریرات کے موردِ گو خاص میں مگر چونکہ حکم عام ہے اسلئے رفعِ تشبہات
آحقاق حق تہمیری ردِ سلوک ترغیبِ اعانت علی الطاعة کا سبب ہو کر تادیر صدق جباریہ بنی رہی شریعت کے
متعلق آپ کے قنادی مراد آباد میں لوسی علی نظر صاحب نے طبع بھی کئے ہیں اور میں بھی اس ذخیرہ کی فراہمی کا
تہیہ کر رہا ہوں کیا عجیب ہے کہ کبھی کبچہ کامیابی ہو جائے۔ البتہ طہارت کے متعلق تقریباً ڈیڑھ سو خطوط جنکو حضرت
کے ہاتھ کی لکھی ہوئی سوانح کہنا بجا ہے بنام مکاتیبِ شیدہ یہ طبع ہو گئے ہیں یہ دریا جسکو... منقحاً
کے کوزہ میں بند کیا گیا ہے عام نفع رسانی کے خیال سے ۴۴ میں بدیہ ہو رہا ہے اس سال میں اگر حق تعالیٰ
قبول فرماوے تو یہ سوانح جو تذکرۃ الرشید کے نام سے شائع ہو کر آپ کے ہاتھ میں اسوقت موجود ہے
امام ربانی کی باقیات صالحات میں داخل ہوئی ہے چونکہ اہل اللہ کے ساتھ محبت رکھنا اپنے ہی لئے ذخیرہ
آخرت جمع کرنا ہے اسلئے اگر کسی کو امام ربانی کے ساتھ حیات میں کوئی تعلق آئے پس پداہتیں ہو اور اس تذکرہ
کی بدولت پیدا ہو جاوے تو اس شخص کی خوش قسمتی یوں ظاہر ہے کہ بعد ہی میں ہی مگر کچھ کم ضرور لیا اور
کے ایصالِ ثواب کا سبب اسلئے ہے کہ اس آستانہ کے ناکارہ منتجب گناہ غلام ہی کی تصنیف کی ہوئی کتاب

اس شخص کی صلاحیت و حصول ثواب کا سبب بنی اس رنگ خدام کے پاس جو کچھ بھی ہے چونکہ اُسی دربار پر
کام عظیم ہو اور حقیقت میں اپنی لیاقت استعداد سے بڑھ کر اس تذکرہ کا شیوع بعد الوصال حضرت ہی کی روح
تصرف ہے اس لئے نہ مجھے ناز ہے نہ افتخاریوں سمجھتا ہوں کہ حیات میں اپنے مخلوق کو اپنی طرف ایک در
کے کھینچا اور اب اس کا اسلوب بدل کر دوسرے طرز پر عالم کی رہبری ہو رہی ہو اور چونکہ آپ کی طرف میلان طبعانی
پنجم کی سنت کی طرف جھکنا ہے اس لئے مطاوعت شریعت اور بندگی حق تعالیٰ کے جو اسباب بھی آپ کے
متوسلین سے پیدا ہونگے وہ آپ ہی کی باقیات صالحات کما لے اور سمجھے جائیں گے۔

دینی بھائیوں عزیز و دستو! میں اب نصرت ہوتا ہوں حق تعالیٰ کو جو کام اس سید کا ذلیل خیرین مخلوقات سے
لینا تھا وہ ختم ہو چکا۔ ۸ جمادی الثانیہ ۱۳۲۳ ہجری میں حضرت نے الوداع کہا نورانی جسم زیر زمین گیا اور پاک
روح بالائے آسمان آج، ۳۰ رذی الحجہ ۱۳۲۳ ہجری کو آپ کا شیریں تذکرہ ختم ہوا ذہنی مضامین صفحہ قرطاس پر آج
اور آنکھوں کے واسطے آپ کے قلوب تک پہنچے ہر ابتداء کے لئے انتہا ہو اور ہر مبتداء کے واسطے خبر ایک دن
وہ تھا کہ سوانح کی لہجہ لہجہ ہوئی تھی اور ایک دن آج کا ہو کہ تہمت مسطور ہوئی عالم کا یہی رنگ ہے کبھی
ولادت کی خوشی کبھی موت کا غم کسی دن آج کا غلغلہ اور کسی روز روانگی کا گریہ و شور قبول شاعر رہا اگر
کوئی نا قیامت سلامت ہو پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت۔ مگر ایک مرنا ہمارا ہو کہ چلے اور کچھ ساتھ
لیکر نہ چلے اور ایک سال امام ربانی کا ہو کہ سب کچھ لیکر گئے اور ایسی کرنی چھوڑ گئے کہ اعمال صالحہ بلا عامل و
مکتب ہمیشہ درج نامہ عمل ہوتے رہیں گے ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء یاد رکھو گھر وہی ہے جس کا نام گوہر
ہے اور حیات وہی ہے جس کو آخرت کہتے ہیں اٹھو جاگو اور آنکھیں کھولو جب تک سانس ہے ہر قسم کی اس غفلت
میں پڑ کر کیا لو گے جو کرنا ہے کہ گذر و آخر قبر میں ہونا ہے اور جو کرنا ہو امام ربانی کی زندہ مثالوں کا دہن پکڑ کر
کہا تو آخر مرنا اور پھر زندہ ہو کر احکام الحاکمین کی کپھری میں پیش ہونا ہے میں نے گواہ امام ربانی کے بعد مرنا و مولانا
الحافظ الحاج المولوی غلیل احمد صاحب دام مجیدہ کا دہن پکڑا ہوا دیر میری سپاس بھائیوں کو یہ تو مل بھلا اللہ کافی ہے مگر
میں یہ نہیں کہتا کہ تم بھی مجھ جیسے بجاؤ ان قبضنا اللہ الدین النصیر یہ ضرور کہو گے کہ اس سلسلہ میں منسلک ضرور ہو جا
جہر طبع کا میلان بڑھے اُدھر لپکو کہ یہ باغ سارا نور کے علی نور ہے خدا کرے کہ آسمان ہر ایک کی یافتہ تابدیر زندہ
قایم رہیں لیکن کچھ ایسا تھا لی ہوئی برادرش مشہور ہو گیا وقت بھر تھاتا آنا نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پھر بچپان پر
یاد دیر ٹھوکر بن کھانا فسٹل کہ دن ماقول لکھو و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر و العباد حق تعالیٰ

بھلائیوں میں سب کو اتباع سنت مرضی کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے مجاہدین کے قدموں میں جگہ دے آئیں
 یارب اعلیٰین اسلام مع الاکرام +

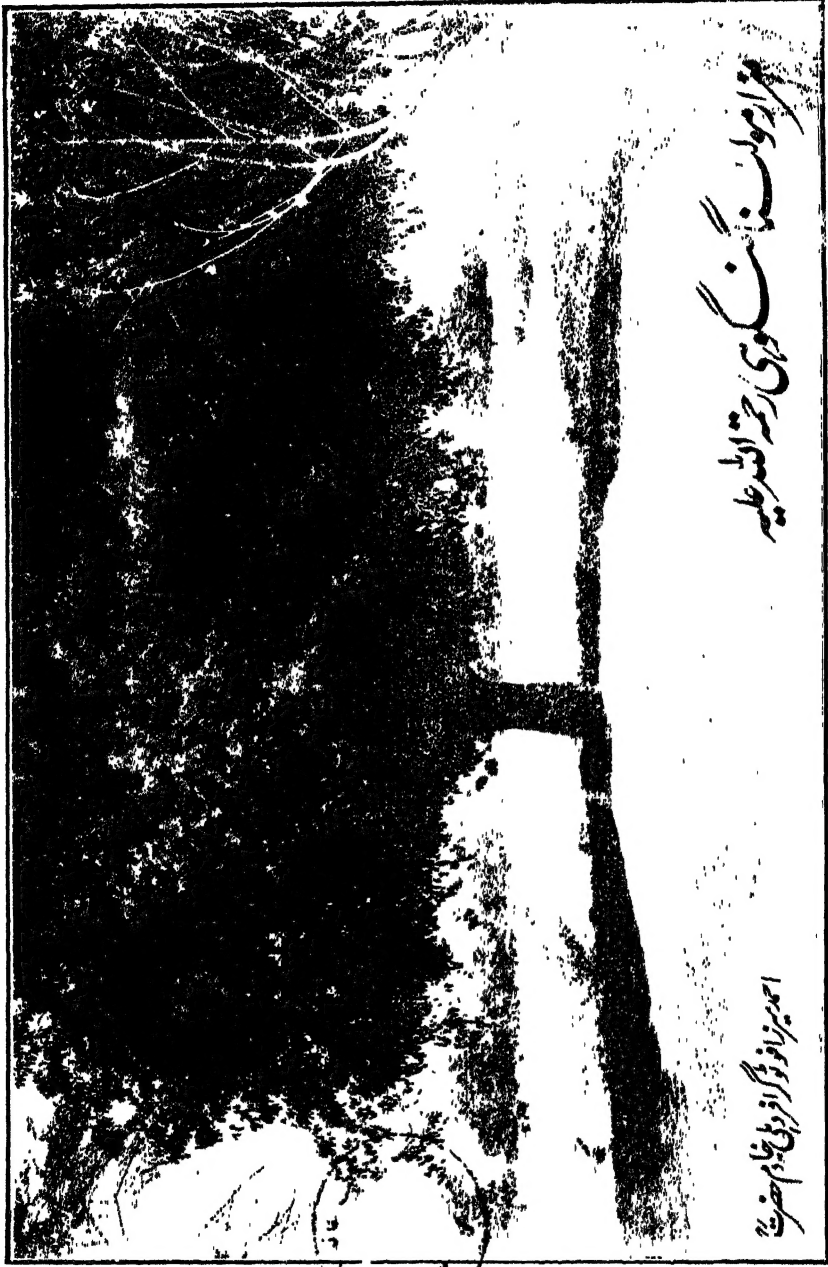
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

منہجی چاہتا ہے کہ اپنے دین دنیا کے آقا اور مہربان روحانی شیخ حضرت مولانا الحاج المحفوظ لوی خلیل الرحمن صاحب بہشتی
 دام مجاہدہ کا شکریہ ادا کروں جیسے خاص لطف و کرم کی بدولت مجھ ناکارہ کے نامہ عمل میں اس مبارک تذکرہ کی خدمت درج
 ہوئی کیونکہ اس تالیف کا سب سے پہلا محرک حضرت ممدوح کا ایما تھا اسکے بعد دوسرے حضرات کے ارشادات۔ مگر وہ زبان
 کمان جس سے اس بارگراں کی مسکافات ہو چو کہ امام ربانی کی حیات ہی میں حضرت ممدوح کی اس ناکارہ پرودہ شفقت تعالیٰ جسکو
 آج یاد کرتا ہوں تو بے اختیار رو دیتا ہوں مولانا نے یتیم ہونے سے قبل ہی مجھ تنگ خادم کو اپنے دامن میں ڈھانپ لیا تھا
 اسکے بعد جوں گزر تا گیا وہ آقا نے نامدار کی اپنے خادم پر توجہ میں پیشی کا سبب بتا رہا ہیں کیا کہوں کر کیا تھا اور اب کیا ہوں
 ہر چند کہ تہذیب و نامراد ہوں مگر انھو شہ بہتری نعمتوں کا مستر صد و امیدوار ہوں۔ حضرت ممدوح کا مجھ پر ایکل احسان نہیں
 ہے جسکا شکریہ ادا کروں میرا روان بدوان اور بال آپ کے احسانات میں جیکڑا ہوا ہے میری رگ رگ اوپٹھے پٹھیر
 خادم تو آقا کی شفقت بندھی ہوئی ہے اور اب تو پوجنا ہی کیا جبکہ انتساب ظاہری بھی اسی کریم ذات کے غلیظین و استہ
 ہے۔ حضرت ممدوح نے اسی بندہ نوازی کی بنا پر تذکرہ کے تقریباً جملہ اوراق قبل طبع ملاحظہ فرمائے اور باوجود کثرت
 مشاغل اس بوجھ کا بھی تحمل فرمایا۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میری کوئی درخواست اس آستانہ سے مردود ہوئی ہو انھو شہین
 نے جو کچھ مانگا وہ مجھے ملا اور جہت کی وہ پوری ہوئی اسلئے میرے خیال میں ایسے محسن بادشاہ کا جو بجائے شکریہ سننے
 کے احسان کرنے سے سرور ہو شکریہ بھی سنی ہے کہ احسان مزید کی درخواست کروں اور وہ نعمت مانگوں جسکی اب مجھے
 ضرورت ہے یعنی اپنے دامن سے لگائے نہ کہنا اور قدیم بندہ نوازی کا ثبات و بقا سے آرزو دارم کہ خاک آن دم +
 طوطیاں لے چشم سازم و مدیدم + پس اسکے علاوہ اب کوئی تمنا بھی نہیں اور دنیا یا دین جو کچھ بھی ہے آئین شخص و
 مشتمل ہے حق تعالیٰ شاذ بحر فنا کے شئی شکستہ رہ نوردون کے کھیدوں ہار طبع کو تا دیر قائم رکھے اور مراتب قرب میں
 جلد کا پیچھے تر ترقی فرمائے سہ بقا بادا جو عمر نوح بل بیش + کہ شاد دست از درش بیگانہ و غویش + ہا میں بحرہ سلطانی
 بان اخوان طریقت میں ان مخلص صاحب و بلاد ان دینی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے تالیف سفاخر
 لی توجہی ہوئی پہلی صد پر قلم سے میری اعانت فرمائی اور تذکرہ شیخ کے معاونین و مجاہدین کی جماعت میں اپنے نام کا
 اندر ان سبب اجر و ثواب جھمک جو کچھ ان سے ہو سکا تھوڑا یا بہت لکھ کر ارسال فرمایا میں ان سے معافی چاہتا ہوں
 کہ انکی تحریرات میں انتخاب ہوا اور بعض مضامین چھوڑ بھی دئے گئے۔ تفسیر و ترجمہ محض بقدرورت ہوئی اور ضرورت جو کچھ
 عذر ہے اسلئے امید ہے کہ گرفت نہ ہوگی تذکرہ چونکہ تاریخی کتاب ہے اور نگاروں بیگانوں سب ہی کے ہاتھوں میں چائی
 اسلئے وہ جوش و بافتنائے محبت آپکی تحریرات میں نمایاں نہ ملے مگر دیا ہے وہ دلوں بھرت چونکہ دل ہی میں گہنہ
 کے قابل ہے اسلئے بہتر ہوا کہ صفحات کا غزیر میں نہ آیا قلوب ہی میں آسکو دبائے رکھے اور قیامت کے دن انشا اللہ
 ثمرات کے اسید وار ہے وہ سب اس تذکرہ کے تعلق آخری و بیانیہ امام ربانی قدس سرہ کی خواہ گاہ کا نقشہ یعنی روضہ میں باطل کہنے
 ستم قبر کا عکس و تصویر کش کر کے رخصت ہونا ہوں و اسلام نعم الختام + محمد عاشق الہی عقی عمر سابق ہتم خیر لفظا و معنی

مزار مولانا گزنی رحمة اللہ علیہ

احمد نیرزا خان کوثر گزنی خانم حضرت

باعتدال عاشق الہی ہمیشہ خیر الطابع میراث طبع ہو



حکم النصوص علیہا لیس فیہ

الحکم فیہ لیس فیہ

فلیس فیہ لیس فیہ

وکیف یستعمل صومہ الشمس وکیف

حضرات! جو کچھ بندہ سے ہو گا ملاحظہ کیلئے پیش کرتا ہوں یکم محرم ۱۲۸۷ھ حصہ اول کی افشاں کی تاریخ
 اور ۱۳ رزی ۱۲۸۷ھ حصہ دوم کے اختتام کا دن انام ربانی قدس سرہ کے کمالات معویہ اور صفات اعلیٰ
 فیضان ہو کر وصال کے تیسرے سال یہ صدقہ جاریہ مرتب و مطبوع ہو کر شائع ہو گیا اور نہ بندہ ہیچ زبان کہان
 اور یہ کار خیاں کہان سے صلاح کار کجاؤ من خراب کجاؤ بہ بین تفاوت ازہ کجاست تا کجاؤ
 آپ جانتے ہیں کہ تصنیف اور تصنیف میں بھی فن تاج فی الدین کے طور پر کل ہی خصوصیت کے تاج ہی ہیں
 اور ربانی امام کی ہو اور ابتدا مرتب کی گئی ہو اس خدمت کے انجام دیتے وقت بن وقت میں اس میں
 ہے انکو میرا دل جانتا ہے یا علام الغیوب خالق سبحانہ ستا ہم چونکہ امیر اقلب حق تعالیٰ کے اس حسن
 نعمت کو احسان سمجھے ہوئے ہے اسلئے روانہ ان شکر گزار ہے کہ بتوفیق ایزد متعال جس خوبی کیساتھ
 یہ اہم کام پورا ہوا کہ اس زندہ شیخ کی کرامت ہے بالہصلصال قالی فی البشہر شد کا تصرف اُمید ہے کہ
 میرے حسن خاندان کا افعال حسن بنے اور خوبی کیساتھ میرا بھی انجام بخیر ہو۔

دعوت کا جمالی اظہار کر نیسے میرا مقصود یہ ہے کہ باقتضائے بشریت کیا محبت ہے کہ واقعات میں کہیں
 طرح ہوئی ہو یا سہو و نسیان اور زلت قلم سے خطا سرزد ہوئی ہو اسلئے جس محبت میں جو امر بھی آپ
 ہائیں مخلصانہ اخوت ہما میرہ کی بنا پر بنے کلمت معنیہ فرماویں انشاء اللہ طبع ثانی میں اسکا کجاؤ رکھو گا اور
 اس میں ہر دو حصہ کو مع ملاحظہ فرمائیے کیا اگر دیکھتے کا قصد ہے اسلئے اُمید ہے کہ ہر عنوان کے متعلق آپ کی
 یادداشت بھی پوری امانت کر گئی۔ میں سمجھ رہا ہوں کہ بعض حدیث بار لوگ اس شیرین تذکرہ کو بنگاؤ
 اور اص بھی دیکھتے اور چونکہ یہ ابکا طبعی اقتضا ہو گا اسلئے اسکی مجھے پروا نہیں قابل جواب امور کا جو
 دیتے کہ قلم سلامت چاہئے اور ناقابل جواب امور اضافات کیلئے صبر و تحمل۔ مگر اسکے ساتھ ہی اپنے اخوان طریقت
 سے جو کمین اپنا قوت بازو بچھتا ہوں نظر اصلاح کا سائل بکر درخواست کرتا ہوں کہ عیب پوشی و نصیح
 سے کام لین کہ انہیں کے شیخ کا ذکر خیر ہے۔

بہر روزہ آورہ ام دست
 بجزائے کا ناگہ مروتی اند
 بجزائے کا ناگہ مروتی اند

خداوند قادر تعالیٰ بندہ کو ہر گناہ کی اس خدمت کو قبول فرمائیے جو کہ دعا ہے کہ ہر گناہ کی باورانی سوانہ

اگر بجزائے کا ناگہ مروتی اند

تیسرے بندہ قبول کی صفت تیری تذکرہ تا ہوں مجھے اسکا صلہ و انعام در کار ہے اور شرفنے والوں کی طرف دعا

ہر کہ خاندان طبع دارم

والحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی من لا ینالہ

اطلاع

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی جملہ تصانیف و تصنیفات حضرت عاصی امداد اللہ شاہ صاحب و حضرت مولانا محمد قاسم صاحب صاحب حضرت مولانا اشرف علی صاحب دہلی صاحب ہم سب ہمارے یہاں موجود ہیں گذشتہ ششماہی میں خاص رعایت قیمت کر دی تھی جو یکم محرم ۱۳۲۷ء تک کو نسخ ہو گئی مگر ناگہاں ہمارے کتب خانہ صاحب بھی جس حدیث پر اکملہ بیلی انشاء اللہ دوسری جگہ نہ مل سکی تھی ایک روپیہ سے زیادہ کی کتابیں خریدنے پر ہر روپیہ پیش دیکھا تھی یہ رعایت کمال ایک سال کیلئے ہے امید ہے کہ آپ اسکی قدر فرماویں گے اور شاعت میں سی کمال کا حصہ لینے۔

خاندان چشمہ صابریہ رشیدیہ کے اوراد میں اس وقت خزانہ البحر جز الف عظم اور دعائے مٹھے معری البصوت نامہ معری تقطیع پر طبع کر نیک قصد ہو اسکے ساتھ اسماء بدر میں اور شجرہ عمرہ علیہ بھی شامل ہو گا یہ نسخہ انشاء اللہ بہت نافع ہو گا اور خوبی میں بھی ہندوستان میں اپنا نظیر دیکھنا کیا عجیب ہے کہ دو ماہ میں تیار ہو جائے قیمت بلا جلد ۱۶ روپیہ اور چھ روپیہ کی نظر ہو کہ جس کتاب کی عمدگی کا اہتمام ہوتا ہے وہ زیادہ مقدار میں طبع نہیں ہو سکتی اسلئے صرف ایک ہزار نسخے اسکے چھپنے اگر آپ اول دفعہ است بھیج دینگے تو سلیک گا ورنہ آمید نہیں کہ ملے جلد و نل نسخہ کے خریدار کو ایک نسخہ مفت نذر ہو گا اور بمصوب معاف کر کے صرف صد میں گیارہ نسخہ ارسال ہونگے۔ ہر گاہ کہ جامع حسنات ذخیرہ کیلئے ترغیب بخیر دس خریداروں کا تمہا کر لینا کچھ بڑی بات میں خصوصاً جبکہ اس قدر ازنان ہمارا اطلاع سے مقصود تجارت کو فروغ دینا نہیں ہی صرف آپ کو ایک یادگار ہو چکا دینی جو سبکی پوری قدر اس وقت ہو گی جبکہ دس روپیہ میں اسکا ایک نسخہ بھی نہ مل سکیگا۔ اشتہاری دنیا نے ان باتوں کی قدر رکھو دی اسلئے شاید آپ کو سیرافین نہ آئے لیکن اگر زمرہ ہا تو اس وقت بتاؤ گا جب آپ طالب ہونگے اور یہ ہے پاس ہے خوش کن جواب نہ دیا سکیگا۔ دس کے خریداروں سے صد اگر وہ دین پہلی لکھ جائے ہیں بشرط میں نام درج کر کے سب سے قبل نام کی تخیل ہو گی اس کی سب سے پہلی اور اس سے زیادہ نسخہ ایک شخص کو دے بھی نہ جائینگے۔ اسکے طبع سے فارغ ہوتے ہی حضرت قدس سرہ کے قلم سے انشاء اللہ طبع ہونگے القصیدہ لا تاملہ تمام من اللہ دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ اس ناگاہ کو اپنی محبت عطا فرمائے اور دین و دنیا کے افکار و مصائب سے بچائے رکھے آمین یا رب العالمین